



رسول تمیز

قصص

زندگی امیر اور زندگی آموز ادب کا نمائندہ

نفسوی

رسول نمبر

جلد دہم

شمارہ نمبر ۱۳۰

جنوری ۱۹۸۴ء

مدیر:

محمد طفیل

ادارۃ فروغِ اردو • لاہور

قیمت لائبریری ایڈیشن : ۱۰۰ روپے

ترتیب

مقالات

۹	ڈاکٹر ریاض مجید	(۱) نعت (لغوی مفہوم)
۶۴	ڈاکٹر شاکر علی	(۲) اردو کی نعتیہ شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات
۹۳	ڈاکٹر فضل حق خورشید	(۳) اردو کے نعتیہ گلدستے
۱۲۱	حکیم محمد یحییٰ خاں شفا	(۴) عربی زبان میں نعتیہ کلام
	ڈاکٹر عبدالحمید یزدانی	(۵) فارسی زبان میں نعتیہ کلام
	حفیظ قاسم	(۶) اردو زبان میں نعتیہ کلام

انتخابِ نعت (عربی)

(۱) رؤفہ رسالتکاتب پر کندہ اشعار	(۲) ہمزۃ البوصیری ' ۱۹۴	(۳) ابن حجرہ النجفی ' ۱۹۵
(۴) شیخ عبد الرحیم البرغی ' ۱۹۷	(۵) ابن نباتہ مصری ' ۲۰۲	(۶) شہاب الدین محمود الحلبي ' (۲۰۴)
(۷) شیخ جمال الدین الصصری ' ۲۰۹	(۸) عبد الرحمان بن غلدون ' ۲۱۲	(۹) علامہ ابن حجر ' ۲۱۵
(۱۰) شیخ عبد اللہ شہرادی ' ۲۱۹	(۱۱) شیخ حسین دجانی ' ۲۲۳	(۱۲) شیخ عبد الغنی النابلسی ' ۲۲۳
(۱۳) شیخ احمد تھانیسری ' ۲۲۵	(۱۴) حضرت ابوطالب بن عبد المطلب ' ۲۲۸	(۱۵) حضرت عثمان غنی ' ۲۲۹
(۱۶) حضرت عمر فاروق ' ۲۳۰	(۱۷) حضرت ابوبکر صدیق ' ۲۳۱	(۱۸) حضرت حمزہ بن عبد المطلب ' ۲۳۲
(۱۹) حضرت فاطمہ الزہراء ' ۲۳۳	(۲۰) حضرت عائشہ صدیقہ ' ۲۳۴	(۲۱) ابن العربی ابوبکر محی الدین ' ۲۳۵
(۲۲) حضرت کعب بن زہیر ' ۲۳۶	(۲۳) ایشی ' ۲۳۷	(۲۴) محمد جبار اللہ السہودی ' ۲۳۹
(۲۵) حضرت ابوسقیان ' ۲۴۱	(۲۶) حضرت عباس بن مرداس ' ۲۴۳	(۲۷) حضرت عبد اللہ بن رواحہ ' ۲۴۴
(۲۸) ابوالعاصمہ ' ۲۴۶	(۲۹) حضرت عبد اللہ بن زبیر ' ۲۴۹	(۳۰) حضرت کعب بن مالک ' ۲۵۱
(۳۱) حضرت حنان بن شامت ' ۲۵۴	(۳۲) مولانا شاہ عبدالعزیز ' ۲۵۸	(۳۳) علامہ آزاد بلگرامی ' ۲۵۹
(۳۴) احمد شوقی ' ۲۶۳	(۳۵) ابو علی بن المستنیر ' ۲۶۹	(۳۶) شاہ ولی اللہ دہلوی ' ۲۷۳
(۳۷) حضرت عمر (جن) ' ۲۷۹	(۳۸) حضرت عباس بن عبد المطلب ' ۲۸۲	(۳۹) حضرت علی ' ۲۸۴
(۴۰) مولانا فضل حق خیر آبادی ' ۲۸۶	(۴۱) ابو محمد طاہر سلیم الدین ' ۲۸۸	(۴۲) مولانا شاہ رفیع الدین ' ۲۹۰
(۴۳) امام زین العابدین ' ۲۹۱	(۴۴) امام ابو حنیفہ کوفی ' ۲۹۲	

انتخاب نعت (فارسی)

- | | | |
|--|------------------------------------|------------------------------------|
| (۱) فخرالدین گرگانی ۱۹۳ | (۲) حکیم ابراهیم دودین آدم ۲۹۶ | (۳) انوری ۲۹۹ |
| (۴) جمال الدین اصفهانی ۳۰۰ | (۵) حکیم خاقانی شروانی ۳۰۳ | (۶) نظامی گنجوی ۳۰۶ |
| (۷) فریدالدین عطار ۳۰۸ | (۸) قطب الدین بختیار کاکی ۳۱۰ | (۹) اوسدی کرمانی ۳۱۲ |
| (۱۰) کمال الدین اسماعیل ۳۱۴ | (۱۱) مولانا جلال الدین رومی ۳۱۷ | (۱۲) شیخ فخرالدین ابراهیم ۳۱۹ |
| (۱۳) شیخ سعدی شیرازی ۳۲۱ | (۱۴) مخدوم علاء الدین علی احمد ۳۲۳ | (۱۵) خواجہ جام تبریزی ۳۲۵ |
| (۱۶) امیر خسرو دہلوی ۳۲۶ | (۱۷) خواجہ کرمانی ۳۲۹ | (۱۸) ضیاء بخشی بدایونی ۳۳۱ |
| (۱۹) عماد فقیہ کرمانی ۳۳۲ | (۲۰) خواجہ کمال الدین سلمان ۳۳۳ | (۲۱) ابن عمار شیرازی ۳۳۶ |
| (۲۲) مولانا نورالدین عبد الرحمن جاتی ۳۳۷ | (۲۳) مولانا معین الدین معینی ۳۳۸ | (۲۴) قحانی شیرازی ۳۴۲ |
| (۲۵) بجالی دہلوی ۳۴۳ | (۲۶) مولانا وحشی بافقی ۳۴۵ | (۲۷) مولانا کمال الدین محترم ۳۴۶ |
| (۲۸) محمد جمال الدین عرفی ۳۴۸ | (۲۹) حکیم ابو الفیض فیضی ۳۵۱ | (۳۰) خواجہ باقی بالله ۳۵۳ |
| (۳۱) محمد حسین ظہیری ۳۵۴ | (۳۲) مکتبی شیرازی ۳۵۶ | (۳۳) میرزا جلال اسیر ۳۵۸ |
| (۳۴) حاجی جان محمد قدسی ۳۶۰ | (۳۵) سعد الله میسای پانی پتی ۳۶۱ | (۳۶) محمد اکرم غنیمت کنجاسی ۳۶۳ |
| (۳۷) میرزا داراب بیگ ۳۶۴ | (۳۸) میرزا عبدالقادر بیدل ۳۶۵ | (۳۹) میر سید علی مشتاق اصفهانی ۳۶۷ |
| (۴۰) شیخ محمد علی حزیں ۳۶۹ | (۴۱) حکیم قاضی ۳۷۱ | (۴۲) اسد اللہ خان غالب ۳۷۴ |
| (۴۳) نواب مصطفیٰ خان شیفته ۳۷۷ | (۴۴) محمد حسن شعری ۳۷۹ | (۴۵) ضیاء الدین احمد تیرخشان ۳۸۰ |
| (۴۶) خواجہ مستان شاہ کابلی ۳۸۱ | (۴۷) علامہ شبلی نعمانی ۳۸۳ | (۴۸) غلام قادر گرامی ۳۸۴ |
| (۴۹) علامہ اقبال ۳۸۵ | (۵۰) میر عثمان علی خان ۳۸۶ | (۵۱) سید منظور احمد مجور ۳۸۷ |

درود و سلام

- | | | |
|-------------------------------------|---------------------------------|------------------------------|
| (۱) امیر غیاثی ۳۸۹ | (۲) اسماعیل میرشی ۳۹۰ | (۳) جہا باری آسی ۳۹۱ |
| (۴) بیہم وارثی ۳۹۲ | (۵) حسرت مردانی ۳۹۳ | (۶) ہزاد لکنوی ۳۹۴ |
| (۷) اقبال سیل ۳۹۵ | (۸) مولانا مناظر حسن گیلانی ۳۹۸ | (۹) حامد حسن قادری ۳۹۹ |
| (۱۰) مولانا احمد رضا خان بریلوی ۴۰۰ | (۱۱) یحییٰ اعظمی ۴۰۱ | (۱۲) یوسف ظفر ۴۰۲ |
| (۱۳) آغا شورش کشمیری ۴۰۳ | (۱۴) نصر اللہ خان حزیں ۴۰۴ | (۱۵) مولانا مامر القادری ۴۰۵ |
| (۱۶) حفیظ جانندری ۴۰۹ | | |

قصائد

- | | | |
|--|---------------------------------|------------------------------------|
| (۱) مرزا محمد رفیع سودا، ۳۲۱ | (۲) حکیم مومن خان مومن، ۳۲۳ | (۳) میر بجلی، ۳۳۰ |
| (۴) راسخ عظیم آبادی، ۳۳۱ | (۵) ناسخ لکھنوی، ۳۳۲ | (۶) کرامت علی شہیدی، ۳۳۳ |
| (۷) بہادر شاہ ظفر، ۳۳۴ | (۸) خواجہ الطاف حسین حالی، ۳۳۵ | (۹) امیر پٹائی، ۳۳۸ |
| (۱۰) مولانا احمد رضا خان بریلوی، ۳۳۳ | (۱۱) محمد ہادی عزیز لکھنوی، ۳۳۵ | (۱۲) مولانا محمد قاسم نانوتوی، ۳۵۰ |
| (۱۳) مولانا نعیم الدین مراد آبادی، ۳۵۳ | (۱۴) محسن کاکوردی، ۳۵۵ | (۱۵) بہادر اچہ سرکشن پرشاد، ۳۶۴ |
| (۱۶) اقبال سیل، ۳۶۶ | (۱۷) جوش ملیح آبادی، ۳۷۰ | (۱۸) حافظ مظہر الدین، ۳۷۲ |

مثنوی

- | | | |
|-------------------------------|--------------------------|-----------------------------------|
| (۱) ملا وحی، ۳۷۵ | (۲) صنعتی بیجا پوری، ۳۷۶ | (۳) ملا خواجہ دکنی، ۳۷۷ |
| (۴) ملا نصرانی، ۳۷۹ | (۵) محمد رفیع فتاحی، ۳۸۱ | (۶) امامی دکنی، ۳۸۲ |
| (۷) مختار، ۳۸۳ | (۸) سراج الدین سراج، ۳۸۴ | (۹) مولانا محمد اسماعیل شہید، ۳۸۵ |
| (۱۰) سماعت یار خان رنگین، ۳۸۶ | (۱۱) صبا لکھنوی، ۳۸۷ | (۱۲) ناسخ عظیم آبادی، ۳۸۸ |
| (۱۳) ڈپٹی نذیر احمد، ۳۸۹ | (۱۴) شوق قدوائی، ۳۹۱ | (۱۵) سلیم احمد، ۳۹۲ |

مسدس، مخمس

- | | | |
|--------------------------|------------------------|-------------------------|
| (۱) نظیر اکبر آبادی، ۳۹۳ | (۲) مولانا حالی، ۳۹۵ | (۳) شاد عظیم آبادی، ۳۹۷ |
| (۴) اکبر الہ آبادی، ۳۹۹ | (۵) میر انیس، ۴۰۰ | (۶) سراج لکھنوی، ۴۰۲ |
| (۷) جگر مراد آبادی، ۴۰۳ | (۸) نیاز فتح پوری، ۴۰۴ | (۹) جوش ملیح آبادی، ۴۰۷ |
| (۱۰) احسان دانش، ۴۰۹ | (۱۱) سید آل رضا، ۴۱۱ | |

نظمیں

- | | | |
|----------------------------|---------------------------------|---------------------------------|
| (۱) مولانا حالی، ۵۱۳ | (۲) مولانا شبلی نعمانی، ۵۱۶ | (۳) مولانا وحید الدین سلیم، ۵۱۸ |
| (۴) علامہ اقبال، ۵۱۹ | (۵) خوشی محمد ناز، ۵۲۴ | (۶) آغا حشر، ۵۲۶ |
| (۷) مولانا معنی اجیری، ۵۳۰ | (۸) علامہ تاجور نجیب آبادی، ۵۳۵ | (۹) حکیم احمد شجاع، ۵۳۷ |
| (۱۰) مجید امجد، ۵۳۹ | (۱۱) حفیظ بھٹہ، ۵۴۰ | |

آزاد نظم

(۳) اظہار نفس، ۵۴۷

(۲) ظہور نظر، ۵۴۵

(۱) قاضی نذر الاسلام، ۵۴۱

تضمین

(۳) سرور بہان آبادی، ۵۵۱

(۲) علی اوسط رشک، ۵۵۰

(۱) مومن خان مومن، ۵۴۸

(۶) علیم قریشی، ۵۵۵

(۵) بیان یزدانی، ۵۵۳

(۴) عبد المجید ساکن، ۵۵۲

(۷) آغا شورش کاشمیری، ۵۵۱

رباعیات و قطعات

(۳) امیر مینائی، ۵۶۳

(۲) محسن کاکوروی، ۵۶۳

(۱) خواجہ میر درد، ۵۶۳

(۶) سلامت علی دبیر، ۵۶۳

(۵) مولانا رضا بریلوی، ۵۶۳

(۴) حسن بریلوی، ۵۶۳

(۹) ثر جلالوی، ۵۶۵

(۸) بیان میرٹھی، ۵۶۵

(۷) مولانا حالی، ۵۶۵

(۱۱) تلوک چند محروم، ۵۶۶

(۱۰) قراق گورکھپوری، ۵۶۶

متعلقات

(۳) مولانا محمد اقر آگاہ، ۵۶۹

(۲) نواز ش علی شیدا، ۵۶۸

(۱) جوشش علیم آبادی، ۵۶۷

(۶) مولانا کفایت علی کافی، ۵۷۲

(۵) آفتاب الدولہ قلیق، ۵۷۱

(۴) میرضیا الدین عبرت، ۵۷۰

(۹) عبد القادر دانا، ۵۷۷

(۸) میرزا دبیر کھنوی، ۵۷۷

(۷) غلام امام شہید، ۵۷۳

(۱۲) حسین سخن دہلوی، ۵۸۲

(۱۱) مولانا حالی، ۵۸۰

(۱۰) واجد علی شاہ، ۵۷۸

(۱۵) میر محبوب علی، ۵۹۶

(۱۳) صفی کھنوی، ۵۹۵

(۱۳) محسن کاکوروی، ۵۸۴

(۱۸) عبد الغفرین فطرت، ۶۰۲

(۱۷) نفیس خلیل، ۶۰۱

(۱۶) مولانا حسن رضا بریلوی، ۵۹۷

(۲۱) م. حسن لطیفی، ۶۱۱

(۲۰) امجد حیدر آبادی، ۶۱۰

(۱۹) تاج الدین تاج، ۶۰۵

(۲۴) عبد اللہ خاور، ۶۲۱

(۲۳) ڈاکٹر صفدر حسین، ۶۱۹

(۱۸) وزیر الحسن عابدی، ۶۱۶

(۱۷) راجہ محمد عبد اللہ نیاز، ۶۲۳

نعتیہ غزل

(۴) شاہ حاتم، ۶۱۸

(۳) سراج اودنگ آبادی، ۶۲۷

(۲) انعام اللہ خان یقین، ۶۱۶

(۱) اقلی قلب شاہ، ۶۲۵

(۸) معروف دہلوی، ۶۳۲

(۷) شیخ قلندر بخش جرات، ۶۳۱

(۶) میر محمدی بیدار، ۶۳۰

(۵) قافم چاند پوری، ۶۲۹

(۱۲) انانت کھنوی، ۶۳۶

(۱۱) ذوق دہلوی، ۶۳۵

(۱۰) شاہ غلگین دہلوی، ۶۳۳

(۹) مومن خان مومن، ۶۳۴

(۱۶) مولوی خلیل الدین حسن، ۶۳۰

(۱۵) شفیقتہ دہلوی، ۶۳۹

(۱۴) نسیم دہلوی، ۶۳۸

(۸) ناظم رام پوری، ۶۳۷

(۲۰) احمد حسن رسوا، ۶۴۳

(۱۹) اسیر کھنوی، ۶۴۳

(۱۷) مولانا بخش کلک، ۶۴۲

(۱۶) قربان علی بیگ ساکن، ۶۴۱

(۲۴) عسکرت اللہ انیس، ۶۴۸

(۲۳) عاشق دہلوی، ۶۴۳

(۲۲) لطیف بریلوی، ۶۴۲

(۲۱) صابر دہلوی، ۶۴۵

۶۵۲ (۲۸) نواب کلب علی خان	۶۵۱ (۲۸) فیض الحسن سہارنپوری	۶۵۰ (۲۶) حضور احمد آثم	۶۴۹ (۲۵) محمد شجاع الدین
۶۵۶ (۳۲) ممتاز مراد آبادی	۶۵۵ (۳۱) عاقل حیدر آبادی	۶۵۴ (۳۰) مہاجر گئی	۶۵۳ (۲۹) سرور لاہوری
۶۶۰ (۳۶) زکی دہلوی	۶۵۹ (۲۵) امیر مینائی	۶۵۸ (۳۴) حسن عطاشوق	۶۵۷ (۳۲) شائق حیدر آبادی
۶۶۵ (۳۰) محمد آغا داؤد	۶۶۳ (۳۹) عالمگیر خان کیٹ	۶۶۲ (۳۸) داغ دہلوی	۶۶۱ (۳۷) مجروح دہلوی
۶۶۹ (۳۴) جلال لکھنوی	۶۶۸ (۴۳) نسیم بھرت پوری	۶۶۷ (۴۲) مولانا حسن خاں بریلوی	۶۶۶ (۴۱) حسن بریلوی
۶۷۳ (۳۸) پیارے لال روٹنی	۶۷۳ (۴۷) وفارامپوری	۶۷۱ (۴۶) مولوی محمد عزیز	۶۷۰ (۴۵) تسلیم لکھنوی
۶۷۷ (۵۲) منشی شمس الدین	۶۷۶ (۵۱) رعب انصاری	۶۷۵ (۵۰) محمد مظفر الدین معلی	۶۷۴ (۴۹) آسی غازی پوری
۶۸۲ (۵۶) مولانا محمد علی جوہر	۶۸۱ (۵۵) عزیز صفی پوری	۶۸۰ (۵۴) ممتاز جہاں گنگوہی	۶۷۸ (۵۳) مولانا احمد رضا خان بریلوی
۶۸۶ (۶۰) دلورام کوشی	۶۸۵ (۵۹) فیروز طغرانی	۶۸۴ (۵۸) شوکت مراد آبادی	۶۸۳ (۵۷) نصاحت لکھنوی
۶۹۱ (۶۴) ریاض خیر آبادی	۶۹۰ (۶۳) عبدالقادر صدیقی حشر	۶۸۹ (۶۲) نظم طباطبائی	۶۸۸ (۶۱) بے نظیر شاہ
۶۹۵ (۶۸) آغا شاعر قزلباش	۶۹۴ (۶۷) اصغر گوندوی	۶۹۳ (۶۶) عزیز لکھنوی	۶۹۲ (۶۵) ضمیر الحق قیس
۶۹۹ (۷۲) مجذوب سہارنپوری	۶۹۸ (۷۱) بیدم شاہ وارثی	۶۹۷ (۷۰) احسن مازہر دی	۶۹۶ (۶۹) سرکش پشاد شاد
۷۰۳ (۷۶) جلیل مانگپوری	۷۰۲ (۷۵) سائل دہلوی	۷۰۱ (۷۴) نواب بہادر یار جنگ	۷۰۰ (۷۳) شفیق عباد پوری
۷۰۸ (۸۰) صفی لکھنوی	۷۰۷ (۷۹) عزیز یار جنگ	۷۰۶ (۷۸) اختر شیرانی	۷۰۵ (۷۷) نظامی بدایونی
۷۱۲ (۸۴) داتا گیسوی	۷۱۱ (۸۳) اکبر میرٹھی	۷۱۰ (۸۲) آرزو لکھنوی	۷۰۹ (۸۱) سیاب اکبر آبادی
۷۱۶ (۸۸) سردار عبدالرب نشتر	۷۱۵ (۸۷) مولانا ظفر علی خاں	۷۱۴ (۸۶) وحشت لکھنوی	۷۱۳ (۸۵) بخار دہلوی
۷۲۰ (۹۲) دل شاہجہانپوری	۷۱۹ (۹۱) ابوالکلام آزاد	۷۱۸ (۹۰) ہری چند اختر	۷۱۷ (۸۹) اختر حیدر آبادی
۷۲۴ (۹۶) شوکت تھانوی	۷۲۳ (۹۵) ہادی محلی شہری	۷۲۲ (۹۴) نوح ناروی	۷۲۱ (۹۳) مولانا غلام محمد ترقم
۷۲۹ (۱۰۰) یحییٰ تنہا	۷۲۸ (۹۹) حمید صدیقی	۷۲۷ (۹۸) اثر صہبائی	۷۲۶ (۹۷) مافی جانی
۷۳۳ (۱۰۴) استاد قمر جلالوی	۷۳۲ (۱۰۳) اثر لکھنوی	۷۳۱ (۱۰۲) عبدالعزیز فطرت	۷۳۰ (۱۰۱) میر عثمان علی خاں
۷۳۷ (۱۰۸) روشن صدیقی	۷۳۶ (۱۰۷) افقر موبائی	۷۳۵ (۱۰۶) اختر علی مہری	۷۳۴ (۱۰۵) شکیل بدایونی
۷۴۱ (۱۱۲) حفیظ ہوشیار پوری	۷۴۰ (۱۱۱) ابراحیم گنوری	۷۳۹ (۱۱۰) سراج الدین ظفر	۷۳۸ (۱۰۹) ممتاز عادی
۷۴۵ (۱۱۶) نجم آفندی	۷۴۴ (۱۱۵) موی صدیقی	۷۴۳ (۱۱۴) یوسف جمال انصاری	۷۴۲ (۱۱۳) ہزار لکھنوی
۷۴۹ (۱۲۰) محمد طاہر فاروقی	۷۴۸ (۱۱۹) صوفی غلام مصطفیٰ تبسم	۷۴۷ (۱۱۸) مہر القادری	۷۴۶ (۱۱۷) شفیق کوٹی
۷۵۳ (۱۲۴) فضل احمد کریم فضل	۷۵۲ (۱۲۳) حافظ مظہر الدین	۷۵۱ (۱۲۲) جمیل مظہری	۷۵۰ (۱۲۱) عرش طیبانی
		۷۵۵ (۱۲۶) احسان دانش	۷۵۴ (۱۲۵) حکیم نیر واسطی



طلوع

افسان عاجز ہے۔ ہر لمحہ خدا سے کچھ نہ کچھ طلب کرتا رہتا ہے، یا اللہ! مجھے یہ دے دے۔
یا اللہ! مجھے وہ دے دے۔ یا اللہ! مجھے دنیا جہان دے دے۔

میں نے بھی جب ہوش سنبھالا تو خدا سے اتنا کچھ مانگا کہ اللہ میاں نے بھی سوچا ہوگا
کہ اس شخص نے سوائے خدائی کے سب کچھ مانگا۔

میری التجاؤں میں شاید ٹپ تھی کہ وہ مستجاب ہونے لگیں۔ ایک کے بعد دوسری،
دوسری کے بعد تیسری اور نہ جانے کتنی دعائیں قبول ہوئیں۔ حساب لگاؤں کا تو سارے ہندسے
ختم ہو جائیں گے۔

ایک سفر میں، میں نے صبح کی نماز پڑھی، دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے مگر دوسرے
ہی لمحہ ہاتھ چھوڑ دئے۔ دوست نے پوچھا، "دعا نہیں مانگتے؟"

"نہیں!"

"کیوں؟"

"ڈر لگتا ہے۔"

"کیسا ڈر؟"

"مجھے خدا نے کیا نہیں دے رکھا، جو میں اس سے مانگوں!"

"یہ بھی سنو!"

"فرائن کی ادائیگی کے علاوہ، میں جتنے سجدے کرتا ہوں وہ شکرگزاری کے

سجدے ہوتے ہیں۔"

محمد رفیع

اس شمارے میں

نعت معتبر صنف شاعری ہے۔ اس کے اصول اور معیار حضورؐ کی زندگی میں مقرر ہوئے۔ بعض شاعروں کو حضورؐ نے اصلاح دی، انعام اکرام سے نوازا۔

شاعری کی یہ صنف حضورؐ کی فرمائش پر وجود میں آئی۔ ایک دن سرور کائناتؐ صحابہؓ کے درمیان بیٹھے تھے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو لوگ تلوار سے میری مدد کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ زبان سے بھی مدد کریں۔ حسان بن ثابتؓ اس اشارے کو سمجھ گئے۔ چنانچہ حضرت حسانؓ نے کہا: "میں حاضر ہوں۔"

پہلے قاعدہ یہ تھا کہ کوئی قصیدہ لکھا جاتا تھا تو اس کی ابتدا میں خاندان کی فضیلتوں کا ذکر ہوتا تھا۔ چنانچہ حضورؐ نے توجہ دلائی کہ ابوسفیانؓ کا اور میر خاندان ایک ہے اس لیے لکھنے میں دشواری پیش آئے گی۔ اس پر حسان بن ثابتؓ نے کہا: "یہ میرا فن ہے۔" فن کی بات چلی ہے تو اپنے ہاں کی نعتیہ شاعری کی بھی بات ہو جائے۔ قیام پاکستان کے بعد اس صنف نے بہت ترقی کی۔ خوب لکھا گیا، بڑی توجہ اور جذب کے ساتھ لکھا گیا کیونکہ اس صنف میں تو کسی غیر الہامی لفظ کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ پھر ایک شعر کہنے کے بعد درود پڑھے بغیر دوسرا شعر نہیں لکھا جاسکتا۔

آج تک جتنے انتہائی مجسمے سامنے آئے اُن میں نیکر کی فقیری پائی گئی۔ مگر باری یہ سب قدرے مختلف ہوگی۔ ہم نے اس معین روش کو بدلنے کی کوشش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں درود و سلام، قصائد، مسدس، مخمس، مثنوی، تضمین، رباعیات و قطعات، نعتیہ نظم، آزاد نعتیہ نظم اور نعتیہ غزل کو عنوانات بنا کر تخلیقات پیش کی ہیں۔ اگر آئندہ اسی منہج پر سوچا گیا تو ہمیں خوشی ہوگی۔

اس شمارے کے سلسلے میں جناب ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی، جناب ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید یزدانی، جناب حفیظ تائب اور کسری منہاس نے میری مدد کی۔ یاگزشتہ پانچ شماروں کے سلسلے میں حبیبی مدد سید محمد متین ہاشمی اور مولانا سید اسعد گیلانی نے کیا جتنا استفادہ جناب محمد عالم مختار جی کے کتب خانہ سے کیا گیا وہ احسان بجلایا نہ جاسکے گا۔ کیونکہ مولانا کا کتب خانہ بڑی نادر کتابوں سے آراستہ ہے۔ عالم صاحب تو ہر دم ہمارے ساتھ تھے۔

اس جلد کی ضخامت بھی سابقہ نو جلدوں کے مطابق ہے۔ اس جلد میں اور اتنے صفحات میں صرف مرحوم شعرا ہی کا کلام پیش کیا جاسکا بہر حال زندہ شعرا پر ایک ننگ جلد پیش کی جائے گی کیونکہ اس جلد میں بھی سیکڑوں شعرا کی تخلیقی کاوشیں ہوں گی انہیں اسی ایک جلد میں سجایا نہیں جاسکتا۔ اگر ایسی کوشش کی جاتی تو کسی کا بھی حق ادا نہ ہوتا۔

اس کے بعد مجھے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ نبیؐ آخر الزماںؐ حسان بن ثابتؓ سے فرمائش کر کے شعر لکھواتے تھے اور شعر سننے وقت صورت یہ ہوتی تھی کہ حسان بن ثابتؓ منبر پر بیٹھے ہوتے اور حضورؐ فرش زمین پر!

آپ کو یاد ہو گا کہ جنگ خندق کے موقع پر حضورؐ خود بھی خندق لمحہ درجے تھے اور مٹی اٹھا اٹھا کر پھینک رہے تھے، یہاں تک کہ شکم مبارک پر گر کر اس تہہ جم گئی تھی۔ مگر زبان پر اشعار تھے۔ پہلا شعر سنائے کی میں بھی سعادت حاصل کرتا ہوں!

وَاللّٰہُ لَاَ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ مَا اَھْتَدٰیۤنَا

وَلَا اَقْصَدُۤ قُنَا وَصَلٰیۤنَا

محمد طفیل

وَإِنَّا لَعَلَّ خَلْقَ عَظِيمٌ

اور بے شک آپ احسان کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں
(اسم، ۴)



نقاشی پیری

(مضامین)

نعت (لغوی مفہوم)

ڈاکٹر ریاض مجید

نعت (نعت) یا نعت (نعت) عربی زبان کا ایک مادہ ہے۔ جو عام طور پر وصف کے مفہوم میں مستعمل ہے لیکن اگر اس لفظ کے لغوی مفہوم کی تلاش میں عربی نعت نگاروں کے خیالات کا متبصر غائر جائزہ لیں تو اس لفظ کی کئی معنوی پرتیں مبارک سامنے آتی ہیں اس لفظ پر سب سے تفصیلی بحث "تاج العروس" کے مصنف نے کی ہے اور اس مادہ کی مختلف نحوئی صورتوں سرشاروں سے واضح کیا ہے۔ وہ "النعت" کے ضمن میں کہتے ہیں "نعت صوتی اعتبار سے منع کی طرح ہے (یعنی اس کا کلمہ صین (درمیانی حرف) مانسی اور منہاج دروں میں مفتوح ہوتا ہے) نعت کے معنی وصف کے ہیں خصوصاً جب آپ کسی چیز کے وصف میں مباغیہ سے کام لیں تو اس وقت نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ وصف میں جو کچھ کہا جائے اسے بھی نعت ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وصف بیان کرنے والے کو ناعت کہتے ہیں اور اس کی جمع نعات ہے۔ جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

انعمنا فی منہ نعاتہا (میں نے اس کی تعریف کی میں اس کے شاعرانوں میں ہوں)

۱۔ (النعت کا لفظ) اُنہی کو نہ مفتوح العین فی الماضی والمضارع والوصف (نعت النعت بما فیہ وتبایخ فی وصفہ والنعت ما نعت بنعنه بنعہ نعا و وصفہ وزجل ناعت من قوم نعاتی قال الشاعر انعمنا من نعاتہا۔ وفی صفته صلوات اللہ علیہ وتم یقول ناعہ راؤ قبلہ ولأبعده مثله قال ابن الأثیر النعت وصف الی بما فیہ من حسن ولا یقال فی التبع الا ان بتکلف متکلف فیقول نعت وصوا وصف بقال فی الحسن والقیح۔ قلت وهذا أحد الفروقات بین نعت ون صرح الجوهری والقیحی وغیرہا۔ مترادفہا ویقال بالانعت بالحلیۃ كالطویل والقصیر والصفة بالفعل كضارب وقال ثعلب النعت ما کان خاصاً بمحل من الجود کالاعرج مدوداً لعمامة العموم کالعظیم والاکرم فالله تعالیٰ یوصف ولا یسعت کالاستعانت بقال نعت ما لشیء وانعتہ اذا وصفته وجمع للنعت نفوت قال ابن سعید لا یکسر علی غیر ذک (و) النعت من کل شیء جیدہ وکل شیء کان بالغا لقول هذا النعت ای جید مال الا وهری و (القرص) النعت والعین السباق (الذی یکون غایۃ فی العتق والسبق) کالمیعت والعمۃ والنعیۃ (کل ذلک معنی النعیۃ واریں نعت اذا کان موصوفاً بالعتق والجودۃ والسبق قال الاخطل

اذا غرقت الال الا کام ملوہ بنشقات لا بال ولا حمر

کے لیے استعمال ہوتے ہیں جو حمد کی عبادت اور تیز رفتاری کا وصف رکھتا ہو بقول شاعر

اذا احرقت الاول الا کام علونہ بحضعات لا بعال ولا حمر

جب سردی نے ٹیلوں کو بھی خرق کر دیا ہم ان پر سوار ہو گئے۔ ایسے عمدہ گھوڑوں کے ساتھ جو نہ خرتختے نہ ٹہرے۔

منفعت (بروزن متعل) اس ذی حیات (انسان یا حیوان) کو کہتے ہیں جبکہ اس میں کوئی ایسا خاص وصف ہو جائے اپنے ہم جنسوں میں فضیلت بخشنے، مثلاً نفعہ فانتعت (میں نے اس کی نفعت بیان کی پس وہ صاحب نفعت ہوا) نیز کہا جاتا ہے و نفعہ فانتصفت (میں نے اس کی صفت بیان کی اور وہ موصوف ہوا)۔

ابن الاحرار نے لکھتے ہیں کہ نفعت کا لفظ اس انسان کے لیے بھی استعمال ہو گا جو نہایت خوب و احسن و بہا ہے اوصاف پذیر ہو (اسی حوالے سے) نفعیت نہایت عمدہ معزز اور سعادت لے جانے والے کو کہتے ہیں۔ جب کوئی غلام یا کنیز کو مقام پر فائز ہوا اسے نفعیت کہتے ہیں بہتر خوبوں اور عمدہ اوصاف کے لیے صفت جمیل کی ترکیب بھی مستعمل ہے۔ اسی مضمون کی دہائی کے لیے حوالہ نعت حسن انسانیت اور نعت حمید کے الفاظ بھی استعمال ہوتے ہیں۔

ناعت کی جمع ناعتوں اور ناعتیں آتی ہے۔ جب کے نعتیہ اور زبان میں صرف نعتیں ہی پڑھ کر لکھا گیا ہے۔ عامی کا ایک شعر ہے

حتى الدیار دیار ام بشیر بنو نعتیں فشاطی الشریہ لہ

(اے ام بشیر کے علاقے میں رہنے والے قبیلے جزاعین میں تیری کے کنارے پر ہے)

نعت اور وصف کا فرق

نعت کا لفظ عام طور پر وصف کا مترادف خیال کیا جاتا ہے لیکن اہل لغت نے ان دونوں لفظوں کے معمولی اختلاف کی نشاندہی کی ہے۔

ابن منن میں ابن اثیر کہتے ہیں: نعت وصف المثنی بحائبہ من حسن ولا يقال فی القبح الا ان يتكلف ان منن فیقول نعت سوء والوصف فی الحسن والقبح لہ نعت کسی شے کی اچھائیوں کے بیان کا نام ہے۔ قبح میں اس کا استعمال نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی لطف کرے تو کیا جاتا ہے نعت سوء یعنی بری نعت جبکہ وصف سوء اور قبح دونوں میں استعمال ہوتا ہے۔

صاحب قاموس اللغات نے جو سری اور فیومی سے جسوں نے ان دونوں لفظوں (نعت اور وصف) کو مترادف قرار دیا ہے تصانیف

۱۔ الصحاح، ج ۱، ص ۲۶۹، لسان العرب، ابن منظور، جز اول، ص ۲۰۵

۲۔ تاج السیاح، ص ۱۰۰، تہذیب المعنی، الزبیدی، ج ۱، ص ۵۹، لسان العرب، ابن اثیر، ج ۱، ص ۵۹

۳۔ مسند ابن جبریل، ص ۱۰۰، قال فجاءت علی النعت المسکونہ (جلد ۱، ص ۳۲) میں ثبوت وصف کے لیے نعت۔ مگر جو بے نعت بکروہ کے لفظ بھی آتے ہیں اس حدیث کو دیکھیں (مطلوع: ۲۷) اور ابن حجر، سنن ابن ماجہ، طلاق: ۲۷، بھی نقل کیا۔

کرتے ہوئے ابنِ اشیر ہی کی مذکورہ رائے (جسے کئی دوسرے لغت نگاروں اور مفسرین حدیث نے بھی نقل کیا ہے) کے حوالے سے ان لفظوں کے معنوی فرق کی وضاحت میں کہتا ہے کہ نعت بمعنی ثوبی یا علیہ کے لئے مستعمل ہے۔ جیسے طویل (دراز قد والا) یا صغیر (چھوٹے قد والا) مگر صفت استعمال کی انگلی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے ضارب (مارنے والا) انہوں نے اس ضمن میں تعجب کی رائے بھی نقل کی ہے کہ نعت جسم انسانی کے لئے مخصوص ہے۔ مثلاً المرجح (نگڑا پن) اور صفت کا استعمال عام ہے جیسے عظیم و کریم میں اللہ تعالیٰ کا وصف بیان کیا گیا ہے نعت نہیں ملے۔ عربی کے لغات میں لفظ نعت اور اس کی دوسری عمومی صورتوں کے جو مفہامیم و مطالبات ملتے آتے ہیں وہ کچھ یوں ہیں (نعت) کسی چیز کو بیان کرنا (نعت بعت نعتاً) اوصاف بیان کرنا خصوصاً تعریف میں نعت (صفت وصف جوہر تعریف خاصیت لگن نعت) کسی شے کی خوبیوں کا بیان جب کہ اس کے وصف میں مبتلا کر دیا جائے (نعت نعتاً) بتکلف عمدہ صفات رکھنا (نعت) خلقاً عمدہ صفات والا ہونا۔ النعت (صفت) مثلاً النعت من الخیل تیز رفتار ہونا گھوڑوں میں سبقت سے جانے والا گھوڑا اسی طرح صرف انہوں میں صفت کو موصوف کے ساتھ ملانا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف بھی نعت کے مفہامیم میں شامل ہے۔

عربی نعت نگاروں کے خیالات کے مطالعہ سے لفظ نعت کے مفہوم کے بارے میں جو نمایاں تاثرات ابھرتے ہیں وہ اسے اپنے قبیل کے دوسرے الفاظ مثلاً وصف صفت تعریف ثناء حمد اور منقبت وغیرہ سے منفرد اور متاثر ٹھہراتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک تو یہ لفظ خاص طور پر تعریف میں یعنی اوصاف حسنہ یا وصف محمود کے لئے استعمال ہوتا ہے دوسرے یہ کہ یہ لفظ کسی شے یا شخص کے بعض سرسری اوصاف بیان کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوتا بلکہ بتکلف عمدہ صفات رکھنے کا مفہوم اندر رکھتا ہے۔ بقول الزبیدی متع الشی بصائید و نافع فو معد ملہ (یعنی کسی شے کی خوبیوں کا وہ بیان جب کرنا کہ وصف میں اس کے متغیرات کی بنا پر مبتلا کیا جائے) تیسرے یہ کہ یہ لفظ خلقاً عمدہ صفات کے مالک کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی اس شخص کے لئے جو یہ لفظی طور پر خوبصورت ہو عمدہ خصلتوں اور اچھے اخلاق والا ہو چوتھے یہ کہ یہ لفظ اوصاف کے اہتمام درجے کے مفہوم میں آتا ہے۔

قرآن مجید میں اس مادہ نعت کا کوئی لفظ استعمال نہیں ہوا البتہ بعض مفسرین نے قرآن کی تشریح و ترجمہ میں اس لفظ کو وصف کے معنی میں استعمال کیا ہے احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و شمائل نبوی (عائذ محمد بن عیسیٰ) میں نعت کا لفظ اپنی مختلف عمومی اور صرائی صورتوں میں قریباً پچاس مقامات پر استعمال ہوا ہے۔ یہاں یہ لفظ اپنے تنوع مفہامیم اور مختلف معانی میں نظر آتا ہے۔

احادیث میں یہ لفظ مطلق اظہار اور بیان محض سے کے ر عام اشیاء و افراد کی تعریف صفت حالت کیفیت صورت احوال خصوصیت علامت اور کسی چیز کی خاصیت یا کسی شخص کے علیہ کے بیان میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی مفہوم کی رعایت اور نسبت سے یہ لفظ بعض مقامات محمود شائستہ المہتمی اور مسجد اقصیٰ کی تعریف و توصیف میں ملتا ہے اور اسی حوالے سے بعض صحابہ کرام کے اوصاف اور دین اسلام اور اس کے ارکان یعنی نماز

۱۔ تاج العروس (سید محمد رفیع الزبیدی) جلد اول صفحہ ۵۹۳۔ ۲۔ الصحاح (۲۶۹) القاموس المحيط (جز اول صفحہ ۱۵۹) صراح (۶۹) مستی الارب (۱۸۶) فاکھتہ ابستان (۱۴۳) المعجم الوسیط (۹۴) معجم العربیہ (۱۱۳) المعجم الاعظم (۳۹۴) الراشد (۱۵۱) المعجم (۱۲۹) القاموس العصری (۱۲۹) تاج العربی (جز اول صفحہ ۵۹۳) لسان العرب (جز اول صفحہ ۳۰۵) لغات الحدیث (جلد ششم) تاج العروس (زبیدی) جلد اول صفحہ ۵۹۳۔ ۴۔ المعجم المفہرین ما لفظ الحدیث النبوی (۳۸۳) ضمیر سفر ۱۔ لفظ فرامیں ۱

وغیرہ کی تعریف میں بھی نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چال اور قرأت کی تعریف اور حضور کی حاجت کے ضمن میں بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

احادیث میں لفظ نعت کا استعمال اگرچہ صفت محمودی کے معنی میں ہے، اور وصف مذہب کے لئے اس کے ساتھ تفسیر کے ساتھ مکرر کی نعت ملتی ہے تاہم یہ لفظ نامبارک اشیاء کی کیفیت اور وضاحت کے بیان میں بھی استعمال ہوا ہے مثلاً مند ابن سہیل (جلد ۱ ص ۱۰۰) میں یہ لفظ جنہم کی زنجیروں اور سلاخوں کی کیفیت کے بیان میں آیا ہے ایک دو جگہوں پر یہ لفظ نعت دہی اور تجویز و سفارش (RECOMMENDATION) کے مفہوم میں بھی ملتا ہے۔ احادیث میں اگرچہ نعت کا لفظ تخصیصی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف اور مدح و ثناء میں نہیں آیا ہے لیکن لفظ نعت کے اس مفہوم کا سراغ لگانے میں ہمارا اولین مرجع احادیث ہی قرار پاتا ہے۔ نعت کے اصطلاحی مفہوم کی تلاش میں جب ہم احادیث سے رجوع کرتے ہیں تو ہمیں چند احادیث میں یہ لفظ واضح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں نظر آتا ہے مثلاً سنن دارمی میں کیف تبحر نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی السورۃ المائدہ والی روایت۔

مطالعہ حدیث ہی کی روشنی میں بعض شارحین و مفسرین حدیث نے اپنی تحریروں میں نعت کو مطلق وصف کی عمومیت سے نکال کر اسے آنحضرت کی توصیف و تعریف سے وابستہ کیا اور اسے ایک تفسیری مفہوم کا حامل ٹھہرایا۔ غالباً "الغنائیہ فی غریبہ الحدیث" و "الاشرف" وہ پہلے ماخذ ہیں جس میں اس کے مرتب ابن اثیر (۵۴۴ — ۶۰۶ھ) نے لفظ نعت کو اصطلاحی مفہوم میں پیش کیا وہ لکھتے ہیں کہ

"نعت رسول فی صفۃ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ناعته لیسارقہ ولا یبعد" مسئلہ ۱۰۰

نعت رسول اکرم کی صفت کو کہتے ہیں جیسے کہ ناعت و نعت کہنے والا، کتاب ہے (میں نے آپ سے قول "در آپ کے بعد آپ کی مثل نہیں دیکھا۔")

ابن اثیر کے بعد ابن منظور (مصنف لسان العرب)، اور الزبیدی (مصنف تاج العروس) نے نعت کے باب میں (مدح رسول کے معنی میں) ابن اثیر کی الفاظ اور مثال کو دہرایا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ نعت کے عمومی مفہوم کے بیان پر زیادہ زور دیا۔ مولانا شیخ محمد طاہر مصنف مجمع بحار الانوار نے نعت کے ضمن میں اگرچہ ابن اثیر کی مثال کو دہرایا مگر مفہوم مطلق وصف ہی کا پیش کیا۔

نعت کے باب میں یہ امر باعث تعجب ہے کہ بعد کے عربی لغات سے لفظ نعت کا یہ مفہوم (وصف رسول، غائب ہونا، پلنگا اور اپنی تمام تر اعلیٰ مثبت اور مردوں خصوصیات) جن کا ذکر ہم پہلے بالتفصیل کر چکے ہیں، کا حامل یہ لفظ جو اپنی دلالت و معنی اور دیگر معنی عربیوں کے سبب وصف رسول کے بیان کے لیے اپنے دوسرے مترادفات مدح، مدح وغیرہ سے بلیغ اور وسیع تھا مطلق وصف ہی کے معنوں میں کیوں نزدیک پاتا رہا اور عربی میں اسے وہ تخصیص اور اصطلاحی درجہ کیوں نہ عطا ہوا جو اسے بہت بعد میں فارسی اور اردو میں ہوا۔ — لغات کے علاوہ عربی زبان و ادب کا مطالعہ کریں تو اس میں بھی یہ لفظ اپنے عمومی معنوں میں ملتا ہے۔ مثلاً روم بن کثر

کے اس قول "موتے نعت الفقیر حفظ سیرہ وصیائہ نفسہ و آراء فرائضہ" (فقیر کی خیروں میں سے اپنے رازِ مکتوم کی محافظت اور اپنے نفس کے مجانسوں سے پوشیدہ رکھ کر نہ افسانہ ادا کرنا ہے) اور ابو الحسن کے قول "نعت الفقیر استکون عند العقام و ابذل عند الوجود" (فقیر کی تعریف یہ ہے کہ جب نہ ہو تو غائب ہو جیسے اور جب ہو تو خوب خرچ کرے) اور مفید بغدادی کے قول "التصوّف نعت رقیع العبد فیہ بقل نعت العبد ام للحق فتان کفّ الحی حقیقۃ و نعت العبد دسم" (تصوّف ایک ایسی صفت ہے کہ بندہ اس صفت کے ساتھ بند ٹھہرتا ہے۔ بعض نے کہا ہے صفت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، یا بندہ کے لیے تو نہ پایا یعنی حقیقی تو ہر صفت مخصوص بذاتِ باری تعالیٰ ہے، لیکن رثا صفت بطورِ مجاز بندہ کے لیے ہوتی ہے) اس میں نعت کا لفظ مطلق عربی تعریف اور صفت ہی کے مفہوم میں آتا ہے۔

علاوہ ازیں "نعت المبدأیات و توصیف النہایات، تبيين الفوحن علی نعت العروحن" (نعت الموصح بالمبغی المبیح اور نعوت اظیوان وغیرہ نام کی کتابوں میں لفظ نعت غیر اصطلاحی مفہوم ہی میں ہے۔

فارسی زبان میں لفظ نعت

فارسی لغات میں نعت کا لفظ مطلق وصف و ثنائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں معانی میں آیا ہے۔ فرہنگ آموزگار میں اس کا مطلب، شائش، وصف، صفت ہے۔ اور منتخب اللغات میں صفت و وصف کردن ہے۔ جبکہ غیاث اللغات میں تعریف و وصف کردن از منتخب کے بعد صفت نے لکھا ہے کہ اگرچہ لفظ نعت بمعنی مطلق وصف است لیکن کثر استعمال اس لفظ بمعنی مطلق شائش و ثنائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدہ است۔ یہ فرہنگ آندراج کے مصنف نے لفظ نعت کے ضمن میں صاحب غیاث اللغات ہی کے مفہوم کو دہرایا ہے، البتہ میر معزی کے اسفار سے مطلق وصف کے معنی میں لفظ نعت کے استعمال میں بھی ذیل مثالیں دی ہیں۔

جادید بھی باش بایں نعت و بایں وصف	پاکیزہ باخلاق و پسندیدہ بافعال
آید یہ آید ہمیں نعت جوانی در ہمار	پہچاں چوں وصف پیری از خزاں آمد پیر
وصف ہمہ تقدیس ز پیوند و ز منہ زند	نعتش ہمہ تنزیہ ز امثال و ز امتدان

میر معزی سے تقریباً ایک صدی پہلے ابو الحسن محمد الدین کسائی (پیدائش ۱۳۳۱ھ) کے ہاں بھی نعت کا لفظ مطلق وصف کے معنی میں آیا ہے۔ وہ بیمار کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

کسار چوں زقر و نقطہ زود ز بستہ : در نعت اد مشجد حیراں شد است و شید

۱۔ کشف المحجوب (شیخ علی سجوری) ترجمہ البرالحسان محمد احمد قادری ص ۱۵، صفحہ ۱۱، ص ۱۲۔ ۲۔ کشف الظنون رحیمی خلیفہ جلد اول ص ۲۲۔ ۳۔ فرہنگ آموزگار، مصیب اللہ آموزگار، ص ۵۵، ۵۶۔ ۴۔ منتخب اللغات (عاشیہ غیاث اللغات)، ص ۵۵۔ ۵۔ غیاث اللغات ص ۵۲۔ ۶۔ فرہنگ آندراج و محمد بادشاہ، جلد ہفتمہ ص ۴۳۵۔ ۷۔ گلشن سخن (دکتر ذریعہ اللہ رضا)، جلد اول ص ۲۱۔

وصف و تائش ہی کے حوالے سے نعت کا لفظ فارسی میں خدا تعالیٰ کی حمد و حضرت علیؑ کی معیت کے ضمن میں بھی استعمال ہوتا ہے میر معری دستوفی ۵۵۴۲ھ خدا تعالیٰ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

نه اندر ذات او تالیف و ترکیب نه اندر نعت او اعراض و جوہر
میزرا حسن بیگ معلوم تبریزی کے اہل منقبت کے ضمن میں لفظ نعت ملاحظہ ہو۔

علی و علی صاحبہ ذوالفقار وحشی نبی، رحمت کردگار
یہ نقش مکن صد زبان خامدم بہ ہر نبوت رسد نامرام

سید ضیاء الدین دہشیری کی کتاب 'نعت حضرت رسول اکرمؐ' در شعر فارسی کے دیباچے میں ان کی یہ نیز سب کتاب نعت امیر المومنین علیؑ و در شعر فارسی کا ذکر بھی ملتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ذہن میں نعت کا وہ جداگانہ مفہوم نہیں جو اردو میں مروج ہے۔ بلکہ انہوں نے نعت کو حضرت رسول اکرمؐ اور جناب امیر المومنین علیؑ دونوں کے ضمن میں یہ صنف مطلق کے مفہوم میں لیا ہے اس خیال کی تائید اس کتاب کے دیباچے میں ایک اور جگہ سے بھی ہوتی ہے: وہ کہتے ہیں۔ از قرن ہفتم و ابجد ہم براثر تباہ ہائے زمانہ افعال و ہم بہ سبب رونے کا رآدن سلسلہ لائے چون صفویہ توجہ برین و نعت اولیاء و مرسلین۔ راجع گرفت گئے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نعت کا لفظ آج بھی فارسی میں کسی متصل و اسطلاحی شخص کے بغیر، تخصیص و خاص طور پر مانتا ہے نہیں بلکہ اپنے لغوی معنوں و وصف کردن از منتخب یعنی اولیاء و مرسلین وغیرہ کے لیے استعمال ہے۔

اردو زبان میں لفظ نعت

اردو لغات نگار میں اگرچہ عربی و فارسی لغات کی پیروی میں نعت کا لفظ مطلق و وصف اور نعت رسولؐ دونوں معانی میں آتا ہے مگر جیسا کہ نور اللغات کے مرتب نے لکھا ہے: "یہ لفظ بمعنی مطلق و وصف ہے لیکن اس کا استعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے لیا گیا ہے۔ اردو زبان و ادب میں مطلق و وصف کے معنی میں اس کا استعمال قریب قریب ناپید ہے۔ تلاش باہر نہ ملے۔ علی بن ابی طالب کی مشہور "نعت زین و محمد صلی اللہ علیہ وسلم" میں لفظ نعت، صحابہ کرام کی معیت کی جگہ عنوان میں استعمال ہوا ہے: وہ دونوں درج کرے ہیں۔ "و نعت اصحاب مبارک اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین" اس مقام کے علاوہ اردو شعر و ادب میں لفظ نعت کا وصف رسولؐ کے علاوہ استعمال دیکھنے میں نہیں آیا ہے، اس کی سب سے

نہ جلیغ سخن (دکنتر و بیج اللہ صفا، جلد اول صفحہ ۲۴) تذکرہ شعرائے کثیر ص ۴۴) نعت حضرت رسول اکرمؐ و در شعر فارسی دہشیر ضیاء الدین دہشیری ص ۱ صفحہ جامع الاغاث صفحہ ۱۱۱ لغات کشوری صفحہ ۶۵ فرہنگ عامہ ص ۶۵ نور اللغات (موری نور الحسن لاکوری، جلد چہارم ص ۶۸) اردو کی قدیم منظوم داستانیں (مرتضیٰ خلیل الرحمن داودی) جلد اول صفحہ ۳۱۲ پشمالی زبان میں امیر حافظ شمس الدین دستوفی ۱۹۰۲ء کی نعت موسیٰ کے نام سے ایک نظم کا ذکر ملتا ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعات اور توصیف و منقبت بیان کیے ہیں۔ بحوالہ رادی ویاں حیدر آبادی رتبہ نمبر ۱۱ ص ۱۱

بڑی گھٹیا ہے کہ عربی سے فارسی اور پھر فارسی سے اردو شعرا و ادیب کے آغاز تک یہ لفظ وصف مطلق کی عمومیت سے نکل کر آنحضرت کی تعریف و مدح کے لئے مخصوص ہو چکا تھا۔ اور لفظ محض کی بجائے ایک مخصوص ادبی و شعری اصطلاح کے طور پر مداح پا چکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کی بعض جدید نعت میں اس کے اصطلاحی معنی ہی مدح ہیں اور اس کا تعمیری پہلو (وصف مطلق) غائب ہے۔ مثلاً اردو نعت کا مطلب اصطلاحی حوالے ہی سے درست ہے مرتب کھتے ہیں وہ نظم جو رسول اکرم کی شان میں کہی جائے گی

یعنی اردو نعت زبان اور شعرا و ادیب میں اس نعت کے معنی سرکارِ دو عالم رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف ہی کے مفہوم سے منسوب و متعلق ہونے لگے

اصطلاحی مفہوم

جیسا کہ ہم نعت کے لغوی مفہوم کے ضمن میں دیکھ آئے ہیں، یہ لفظ اردو تک پہنچتے پہنچتے ایک خاص مفہوم سے وابستہ ہو چکا تھا اس لئے اردو میں اس کا استعمال ایک مخصوص اصطلاح کے طور پر ہی نظر آتا ہے یعنی اس سے صرف آنحضرت کی مدح مراد لیا جاتی ہے۔ بقول ڈاکٹر یونس حسنیؒ: ایسی تمام نظمیں جن میں رسول خدا سے محبت اور عقیدت کا اظہار کیا جائے یا ان کے محاسن بیان کئے جائیں نعت کی تعریف میں آتی ہیں۔ یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ نعت کی اصطلاح شاعری ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کی حامل تحریریں پر بھی اس عنوان اور اصطلاح کا اطلاق ہوتا ہے اور جیسا کہ فرمانِ فقہ پوریؒ نے کہا ہے کہ اصولاً آنحضرت کی مدح کے متعلق نثر اور نظم کے ہر کلمے کو نعت کہا جائے گا لیکن اردو اور فارسی میں جب نعت کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے عام طور پر آنحضرت کی منظوم مدح مراد لی جاتی ہے لہ

نقدِ من نے خیر البشر کے حضور میں نعتیہ شاعری اور نعت کے موضوع و فن پر گفتگو کرتے ہوئے اس کی بڑی بلیغ اور جامع تعریف کی ہے وہ کہتے ہیں: میرے نزدیک ہر وہ شعر نعت ہے جس کا اثر ہمیں حضور نبی کریمؐ کی ذاتِ مگرانی سے قریب لائے جس میں حضور کی مدح ہو یا حضور سے خطاب کیا جائے صحیح معنوں میں نعت وہ ہے جس میں محض پیکرِ نبوت کے سوری محاسن سے لگاؤ کی بجائے مقصدِ نبوت سے دل بٹگی پائی جائے جس میں جنابِ رسالتؐ سے صرف دہی عقیدت کا اظہار نہ ہو بلکہ حضور کی شخصیت سے ایک قلبی تعلق موجود ہو وہ مدح یا خطاب بالواسطہ یا بلاواسطہ اردو شعرِ نظم ہو یا غزل قصیدہ ہو یا مثنوی رباعی ہو یا مثلث مخمس ہو یا سدا اس سے نعت کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا البتہ نعتیہ کلام کی معنوی قدر و قیمت کا اندازہ اس کے نفسِ مضمون پر ہے اگر اس کا مقصد ذاتِ رسالت کی حقیقی عظمت کو دانش کرنا اور آقائے دو جہاں کی بعثت کی حجابیت اور انسانی اور جلیلہ موجودات کے لئے ہے اسے نایاں کرنا ہو تو وہ صحیح طور پر نعت کہلانے کا مستحق ہے لہ

۱۔ اردو نعت (مرزا مقبول بیگ بدخشانی، ص ۳۴) ۲۔ آہنگِ مجاز رسم و حرکی فضل حق، ص ۱۰

۳۔ اختر شیرانی اور جدید اردو ادب و ڈاکٹر یونس حسنی، ص ۲۵۰

۴۔ اردو کی نعتیہ شاعری و ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ص ۲۱

۵۔ خیر البشر کے حضور میں (نقادِ حسن)، ص ۱۰

تساوی نے نعت کی تعریف کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ نعت کے معیار کی نشان دہی کی ہے بلکہ اخلاقی مذہبی اور اسلامی شاعری اور نعتیہ شاعری میں جو ایک نازک سی حدِ نال چٹاس کی بھی وضاحت کر دی ہے یعنی نعتیہ شاعری صرف وہ شاعری ہوتی ہے جس کے شعری پاکیزہ محض اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ایسا پہلی یا خفی حوالہ موجود ہو جس کا تاثر ہمیں رسول اکرم کی طرف سے جائے گویا نعت کے لئے ضروری نہیں کہ اس میں حضور اکرم کا نام ہی ہر ہی طور پر لیا جائے یا حضور کے متعلقات و مناسبات کا ضروری ذکر کیا جائے نعت کے شعر کی نعت ایسی ہونی چاہیے کہ اس کا تاثر ہمیں حضور اکرم کی ذات گرامی ان کے منصب نبوت، کار رسالت، سیرت و سوانح یا جذبہ عشق رسول کی طرف سے جائے مثلاً علامہ اقبال کا یہ شعر دیکھیے

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب ہے

اس شعر میں اگرچہ حضور کے نام اور ان کے متعلقات و مناسبات کا رسالت نبوت، ذاتی قرآن، حرا، حدیث، تہذیب، حضراتِ مطہرین، کرم وغیرہ ذکر نہیں مگر شعر کی مجبوری نعت میں جس شوق کا تاثر ابھرتا ہے اس کا حوالہ حضور اکرم کی ذات گرامی سے غرض ہے لہذا اس شعر میں خارجی حوالوں کے بغیر نعت کی نعت موجود ہے اسی سبب ہمارے نعتیہ ادب میں بہت سی منظومات ایسی ہیں جن پر نعت کا عنوان نہیں ہوتا اور نہ ہی اسمائے رسول، منہات رسول یا مناسبات و متعلقات رسول میں سے کسی کو زیب عنوان بنایا جاتا ہے مگر اس کے باوجود اپنی داخلی نعت اور اجتماعی تاثر و تاثر رسول کی بنا پر جو گما اس کے لئے نعت کا عنوان ضروری نہیں نعت غرض کی طرح بے عنوان بھی ہو سکتی ہے اس پر غیر نعتیہ عنوان بھی ہو سکتا ہے اور اس پر نعت یا اسمائے رسول یا مناسبات و متعلقات رسول کا کوئی واضح اور نمایاں حوالہ بھی ہو سکتا ہے یعنی اس کا عنوان نعتیہ بھی ہو سکتا ہے پہلی طرح کی نعتوں میں نعتیہ وادین میں پہنچنے والی ہزاروں نعتیں شامل ہیں مگر ان غزل کی شیت میں لکھی جانے والی نعتوں پر نعتوں کا عنوان نہیں ہوتا مثلاً علامہ اقبال کی وہ نعت جو بال جبریل میں شامل ہے اور جس کا پہلا شعر یہ ہے

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مسدا سودا غلط تھا اسے جنوں شاید تیرا اندازہ عمدا

دوسری طرح کی نعتوں میں علامہ اقبال کی ذوق و شوق، احسان و انش کی وارین مہر کی نکل کی رحل نظر کی مثال دی جا سکتی ہے جن کے مضمون بظاہر غیر نعتیہ ہیں مگر جن کا موضوع اور مجبوری نعتیہ ہے میری طرح کی نعتوں میں علامہ اقبال کی نظم حضور رسالت مآب میں سہ عبد المعز خاندکی کتابت ناقص اور مختصراً محشر رسول مگر کی فخر کو نین اور حقیقت آئین کی صلو علیہ وآلہ کے علاوہ وہ سارے نعتیہ کام شامل ہیں جس کا عنوان واضح طور پر نعتیہ ہوتا ہے یا جس پر لفظ نعت لکھا ہوتا ہے۔

وصف رسول میں لفظ نعت کا اولین استعمال

اس امر کا تعین کہ نعت کا لفظ حضور اکرم کے وصف میں سب سے پہلے کب اور کس نے استعمال کیا، اگرچہ متل ہے تاہم، حدیث اور تفسیر

۱۔ بال جبریل (علامہ اقبال) ص ۱۱ کلیات اقبال اردو ص ۴۰۔

۲۔ بال جبریل (علامہ اقبال) ص ۲ کلیات اقبال اردو ص ۳۱۔

۳۔ بانگ درا (علامہ اقبال) ص ۱۹ کلیات اقبال اردو ص ۹۔

کی احادیث مکتب میں کچھ ایسی روایات مل جاتی ہیں جن سے کچھ حدیث تک اس امر کا سراغ مل جاتا ہے کہ حضور اکرم کے وصف کے بیان میں پہلے پہل یہ لفظ کب استعمال ہوا۔

سید رفیع الدین اشفاق کا خیال ہے کہ یہ لفظ سب سے پہلے حضور اکرم کے وصف کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے استعمال کیا ان کے اس خیال کا موجب شمائل ترمذی کی وہ طویل حدیث ہے جہاں لفظ پر ختم ہوتی ہے۔ مونس راہ بدیمتہ حسابہ وعن خاتمہ معرفہ اجمہ یعول مانتہ لہم ارقبلہ ولا بعدہ مثله صلی اللہ علیہ وسلم

آپ پر یکایک جس کی نظر پڑتی ہے ریت کھاتا ہے جو آپ سے تسفات بڑھاتا ہے محبت کرتا ہے آپ کا وصف بیان کرنے والی بات ہے کہ آپ سے پہلے نہ آپ کے جیسا دیکھا اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا دیکھا۔

اشفاق اس حدیث میں لفظ نعت سے یہ توجہ اند کرتے ہوئے کہتے ہیں غالباً اسلامی ادب میں اس معنی میں اس کا استعمال پہل دفعہ کیا گیا ہے اس حدیث میں آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے لیے بجائے دھف کے نعت استعمال کیا ہے اس میں کئی شک نہیں کہ حضرت علی منقول مذکور بالا روایت حضور اکرم کے علیہ مبارک کا ایک خوبصورت اظہار ہے خصوصاً لہم رقبلہ ولا بعدہ مثله والاکبریا حضور کے اوصاف کے بیان میں ضرب الشل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور لفظ نعت کے معنوں میں کئی نعت نگاروں نے اسے بطور مثال بھی پیش کیا ہے مگر اپنی اہمیت اور بلاغت کے باوجود اسے لفظ نعت و بمعنی وصف رسول اکرم کی اورین مثال کے طور پر پیش کرنا محض نظر ہے۔

اس روایت کا سلسلہ اسنادیچے سید رفیع الدین اشفاق نے غالب طراوت کے خیال سے نقل نہیں کیا ابراہیم بن محمد بن سے جاملتا ہے ابراہیم بن محمد ہر اس روایت کے او میں راوی ہیں حضرت علیؑ کے پوتے تھے جن کا زمانہ حضور اکرم کی وفات کے کئی سال بعد کا ہے اس سے بہت پہلے حضور اکرم کی حیات طیبہ ہی میں یہ لفظ مختلف احوادث نگہ میں حضور اکرم کے اوصاف و خصائل کی تعریف دار محمد علی طور پر آپ کی مدح کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

سنن دارمی میں کعب الاحبار دالی روایت میں بھی نعت کا لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آیا ہے ملاحظہ ہو عن بن عباس نذا سال کعب احبار کیف تمجد نعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراة آپ تورات میں حضور کی تعریف کیسی پاتے ہیں تعالئس کبریٰ میں جلال الدین سیوطی نے بھی ایسی کئی روایات نقل کی ہیں مثلاً۔ ولدان بن ماصم، میل مصلیٰ فضیلہ ابو یوسف ابی ضمہ عقیل اور ابن عباس سے منقول روایات میں قال بعد نقاش نعتک ومنزل حبیبک و... ففتقنہا من جود فیہا نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم... فیہا نعت النبی احمد... صنتک ونعتک طیت فی التوراة... اتحد فی التورات نعتی وصعرتی وخرجی... هذا النبوت محمد نعتہ

لئے اردو کی فقیر شاعری و سید رفیع الدین اشفاق، ص ۳۳۱ لکھ شمائل ترمذی میں اس روایت سے پہلے والی روایت آفریں سی مکر حضرت علیؑ کے حوالے سے ملتا ہے دیکھئے ص ۱۶۶ شمائل ترمذی ترجمہ مولانا کریم الرحمن بن جبریل کے روایت کیا ہے لکھ مسند ابن جنبل ص ۳۲۲ و ص ۳۲۳

جلد دوم و ص ۱۵۱ جلد سوم ابو داؤد ص ۲۱۱ جلد اول جامع ترمذی ص ۱۵۱ جلد چہارم ص ۱۵۱ سنن دارمی جلد اول ص ۱۵۱

لکھ تعالئس الکبریٰ، مسیطری، ص ۱۵۱، ص ۱۵۱، ص ۱۵۱، ص ۱۵۱، ص ۱۵۱

کے جملوں میں نعت کا مفہم حضور اکرم ﷺ کے وصف کے حوالے سے استعمال ہوا ہے ان میں کچھ شائیں ایسی بھی ہیں جہاں آپ نے یہ مفہم اپنے اوصاف و خصائص کے بارے میں خود استعمال کیا ہے۔

قرآن مجید کی ایک آیت کی تفسیر کے حوالے سے نعت کا استعمال حضور اکرم ﷺ کے وصف میں آپ کی نعت و درود سے پہلے زمانے تک جا پہنچتا ہے۔ وہ آیت یہ ہے: ”وَمَا نَعْبُدُكَ بِمَا تَدْعُنَا إِلَىٰ تَبَعٍ ۖ لَكَ الْحُكْمُ ۚ وَأَنْتَ أَعْلَمُ الْغُيُوبِ“ اور اس سے پہلے وہ اس نبی کے وسیلے سے کافروں پر نعت مانگتے تھے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا تو اس سے منکر ہو گئے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مستند مفسرین مرام علیہم الرحمہ نے کہ یہودی کس طرح دعا مانگتے تھے۔ یہ عبارت نقل کی ہے: ”لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ يَا لَيْلَى الْمَجُوفَاتِ فَآخِرُ الْمَآلِ“ تَعْدِي عَذَابُكَ وَصَفَتُكَ فَصَلِّ الْمَسْرُوعَاتِ (اے اللہ ہماری مدد فرما اس نبی پاک سنی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو آخر زمانہ میں بھیجے جائیں گے جن کی نعت اور صفت ہم قرأت میں پاتے ہیں) ان روایات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نعت کا مفہم حضرت علیؓ کی زیرِ بحث روایت سے پہلے حضور اکرم ﷺ کا ہی ہے اور اس زمانہ کے یہودی عالموں کی زبان سے بلکہ آپ سے پہلے یہودی وعادوں میں آپ کی ماضی و آئندہ اوصاف و خصائص کے حوالے سے استعمال ہوتا رہا ہے۔

نعت کا موضوع

بظاہر نعت کے موضوع کا تعین بہت آسان نہ آتا ہے اور یہاں محسوس ہوتا ہے کہ نعت حضور اکرم ﷺ کی، یا ہی کا نام ہے لیکن اگر بی تردید اور آرد میں موجود نعتیہ کلام کا اندازہ ملا ہو کیا جائے تو اس موضوع کی عظمت اور وسعت کا اندازہ ہوتا ہے اس میں کوئی کام نہیں کہ مباحث نعت کا ہم موضوع ہے اور مصنف نعت کے آغاز میں اسے نعت کے ایک مرکزی عنصر کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ بسبب علیؓ یہ باتا حد نعت نگاری شروع ہوئی تو کفار مکہ کی تہجو اور گستاخی رسول کے جواب میں مسلمان شاعروں نے موثر طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ نعت اسی لسانی جہاد کی پیداوار ہے دربار رسالت کے شاعروں نے کفار کے رد میں حضور اکرم ﷺ کے حسب نسب اور کردار و صفات کی توصیف و تائید میں جو مدحیہ منظومات لکھیں انہیں ”نعت“ کے اذہین فنون میں شمار کیا جاتا ہے۔

عربی کے اس ابتدائی سرمایہ نعت ہم کے مطالعہ سے اس موضوع کی وسعت کا اندازہ ہونے لگتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ درود رسالت سے والہ شاعروں کی نعتوں میں آپ کی سیرت مبارکہ کی صفت و ثناء جہاں ہی شجاعت سے، اور بات و امانت و عدالت اور باطن حسن کی تعریف حضور کے خلق و برکت کا بیان آپ کے آداب و ابداء اور اصحاب و آل کی مٹا دہندہ پیچیدوں کے مقابلہ میں آپ کی اخصیت کا بیان اور اس کے

ساتھ ساتھ اسلامی عقائد اور اسلامی تحریک کا تذکرہ اور تبلیغ اسلام میں حضور اکرم کی ساعی جلیلہ کا ذکر ملتا ہے۔ یوں مدح کے ساتھ اسلام اور سیرت رسول کے لامحدود پہلوؤں کا تذکرہ نعت کے موضوعات میں شامل ہو گیا۔ بعد کی تعقیب شاعری خصوصاً فارسی میں شاعر کے اپنے احساسات بھی نعت کے مضامین میں شامل ہونے لگے۔ اب نعتوں میں مدینے سے دوری کا احساس ہوا کہ ذریعے روزہ رسول تک پیغامِ رسائی اور پیشِ مصائب میں آپ سے فریاد اور دادرسی کی خواہش یعنی استغاثہ و استدعا کے مضامین بھی نعت میں داخل ہو گئے۔ ملت اسلامیہ کے اجتماعی مسائل بھی نعت میں قلمبند ہونے لگے۔ اور یوں نعت کا دائرہ مدح سے پھیل کر مسلمانوں کے قومی و ملی محسوسات کو محیط ہو گیا۔

زمان و مکاں کی یہ ترقی ہوئی صورت حال میں جب آپ کی سیرت مبارکہ کے نئے نئے پہلو اور امکانات ظاہر ہوئے تو آپ کے حوالے سے ہندو اور سماجی تمدنی اور معاشرتی معاشی اور اقتصادی سیاسی اور تاریخی ان گنت موضوعات و مضامین نعت آتے ہو گئے آج کے دور میں نعتوں میں موضوعات کی یہ بولکھونی اور رنگارنگی یہ آسانی دیکھی جاسکتی ہے نعت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و توصیف کے علاوہ آپ کی ذات حیات غزوات و معجزات صفات تعلیمات احسانات عادات و معمولات کے ذکر و شخصی واردات و کیفیات کے بیان قریبی و ملی مسائل کے ذکر اور انسانی و اخلاقی تصورات و نظریات کے مختلف پہلوؤں کو ایک قرینہ اور سلیقہ سے اپنے اندر سمویا ہے۔ نعت نگاروں نے جن مضامین کو اپنے نعت پاروں میں کثرت سے استعمال کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔ نعت کے موضوعات کا ایک بڑا حصہ آپ کی ذات سے متعلق ہے جس میں آپ کی دوسری انبیاء کرام پر فضیلت و برتری آپ کا خاندانی شرف نسل امتیاز و بزرگی آپ کا حب و عشق تخلیق کائنات ہونا سب سماوی میں آپ کی تشریف آوری کی بشارت آپ کا پر تو جمال الہی اور منظر ذاتِ خداوندی ہونا آپ کے نورِ شہینا آپ کا صاحبِ خلق عظیم ہونا آپ کا خاتم النبیین اور رحمتہ للعالمین ہونا بیان کیا جاتا ہے دوسرا حصہ آپ کی حیات طیبہ کے بارے میں ہے جس میں آپ کی ولادت پرورش و پچھن کے واقعات سے لے کر آپ کی ہشت اعلانِ نبوت کفار مکہ کی ایذا رسانی ہجرت مدینہ میں آمد اسلامی سلطنت کے قیام کا بیان اور وفات مبارک کا بیان ہوتا ہے۔ آپ کی سیرت اور سوانح ہی کے ضمن میں آپ کے غزوات (جنگِ بدر جنگِ خندق اور فتح مکہ وغیرہ) کا خصوصیت سے ذکر کیا جاتا ہے نیز آپ کے معجزات معجزہ رجب شمس و ثقیل القمر کنکری کا کلمہ پڑھنا حیوانات و نباتات کا سجدہ و تعظیم کرنا بتوں کی فریاد اور سر کے بل گنا و قلعہ معراج وغیرہ کو بھی نعت کا موضوع بنایا جاتا ہے۔

آپ کی ذات حیات غزوات اور معجزات کے ساتھ نعت کے دوسرے موضوعات آپ کی صفات تعلیمات اور نبی لوہ انسان پر آپ کے احسانات سے متعلق ہیں آپ کی صفات میں آپ کی امانت صدقت دیانت عدالت شجاعت نجابت سخاوت شرافت اخوت محبت بخشش عنایت جو د و سخا و فضل و عطا علم و علم جیسے اعلیٰ اوصاف اور اخلاق حمیدہ کا ذکر کیا جاتا ہے تعلیمات کے باب میں آپ کے ارشادات خطبات فرمودات اسلامی تحریک کا تذکرہ اور تبلیغ اسلام کے لئے آپ کی ساعی جلیلہ کا بیان ہوتا ہے احسانات نبوی میں دین اسلام قرآن کریم آپ کے منشور اور اسوۂ شریعت جیسے تعلیمات کے ساتھ آپ کی رحمت و شفقت اور اس محبت و شفقت کا بھی ذکر کیا جاتا ہے جو آپ کو اپنے امتوں سے ہے۔

ان موضوعات کا بیان تمام ترجیحات کے ساتھ نعت میں نظر آتا ہے یوں سمجھ دیکھتے ہیں کہ نعت گو شاعر نے آپ کے تذکارِ مبارک کے سلسلے میں آپ کی عادات معمولات اور تعلقات کے ذرا ذرا سے پہلوؤں کو بھی تہ نظر رکھا ہے اور انہیں انتہائی احترام اور شہینگی سے جزد

نعت بنایا ہے اس انداز میں مضامینِ نعت میں آپ کے ایقانے مہذب عبادت و تعزیت کے طریق، انسانی مہر و رمی اور غنیمتاری، مہمان نوازی دشمنوں سے جن مسوک حقوق و دیگر حسن معاملات و دستِ تعلیمی و عالی ظرفی، ایشاد و احسان اور اسملئے صفات کے ساتھ آپ کی رفتار و گفتار اور آپ کی مجلس کے آداب وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح آپ کے پاس خرداک آپ کی مہر نبوت، علیہ ساریت کی جزئیات جن میں قدم پنچے، ایڑیوں اور ہاتھوں تک کا ذکر کتابِ نعت کے موضوعات میں شامل ہیں۔

آپ سے دوبارہ محبت کے سبب نعت گو شرا نے آپ کے نعلین، نقاب، پسینہ اور نقش پا کو بھی نعت کا موضوع بنایا اور آپ کی ذات گرامی سے نسبت رکھنے والی ہر شے سے اپنا دل تعلق نہا ہر کیا اسی سبب نعت میں مدینے کی کلیوں، سگان، کوچہ و بازار، خاک راہ، شگ و راتوں سے عقیقت و محبت کا اظہار و دھندہ اقدس کی ستر جابیاں نگینہ حضرت آدم سے رسول اور جہ نبوی کا ذکر نثر سے ملتا ہے۔

تمنائے زیارت، ہوا کے ذریعے آپ تک سلام و قریا و رسانی، مسجد نبوی میں حاضری اور رضہ رسول پر سلام و ورد و پڑھنے کی خواہش کا اظہار بھی نعت کے اہم موضوعات میں شامل ہیں نیز اپنے گناہوں کا احساس، شک و تردید، رسول سے شفاعت طلبی، اپنے غلوں کے مداوا کے لئے رسول سے فریاد و بدینہ جاکر رسول کے رضہ پاک کی زیارت کی تمنا، خواب میں دیدار کی آرزو، مدینے میں دُشمن ہونے کی خواہش، جیسے مضامین بھی نعت کا موضوع ہیں۔

نعت ذاتِ رسالت آپ کے محاسن، استغناء کی صفات و تعلیمات کے تذکار اور آپ سے محبت و شغف کی واردات و کیفیات کے اظہار، تنگ محدود نہ رہی بلکہ اس نے اپنے اندر تہذیبی و معاشرتی، قومی و ملی اور سیاسی و تاریخی احوال و واقعات کو بھی سمویا بقول نظیر دھیانوی غائباً قومی شاعری سے نعت کا رشتہ مولانا حالی کی اس نعت سے ہوا ہے۔

مے لئے تھا، خامانِ رسل وقتِ دعا ہے امت پر تیری آگے عجب وقت پڑا ہے

مولانا حالی نے اس نعت میں اسلام کی شوکت و عظمت اور ادب و زوال کی دو گونہ داستان نہایت خوش انداز میں بیان کی ہے غائباً اسی نعت سے متاثر ہو کر علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خان نے بھی نعتیہ نظموں میں قومی اور سیاسی واقعات بیان کئے اور قومی شعراء نے سیاسیات کا مرکز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کو بنایا ہے۔

آپ کی رسالت تمام نئی نوع انسان کے لئے ہے آپ ساری اقوام عالم کے لئے رحمت اور پوری انسانیت کے محسن بن کر آئے ہیں آپ کے فیضانِ رسالت اور پیغام نبوت کو کسی ایک قوم یا زمانے تک محدود نہیں رکھا جاسکتا علیحدہ جگہ میں مدائن خیال، انسانی مسادات و موافقات اور آفاقی تصورات کے جو چرچے ہو رہے ہیں اور انسان ترقی کی جو سڑکیں طے کرتا نظر آ رہا ہے اُس کے پس منظر میں آپ ہی کی اعلیٰ

عمرش کی آنکھوں کے آدھ سے ہیں وہ خوشتر ایڑیاں

ان کے قلوئے پنچے، ناخن پائے، اٹھ ایڑیاں

مولانا، احمد رضا خان، حدائقِ بخشش ص ۳۵

مے عار من شمس و قمر سے بھی ہیں انور ایڑیاں

دو قمر بد پنچہ، قمر بد سار سے کس ہلال

مے مضمون آدابِ نبوی، رشید احمد، سیرت پاک ص ۸۶۔

مے اردو شعراء پر تنقیدیں، دہلی، حسین خان نظیر دھیانوی، ص ۲۵

شخصیت اور روشن تعلیمات کا فرما ہیں آپ کے پیغام نے انسانی زندگی ثقافت و مدنیت معاشرت و سیاسیات اور تاریخی و تمدنی سب پر جو صحت مند روح پرور اور خوشگوار اثرات ڈالے ہیں ان کا عکس ہی نعت میں نظر آتا ہے۔ نعت گو شاعروں کے ہاں آپ کی عظمت کو دلائل خلق عظیم اسوۂ حسنہ منسوب شریعت کا مطالعہ اپنی ذات و قوم کے دائرے سے لے کر انسانی اور آفاقی تصورات کے حوالوں سے نظر آنے لگتا ہے۔ یوں عصر حاضر کی نعتوں میں آپ کا ذکر بغیر اسلام کے ساتھ ساتھ تمدن انسانیت کے طور پر بھی دیکھا جاتا ہے۔

نعت کی نعت اپنے مرکزی مومنوں و مومنات سے پہلے کہ کائنات بھر کے مائیکو کو عید نعتی ہے۔ نعت کا موضوع بلاشبہ ارتقاء و ترقی اور تہذیب و تمدن اور پچھلے والا موضوع ہے اس کے معنوں میں عہد بہ عہد و صحت پیدا ہو رہی ہے جیسے زمانہ ترقی کر رہا ہے اور نئے نئے سائنس انکشافات رونما ہو رہے ہیں ویسے ویسے حضور اکرم کی سیرت طیبہ ان کی تعلیمات اور انسانی تہذیب و معاشرت اور رائج و سیاست پر ان کے بڑھتے ہوئے اثرات سے پیدا ہونے والے نئے محسوسات نعت کا موضوع بن رہے ہیں جدید طرز احساس رکھنے والے تعلیمی شاعروں نے نعت کے لامحدود امکانات سمجھائے ہیں بقول حفیظ تائب گوشتہ چند برسوں سے نعت میں اس معیار و معراج انسانیت کے حوالے سے اپنے احوال کا جائزہ لینے کا درجہ ان بہت عام ہو رہا ہے اور زندگی کا ہر سلسلہ نعت کا موضوع بن رہا ہے یوں نعت کا کثیر و وسیع تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اس ضمن میں متذکرین کی یہ رائے نہایت طبع و قیاس اور اجماع ہے کہ ہر وہ نعت ہے جس کا تاثر ہمیں حضور رستہ لعل الیہ کی رات گرامی سے قریب لائے گئے نعت میں ہی صورت موضوعات اور مضامین کی ہے یعنی ہر وہ موضوع یا مضمون جس میں بالواسطہ یا بلاواسطہ حضور اکرم کی ذات سیرت یا صفات کا کوئی نہ کوئی سولہ آبلے نعتیہ کلام میں شامل ہے یا ہر کوئی موضوع وہ معاشرت و تمدن سے متعلق ہو یا مہاشیات و اقتصادیات تہذیب و ثقافت سے متعلق ہو یا علمائیات و سیاسیات سے جسے حضور اکرم کے حوالے سے تلمذ کیا جائے نعت کا موضوع ہو گا۔ یعنی حضور کا حوالہ ایک ایسا مضمون ہے جسے کسی کو نہ دلا ہر موضوع نعت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ نعت کے مرکزی موضوع حضور کی مدح ان کا تذکار اور ان سے محبت کی کیفیات و واردات کا اظہار ہی ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اور حوالے کے سبب جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے یہ کہیں ایسے موضوعات بھی دائرہ نعت میں شامل ہو گئے اور ہو رہے ہیں جس سے بغیر نعت کا کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ مثلاً حضور اکرم کی بیعت سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں کی عادات و معاشرت اور تہذیب و تمدن کا احوان سب زمین عرب کا جغرافیہ پہاڑ و گیتان موسم آب و ہوا اور تاریخی وغیرہ۔ یہ موضوع بظاہر تاریخی و جغرافیہ سے تعلق ہیں مگر نعتوں میں ان کا بیان بکثرت نظر آتا ہے اسی طرح علمائیات و سیاسیات اور اقتصادیات و اخلاقیات نعت کی اخلاقی کجروی اور انتہا پرستی اور عصر حاضر کی مادیت زدہ زندگی اور اس سے پیدا ہونے والی گمراہی اور بد اخلاقی کو بھی نعت نگاروں نے اپنے فن کا موضوع بنایا ہے۔

یہی حال نعت کے ضمن میں لکھی جانے والی حمد و منقبت کا بھی ہے۔ ان موضوعات کی اگرچہ اصناف شعر میں جدا گانہ اہمیت ہے مگر یہ بھی اب حقیقت ہے کہ نعت کے حوالے سے بھی خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا اور صحابہ کرام اور بزرگان دین کی منقبت تخلیق مرقا ہے۔ عربی فارسی اور اردو کی

نعتیہ شاعری میں ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں جن میں حمد اور منقبت کے عناصر غرضی حیثیت ہی میں بھی نمودار ہوئے ہیں۔ مثلاً حضرت علیؑ کی مدح پر دیکھیں کہ اس نے حضرت علیؑ کی منقبت کی شاعری میں انسانی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور احسانات اس قدر بیان کر دیں کہ ان کے تذکار کے وقت کے ذہن کا اس خالق نے اپنے لئے حضور پر شاعرانہ لہجے میں منقبت کی شکل میں کائنات کو اپنے سب سے بڑے کریمے کو انعام عین نظریٰ مل گیا ہے۔

اسی طرح حضور اکرمؐ کی یہ نعتیں جس طرح اپنے اصحاب کے ذہن کو نور و روشنی عطا کر رہی ہیں اور ان کی تربیت کے نتیجے میں اصحاب کرام کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ کرام اور اہل علم و عظام اور بزرگان دین کا ایک ناستنا ہی سلسلہ نظر آتا ہے جن کی شخصیت و کردار کی تکمیل میں یہی وہی شکل پر حضور اکرمؐ کی نعتیں تعلیمات اور اسوہ حسنہ کی ہجو، نمائندگی اور کارفرمائی تھی۔ یہ سرفہرست کی تخلیق میں اصحاب کرام اور بزرگان دین کی مدح و تعریف اور نیوٹن پرکات کا ذکر اور ان کی توصیف بھی نامناسب اور غیر متعلق نہیں۔

اسی سبب نعتیہ قصائد، مسدوس اور منظومات کے آغاز میں حمد کے بہترین نمونے بھی نظر آتے ہیں اور نعتیہ کلام کی دوسری شکلوں میں بھی جزوی طور پر حمد کی جھلکیاں مل جاتی ہیں اسی طرح نعت میں کہیں کہیں اصحاب کرام خلفائے راشدین اور اہل بیت کی فضیلت اور منقبت بھی نظر آتی ہے۔ خصوصاً امتنا، واستمداد کے آغاز میں۔۔۔ بہرہ جنت، فاطمہ، بہر جن، بہر حسینؑ اور۔۔۔ ترجمہ اپنے آل عباؑ کے ولایت اور صفائے منقبت عام مل رہے ہیں۔ اہل بیت کی نعتوں میں اہل بیت اور آل رسولؐ کی منقبت نمایاں ملتا ہے۔ سیّد و سائر نعت میں منقبت اہل بیت کا رنگ بعض اوقات اتنا غالب ہو جاتا ہے کہ نعت رسولؐ، منقبت اہل بیت کا گمان ہونے لگتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نعت تنوع موضوعات اور رنگارنگ مضامین کی حامل صنف ہے اس میں اگرچہ حضور اکرمؐ کی مدح اور تذکار کو ایک مرکزی حیثیت حاصل ہے مگر نعت گوشت پردوں کو درپیش مسائل ان کے عہد اور زمانے اور مزاج و ماحول کے مطابق اس بڑی دھماکے میں دوسرے موضوعات کی بھی جگہ ملتی ہے۔ نعت کا موضوع چونکہ مسلسل ارتقاء پذیر موضوع ہے اور ہر دور کے واقعات، مسائل و مشرکات اور علوم کے مطابق اس موضوع کے نئے نئے امکانات مل رہے ہوتے ہیں۔ اہل شعر و سخن حضور اکرمؐ کے حوالے سے اس امکانات کا بارزہ کر کے اپنے نثر و محوسات شامل نعت کرتے رہے ہیں۔

حضور اکرمؐ کی صفات کے ذکر میں بھی زمانے اور ماحول کو کافی دخل ہے۔ مختلف ادوار میں آنحضرتؐ کی مختلف صفات نعت کا موضوع بنیں اور بن رہی ہیں۔ مثلاً ملت اسلامیہ کے عہدِ ابتداء کی نعتوں میں حضورؐ کی رحمت کا ذکر، امت کا دیانیت اور تحریک محاسبہ قادیانیت کے ایام کی نعتوں میں آپؐ کے قائم انجین ہونے کا ذکر، قومی جنگوں کے زمانے کی نعتوں میں آپؐ کی شجاعت اور جذبہ جہاد کے متعلق ذمہ داری اور آپؐ کے عزرات کے حوالے بکثرت نظر آتے ہیں۔ شاعر کی طبیعت، عقائد، ذہنی افتاد اور اس کے عہد کے شعری مدیون اور میلانات کے اثرات بھی موضوعات نعت پر نمایاں نظر آتے ہیں اہل حدیث اور اہل سنت و جماعت شاعرانہ نے اپنے اپنے فائدے کے مطابق موضوعات نعت انتخاب کئے کہیں آپؐ کے سر پر مبارک کا بیان نمایاں ہے کہیں خصائل و اخلاق کا کسی کے اس آپؐ کی رسالت کے پادری پر

اسی طرح حمد کے سنن میں نعت کی ضرورت و اہمیت کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ بجز اہل سواد و شاعرانہ شہری
فقہ و حمد و اسناد اور دارچین نعت جینیہ

جب یہ شعر ایک مجلس میں امیر شریعتؒ کی موجودگی میں پڑھا گیا، تو فرماتے لگے: اس سے معلوم ہوا کہ حمد و نعت ہی نہیں بلکہ نعت رسولؐ کی جگہ: انوار احمدی (مولانا محمد صاحب رحمانی) جلد ۱۱ صفحہ ۵۶

ہے تو کسی کے ہاں بشریت پر کہیں آپ کے معجزات کا بیان غائب ہے تو کہیں آپ کے پیغام رسالت کے پہلو کا بیان ہے۔ اسی طرح کہیں آپ کی سیرت و سوانح کو منہ غور کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو کہیں آپ کے اسمائے صفات کو نظم کرنے کا شوق غائب ہے۔ اور کہیں ان تمام موضوعات کی بل بل صورت نظر آتی ہے۔

نعت کا فن

مروجہ اصنافِ سخن میں نعت نہایت مشکل صنفِ سخن ہے۔ نعت کا موضوع بظاہر بڑا آسان عام اور قریب کا موضوع لگتا ہے۔ لیکن اگر فنِ نعت کی باریکیوں کا بغور جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اس موضوع سے عہدہ بڑا ہونا آسان نہیں۔ صنفِ نعت کی اس نزاکت کا احساس ان شعرا کو بھی ہے جنہوں نے نعت گوئی میں اس کے لوازمات اور مقتضیات کو پیش نظر رکھا ہے۔ اور جو اس کے ادب و احترام سے بخوبی واقف ہیں دوسری طرف ان ناقدین نے بھی نزاکتِ نعت کے اسی پہلو کی نشاندہی کی ہے جنہوں نے صنفِ نعت یا کسی نعت نگار کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے نعت کے بارے میں لکھی گئی کم و بیش ہر مختصر رائے میں یا طویل مضمون میں نعت کے موضوع اور فن کے اسی اہم اور نازک پہلو کا ضرور ذکر کیا گیا ہے اس ضمن میں نعت گو شعراء و ناقدین نعت کے خیالات درج ذیل ہیں۔

مولانا احمد رضا لکھتے ہیں حقیقتہً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقید میں ہرتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اس جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔ لے عبد الکریم شمر قنطرہ میں کہ نعت نہایت مشکل صنفِ سخن ہے۔ نعت کی نازک حدود کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی آفاتیت قائم رکھنا آسان کام نہیں۔۔۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ذرا سی بے احتیاطی و رادفی اسی لغزش خیال و انفا کا اور ایمان و عمل کو غارت کر دیتی ہے۔

مجید امجد اس ضمن میں لکھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ جناب رسالت باب کی تعریف میں ذرا سی لغزش نعت کو حدودِ بکفر میں داخل کر سکتی ہے۔ ذرا سی کوتاہی مدح کو قدح میں بدل سکتی ہے۔ ذرا سی شاعرانہ غلو و مبالغہ کے ذریعے میں آسکتا ہے۔ ذرا سا بڑا بیان امانت کا باعث بن سکتا ہے۔

ابراہیم صدیقی کہتے ہیں کہ نعت کے موضوع سے عہدہ بڑا ہونا آسان نہیں موضوع کا احاطہ ام کلام کی بے کیفی و بے رونقی کی پر وہ

۱۔ المخطوطہ رسولنا احمد صنف بریلوی، حصہ دوم ص ۶

۲۔ شائع مسدود عبد الکریم شمر، ص ۶۱۔

۳۔ بامِ عرش، منظر احمد مجید، ص ۶۱ و ۶۲، تلخ کینی لیٹڈ

پوش کرتا ہے نقاد کو نعت گو سے باز پرس کرتے میں تامل ہوتا ہے دوسری طرف نعت گو کو اپنی نئی کمزوری چھپانے کے لئے نعت کا پردہ بھی بہت آسانی سے مل جاتا ہے شاعر ہر مرحلہ پر اپنے مقصدات کی آہ پکڑتا ہے اور نقاد جہاں کا تھما رہا ہے نیکن نعت گوئی کی نفسا جتنی وسیع ہے اتنی ہی اُس میں پرواز مشکل ہے۔

بقول ڈاکٹر انیس ڈی نسیم نعت گوئی کا راستہ پل صراط سے زیادہ کشش ہے اس پر بڑی امتیاد اور ہوش سے چلنے کی ضرورت ہے اس لئے اکثر شاعروں نے نعت کہنے میں اپنی بے بسی کا اظہار کیا ہے جس ہستی پر خدا خود رو بھیجتا ہے انسان کی کیا مجال کہ اُس کی توفیق کا احاطہ کر سکے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بقول نعت کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت غیم و سرور ہے اُس کی عظمت و عظمت ایک طرف تہیہ اور دوسری طرف مینود سے متقی ہے شاعر کے پائے فکر میں ذرا سی نقوش ہوتی اور وہ نعت کی بجائے گہرا حمد و ثنیت کی بہ حدود میں اس نے اس موضوع کو اتنا آسان نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے حقیقی نعت کا راستہ ہال سے تراوہ باریک اور طوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ برفانی نے اپنے ایک نعتیہ قیدے میں جس کا مطلع ہے۔

اقبال کرم می گزد اربابِ ہر دم را
ممت نہ خورند میشتہ لا و نعم را
میں بہت صحیح کہا ہے۔

عزنی مثاب اس رو نعت است نہ صحر است
آہت کہ رہ ہر دم تیغ است قدم را

یہی سبب ہے کہ نعت کا فن دوسری بہت سی اصنافِ سخن کے برعکس خصوصی لوازمات اور تقاضات سے مشروط ہے اور نعت گو شعرا سے توقع رکھی جاتی ہے کہ وہ ان لوازمات اور مقضیات و طوفا رکھیں گے وہ شعرا جن کے ہاں ان لوازمات کا ہونا اور احترام نہیں ان کو بہت پر فن آسان لگتا ہے بقول نواب دہلوی نعت گوئی آسان بھی ہے اور مشکل سے مشکل تر بھی آسان تو ان شعراء کے لئے جو صاف آسانی کریں یا کہیں نعت اور ہر جائے حمد یا غزل کا نام نعت رکھ دیں اور مشکل ان کے لئے جو پابند صد میں مشکل تر ان کے لئے جن کی نگاہ میں حمد سے آگے بڑھنا اور ادب اور تیغی ہٹنا ترک ادب ہے غرض نعت کا مقام عجیب تمام سے بقول جگر سہ اللہ اگر تو مٹی نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں ہے۔ نعت کے لوازمات میں کچھ کا تعلق نعت کے موضوعات کی نزاکت و احترام اور کچھ کا تعلق اس کی پیش کش کے سلیقہ اور فنی تقاضوں سے ہے۔

پلی میں ان لوازمات کی نشاندہی کی جاتی ہے۔

۱۔ عشق رسولؐ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کو نعت کے لوازمات میں اساس و ربنیاد کا درجہ حاصل ہے نعت گو شاعر کے لئے

لے لکھنؤ کا دبستان شاعری (ابوالعینہ مدنی) ص ۵۴ اردو مرکز لاہور ۱۹۶۷ء لے اردو شاعری کا ذخیرہ اور فلسفیانہ عنصر ڈاکٹر اے ڈی نسیم، مقالہ ص ۲۹ لے اسد کی نعتیہ شاعری ڈاکٹر فرمان فتح پوری ص ۲۱ آئینہ ادب لاہور۔

نقوش رسول نمبر ۲۵

ضروری ہے کہ وہ آپ سے وابہانہ عقیدت و شیفتگی رکھتا ہو۔ وہ جس قدر آپ کے عشق میں سرشار ہوگا۔ اسی قدر اس کے کلام میں کیف اور اثر پیدا ہوگا۔ جس طرح حنیفہ یاسد ہری نے دینِ حق کے لئے حضور کی محبت کو شرطِ اول قرار دیا ہے۔

۔ محمد کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے ۔

اسی طرح تخلیقِ نعمت کے لئے بھی آپ کی محبت کو لازمہ کی حیثیت حاصل ہے۔ ایک شاعر نے لیں اور غزلیں تو بہت لکھ سکتا ہے۔ لیکن اگر اُس کے دل میں محبتِ رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم کی چمک موجود نہیں تو اچھی اور کیفیتِ اعلیٰ نعت کبھی نہیں لکھ سکتا اس میں صرف وہی لوگ کامیاب ہوتے ہیں جنہوں نے اپنے دل میں محبتِ رسولِ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار کئے ہوئے ہیں۔ اپنی فکر و فکر کی تربیت کی ہے اور قلب و روح کو امتیاز و اقرار کا غور کیا ہے۔ درنہ جذبات ہمیشہ دامنِ امتیاز چھوڑ کر ادھر ادھر نکل جانے کے عادی نہیں ہوتے۔

لوازماتِ نعت میں عشقِ رسول کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے نظیر لدھیانوی کہتے ہیں کہ نعت کی دلآویزی و دلکشی اور خوبی کے لئے عشقِ رسول اولین شرط ہے مگر شاعر کے دل میں عشقِ رسول کا جذبہ پورے طور پر کارفرما نہیں تو نعت در کھ پیچکی اور واجبی سی رہے گی ۔ اسی سبب اشفاق احمد نے نعت کو ضعفِ سخن کی بجائے "تعلق" یا پلے اور گذارشِ احوال کا ایک ذریعہ کہا ہے جس سے معمولِ غلام اور برائے آقا کے دو جہاں کی کائناتِ کرم سے دامن بھرنے کے لئے اپنا رنجِ متعین کرتے ہیں ۔ سید عبداللہ نے بھی نعت کو سراسر کارِ محبت سے تعبیر کیا۔ اور محبت بھی ایسی جس محبت کی وجہ سے اپنے محبوب کی ایک ایک بات پیاری لگتی ہے ۔

کامیاب نعت گوئی کے لئے جس سوز و گداز، تڑپ اور نفرت و جاذبیت کی ضرورت ہے اس کا مسح عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے بقولِ ضمیر جعفری جو چیز ایک نعت کو دوسری سے ممتاز کرتی ہے وہ ہے شاعر کے دل کا سوز و گداز اور عشقِ رسول میں سرشاری کا ترجمہ۔ اذوقِ عشق کی کیفیتوں میں ڈوب کر گزرنے کے بعد نعت کی سہ میں جب عشق اور الفاظ کی دھڑکنیں ہم آہنگ ہو جاتی ہیں تو شعروں میں سوز و گداز کی ہلچل کیفیتیں چمک اٹھتی ہیں ۔

حفظِ مراتب کا خیال

فنِ نعت نثار سے سب سے پہلے اس امر کا متاعنی ہے کہ وہ نعت لکھتے ہوئے مدد و شریعت کی پاسداری کرے۔ خدا اور بندے کے اور الوہیت و نبوت کے فرق کو پیش نظر رکھے و اصلِ حفظِ مراتب کے ادراک کا ہی نازک مقام نعت نگار کے لئے پہل صراطِ عبور کرنے کے مترادف ہے۔ بقولِ معین الدین احمد ندوی اس راہ میں (نعت کی تخلیق میں) سب سے بڑی لغزش اور ہست اور

۱۔ شاعر اسلام و حنیفہ یاسد ہری، ص ۱۱۲۔ جلد ۲۔

۲۔ ہفت موزہ چٹان بانو میر تقی میر، ص ۱۱۰۔

۳۔ فنِ شعر اور شعرا پر تنقید میں راجہ رشید حسین لدھیانوی،

ص ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔

۱۶۔ آجنگ مبارز چوہدری فضل حق

نبوت کی حدود کو سمجھنے کی ہے۔ اکثر شعراء نبوت کے ڈانڈے الوہیت سے ملا دیتے ہیں مثلاً یہ سہ

وہی جو مستوی عرشش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا ہے دینے میں مصطفیٰ جو کر

نعت کا بڑا مشہور و مقبول شعر سمجھا جاتا ہے مگر یہ شعر نہ صرف توحید کے سراسر منافی ہے بلکہ نبوت کی حقیقت کے بھی خلاف ہے اس قسم کی لغزشیں زیادہ تر صحیح اسلامی تصورات سے ناواقفیت اور غلو کا نتیجہ ہوتی ہیں نبوت و عہدیت کا کمال اس میں نہیں ہے کہ بندے کو خدا بنا دیا جائے بلکہ اس کا اصل کمال یہ ہے کہ بنی جانہ بشریت میں رہتے ہوئے عہدیت اور نبوت کا ایسا کمال نمود ہو کہ اس کے بعد کو کوئی اور جو تصور میں نہ آ سکے۔

”اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ علیہ وسلم کو احمد جامیم اور عیب بلا عیب کہنا بلکہ ان کی حدیث بڑی قرار دینا انتہائے سلاست ہے۔ اصل نعت میں ہر ایسا اشارہ جس سے خدا اور رسول احمد اور الوہیت اور نبوت کے تمام میں واضح فرق اور حفظ مراتب کا نازک احساس نظر آتا ہو اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے اور شرک سے۔ اسی نے منہاجن کہے ہیں کہ خدا اور بندے کا فرق اسلام کے بنیادی تصورات میں سے ہے رسول کی بشریت پر قرآن نے اور خود رسول نے بار بار تکرار کیا ہے۔ اے انسان! شرطکم اور ماہرناک حق معصیتک اس پر شاہد ہیں۔“

میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارک بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ مجھے حد سے زیادہ جہاد نہ ملے گی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا میں تو صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھے صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہی ہو۔ علامہ بریلوی کا یہ شعر بھی دیکھئے

روح ما اذہمتہ الضاری فی سبعم
واحکم بمانتہ مدحافہ واحکم

یعنی حضور علیہ السلام کی تعریف کہتے وقت وہ بات چھوڑ دو جو نصاریٰ اپنے نبی یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں یعنی آنحضرت کو شان الوہیت نہ دے۔

مگر بقول اشفاق اس قسم کے مقامین سے اردو ادب کا نسیہ کلام پر ہے جس میں الفاظ کو توڑ مڑ کر نیم کے حرف کو احمد سے اور عرب کے عیس کو ہاکر احمد کو احمد اور رسول عربی کو عرب نہیں بلکہ رب کی شان میں جلوہ گرہ کھانے کی کوشش کی گئی ہے۔

سہ نگاہ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردہ نیم کو اٹھا کر
وہ بزم شرب میں آئے بیٹیں ہزار منہ کو چپا چپا کر

اس قسم کی نعت گوئی حدادب ہی سے متجاوز نہیں ہے۔ دین کے دارے سے بھی!۔ ہے کوئی اور شاعر برصاف صاف کہہ گیا ہے

سہ نہ کی کیونکر نہ ہر دم احمد بے نیم کی رٹ ہو
کہ الفت میں لگا کر دایاں پر نہیں سکتا

اس قسم کے انکار و اتوال اکثر صوفیہ کرام اور ان کے معتقدین پر وارد ہوتے ہیں ان کی صفائی یہ تپس کی باقی ہے کہ یہ حالت سکریں دار

۱۔ یہ شعر اسی غازی پوری کا ہے جو ایک صوفی شاعر تھے اور جنہیں دفنان ماسیح کا یہ کہا جاتا ہے مولانا سہ

مولانا احمد رضا خان کی نعت گوئی (بشیر احمد قادری) مقالہ ایم اے پنجاب یونیورسٹی

۲۔ ابلی نقوش (شاہ حسین الدین احمد مدنی) ص ۲۸۶ ۳۔ غار ان سیرت نمبر ۱۰ ص ۱۰۰ ۴۔ خیر البشر کے حضور میں سادہ حسن ص ۲۰

۵۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کی نعت گوئی (بشیر احمد قادری) ص ۲۲ ۶۔ اردو میں نسیہ شاعری (ڈاکٹر اشفاق) ص ۱۰۳

بولی ہے اور ہم بھی عقیدت کی۔ میں بہہ کر انہیں قابل مواخذہ نہیں سمجھتے یہاں محاورہ سکر سے محنت نہیں البتہ یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اول تو معتبر صوفیہ حالت سکر کی کہیں بول باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے اور دوسرے یہ کہ سکر اور جہاں کہیں بھی جائز سمجھا جائے وہ بارہوی میں جائز نہیں سی لئے کہا گیا ہے۔

یا خدا دیوار دبا مصطفیٰ نبوت شیار باطن ملے

غلام گفتگو یہ ہے کہ شاعر نعت گوئی کے منصب سے صحیح طور پر اس وقت ہی عہدہ برآ ہو سکتا ہے جب وہ توحید و رسالت اور الوہیت و نبوت کے نازک رشتوں کو تیری طرح سمجھتا ہو اور اسے خدا اور رسول کے حفاظ مراتب کا کامل شعور اور احساس ہو

۳۔ ادب و احترام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نعت گوئوں سے اس انتہائی ادب و احترام کا بھی تقاضا کرتی ہے جو امت کو آپ کی ذات ستودہ سناتے ہیں اور جس کی تاکید قرآن اور احادیث میں کئی مرتبہ پائی ہے۔

قرآن میں آیا ہے لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی (المحجرات: ۲۹) اے ایمان والو۔ اپنی آواز کو نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔ ائمہ اعلام اس حکم کو دوام کے لئے قرار دیتے ہیں لہذا یہ ضروری ہے کہ آپ کا ذکر کرتے ہوئے یا نعت میں آپ سے ہم کلام ہوتے ہوئے شاعر ادب و احترام کو ملحوظ رکھے جس کا حکم قرآن نے دیا ہے قرآن مجید نے ان لوگوں کی مدح بھی کی ہے جو ان آداب کی پابندی کرتے ہیں آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے جو لوگ رسول اللہ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کا آسمان اللہ تعالیٰ نے تقویٰ سے لیا ہے۔ (المحجرات: ۱۲۹) اس ضمن میں صحابہ کرام کا یہ قول بھی ملاحظہ ہو کہ ہم حضور کی مجلس میں ایسے بیٹھتے تھے کہ کان مٹی روئنا الطیر، جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں (کہ سرائیل سے ان کے اُٹنے کا احتمال ہو)

بارگاہ رسالت معام ادب ہے اور بس طرح اس کا احترام ہمارے ایمان کا خاصہ ہے اسی طرح نعتیہ مضامین کے نگار اور پیش کش میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام نہ صرف ضروری بلکہ لازمہ فن ہے یہاں موضوع یا طرز ادب میں کسی قسم کی بے باکی نہ صرف یہ کہ عقلا کاری ہے بلکہ ناقابل معافی گناہ ہیں سے بقول عزت بخاری۔

سہ ادب کا بہت زریعہ آسمان از عرشش نازک تر نفس گم کردہ می آید منید و یازید ایچبا

حضور اکرم کی محبت کے نگار میں اگر پیش و بعیرت سے کام نہ لیا جائے تو ہر قدم پر نفوذ کا امکان ہے اس لئے ہر ماہر اس حد تک راہ سے نہیں گزر سکتا کہ کوئی دنیا کا عرصہ رزم نہیں ہے کہ قدم پس پیش کو نظر انداز کر کے بلاوجہ احتیاط کے گرد و غبار اُٹاتا بڑھتا چلا جائے

لے خیر البشر کے حضور میں تراز حسن، ویاجہ

ملکہ ارمغان نعت شفیق بریلوی ص ۳۹

اسی سبب عربی نے کائنات کی مشکلات کا احساس کرتے ہوئے کہا ہے۔

سب عربی شباب ہیں وہ نعت است نہ محراب است
ہر شہر کردہ بروم تیغ است قدم را
کیونکہ آپ کے ادب و احترام اور شانِ اقدس میں ذرا سی بے اعتیالی اور ذرا سی بغزشِ نعت نیکار کے خیالات و افکار کو کیا ایسا
اعمال تک کو غارت کر دیتی ہے

نعت گو شعرا نے اسی ادب و احترام کے باعث اپنے گناہگار ہونٹوں سے آپ کا نام مبارک لینے اور خود کو کسی بھی حوالے سے آپ کی
ذاتِ اقدس سے نسبت کو بھی بڑی بے ادبی قرار دیا ہے۔ کسی کا کتنا خوبصورت شعر ہے

سہ ہزار بار یشوعیم و بہن ز مشک و گلاب
ہنوز نام تو نعتی کمال ہے ادبی است
نعت کے ناقدین نے نعت کے ادب کے پیش نظر اکثر اپنی تحریروں میں اس شعر کا حوالہ دے کر نعت کے صنفی مقام و مرتبہ کی نشان دہی
کی ہے۔ حضور اکرمؐ کی ذات سے ادب و احترام کو ناقدینِ نعت اور شعرائے نعت نے صرف مرسوم و مضامین، اور طرزِ بیان و ادب تک محدود نہیں رکھا
بلکہ نعت کی مجموعی نعت کا اس سے ملو ہونا ضروری خیال کیا ہے۔

(۱) مضامین

بقول مولوی عبدالحق "نعت میں وہی ذکر ہونا چاہیے جو خدا کے نبی کے لئے شایان ہے اور جس کے پڑھنے اور سننے سے لوگوں پر
روحانی اور اخلاقی اثر پڑے اور معلوم ہو کہ کمالِ بشریت اسے کہتے ہیں نہ یہ کہ تمام نعتیہ تصانیف سننے کے بعد دل پر یہ اثر ہو کہ کسی شاہِ رضا خوش
خوش اندام نازک بدن کی تعریف ہے نہ

مضامینِ نعت میں ادب و احترام کے تقاضے ہی کے پیش نظر متنازعہ من نے نعت میں اس عاشقانہ اور جذباتی شاعری کی حوصلہ شکنی کی
ہے جو مبدی گیتوں کا انداز لے ہوئے ہے اور جس کا مرکزِ کرشن جی مہاراج ہیں
مثلاً سہ دینے میں مورا پیا بالاسہ دے۔

یا اسی طرح غزل سے خاص مضامین کی حامل نعتوں کو بھی حقیقی کلام سے فردِ تمکھا ہے۔

مثلاً سہ دے دستورِ فرقت میں مری مرتے ہونا حق
اے چارہ گورِ فکر و دا کرتے ہونا حق

اچھا نہ کبھی ہو گائیں بیلہ بٹی ہوں

بقول متنازعہ من یہ اس ذاتِ گرامی کے متعلق کہا گیا ہے جو جسم و روح کی بائیدگی اور توانائی کا سرچشمہ ہے نہ
نعت کے ادب و احترام کا تقاضا ہے کہ ایسے مضامین سے اجتناب کیا جائے۔

سہ عبدالحق، ڈاکٹر مولوی۔ چندیم عصر ص ۳ بار اقل
سہ دست و حسن غیر البشر کے حضور میں ص ۱۰

نعت کے مضامین میں ایک نمایاں موضوع ۴ بعد از ہزرج توفی قصہ مختصر سے متعلق بھی ہے۔ اس مضمون نعت میں نعت گو شعراء
یہ گویہ طائفہ اور جملہ انبیاء پر آپ کی برتری اور فضیلت کا ذکر کرتے ہیں بعض اوقات اس شرفِ فضیلت کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے نہایت
میں ایسی بات بھی ہو جاتی ہے جس سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کی توہین یا تنقیص کا پہلو نکل آتا ہے۔ میر حسن کے یہ شعر دیکھئے۔

سے مسیح اُس کے خرگاہ کا پارہ دوز

خلیل اُس کے گلزار کا باغیاں

نضر اُس کی سرکار کا آب دار

اس طرح سودا کا یہ شعر

سے کرے جو سرمہ صری اُس سے بکے تاب

کہ نبیوں سے ہیں بڑھ کے اُس کے اصحاب

بقولِ ریاض المؤمنین نعت چونکہ نعت رسول کی دلوں انگیزی اور جوشِ محبت کی ترجمان ہوتی ہے اس لئے نعت گو شاعر سرورِ محبت
کی بے خودی میں منہاجِ اعتدال سے غرض کر جاتا ہے اور دوسرے انبیاء سے رحمتِ عالم کا تقابل کر کے ایسے الفاظ کہہ جاتا ہے جو درحقیقت نعت
رسول نہیں ہوتے بلکہ ان میں توہینِ انبیاء کرام کا مقبوم مضمر ہوتا ہے۔

نعت میں اس انداز کے مضامین بھی نعت گوئی کے ادب و احترام کے خلاف ہیں اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام پر فضیلت
اور شرف حاصل ہے مگر اس شرف کے اظہار میں کسی ایسے پیرائے اور تقابلیے گریز کرنا چاہیے جس سے دوسرے انبیاء کی شان میں کسی گستاخی یا توہین
کا احتمال بھی ہو تا ہو کیونکہ دوسرے انبیاء کی توہین گمراہی اور کفر کے مترادف ہے۔

امامِ شیعہ ربیع اکرم میں حضور اکرم نے جس محبت سے دوسرے انبیاء کرام کا ذکر کیا ہے اُسے محذور رکھنا چاہیے حضور اکرم نے اپنے
شرف اور نفسیات کا اظہار کسی مقام پر بھی کرتے ہوئے کسی دوسرے نبی یا پیغمبر کا ذکر استغفاف اور استہزاء توہین کے انداز میں نہیں کیا اور اُس
آیہ مبارک کے دامنِ مبارک سے کسی ایسے فقرے جیسے یا اشارے کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

فنِ نعت، نعت گو شعراء سے اس امر کا متقاضی ہے کہ وہ اظہارِ شرفِ خیر الانبیاء میں اس موضوع کے جملہ تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھیں
صحیح اسلامی تصور یہ ہے کہ دیگر انبیاء کرام کی بغیرانہ عظمت اور شانِ رسالت کا شعور رکھتے ہوئے اور ان کا پورا پورا احترام کرتے ہوئے حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ فضیلت اور شرفِ دبیرگی کا ذکر کیا جائے۔

(ب) طرزِ اظہار

۱۔ سحر البیان، میر حسن، صفحہ ۲۳، مرتبہ احسان الحق

۲۔ کلیاتِ سودا، جلد دوم، صفحہ ۸۷

۳۔ منقح لائق لہجہ، دہلی، حضرت نبرہ، صفحہ ۲۳، اپریل ۱۹۳۷ء، مقالہ شری حسن اور کلام رضا۔

مضامینِ نعت کے ساتھ وہ چیز جس کا تقاضا نعت گو شعراء سے کیا جاتا ہے وہ طرزِ اظہار و بیان میں شائستگی اور خوش سلیقگی کا وہ انداز ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کا مظہر ہو۔

جیسا کہ بابائے اردو نے کہا ہے نعت کا جو طرزِ ہمارے شعراء نے اختیار کیا سولہ ہے وہ بہت قابلِ اصلاح ہے ہمارے ہاں شاعری کی بنیاد غزل سمجھی گئی ہے جو ایک لحاظ سے کثرین قسم شعر ہے اس نے غزل کا رنگ کچھ ایسا مہاکہ ہر جگہ جا ڈبے جا اس کی بھٹک نظر آتی ہے بھلا نعت میں ذوق و کمر حال و خط سے کیا تعلق ہے۔

مضامینِ نعت کے غزلیہ طرزِ اظہار کی مذمت کرتے ہوئے کم و بیش مرزا قند نعت نے عایانہ انداز کی ان غزل نما نعتوں کو حقیقتی تحقیر کلام سے فرد تر سمجھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت کا ایسا پیرایہ اظہار جو غزل گو شعراء کے ذہن و قیاس سے بیکار ہو معشوقوں کے لئے مروج ہے نعت کے ادب و احترام کے سراسر منافی ہی نہیں قابلِ معافی گناہ ہے۔ اسے ڈی نسیم ایسی سی نعتوں (جن میں حضور اکرمؐ کی ذاتِ اقدس کو عام لکھنوی محبوب کے روپ میں پیش کیا گیا ہے) کے بارے میں کہتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے شاعروں کے عام محبوب کی جگہ رسولؐ کا نام رکھ دیا ہے فرق صرف محبوبوں کے نام میں ہے شخصیت میں نہیں ہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نعت میں اس انداز کو مہیجہ بھیال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عام نعت گو شعراء جس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معشوقِ نازنین فرض کر کے آپ کے سراپا کی تفصیل بیان کرتے ہیں اور آپ کے حبیبِ عنقریبی بلکہ اعضاءِ مبارک کی تعریف کرتے ہیں یہ انداز کلام ناپسندیدہ اور سوچے سمجھے اور پھلے ہوئے ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل و محاسن بیان کرتے وقت وقار اور متانت اور تعظیم و تقدیس کی روش اختیار کرنی چاہیے ہے۔

فنِ نعت میں ادب و احترام کی اسی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے مرزا محمد منور کہتے ہیں نعت کے ہر شعر میں نعت کا ایب قرین موجود ہونا چاہیے کہ وہ عام مضامینِ غزل سے متمیز ہو اور ظاہر ہے کہ یہ آسان کام نہیں ہے اس کے لئے خالی تاوار الکلامی ہی نہیں مزاج کے اعلیٰ رکھ رکھاؤ اور دل و دماغ کی بیداری و کاربہ ہے۔

ج انتخاب الفاظ

طرزِ ادب سے متعلقہ ایک اور نازک مقام جو نعت گو سے استیاض اور ذمہ داری کا متقاضی ہے۔ وہ نعت میں الفاظ کا انتخاب ہے نعت کی نفاذ چو کہ غزل سے مختلف ہے لہذا مضمون کی مناسبت سے الفاظ کے انتخاب میں بھی ایک پاکیزگی اور شائستگی کا احساس کا انداز ہونا چاہیے۔

۱۔ چندیم عصر - مولوی مہدی الحسن

۲۔ امد شاعری کا ذہنی و فلسفیانہ عنصر دے ڈی نسیم، ۱۳۳۹

۳۔ مابینہ محدث و مہر و رسول نمبر ۱۳۹۶ ہجری

۴۔ قد نفاذ دکر (راجا رشیہ مسعود) ۱۳۴۰

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستگی اور شفقتی کا شرف اس امر کا تقاضی ہے کہ نعت میں ایسے کسی بھی لفظ کے استعمال سے اجتناب کیا جائے جس سے کسی گستاخی، غیر شائستگی یا سو قیامت پر کا اظہار ہو تا ہو یہ مقام اتنا نازک ہے کہ آدابِ نعت سے واقف بڑے بڑے نچتہ شاعروں سے بھی کہیں اس مقام پر غزش ہو جاتی ہے۔
عربی کا وہ نصیہ قصیدہ جس کا مطلع ہے۔

سے صبحم چوں دردِ مددِ صورِ شیون زائے من
آسماں صحنِ قیامت گرو از غوغائے من
اس میں ایک شعر ہے۔

سایہ من بچو من در ملکِ ہستی امت
سایہ تو در عدمِ پیغمبرِ ہمتائے من
نسیانِ فقہوری کے بقول عربی صرف یہ کہنا چاہتا ہے کہ میں طرح رسول اللہ کا سایہ معدوم تھا اسی طرح میراثانی بھی معدوم ہے۔ لیکن اس مفہوم کو اس قدر اچھے ہوئے الفاظ میں بیان کیا ہے کہ پچ پوچھنے کو مفہوم ہی غائب ہو جاتا ہے پہلے مصرع میں بچو من امت ملک سب تکلف و آدرو ہے اور دوسرے مصرع میں پیغمبرِ ہمتائے من تکلف بھی گستاخی کی حد تک پہنچا ہے۔ سامنے کا کھلا ہوا لفظ ایک تھا اگر آئے چھوڑ کر رہتا مکلفا عجیب بات ہے۔

عربی نے یہ قصیدہ مدحِ رسول اللہ میں لکھا ہے اور اس قصیدہ میں ایک شعر بھی پایا جاتا ہے۔
سے شاید عمت تلاشِ صحبت من کے کند
نہوں جیوں دہرِ رزجو شد از لہلہ من
کیا اس سے زیادہ فحش، گندہ شعر کوئی اور ہو سکتا ہے۔

اس طرح کے الفاظ کا استعمال آدابِ نعت تو دور کی بات ہے میاری غزل گوئی کے سلیقہ کے بھی خلاف ہے

(د) تشبیہ و استعارات

نعت گو کے لئے ضروری ہے کہ وہ تشبیہات و استعارات میں بھی موضوع کے آداب و احترام کو ملحوظ رکھے اور نعت کے اظہار میں ایسی تشبیہ یا استعارہ سے گریز کرے جس سے نعت کی پاکیزگی اور شائستگی متاثر ہوتی ہو۔
بشیر احمد قادری نے اس ضمن میں اظہارِ پوری کے اس مطلعِ نعت کو رقم کیا ہے جس پر اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے اس کی قلم برداشت اصلاح فرمائی۔ مطلع ہے

سے کب ہیں درختِ حضرتِ دلا کے سامنے
مہجوں کھرے ہیں خیمہ لیلے کے سامنے
مولانا نے یہ مطلع سن کر فرمایا کہ مصرع ثانی مقامِ نبوت سے فرد ہے حضور علیہ السلام کو لیلے سے اور گنبدِ خضریٰ کو خیمہ لیلے سے تشبیہ دینا عاشقانِ رسول کے شایانِ شان نہیں ہے آپ نے اس کی اصلاح کیوں فرمائی۔

سہ کب ہیں درخت حضرت والا کے سامنے قدسی ٹھہرے ہیں عرشِ معلیٰ کے سامنے
اس طرح نہ صرف یہ کہ تشبیہ کا عایانہ پن ختم ہو گیا بلکہ مطلع میں فنِ نعت کی مطاویہ جہارت و پاکیزگی بھی پیدا ہو گئی
نعت میں اس طرح کی تشبیہات و استعارات کا استعمال دراصل شاعروں کے نغمہ فن پر غزل کے گہرے اثرات کا نتیجہ ہے وہ
نعت گو جنوں نے غزل کے ساتھ ساتھ نعت بھی لکھی ان کی نعت گوئی میں غزل کا رنگ غزل کے مخصوص علائم و رموز اور تشبیہات و استعارات
کا استعمال بھی آتا ہے جو ایک خاص حد تک تو گوارا ہے مگر جن کا رنگ عایانہ اور بازاری ہے۔ ان تشبیہات اور استعارات سے گریز کرنا چاہیے۔
کیونکہ تشبیہ و استعارہ کا سو قیاد مزج نعت گوئی کے آداب کے خلاف ہے۔

(۵) اندازِ خطاب

نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے بھی اس امر کا حساس رہنا چاہیے کہ شاعر کے لب و لہجہ میں منصفیت و سادگی
کا پورا پورا خیال ہے اور آپ سے خطاب کرتے وقت وہ کوئی ایسا لفظ یا پیرایہ خطاب استعمال نہ کرے جس سے شان رسالت آپ میں گستاخی
کا احتمال ہو۔

رنگینی اور معزل نگاری کی کوشش میں بعض اوقات نعت گو شعراء عایانہ انداز بیان پر اتر آتے ہیں اور حضور اکرم سے خطاب کرتے ہوئے
مساؤں و تشبیہات کا استعمال کر جاتے ہیں جو زنجیرِ محبوبوں کے لئے موزوں ہوتے ہوں مگر محبوب خدا کی شان
آندس کے سراسر شافی ہیں اس طرح وہ شعراء نہ صرف نعت میں تعزیت کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ نعت کو عایانہ اور بازاری ٹیچ پر لے آتے ہیں
نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے اور آپ کا نام نامی لیتے ہوئے انتہائی ادب و احترام کی ضرورت
ہے نعت کے ناقدین اور مصنفین کلام نے اس لازم نعت کی اہمیت اور تفصیلت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اور اس سلسلے میں قرآن کریم کے ان
مقامات کا ذکر کیا جہاں خدا تعالیٰ نے حضور اکرم سے خطاب فرمایا ہے۔

واضح ہو کہ قرآن مجید میں ہر جگہ آپ کو اس کے صفات سے یاد فرمایا گیا ہے کہیں یا ایہا الذیٰ نہیں یا ایہا النزل اسی طرح یا ایہا الباقی اور
یا ایہا رسول وغیرہ جبکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو مخاطب کرتے ہوئے قرآن میں ان کے نام یا عیسیٰ یا موسیٰ یا عیسیٰ وغیرہ لے گئے ہیں
نعت گو شعراء کو بھی قرآن کے انداز و آداب کی پیروی کرتے ہوئے کوشش کرنی چاہیے کہ نعت میں بھی جہاں تک ممکن ہو اس کا لحاظ
رکھنا چاہیے کہ نام والا کی بجائے اسمائے صفات آئیں کسی شاعر نے اسی اصول کے تحت ہی کہا ہے

سہ سزار بار بشویم و ہن ز مشک و گلاب ہوز نام تو گشتن کمال ہے اول است لے

اس ضمن میں قرآن کریم کا یہ ارسا و بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ نہ صرف وہ اور رسول کی تعظیم و ترمیم کرنا بلکہ
نعت کے لوازمات میں ادب و احترام کے بہت سے پہلوں جن کا تعلق موضوع زبان و بیان انتخاب الفاظ تشبیہ و استعارہ اور

حضور سے اندازِ خطاب سے ہے اور جن کا ذکر اور پر کیا جا چکا ہے) نعت کی محبوبی نعت کو ادب و احترام کے ان جذباتِ عالیہ سے سربشار کرتے ہیں۔ جس کی نعت متقاضی ہے درحقیقت نعت ہے ہی شانِ رسالت کا ادب و احترام۔ احترام وہ نقطہ متغیر ہے جہاں سے مصنف نعت کے جملہ رازِ ذات کی شاعریں پھوٹتی ہیں اور اسی نقطہ پر اُس کے مقصدیات کے تمام دھارے آگے بڑھتے ہیں ایک اعتبار سے نعت کی تخلیق میں رسول اکرم کا احترام ہی سب کچھ ہے باقی رازِ ذاتِ نعت دراصل اسی کی مختلف شکلیں اور تفسیریں ہیں اور اسی لازمہ نعت کے سبب مجاہد کے نغموں میں نعت نکلنے والوں کا مرتبہ انسانی اکتسابات کی معراج ہے اُس کا ہر سانس دیدارِ حبیب کی منزل ہے وہ درشتوں کا ہم زبان ہے اور تمام ارجح مبارکہ کا ہم نوا ہے اُس کی زبان پر اُس (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدح ہے جس کی مدح خود ذاتِ باری نے کی ہے۔

۴۔ حقیقت نگاری

نعت کا ایک اور اہم لازمہ مبالغہ ہے یہ ہمیز اور حقائق کے بیان سے متعلق ہے اگرچہ تخیل اور محاکماتِ شعر کے ترکیبی عناصر ہیں اور ندرت و مبالغہ اس کی روحِ رواں جب تک شعر میں تخیل کی نادرہ کاری اور مبالغہ کی رنگ آمیزی نہ ہو شعر ایک بادۂ بے کیف گل افروزہ اور شمع بے دود بن کر رہ جاتا ہے مگر نعت میں تخیل کی مینا کاری، اسلوبِ بیان، طرزِ ادائِ بندش، الفاظِ حسنِ تشبیہ اور رنگین استعارہ تک محدود ہے نعت کے معانی و مقامین میں تخیل کی جدت طرائی مبالغہ کی حسن آرائی شجرِ ممنوعہ اور امِ انجاث کی حیثیت رکھتی ہیں۔ نعت میں کوئی ایسا مضمون بیان کرنا جو واقعیت کے خلاف اور اصلیت کے متنافی ہو اور جس کی اساس محض خیال اور آرائشِ مبالغہ پر ہو نعت کے جادہ جمال پر یادہ گوئی کی گدھ ہرزہ سرائی کا غبار اور دروغ بینی کی سیاہی مل دیتا ہے اور وہ نعت اظہارِ عقیدت اور جلوسِ محبت کی بجائے شاعر کی خود نمائی اور شعر کی کیفیتِ آفرینی کا مظہر بن جاتی ہے۔

نعت درحقیقت وزنِ دگر اور قافیہ ریزی کی حد بندی میں موزونیت، الفاظِ سلاست، زبان اور جتنی بندش کے ساتھ عشقِ رسول کی نغمہ سنجی اور ترانہ سرائی کا نام ہے اس لئے اُس میں صداقتِ مضمون، واقعیتِ مفہوم اور جن محاکمات کے سوار نگینی خیال اور ندرتِ تخیل کی کوئی گنجائش نہیں۔ اربابِ سخن نے مضمونِ شعر کی اصلیت کو محاسنِ شعری میں سب سے زیادہ اہمیت کا درجہ اور اولیت کا رتبہ دیا ہے لیکن اس کے مفہوم کو اتنی وسعت دی ہے کہ حقیقتِ نفسِ الامری کی حدود و قیود سے تجاوز کر کے اسکا عقلی تصور شعری اور مصلحتِ شعری کو ہی اس میں شامل کر دیا ہے نعت کی نزاکت، اصلیتِ مضمون کی اس وسعت کی متحمل ہی نہیں اور حقیقتِ نفسِ الامری اور واقعیتِ متعینہ سے سر مو انحراف کرنا یہی مسلکِ نعت گوئی میں ضلالتِ مبین، حرامِ قطعی اور گناہِ کبیرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

یہ اعتبارِ ریاضِ الحسن کے مضمونِ شعری حسن اور کلامِ رضا ہے یا گیا ہے جس میں انہوں نے نعت میں مبالغہ سے احتیاب اور حقیقت نگاری کی ضرورت و اہمیت کی وضاحت کی ہے اسی موضوع پر نعت گوئی کے آداب اور حدودِ شرعیہ کے عنوان سے

(ایک سوانح کے جواب میں) عصر حاضر کی معروف مذہبی شخصیات نے ماہنامہ "حدث" لاہور کے شمارے (مقبول نمبر ۱۳۹۶ء) میں اظہار خیال کرتے ہوئے نعت میں مباغہ کی حیثیت پر شرعی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی ہے۔

مولوی محمد شفیع کہتے ہیں شریعت اسلامیہ میں چونکہ حدود کی رعایت کی بہت زیادہ اہمیت ہے لہذا نعت گوئی میں جھوٹ کی تو بالکل گنجائش نہیں اور ایسا مباغہ جو حدود جھوٹ میں شامل ہو وہ بھی جائز نہیں تشبیہ و استعارہ کلام میں استعمال کر دیا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

مولانا محمد یوسف بنوری کے خیال میں "مباغہ اگر حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کرے تو گنجائش ہے وہ مباغہ جو کفر و شرک اور مزہج جھوٹ پر مشتمل ہو کسی حال میں درست نہیں ہے۔

مولانا محمد گوندہ لوی کی رائے میں مباغہ ایسا جائز نہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام نبوت اور مقام رسالت سے اٹھا کر الوہیت کی حدود میں داخل کر دیں اس طرح کرنا ناجائز ہے باقی مقام رسالت کے اندر ہر قسم کی تلافیف جائز ہے۔

مولانا محمد چرخ کے بقول شعر کی بنیاد ہی مباغہ پر ہے اس لئے شعر میں مباغہ کی گنجائش ہوتی ہے بشرطیکہ کسی نص قطعی یا عقل کے خلاف نہ ہو نعت نبوی میں بھی اس حد تک جائز اور مدلل ہے۔

مولانا مودودی نے نعت میں مباغہ کے جواز اور عدم جواز کی حدود کو مثالوں سے واضح کیا ہے وہ کہتے ہیں "صرف نعت ہی نہیں ہر طرح کے کلام میں مباغہ صرف اس حد تک جائز ہے کہ اس کے پیچھے یا اس کے نیچے اصل حقیقت بالکل چھپ کر یاد کرنے والے بلکہ سامع و قاری یا سنی سمجھ لے کہ حقیقت نص لامری کیا ہے جسے مباغہ کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے مثال کے طور پر یہ شعر ہے

معہ حسن یوسف، دم عیسیٰ، یدِ بیضا داری آنچہ خریاں چہ دارند تو تنہا داری

اس شعر کے پہلے مصرعہ میں مباغہ تو ہے لیکن دوسرے مصرعہ نے واضح کر دیا ہے کہ مقصود کلام یہ ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات و صفات جامعیت اور ہمہ گیری تھی دوسرا شعر یہ ہے۔

سے کیا شان احمدی کا چین میں ظہور ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمدؐ کا نور ہے۔

اس شعر میں ایسا مباغہ ہے جس کی اجازت ذات باری کی شان و صدائیت و ملائیت نہیں دیتی اور اس کے دائرے شرک سے جاتے ہیں۔

اس ضمن میں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ نعت ایک ایسے ممدوح کی مدح ہے جس کی بارگاہ میں مباغہ قربت ممدوح

۱۔ ماہنامہ "حدث" لاہور، وصول مقبول نمبر، ص ۲۰۹

۲۔ ماہنامہ "حدث" لاہور، وصول مقبول نمبر، ص ۲۰۹

۳۔ ماہنامہ "حدث" لاہور، وصول مقبول نمبر، ص ۲۰۹

۴۔ ماہنامہ "حدث" لاہور، وصول مقبول نمبر، ص ۲۰۹

کا وسیلہ نہیں بن سکتا اور نہ یہاں اس بیان کو باریابی حاصل ہے جو صادق البیانی کی ترجمانی سے محروم ہے پھر صدق و صفا کی زندگی کو سمجھنے کے لئے صدق و صفا کی حقیقت اور اس کی کیفیت کو قلب و نظر میں بسائے بغیر کام نہیں چلتا ہے اس لئے نعت گو شاعر کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسری اصنافِ سخن سے نعت کو یکسر مختلف سمجھے اور تخلیقِ نعت کے مدارج میں تخیل کی پرواز کو شرعی حدود و قیود کے اندر رکھے اور حقیقتِ محمدی کے بیان میں عقائد کی تفصیلات اور جزئیات تک کی صحت کا خیال رکھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو پیش نظر رکھے آپ سے محبت کے باب میں شفتی کی بجائے شیفگی اور شوریدگی کی بجائے سپردگی کا مظاہرہ کرے اور آپ کے ذکر میں جوش کے ساتھ جوش کو بھی ملحوظ رکھے۔

۵۔ متفرق لوازمات

مذکورہ بالا لوازمات کے ساتھ نعت کے بعض ناقدین اور نعت گو شعرا نے اپنی تحریروں میں معیاری نعت نگاری کے کچھ اور تقنیات کا بھی نشان دہی کی ان میں شاعر کے لئے عقیدت کے ساتھ سیرتِ طیبہ پر گہری نظر سے تعلیماتِ رسالت سے قلبی تعلق اور ذاتِ رسالت و پیغمبر رسالت سے دل بستگی بلکہ دلہانہ شیفگی کے مقصدِ بحث سے آگاہی شور مقامِ رسالت دینی امور و مسائل سے واقفیت کے دینی بصیرت بلکہ عہدِ رسالت کی تاریخ سے بھی کما حقہ بہرہ ور ہونا ضروری ہے اس کے علاوہ تزکیۂ باطن قلب و نظر کی پاکیزگی روح کی مہارت خیال و عقیدہ کی پختگی اور دل و نظر کی سمائی سے نیز جذبات کی صحت و صداقت کے ساتھ نعت کے لوازمات میں سے ہیں۔ موصوف کی اہمیت اور پیش کش میں احترام کے ساتھ شاعر کا زبان و فن پر عبور نیز ادبی نزاد یہ نظر سے شاعر کی ذہنی اور تخلیقی صلاحیت کے کی کار فرمائی کے بغیر بھی اچھی نعت کا تصور نہیں کیا جاسکتا نعت میں کیف و تاثیر کے لئے مزاج کے داخلی رکھ رکھاؤ اور دل و دماغ کی بیداری سے کی بھی ضرورت ہے خالی قادر الکلامی سے بھی اچھی نعت نہیں کہی جاسکتی نعت میں حقیقی کیف اور لطافت اس وقت پیدا ہوگی جب شاعر لوازماتِ فنِ نعت سے نہ صرف آگاہ ہو بلکہ یہ اس کے تخلیقی مزاج میں رچ بس جائیں بقول مجید امجد حقیقتِ رسالت عظمت کے اور اک کمال اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذباتِ صادق سے بہرہ مند ہونا اور شاعر کے لئے اس جذبہ (عشقِ رسول) کو اپنے اعمال اور تصورات پر جاری کرنا نعت گوئی کی ضروری شرط ہیں ان کی نظر میں عشقِ رسول کا جذبہ روحِ نعت ہے اور مقامِ مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سچا ادراک جانِ نعت ہے دونوں صفات ایک ہی جلوے کا پرتو ہیں اور یہ صفات جب آئینہ شعر میں منعکس ہوں گی تو نعت اس رتبہ کو پہنچ سکے گی جو اس کا مقصود ہے۔ فنِ شعر کے لحاظ سے اس کمال کے لئے کمالِ سخن دردی اور نفسِ مضمون کے لحاظ سے اس کے لئے کمالِ آگہی و درکار ہے اور پھر ان دونوں چیزوں کو جلا جس چیز سے ملتی ہے وہ عشق کا سردی جذبہ ہے جو غفلتوں کو تبلیغات سے بھر دیتا ہے اور سمائی میں رعیتیں سمودیتا ہے یوں نعت ایک مقدس آرائش

۱۔ اردو کی نعتیہ شاعری و سید اشفاق احمد ص ۵۵ ۲۔ شائع سدرہ عبد الکریم شرمہ

۳۔ غیر البشر کے حضور (مناجی) شاعر کاظم غلام حسین ذوالفقار (ابنِ زائے طہوری) (محمد علی طہوری) دیباچہ جزیرہ حاصل پوری ص ۵۵

۴۔ شائع سدرہ عبد الکریم شرمہ ۵۔ مدنی عثمان (عثمان احمد قاسمی) ص ۵۵ دیباچہ معین ندوی

۶۔ آجنگ حجاز و چہرہ ی فصل میں ص ۱۱۱ دیباچہ منیر جعفری ۷۔ درختِ کاکہ ذکر کک (راجا رشید محمود) ص ۱۲۱ ناشر دیباچہ مرزا منور

ہے بیان عقیدت کی رود سے جو ہر ایمان کی آزمائش اور غایتِ غایات کی جستجو کے ضمن میں قوت اور پاک کا اعلان، نعت گو کی فکر لا محدود کی حدی متعین نہیں ہیں۔ وہ قدم قدم پر نقوشِ قرآنی کا پابند ہے اس کا ہر لفظ سرشارِ احترام ہے اسی جہاں عقیدہ کی قدغن یہ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق ہو اور احترام کا تقاضا یہ کہ ہر مرتبہ رستا کی حقیقی سطح پر فائز ہو جب تک زمان و مکان کے رموز جس طرح کہ وہ کلامِ الہی سے منکشف ہیں اس کی نگاہ میں نہ ہوں اس کا بیان ناقص اور اظہارِ نامناسب ہے نعت ان ذی فضیلت لوگوں کا منصب ہے جن کی عمر عزیز معانی قرآن کو پرکھنے اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے میں صرف ہوئی ہو اور جو اس روحانی سفر کے دوران پیش آنے والے مقامات کو شعری اظہار کی منزلوں تک پہنچا سکیں مجید امجد کے یہ خیالات (جو ایک فطرتی مجموعہ میں دیباچہ کی حیثیت میں شائع ہوئے) صنفِ نعت کے لوازمات اور مقتضیات کے ضمن میں اب تک اس موضوع پر کی گئی گفتگو کا ماحصل ہیں۔ مجید امجد کی رائے اس صنف کے تنقیدی جائزہ تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کی تخلیق میں پیش آنے والے ان مشکلات کو بھی محیط ہے جس کا اندازہ ایک حساس اور ذمہ دار شاعر ہی کر سکتا ہے حقیقی اور معیاری نعت گوئی ہر شاعر کے بس کی بات نہیں اسے لوازمات کے سبب نعت نہایت وسیع اور وسیع صنفِ سخن ہے نعت لکھتے وقت شاعر کو عقیدت و ارادت کے نازک مقامات اور محسوسات کی حسی لطیف سطحوں سے گزرنا پڑتا ہے وہاں عام روش کی شعر گوئی کام نہیں آتی شاعر کا کمال فن اور انفعال کا سلسلہ اپنی تمام اثر اندازیوں کے باوجود حضور اکرم کی توصیف کے مقام پر آکر عاجز ہو جاتا ہے مرزا غالب کی نارسا نعت کا یہ مشہور مقطع نعت گوئی میں شاعرانہ صلاحیتوں کے اسی عجز کا اعتراف ہے۔

مرزا غالب شاعرِ خواجہ برینہ داں گزشتہ شیعہ
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دان محمد امت ہے

بیشی تنوع

جیسا کہ پہلے نشان دہی کی جا چکی ہے نعت کا تعلق صرف موضوع سے ہے کسی مخصوص ہیئت سے نہیں۔ اس میں پابندی صرف اس صنف کے داخلی پہلو یعنی مواد اور موضوع کی کی جاتی ہے اور اس کے مضامین حضور اکرم سے عقیدت و محبت، ان کی سیرت مبارکہ کا تذکار اور انی نوع انسان پر ان کے فیوضِ احسانات کے ذکر سے متعلق ہوتے ہیں موضوع کی پابندی اور التزام ہی دراصل نعت کہلاتا ہے پیرایہ اظہار کچھ بھی ہو موضوع کا یہ تعلق ان نسبت برقرار رہنی چاہیے کہ اس نسبت گرامی کی عدم موجودگی سے نعت، نعت نہیں رہے گی۔ جہاں تک نعت کے خارجی پہلو کا تعلق ہے اس کے لئے کسی بیشی ڈھانچے کی ضرورت نہیں اس کے لئے زبان و ادب کے کسی پیرایہ اظہار طرز بیان اور ہیئت کو اختیار کیا جاسکتا ہے اگرچہ عام طور پر نعت سے مراد حضور اکرم کی منظوم مدح ہی ہوتی ہے اور مزید مفہوم میں اس کا تعلق نثر ہی سے ہے لیکن اصولی طور پر اس امر کی پابندی نہیں لگائی جاسکتی کہ نعت لازماً نظم ہی میں لکھی جائے گی۔ نعت خطاب اور شری میں ہو سکتی ہے اسی سبب نعت کے ناقدین اور مرتبین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و تائید میں سبکے جانے والے معنی

لے بامِ مرش و سیدِ مظلوم و محبوب، ص ۷۷

سے غریباتِ غالب (فارسی)، (مرزا غالب) ص ۷۷ (مرتبہ وزیر الحسن عابدی)

خطابہ جملوں اور نثریادوں کو بھی نعت ہی میں شمار کیا ہے اس ضمن میں شاہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ کا خطبہ اور امام معبد کی زبان سے حضور اکرم کے علیہ مبارک کا بیان قابل ذکر ہیں۔

خطابہ نعت پاروں کے علاوہ نثر میں بھی دو طرح کے مضامین نظر آتے ہیں ایک کو نثر کی کتابوں (داستانوں) تذکرہ اور دینی و مذہبی رسالوں کے آغاز میں حمد کے بعد نعت کے التزام کے نتیجے میں لکھی جانے والی نعتیہ نثر شامل ہے جسے بعض اوقات مصنف اپنے طور پر بھی نعت کا نام دیتے ہیں مثلاً حیدر بخش حیدرزئی کل معفرت کے آغاز میں (حمد کے بعد) نعت کے عنوان سے رقم طراز ہیں: "نعت ہے اُس رسول مقبول کی جس کو حق تعالیٰ نے اپنے نور خاص سے پیدا کیا کہ وہ ہر دم گمراہوں گناہ گاروں کا شافع در نہما ہو رحمت خدا کی نازل ہو جو اس پر اُس کی آل پاک و وحی برحق پر نہ نثری نعت کی اس روایت کا التزام عموماً دہائی اور اردو نثر کی کم و بیش تمام کلاسیکی کتابوں میں نظر آتا ہے۔ آجکل بھی نثری ادب کی کتابوں کے سوا) دینی مذہبی اور علمی کتابوں کے آغاز میں اس التزام کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔

نثری نعت کی دوسری قسم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنائیں لکھے گئے وہ نثر پارے ہیں جنہیں ان کے مصنفین نے نعت کے عنوان سے تو نہیں مگر ان کی بعض داخلی خصوصیات اور نعتیہ خوبیوں کے سبب بعض مرتبین و ناقدین نعت نے انہیں اپنے طور پر منتخب کر کے نعت کا مقام مرتبہ اور نام دے دیا ہے اس ضمن میں کتب سجادہ اور صحائف آسمانی میں سے وہ مقامات جن کا تعلق آنحضرت کے بارے میں پیش گوئیوں اور مبشرات سے ہے خاص طور پر قابل ذکر ہیں کہ سیرت و نعت کی کئی کتابوں میں ایسے نثریہ کلمات کو جدا گانہ طور پر نعت کے عنوان سے نقل کیا گیا ہے اسی طرح مولانا شبلی نعمانی کی سیرت ابنی کا وہ حصہ جو نظم و نثر کی دونوں قسموں کی مدح و ثنائیں کی دلائل و براہین کا بیان ہے قابل ذکر ہے بعض مرتبین نعت نے آنحضرت کی سوانح و سیرت میں لکھے جانے والے سی انداز کے بعض اعلیٰ حصوں خصوصاً جن میں شعری محاسن کے سبب نعت کا قریباً موجود ہو گا وہ بھی نعت شمار کیا ہے۔

نعت نگاری کا ایک انداز وہ ہے جہاں نثر و نظم میں مل جلی نعتوں کے نمونے ملتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نثر کی بعض کتابوں کے آغاز میں مضامین نعت کے اظہار کے لئے کہیں نثر اور کہیں نظم کا پیرائہ اظہار اختیار کیا گیا مثلاً میر شیر علی انوسؒ آئینش محفل کے شروع میں حمد کے تین شعروں کے بعد نعت کی طرف توجہ رجوع کرتے ہیں۔

ہے اب نعتِ پیئر کی مجھے فکر کہ بہتر اس سے کوئی اب نہیں ذکر
محمد نام ہے اُس پشوا کا خلاصہ ہے وہ سارے انبیاء کا

زہے نصیب کہ ہم اُس کی است بروئے اب و قد غنہ مشکات عشر کا مطلقاً نہ رہا اور خوفِ حساب کتاب کا ایک نعت دل سے اُٹھ گیا
ابیات۔ سے کہے اب گناہوں کا ہے اپنے غم کہ اپنا بنی ہے، شفیقِ اعم

لہ بوالہ ارغمانِ نعت (مرتبہ شفیق ربیوی) ص ۱۱۱

لہ سیرت النبیؐ (علاقہ سیدیہ سلیمان ندوی)

لہ مثلاً غزل الغزلات، عہدِ مہریم باب پنجم آیت ۱۲۱۰ میں شہادتِ سلیمان لافطہ ہوں شہ آئینش محفل (میر شیر علی انوس) ص ۱۱۱

نہیں اک ذرا ترس سننا ہر جیم کہ حامی ہے پٹ رسول کریمؐ

نظم و نثر کا یہ امتزاج نعت کے جداگانہ اسلوب کا حامل ہے عربی فارسی اور اردو کے کلاسیکی نثری ادب میں ایسے بے شمار نمونے مل جاتے ہیں۔ جہاں مرتبین و مصنفین نے نثر و نظم کے ملے جلے انداز میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت تحریر کی ہے۔

خطبہ نعت، نثری نعت اور نثری نعت کے بعد ہم اپنے اصل موضوع یعنی شعر و شاعری و اصنافِ نظم کے حوالے سے نعت کا جائزہ دیتے ہیں۔ نعت کا موضوع شاعری کی کسی ایک صنف سے مخصوص نہیں حضور اکرمؐ کی توصیف اور ان کی سیرت کا تذکار شاعری کی کسی بھی صنف اور ہیئت میں ہو سکتا ہے۔ نعت کے مضامین کو شاعروں نے کم و بیش تمام اصنافِ سخن میں قلم بند کیا ہے جو صنف شعر جس عہد میں زیادہ مقبول و مروج رہی ہے اس صنف کو نعت کے لئے بھی اسی اعتبار سے استعمال کیا گیا۔ غزل چونکہ ہماری شاعری کی مقبول ترین صنف ہے اور ہر دور میں اپنی داخلی خصوصیات اور ہیئت کے سبب پسندیدہ رہی ہے۔ لہذا نعت کے مضامین کے لئے بھی سب سے زیادہ غزل کی صنف ہی ستمل رہی ساجد لکھنوی کے بقول ابتدائے اردو شاعری سے اگر آپ بنظر فائز مطالعہ کریں تو آپ کو ۹۰٪ نعتیں غزل کے فارم میں ملیں گی۔

نعت کے موضوع کے لئے صنفِ غزل کی مقبولیت کا بڑا سبب تو یہ ہے کہ کم و بیش ہر شاعر اپنی شق و سخن کا آغاز غزل ہی سے کرتا ہے اور غزل کے مخصوص ماحول اور مخصوص مزاج کے زیر اثر دوسری اصنافِ شاعری سے زیادہ غزل کہنے کی طرف ہی میلان و رغبت رکھتا ہے دوسرے یہ کہ میلاد کی محفلوں اور مجلسوں میں ترنم سے پڑھنے کے لئے غزل کی ہیئت ہی موزوں ہے اسی طرح توالی اور سماع کے لئے غزل کی ہیئت سے بہت کوئی دوسری ہیئت نہیں۔ سماع میں جو اثرات اور دید کی کیفیات سامع پر طاری ہونا چاہئیں وہ غزل کی ہیئت ہی خوبی و قافیہ و ردیف کی تکرار وغیرہ سے بہتر طور پر اور کامیابی سے پیدا ہوتی ہیں۔ نعت میں غزل کی ہیئت کو ان شاعروں نے خاص طور پر برتا جنہوں نے نعت کے جداگانہ دیوان مرتب کئے اور دیوان کی ترتیب و تشکیل کے لئے کثرت سے غزل کی ہیئت میں نعتیں لکھیں۔ نعتیہ شاعروں و خصوصاً طرحی شاعروں کے سبب بھی اس موضوع کے لئے صنفِ غزل کے استعمال کا دائرہ وسیع ہوا۔

غزل کے ساتھ نعتیہ مضامین کے نگاہار کے لئے دوسری مقبول صنف جو دراصل غزل ہی کی مانند ہے۔ جیتی اعتبار سے قصیدہ ہے یہ صنف چونکہ مدح و توصیف سے متعلق ہے لہذا قصیدے میں بھی نعت گوئی کی ایک طویل روایت موجود ہے غزل نعت کا تو قریباً سارا سرمایہ ہی قصیدہ پر مشتمل ہے محدود چند نعتوں کے جو قصیدہ کی ہیئت سے باہر نکلی گئیں۔ فارسی نعت کی تاریخ میں بھی نعتیہ قصائد کا ایک وسیع اور اہم حصہ ہے۔ عربی فارسی سے یہ روایت اردو میں منتقل ہوئی اور جیسا کہ ہم اردو نعت کی تاریخ کا عہد بہ عہد جائزہ لیں گے اردو اردو کے نعتیہ قصائد اور اس کے ارتقاء و تاریخ کا بھی آئندہ ابواب میں مطالعہ کریں گے۔

نعتیہ مضامین کے لئے قصیدے کی صنف کا بڑا سبب اس میں مدحت طرازی کا غالب عنصر ہے اس کے علاوہ دوسری خصوصیات جو قصیدہ کا لازم ہیں مثلاً شوکت الفاظ، اظہارِ علم و فضل، علوئے خیال، زبرد بیان، طعنا و تراکیب، معنوں آفرین، بلند پروازی خیال اور شاعرانہ لہجہ وغیرہ جن کے باعث بھی قصیدہ کی صنف نعت گوئی کے لئے مستعمل رہی اگرچہ عصر جدید کے بعد نعت کے لئے قصیدہ کا چلن تدریج

کم ہوتا گیا مگر ایک خاص طور تک شاعروں نے قصیدے میں اپنی ذہن کی رسائیاں ضرور دکھائیں اور پھر پورا انداز میں اپنی فنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔

عصر حاضر میں قصیدہ کی طرف رجحان میں کمی کا احساس ان طویل نعتیہ منظومات کے سبب اور یہ بھی ہے جو غزل و قصیدہ ہی کی ہیئت میں ہیں۔ اگرچہ انہیں قصیدے کے تمام لوازمات فن اور اجزائے ترکیبی کی عدم موجودگی کے سبب بعینہ قصیدہ کا متبادل قرار نہیں دیا جاسکتا تا کہ قصیدہ کی خارجی ہیئت کی پابندی اور بعض دوسری خوبیوں مثلاً رفعت خیال، شوکت، الفاظ مسلسل معنوں وغیرہ کے سبب ان میں قصیدہ کی مماثلت نظر آتی ہے سو کسی نہ کسی طرح صنف قصیدہ کے چہ تو آج کی نعت میں بھی نظر آ رہے ہیں۔

غزل و قصیدہ کے بعد نعتیہ مضامین کے لئے کثرت سے استہام ہونے والی صنف ثنوی ہے۔ ثنوی کی صنف اپنی مخصوص خوبیوں مثلاً قبضہ یا دقت کو تسلسل سے بیان کرنے پر شعر کے نئے جہ کا نہ توافیق و ردیف کی آزادی، مندرجات کے ربط اور فطری بہاد کو قائم رکھنے کی آسانی وغیرہ کے سبب طویل مضامین کے اظہار کے لئے نہایت مناسب خیال کی جاتی رہی اور نعت کے ابتدائی دور کا بڑا سرمایہ ثنوی ہی کی صورت میں تخلیق ہوا جیسا کہ ہم آئندہ ابواب میں دیکھتے ہیں کہ کوئی دور کے نورانی معراج نامے، مولود نامے اور وہ نعتیہ نظمیں ثنوی ہی کی ہیئت میں لکھی گئیں خصوصاً وہ طویل منظومات جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح کو موضوع بنایا ہے ثنوی ہی کی صنف میں ہیں۔

یہ صنف طویل نعتیہ مضامین کے بیان میں بعد کو بھی متحمل رہی حقیقتاً جاندھری کا ”شاہنامہ اسلام“ جس کا ایک اہم حصہ نعتیہ مضامین پر مشتمل ہے۔ ثنوی ہی کی ہیئت میں ہے۔ عصر حاضر میں بھی نعت گو شاعروں میں غزل کے بعد جو صنف سب سے زیادہ مقبول ہے وہ ثنوی ہی ہے حضور اکرم کی سیرت و سوانح، غزوات و معجزات، ولادت و وفات اور دوسرے نعتیہ موضوعات پر مشتمل ثنویوں کے علاوہ وہ ثنویاں جو نعت سے متعلق نہیں ان کے گہار میں بھی جزوی طور پر نعت کے کچھ شعرا لگے ہیں اگرچہ ایسے اشعار کا غالب حصہ رسمی انداز کا ہے پھر بھی ثنوی میں نعت یا نعتیہ عناصر کے ذیل میں ان کا ذکر ضروری ہے۔

غزل، قصیدہ اور ثنوی کے ساتھ نعتیہ مضامین کے لئے اردو شاعری کی دوسری اصناف کو بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے اگرچہ تعداد کے حساب سے دوسری ہیئتوں کا استعمال غزل و ثنوی کی نسبت سے کم ہے مگر نعت کے میدان میں اپنی شعری خصوصیات اور تجربات کے مطابق شاعروں نے رباعی، قطع، مستزاد ترکیب، بند، ترجیع بند، مثنیٰ، مسدس، محسن، مزلج، شمس، فردیات وغیرہ کی ہیئتوں کو استعمال کیا ہے اسی طرح مرثیہ، سلام، سہرا، نوری جن کا تعلق ہیئتوں کی بجائے شاعری کے مخصوص داخلی اسباب سے ہے ان میں بھی نعت کا دافتر ذخیرہ ملتا ہے مرثیہ کی تکنیک آپ کی وفات کے ذکر میں استعمال ہوئی اور سلام کا انداز آپ پر درود و سلام بھیجنے کے لئے سہرا اور لہریوں میں نعت کے نمونہ اور کے میلاد ناموں میں جایا نظر آتے ہیں اور تو اور رنجش کے انداز میں بھی آپ کی مدح و توصیف مل جاتی ہے۔

۱۔ مثلاً عبد العزیز خالد کی طویل نعتیہ منظومات ”نارِ قلیطہ“ اور ”نہما“ جو غزل و قصیدہ کی خارجی ہیئت میں ہیں۔

۲۔ ملاحظہ ہو معنوں ”اردو کے قدیم اور نعت گوئی“ افسر صدیقی، بحوالہ ”سیارہ“ ڈائجسٹ، رسول نمبر ۱

۳۔ مثلاً ”ہشت بہشت“ مولانا محمد باقر آگاہ

وہ اصناف شعر جن کا تعلق بحیثیت کی بجائے موضوع سے ہے ان میں سے ایک مجھ ہے جس کے مناصد ایک قرینے کے ساتھ مصابہ کرام کی نعت گوئی میں خصوصیت کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ نعت کے محرکات میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔ نعت کا ایک خوب نفاذ نگہ کی بنگرگی، دریدہ دہنی کا جو ب دینا بھی تھا چنانچہ اس سنانی جہاد میں مصابہ کرام نے نفاذ کی خدمت اور ان کی ہجو کے رد میں اپنی شعریں مسلماتیوں کا حصہ بنا کر استعمال کیا۔ کتب سیر و منازری ملے میں مصابہ کرام کی بے شمار منظومات اس انداز کی ملتی ہیں جہاں ایک طرف تو کفار کو نغزو کر رہی ماحول دے ان کی شدید خدمت کی گئی ہے اور دوسری طرف اسلام اور پیغمبر اسلام کی صفات کا ذکر کر کے ان سے نسبت و تعلق پر فخر کیا گیا ہے نعت کے در اول کے ان ابتدائی نمونوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے ساتھ کفار کی ہجو بھی نمایاں ہیں۔

علاوہ ان میں نعت پر ہندوستانی اثرات کے سبب بعض شاعر بھی گیت، راگ اور دو حصے کی ہئیت اور انداز کو بھی نعت کے لئے مستعمل کیا جدید دور میں جب انگریزی شاعری کے زیر اثر اردو شاعری نئی نئی ہئیتوں سے آشنا ہوئی تو نعت کے اظہار کرنے کے لئے مائیک، نظم، معراج، آزاد، نظم اور شری نظم کے پیرے بھی استعمال میں آئے اسی طرح جدید دور میں طویل نظم شکاری (CANTO) کا جہان رجحان ایک اعتبار سے پرانی منظوم داستان اور شہودیوں ہی کا ایک جدید انداز ہے، شروع ہوا تو نعت گو شعراء میں بھی طویل نعت لکھنے کا رواج پڑا۔ عصر حاضر کی طویل نعتیہ نظموں میں مشر رسول بنگری کی فخر کوثر، مہدی نظم کی رحیل نظر اور احسان دانش کی دارین قابل ذکر ہیں۔ یہ سہ س کی ہئیت میں ہیں اور ان میں سے فخر کوثر کوثر سب سے زیادہ طویل ہے یہ نظم عین ضخیم حصوں پر مشتمل ہے۔

عبدالعزیز خالد کی قار قلیط اور مضمین غزل کی ہئیت میں طویل نعتیں ہیں۔ حقیق حنفی کی کتاب صد صلۃ الجوس ایک طویل نعت ہے جو بیک وقت پائیدار معرئی اور آزاد نظم کی ہئیت اور تکنیک میں نکلی گئی ہے۔

علامہ گفتگو یہ ہے کہ نعت کا موضوع کسی ایک صنف، ہئیت یا خاص شعری انداز سے مخصوص نہیں نعت کی فضا میں اگر ہر صنف اور ہئیت اور شعر و شاعری کے مختلف اسالیب نعت، آشنا ہو گئے ہیں۔ نعت کے موضوع نے اپنے اظہار کے لئے ہر صنف سخن کی خوبیوں اور خصوصیات سے فائدہ اٹھایا ہے بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہے کہ نعت گو شعراء نے شاعری کی مروجہ اصناف، مستعمل ہئیتوں اور تنوع اسالیب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر و تذکار اور توصیف و مدح سے مشرف کر کے اسے نعت کی صنف کے وسیع تر دائرے میں شامل کر دیا ہے۔ وسیع تر ہوتے اس نے کہ نعت کے موضوع میں پوشیدہ اسکانات اتنے قوی لا محدود اور مؤثر ہیں کہ مستقبل میں شعری تجربوں کے نتیجہ میں سامنے آنے والے نئی مثیلی اصناف اور اسالیب سب ایک قرینے اور شائستگی کے ساتھ اس وسیع تر دائرے کا حصہ بنتے جائیں گے۔

نعت کی قسمیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکار و مدح میں لکھے گئے آہستہ نعت کو اگر نظر فرما دیکھا جائے اور اس صنف کا اس کے تخلیقی پس منظر اور محرکات کے حوالے سے حقیقی تجزیہ کیا جائے تو اس کی دو واضح قسمیں نظر آتی ہیں ایک یہی نعت اور دوسری حقیقی نعت۔ ان دو

قسموں کے علاوہ موضوع پیش کش مقصد تخلیق اور زبانی اعتبار سے نعت کے مختلف انداز اور اسلوب ہیں جنہیں نعت کی قسموں کی بجائے اس کے مختلف انداز اور اسلوب کہنا زیادہ موضوع ہوگا۔

رسمی نعت

رسمی نعت کے ذیل میں وہ نعت آتی ہے جو محض ایک شعری روایت کے طور پر لکھی گئی ہو مگر اپنے دواوین کی ترتیب اور شہنوی یا منظوم داستان کا آغاز حمد نعت سے کرتے ہیں سو اس شعری روایت اور رسم کے التزام کو یہ قرار رکھنے کے لئے کم و بیش ہر شاعر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں دو چار شعر ضرور کہے ہیں۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں نے بھی اس رسم کی مطابقت میں اپنے دواوین شہنیوں اور شعری مجموعوں کے آغاز میں نعت کے موضوع پر ایک نظم پارہ یا چند نعتیہ اشعار لکھ کر اس روایت کو قائم رکھا ہے۔ قدیم زمانے میں تو اس روایت کو نبھانے کا التزام تھا ہی۔ عصر حاضر کے شعراء کے ان بھی کہیں اس کا نو ذہن نظر آتا ہے۔ اس التزام میں دراصل حصول ثواب اور برکت کا وہ تصور شامل ہے جسے تخلیق نعت میں ایک محرک کی حیثیت حاصل ہے اس ضمن میں ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے اربعین نبوی اور سند انفرادی و ملی سے یہ حدیث درج کی ہے کہ ہر ہستم با نشان کام جو اللہ کی تعریف اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے ساتھ شروع کیا نہ جائے تو وہ ناقص اور ہر برکت سے مبرا ہو اور محروم ہے اور اس حدیث کے حوالے سے کہا ہے کہ اس نے شروع نظم تحریر و تقریر کے مقدمات میں نعت کو لازم قرار دے دیا اور اسی طرح وہ بے پائندی عائد کر دی۔

مذکور بالا حدیث کی سند اگرچہ ضعیف ہے (اور اس کی نشاندہی خود ڈاکٹر اشفاق نے بھی کر دی ہے) لیکن مسلمانوں کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابہانہ محبت اور شفیقتی کے سبب اسلامی معاشرت و تمدن، مذہب و ثقافت اور ادب و تحریروں اسی حدیث کے نصوص مضمون کی پابندی کی ایک طویل اور مستقل روایت موجود ہے خطبات و تقاریر کے علاوہ مسلمانوں کی علمی و دینی و فقہی و مذہبی معاشرتی سماجی تاریخی ادبی شعری نگارشات و کتب سے لے کر سائنسی اور طبی کتب تک میں آغاز تحریر و ہستم شد الرحمن الرحیم کے ساتھ حمد نعت و نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم کے مضمون نے ایسی رسم اور روایت کی حیثیت اختیار کر لی جس کے ساتھ ثواب اور برکت کا تصور و تاثر بھی شامل ہو گیا اور جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر زندگی میں ایک بار درود بھیجا واجب ہے اسی طرح ہر شاعر اور شاعر کے لئے فرض رہا ہے کہ حمد و نعت کو شروع یا نظم کے ساتھ شامل کرے۔ ہر ہستم با نشان امر کو حمد اور نعت کے بعد شروع کرنے کا حکم ہے اور بصورت دیگر کلام کو برکت سے محروم قرار دیا گیا ہے یہی وجہ ہے کہ رسمی اور اعتقادی طور پر نعت شعراء کے کلام میں ضرور شامل ہو گئی ہے۔

نعت کے اساسی محرکات میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا جذبہ ادویت کا حامل ہے اس لئے جہاں تک اس

جذبہ کی صداقت اور نعت میں اس کے اظہار کا تعلق ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایسے نعتیہ کلام کی تخلیق بے پند میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا جذبہ موجود نہیں، یقیناً موجود ہے مگر اس جذبہ کا اظہار محض ایک عقیدہ کی بنیاد پر ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ہم اردو کے موجودہ سرمایہ نعت کا پائڑہ دیکھتے ہیں تو یہ پلتا ہے کہ رسمی انداز میں کثیر تعداد میں نعتیں لکھی گئی ہیں، لیکن یہ کہ اس سے نعت والوں نے انہیں محض حصولِ ثواب و برکت اور درستی عقیدہ کی بنا پر حمد کے ساتھ تمیہ یا بطور تبرک لکھا ہے لہذا ان کی حقیقت محض ایک رسم کی رہ گئی ہے اور ان کے اندر وہ کیف نہیں جو حقیقی نعت کی جان ہے۔

حقیقی نعت

رسمی نعت کے برعکس نعت کی دوسری قسم حقیقی نعت ہے حقیقی نعت کا اطلاق نعتیہ ادب کے اس مینار پر ہوتا ہے جس کے پلکے دامن نعت کو ایک ادبی صنف سخن کے طور پر نہ صرف مقبول کی بلکہ اس کے لوازمات فن اور فنی نزاکتوں کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے گہرے شغف اور توجہ اور جذب و انہماک سے اسے ایک ادبی و فنی معیار عطا کرنے کی ہنجیہ کوشش کی۔ حقیقی نعت میں بھی اگرچہ حصولِ ثواب کا تصور شاعر کی تخلیق کے پس منظر میں ایک ہم محرک کی حیثیت سے کارفرما ہوتا ہے مگر اس کی بنیاد کا اظہار ایک عقیدہ اور رسم کے طور پر نہیں ہوتا حقیقی نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و تعلیمات غزوات و معجزات، عادات اور خصائل مبارکہ کا ذکر جزوی اور مصرعی انداز کی بجائے گہری دلچسپی اور وابستگی سے ملتا ہے نیز آنحضرت سے محبت کے ضمن میں بھی عقیدت نگاری بجائے جذب و مستی اور جوشِ محبت کا گہرا اور مؤثر اظہار نظر آتا ہے۔ جذب و کیف اور ذوق و شوق کے اسی جوہر کے سبب نعت کی یہ قسم اپنے اندر دلکشی اور تاثیر رکھتی ہے اور اس انداز کی نعتوں کو ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے جبکہ رسمی نعت کا ذکر زیادہ تر تاریخ و ادب کی کتابوں اور نعت کے سلسلے میں لکھے جانے والے نعتیہ مضامین میں ہی محدود رہتا ہے۔

نعت کو رسمی اظہار عقیدت کے روایتی انداز سے نکال کر ادبی اور فنی خصوصیات سے آشنا کرانے اور اسے بطور صنف ایک معیاری مقام عطا کرنے میں عمن کا کردار کا نام سرفہرست ہے۔ عمن پہلے معروف شاعر ہیں جنہوں نے اردو شاعری کی تاریخ میں حقیقی نعت گوئی کی ابتداء کی انہیں کے زیر اثر امیر مینائی نے اس تاثر کو آگے بڑھایا۔ عمن دامیر سے پہلے کا نعتیہ ادب زیادہ تر رسمی انداز کی نعت گوئی سے عبارت تھا اس اور عمن سرمایہ نعت میں بعض شعراء کے قصیدوں، مثنویوں یا غزلوں میں کہیں کہیں حقیقی نعت کی جھلک ضرور مل جاتی ہے مگر مجموعی طور پر عمن کا کردار ہی سے پہلے کسی شاعر کے ان حقیقی نعت کی وہ نفاذ نظر نہیں آتی جو عمن کے کلام کا خاصہ ہے اور جس میں امیر مینائی کے کیف نعت نے قابلِ قدر اضافہ کیا۔

عمن کا کردار ہی نے صحیح معنوں میں نعت کو ایک ادبی اسلوب اور فنی معیار عطا کیا اور مختلف اصنافِ سخن و قصیدہ، مثنوی، غزل وغیرہ میں حقیقی نعت کے ابتدائی بھروپ اور مؤثر نمونے پیش کئے۔ بقول ڈاکٹر فریدان فخری عمن نے دوسرے شعراء کی طرح نعت گوئی کو حدودی اور رسمی حدود پر نہیں بنایا بلکہ اسے پوری توجہ اور پورے شعور کے ساتھ فکر و فن کی جولانگاہ بنایا ہے۔ (بلاشبہ) اردو شاعری میں نعت گوئی کی روایت کو مستقل حیثیت دیئے، اس کے امکانات کو روشن کرنے اور شاعری کی بلند سطح تک پہنچانے میں جتنا اظہار عمن کا ہے۔

اور کسی کا نہیں لے

محسن ہی کے زیر اثر امیر مینائی نے آخری عمر میں نعت گوئی کی طرف خاص توجہ دی اور لب و لہجہ کی چاشنی فنی خوبیوں اور والہانہ پن سے حقیقی نعت گوئی کے پُر کیف نمونے پیش کئے نعت کی تاریخ و ارتقاء میں آگے چل کر یہی روایت مولانا الطاف حسین حالی، مولانا احمد رضا خان، بیدم دارفی، علامہ اقبال، طغر علی خان، بہزاد لکھنوی، حافظ مظہر الدین، حافظ لدھیانوی، عاصی کرمانی، حفیظ تائب، اور عصر حاضر کے دیگر بے شمار شاعروں کی نعت و دُستی اور اس صنف سے گہرے شغف و توجہ کے سبب مستحکم ہوئی اور یہ انہیں صاحبانِ نعت کا کمال ہے کہ عصر حاضر کے زیادہ تر نعت گو شعراء کے ہاں نعت کی تضارسی اور روایتی نہیں۔ تخلیقی اور حقیقی ہے۔

نعت کے مختلف انداز اور اسالیب

نعت کی دو بڑی قسمیں (رسمی اور حقیقی) کا اگر ان کے محرکات و مقاصد تخلیق، موضوعات، انداز کی پیش کش کا طریقہ، اندازانی اثرات کے حوالے سے تجزیہ کیا جائے تو نعت گوئی کے انداز کا تنوع اور اس کے اسالیب کی رنگارنگی کا پتہ چلتا ہے عربی انداز سے ہوتی ہوئی یہ صنف سخن اردو میں آئی اور اردو کی اصنافِ شعر میں ایک جداگانہ مقام حاصل کرنے میں اسے کئی صدیاں لگیں اپنے ارتقاء کے سفر میں نعت نے موضوع اور پیش کش کے کئی انداز اختیار کئے۔ کم و بیش موجودہ نعت میں ان سارے انداز و اسالیب کا سراغ ملتا ہے ان کا مطالعہ ایک اعتبار سے فنِ نعت گوئی کے مختلف پہلوؤں اور گوشوں کا مطالعہ ہے جو اس صنفِ سخن کی تفہیم کے لئے بہت ضروری ہے

صنفِ نعت میں نعت گو شعراء کے مزاج اور اندازِ طبع تخلیقی محرکات و مقاصد عصری ضروریات و اثرات کے تحت جو منفرد نمایاں انداز اور اسالیب نظر آتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

توصیفی اندازِ نعت

اس انداز کی نعتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و تعریف کا رجحان غالب ہو جاتا ہے اور آپؐ کی اطہارِ محبت و شینگل کا درجہ ثنائی ہے ہر خند کہ یہ خند ہر نعت کے پس منظر تخلیق میں جذبہ محرکہ کے طور پر موجود ہوتا ہے مگر یہاں اس جذبہ کے اظہار اور ان کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے

نعت کا یہ انداز حضور اکرم کی سیرتِ مبارکہ کی صفت و ثناء آپؐ کے جہاں ظاہری دیاہنی کی مدح آپؐ کے خلاق حمیدہ صداقت، امانت، سخاوت، حلم، حیاء، احسان، رحمت وغیرہ کی تعریف آپؐ کے معجزات کی شائش اور آپؐ کے پیغامِ نبوت و فیضانِ رسالت کی تعریف سے عبارت ہے اس انداز کی نعتوں میں آپؐ کے ان اسمائے مبارکہ کا جن کا ذکر قرآن مجید، احادیث نبوی اور کتب سابقہ میں آیا ہے کثرت سے استعمال ہوتا ہے اور آپؐ کی سیرتِ اقدس کے روشن واقعات آپؐ کی سیرت و کردار کے متنازع پہلوؤں اور بنی نوعِ انسان پر آپؐ کے احسانات

برکات کے حوالے سے آپ کی تعریف اور مدح کی جاتی ہے

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ تخلیقِ نعت کے پس منظر میں کارفرما محبتِ رسول کا جذبہ اس انداز کی نعتوں میں بین السطور رہتا ہے۔ اور اس پھر پور طریقے سے نعت کے پیکر میں متغلب نہیں ہوتا جس طرح آپ کی مدح و ثنا اور آپ کے سمائے صفات کا تذکار اظہارِ پذیر ہوتا ہے اس اندازِ نعت کی مثال میں مدرسِ عالی کے وہ نعتیہ شبائش کے برابر ہو سکتے ہیں جن میں عالمِ بشریت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوی فیرات ادا آپ کے احکامات و تعلیمات کا ذکر و توصیف آپ سے اظہارِ محبت اور بیانِ شفیقتگی کی مناسبت سے زیادہ ہے۔

۲۔ عشقیہ اندازِ نعت

توصیفی اندازِ نعت سے مختلف نعت کا ایک پسندیدہ اندازِ عشقِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلبہائے تجربات و واردات سے عبارت ہے۔ اس انداز کی نعتوں میں آپ کی مدح و توصیف پر آپ سے محبت و شفیقتگی کا جذبہ غالب رہتا ہے اور آپ کی تائش و ثنا سے زیادہ شاعر کی ذاتِ مبارکہ سے وابستہ جذبات و احساسات اور وارداتِ قلبی کا ذکر زیادہ ہوتا ہے۔

نعت کا یہ اندازِ جذب و شوق اور کیف و سرمستی میں ڈوبا ہوا نظر آتا ہے شاعر نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی دہانہ شفیقتگی کا اظہار کرتا ہے بلکہ آپ کے صبا کرام آپ کا زمانہ و معاشرت اور آپ کے تعلقات (بہ سن پسندہ و تعلیقِ مبارک وغیرہ) کا بھی محبت سے ذکر کرتا ہے۔ مسجدِ نبوی کی فضا، گنبدِ خضراء و روضہ مبارک کی جابیاں، مہاجر شریف پر درودِ اسلام کے پر کیف منظر کا احترام و عقیدت سے بیان کرتا ہے آپ کے شہرِ مدینہ منورہ کے دردِ دیوار، گلی کوچے، سنگ و لخت اور خار و خس کو دنیا جہان سے افضل بیان کرتا ہے خاکِ مدینہ کو اپنے لئے کھل بھر خیال کرتا ہے۔ اور اس شہر کے ماحول و فضا کو جنت سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔ سگانِ مدینہ سے اپنی سبت نکھرتے ہوئے بھی اس شہرِ مقدس و منور کی شان میں بے ادب خیال کر کے فضول ہوتا ہے۔

اس انداز کی نعت میں مدینے سے دوری کا احوال، روضہ رسول پر حاضر ہونے کا بے پایاں شوق، لوگوں کو روضہ رسول کی طرف جاتے ہوئے دیکھنا اپنی بے بسی کا ذکر و دربار رسول میں سر نہ کی تڑپ اور خواہش کا اظہار اور محبتِ رسول کے منظر اس طرح کے دوسرے احوالِ قلبی کا بیان ملتا ہے وارداتِ عشقِ رسول سے متعلقہ دلی جذبات کے پھر پور اظہار کے سبب اس انداز کی نعتوں کی فضا پر کیف اور مدح پر دوسرے ہوتا ہے اور پڑھنے والے پر ایک خاص تاثر چھوڑتی ہے۔

نماوی حیثیت میں تو نعت کا یہ انداز کم و بیش ہر تخلیقی نعت نگار کے لئے کسی نہ کسی قیدیہ و شکل میں نظر آتا ہے، مگر علامہ یوسفی مولانا جامی بیہم دارثی مولانا احمد رضا خان علامہ اقبال، ہزار گھنوی، حفیظ تائب اور حافظ مظہر الدین کی نعتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ انداز کافی نمایاں اور مؤثر طریقے سے اظہار میں متغلب ہوا ہے۔

۳۔ غزلیہ اندازِ نعت

اصنافِ شعر میں سے وہ صنف جس نے فارسی اور اردو کے شعراء کو سب سے زیادہ متاثر کیا ہے، غزل و غزل کے نثراتِ نعت

پر بھی پڑے یوں ایسا زور و اختصار و رموز و ایما اشارہ و کنایہ اور غزل کی دوسری خصوصیت نعت میں بھی در آئی ہے صورتاً و کلاماً صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے ذکر اور آپ کی توصیف کے بیان پر غزلیہ انداز کی گہری چھاپ نظر آتی ہے۔

غزلیہ انداز نعت میں نعت کے موضوع و منسب کے مقابلے میں لوازمات غزل کا التزام زیادہ نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس انداز کی نعتوں میں اسے نثر بھی مل جاتی ہے۔ یہ باتیں جنہیں اگر نعت کے عنوان سے پیش نہ کیا جائے تو ان پر نہ صرف غزل کا لگان یا کہ یقین ہوتا ہے ایسی نعتوں میں شاعر کا محرک اگرچہ نعت تخلیق کرنا ہی ہوتا ہے مگر غزل گوئی کی روایت سے ورنہ وائیلنگ اور غزل کے مزاج کی ایک مخصوص تربیت اور ان کے اثرات کے سبب اس طرح کی نعت پر تغزل کا رنگ چھا جاتا ہے۔ کسی کسی شعر میں نعتیہ مضامین تو ضرور نظر آتے ہیں مگر مجموعی طور پر فن پارے کی نشا نعت میں رچی بسی نظر نہیں آتی اس انداز نعت کی قسم میں اس شہر نعت کی مثال دی جاسکتی ہے خواہ میر خسرو کے نام سے منسوب ہے اور جس کا مطلع اور مقطع درج ذیل ہے۔

بہر سو در قص بپل بود شب جائے کہ من بودم
محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

سہمی داتم چہ منزل بود شب جائے کہ من دم
خدا خود میر محفل بود اندر لامکان خسرو

اس نعت کو تقریباً ہر مجموعہ نعت میں نعت کے عنوان سے منتخب کیا گیا ہے حالانکہ اس کی مجموعی نشا نعت کی نشا نہیں ملتی۔ یہ غزل نما نعت غزل کے معروف علامہ درموز اور تغزل کی باتوں کیفیت میں رچی بسی نظر آتی ہے اور سو فیہ انداز کی ایک خوبصورت غزل ہے مگر اس کے مقطع کے علاوہ اس میں نعت کا مفہوم اور ماحول کسی دوسرے شعر میں نظر نہیں آتا۔

اُردو نعت کی تاریخ میں غزلیہ انداز نعت کی سیکڑوں مثالیں ملتی ہیں نعتیہ درادین میں خاص طور پر غزل کے حرز و اسلوب میں کبھی کئی نعتوں کی کثرت نظر آتی ہے جن میں نعت کے کیف و اثر پر تغزل کا رنگ غزل کا مخصوص ذخیرہ الفاظ و علامہ درموز اور تغزل کی دوسری کیفیات غالب طور پر موجود ہیں

۴۔ مقصدی انداز نعت

نعت کی تخلیق و ترویج میں مقصدیت کے تصور نے اسے ایک مقصدی انداز سے روشناس کیا ہر زمانے کے نعت گو شعراء نے نعت کو اپنے زمانے کی ضروریات اور درپیش مسائل کے مطابق کسی نہ کسی مقصد کے حصول کے لئے استعمال کیا۔ اقبالؒ اسلام ہی سے نعت دفاع و پیغمبرؐ اور تبلیغ اسلام جیسے اعلیٰ مقاصد سے مناسک ہو گئی تھی دربار رسالت سے وابستہ شعراء نے اسے نہ صرف یہ کہ دشمنان اسلام کے خلاف ایک مؤثر ہتھیار کی حیثیت سے استعمال کیا بلکہ اس کے ذریعہ تبلیغ اسلام کا فریضہ سر انجام دیا۔ حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ نعت کے قبیلہ کی پہلی صف کے وہ سربراہ اور وہ شاعر ہیں جنہوں نے کفار کک کی اسلام دشمنی حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات آدمی کے بارے میں بد گوئی اور سب کے خلاف موہ چہ منبجالا۔ اپنے کلام کو غزوات کے موقع پر اسلامی لشکر کی فتوحات کا

ا۔ یہ غزل یا نعت میر خسرو کے کلیات میں نہیں ملتی اگرچہ سماعت میں کالی جانے والی غزلوں کے مجموعوں اور نعت کے انتخاب میں اسے میر خسرو کے نام سے نقل کیا جاتا ہے۔

احوان شہدائے اسلام کی بہادری اور ان کی موت پر ثنائی خیالات کا اظہار اسلام اور پیغمبر اسلام کی نفسیت و ترمز کا بیان اور قبول اسلام کے لیے آنے والے دُفود سے مبارزت طلبی جیسے اہم اہل اعلیٰ مقاصد کے حصول کا ذریعہ بتایا۔

عبید نبوی کے بعد عصر حاضر تک یہ صنف کسی نہ کسی ذاتی معاشرتی دلی اور آفاقی مقاصد کو حاصل کرتے کے لئے استعمال ہوئی اور ہر ہی جہ سے اس میں مقصدیت کی نوعیت و اُرداز کا تجزیہ کیا جائے تو اس کے درج ذیل چار پہلو سامنے آتے ہیں۔

۱۔ ذاتی مقاصد

یعنی شعراء کا اپنی تطہیر ذات اور پاکیزگی نفس کے لئے نعمت کی طرف رجوع کرنا، ان خصوصاً تصوف سے شغف و شہاد کا، مدد و مسلم کے ذریعہ حصول ثواب اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت و محبت کے اظہار کے حوالے سے آپ کی شفاعت طلبی کے ثبوت یا نشان ہونا۔

۲۔ معاشرتی مقاصد

نعت کے ذریعے مسلمانوں کی اصلاح، اسلامی تصور حیات کی نشرو اشاعت اور اسلام کی تبلیغ وغیرہ

۳۔ ملی مقاصد

نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تعبیروں اور پیغام محبت و اخوت کے حوالے سے مختلف رسائل، اہل جغرافیائی، گروہوں میں بٹی ہوئی امت مسلمہ میں اتحاد و یکجہلیت کی کوشش۔

۴۔ آفاقی مقاصد

ایک مثال انسان رہنا، قائد و محسن انسانیت کے حوالے سے مختلف اقوام عالم اور حتیٰ نوح انسان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آفاق گیر پیغام عالم موجودات پر آپ کے فیضان و برکات کے تذکار مبارک و شگفتہ خیر و امن کی کوشش وغیرہ۔

ذاتی اصلاح سے لے کر تبلیغ اسلام کی آفاق گیر مامی تک یہ تمام مقاصد نعت میں جس سیٹے سے پیش کئے گئے، اور کئے جاسکتے ہیں اس کی اعلیٰ ترین مثال کلام اقبال ہی میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کے کلام میں ہیں راہبانی شیعگی، دراصل ملی فنی ممان کے ساتھ نعت کے موضوعات بلند ہوئے ہیں وہ انتہی کا مختصر ہے، ان کے ہاں محامد محاس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپ ہی کی ذات والا صفات کے حوالے سے توحید، حفظ و یاس و یقین، پابندی ارکان اسلام، اعلیٰ کے لئے حق، امر بالمعروف نہی عن المنکر، علم و تقویٰ و نور پر ہے یا کہ تنقید سعی و عمل کی یقین مایوسی و ناامیدی کے خلاف جہاد، عید و شہیدان کے خلاف غزوہ جہاد کی تائید، اندام و ذات، غیرت و خود داری، سیرت و استقامت، ذکر و تذکرہ کا اتحاد کامل، لے وغیرہ کم و بیش ایسے تمام مقاصد

موضوعات ملتے ہیں جن کا تعلق فرد معاشرہ ملت اور بنی نوع انسان کی اصلاح سے ہے۔

۵۔ تاریخی اندازِ نعت

نعت کا ایک مقبول انداز تاریخی بھی ہے اس طرح کی نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح کا واقعاتی انداز میں ذکر کیا جاتا ہے اور آپ کی مدح کے ساتھ ساتھ نہ صرف آپ کی سیرت کے اہم واقعات بلکہ آپ کے زمانے میں عرب کی عمومی حالت کا ذکر معاشرت و تمدن کا احوال اشاعت اسلام کے سلسلے میں غزوات و فتوحات کا تذکرہ اور تاریخ اسلام کے دوسرے اہم واقعات و شخصیات کا بیان بھی ملتا ہے۔

دورِ جدید کے نعت گو شعرائے اس انداز کی نعت کی طرف خصوصیت سے توجہ دی پھیلتے ہوئے تاریخی و عمرانی شعور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سوانح کو مستندانذات کی روشنی اور تاریخی و عمرانی حوالوں سے پیش کرنے کی کوششیں ہوئیں اور یوں آپ کی تعلیمات و سیرت کو تاریخی پس منظر میں قلمبند کرنے کا رواج ہوا اگرچہ قدیم فقہی منظومات و نثر نامے، میلاد نامے، معراج نامے اور ذمات نامے وغیرہ کی پیش کش میں تاریخی کایہ پہونمایاں رہے اور آنحضرت کے کوائف و حالات کو واقعاتی انداز میں پیش کرنے کا میلان نظر آتا ہے مگر ان منظومات میں روایت و درایت اور صحت واقعہ کا وہ مہیا رہیں جو دورِ جدید کے تاریخی اندازِ نعت میں نظر آتا ہے۔

تاریخی انداز میں نعت گوئی کے میلان نے نعت کے موضوع کو وسعت سے ہمکنار کیا اللہ آپ کے اجزائے سیرت کو منظم اور مربوط شکل میں منظوم کے برعکس کو فروغ ملا۔ حفیظ جاندھری کے ”شاہنامہ اسلام“ محشر رسول مگری کی ”غز کوئین“ اور عبدالعزیز خالد کی ”فادہ لطیفہ سخنا“ میں اس انداز کے نعتیہ کلام کے نمونے بکثرت ملتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ واقعاتی انداز میں آپ کی سیرت و صفات کا تذکار تاریخی انداز میں آپ کی ہمہ گیر شخصیت کے بھرپور اظہار پر طویل فصول کی تخلیق اور منظوم سیرت نگاری کی طرف رجحان۔ اسی اندازِ نعت کا نتیجہ ہیں۔

۶۔ نعت میں استمداد و استغاثہ کا انداز

نعت کا ایک اہم اور مشہور انداز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اپنے حالات اور درپیش مسائل اور مصائب و آلام اور مشکلات کا اظہار کے اُن سے مدد و طلب کرنا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ اور استمداد اور آپ کے حضور فریاد اور مشکل کشائی اور عیش وادی کے لئے آپ کی بارگاہِ رحمت میں سوال آغازِ نعت ہی سے نعت کے اجزائے ترکیبی میں شامل رہا ہے ہر عہد ملک اور زبان کے شعرا و نئے نعت میں رفع مشکلات و استغاثہ امراض و حصول مقاصد اور مصائب و مسائل سے نجات حاصل کرنے کے لئے نیکو نین کے حضور اپنی عرضداشت پیش کی ہے۔

در اصل مصائب و آلام اور کرب و اندوہ کی حالت میں مسلمانوں کی نگاہِ رحمت و معائنہ ہی کی جانب اٹھتی ہے۔ اسے جب کوئی انفرادی یا اجتماعی غم کا سامنا ہوتا ہے وہ آپ ہی سے وادری کا طلبگار ہوتا ہے چونکہ اُس کے نزدیک دنیا و آخرت کا طیب و دماوی آپ ہی میں اس لئے وہ مصائب میں آپ ہی کو انجائے کرم اور تھنائے لطف کا مرکز و محور مانتا ہے اسے جب کوئی حاجت و پیش ہوتی ہے وہ آپ ہی سے رجوع کرتا ہے وہ شدتِ احوال سے یہ عکس کرتا ہے کہ کثرتِ آلام و مصائب میں آپ کی ذاتِ بابرکات ہی نجات دلا سکتی ہے اور آپ ہی ہر مشکل

مرحلے پر چارہ سازی فرما سکتے ہیں۔ انفرادی یا اجتماعی حاجت و مصیبت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ رحمت کے حصول کا پیرایہ حضور سے استغاثت کرنے، مدد لینے اور حاجت پوری کرنے کی استدعا کا یہ انداز کم و بیش ہر نعت گو شاعر کے کلام میں نظر آتا ہے۔ انفرادی نوعیت کی نعمتوں میں حضرت امام بوہریؒ کا شہرہ قصیدہ جو قصیدہ پردہ کے نام سے مشہور ہے قابل ذکر ہے جس میں شاعر نے فلج کے مرض سے نجات حاصل کرنے کے لئے آپ کے حضور درخواست گزاری۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور فریاد و استغاثہ کا محرک کئی معاشرتی سانچے بھی ہو سکتا ہے بعض اوقات شاعر انفرادی مصائب کے علاوہ اپنے گروہ پیش میں کسی ایک سماجی حادثے سے اس طرح متاثر ہوتا ہے کہ اس کے احساس کی شدت و بار بار استغاثے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ کسی دوسرے فرد یا طبقہ کے بے چارگی و بربادی اور کسی بے گناہ پر کئے گئے تشدد کے خونچکاں واقعات پر بھی ایسی نظمیں کہی گئی ہیں جن پر نعت کا عنوان تو نہیں مگر جن میں حضور اکرم سے استغاثے کا انداز پوری شدت سے موجود ہے مثلاً تیسرا سلسلے کی نظم بہ عنوان بحمنہ رسالت مآبؐ جو انہوں نے ایک معصوم اور مظلوم و دشیزہ پر کسی درندہ صفت کی طرف سے کی گئی زیادتی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور استغاثے کی شکل میں پیش کی۔

انفرادی و سماجی مصائب کے علاوہ استغاثہ کا ایک محرک ایسا الہیہ عظیم بھی ہوتا ہے جو پوری ملت اسلامیہ کو مل کے رکھ دیتا ہے اور جس کے نتیجہ میں رونا ہونے والی تباہی و بربادی کا احساس ہر تلوار پروری ملت کو خون کے آنسو لاتا ہے اجتماعی نوعیت کے اس ایوں پر لکھے گئے نعتیہ استغاثوں میں زوالِ بغداد و پیشینہ سعدی کا استغاثہ انتہائی مؤثر ہے جس میں وہ کہتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں شہداء کی جنگ آزادی کے بعد ہندی مسلمانوں کی زوال آورہ حالت پر مافی کی مشہور نظم۔

اے خاصہ خا صانِ رسلِ وقت دعا ہے امت پر تسری آ کے عجب وقت پڑا ہے

ظرائیں کی جنگ پر علامہ انباں کا مختصر مگر مؤثر استغاثہ بہ عنوان حضور رسالت مآب میں قابل ذکر ہے

قیامِ پاکستان کے فوراً بعد قسادات کے نتیجہ میں مسلمانوں کا بکشت و خون ہوا۔ بیت المقدس پر سرائیل کے غاصبان قبضہ (۱۹۶۷ء) سقوطِ ڈھاکہ (۱۹۷۱ء) افغانستان میں روسی فوجوں کا استعمار اور بربریت (۱۹۸۸ء) اور ترن و تلی مصائب و آزمائش کے دوسرے مواقع پر بھی نعت گو شاعر کے کلام میں فریاد و استغاثہ اور استمداد کی تیز بولالی ہے۔ استغاثہ و استمداد کے اسلوب میں جو نظمیں زیادہ مشہور و مؤثر ہوئیں ان کی نوعیت اجتماعی مصائب اور ملت کے ایوں سے متعلق ہے مگر بقینا جانکاہ اور بڑا دلچسپ شاعر کی فراد میں ایسا الہ گریہ و زاری کی کیفیت اتنی ہی شدید ہوگی اس کا دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ اجتماعی نوعیت کے غم و کرب اور شکست و زوال کے اثرات کا اثر بہر حال انفرادی یا گروہی مصائب سے کہیں زیادہ بڑا ہوتا ہے لہذا تاریخی نوعیت کے المیہ کی جاگمل یا دیں اور اشارات کئی عہدوں اور نسلوں کے اذمان و قلوب کو ہر دلاتے رہتے ہیں۔ اس کے اس انداز کی نعمتوں کے تارین کی اپنی التجا بھی ان میں منکس ہوتی رہتی ہے اور ہر نئے نئے سانچے پر ساتھ ساتھ فریاد کا، عداوت ہونا رہتا ہے۔

اجتماعی نوعیت کے مصائب و شہداء پر لکھے گئے نعتیہ استغاثوں کی تخلیق میں علوان و بیج ذیل عناصر شاعر کے پیش نظر ہوتے ہیں۔

- ۱۔ شدتِ آلام کے سامنے اپنی بے بسی کا انتہائی احساس جسے حال کے الفاظ میں وقتِ دعا کہا جاسکتا ہے۔
- ۲۔ ذکرِ مصائب اور انتہائے کرم کا مرحلہ یعنی شاعرِ امت مسلمہ کی تباہی و بربادی اور دامنِ اندگی و بھاری اور اقوامِ عالم کی ذلت و رسوائی کا ردِ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کے سال پر کرم کرتے اور درپیشِ مصائب کے رنج کرنے کی درخواست کرتا ہے۔
- کیسی کجبار شاعر کے لبِ دلجو میں دلی و دل شکایت بھی نظر آتی ہے کہ یہ ظلم ہم پر صرف مسلمان ہونے کے سبب ڈھائے جا رہے ہیں نیز اے پیغمبرؐ آپ پر سب حقیقتِ حال واضح ہے پھر بھی کیا سبب ہے کہ آپ ہماری چارہ سازی نہیں فرما رہے آپ ہماری غلطوں اور کوتاہیوں سے دگر کر کریں اور خدا را اس پر نشانی میں ہماری مدد فرمائیں زیادہ استغاثہ سے اس مرحلے پر عام طور پر شاعر آپ کے اسمائے صفات رحمت للعالمین شافعِ رزق جزا بنی رحمت آیہ رحمت رحمت کل رحیم کریم اور اسی طرح کے دوسرے اسمائے صفات سے خطاب کرتا ہے اور اسلام کے عہدِ نرین، برگزیدہ صحابہ کرام اور خاص طور پر اہل بیت کا واسطہ دے کر آپ سے اپنے مسائل اور مشکلات کے حل و عقد کا آرزو مند ہوتا ہے یوں شاعر فریاد کا ایک ایسا آئینہ اور بے نیاز اظہار اختیار کرتا ہے جس میں دردِ مندی، التبا اور گریہ و زاری کی بنیادیں اور پرتاثر ہوتی ہے مہربانِ نعت نے انفرادی و معاشرتی اور ملکی و ملی مسائل و مشکلات اور آلام و مصائب پر لکھے گئے استغاثوں کو جداگانہ طور پر بھی مرتب کیا ہے انھنشی یا رسول اللہ ایک ایسی مجموعہ نعت ہے جو آرد و سُر کی، سندھی ترکی اور ہندی زبانوں میں لکھے گئے استغاثوں پر مشتمل ہے "سماتِ نور" کے مصنف نے بھی اردو شاعری کے موضوع اور صنف و اساتذہ میں عرضِ دیدار رسولؐ میں اُس کے عنوان سے اجتماعی مصائب سے متعلق استغاثوں کو ایک علیحدہ باب میں درج کیا ہے اس باب میں اگرچہ استغاثوں کی تعداد کم ہے مگر یہ اپنے مکھنے والوں کے عہدِ المیوں کے حوالے سے نعت میں استغاثہ و استمداد کے انداز کی قابلِ ذکر مثال ہیں۔

نعت میں صلوٰۃ و سلام کا انداز

نعت کا ایک اور مقبول انداز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام وغیرہ بھیجنے سے متعلق ہے جیسا کہ محرکاتِ نعت کے ذیل میں مذکور ہے آپ پر درود و سلام بھیجنا حکمِ خداوندی ہے اور ایک اعلیٰ عبادت ہے۔ سورۃ احزاب کی آیت۔ اِنَّ اللّٰهَ وَحَلَّٰلُکُمْۙ یُصَلُّوْنَ عَلَیْہِ مَا اَنۡبَاۡاَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوْا وَحَلَّٰلُکُمْ عَلَیْہِ وَسَلٰمٌ مِّنۡکُمْۚ وَ اَحْزَاب ۳۳

واللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر علیہ السلام دلو رحمت بھیجو، اُس پر اور سلام بھیجیے نے سلام و صلوٰۃ کو نعتیہ مضامین میں متنازعہ مقام کا حامل بنا دیا ہے حصولِ ثواب اور شفاعتِ طیبی کے جذبہ نے نعت میں سلام و صلوٰۃ کو ایک مستقل موضوع بنا دیا شاعروں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام لکھنے اور پڑھنے کے نئے نئے اسلوب وضع کئے۔ کبھی نعت کے ہر شعر کا آغاز سلام سے کیا اور کبھی سلام کو ردیف کے طور پر استعمال کیا، اول الذکر مسلمانوں میں حنفیہ جاندھری کا۔

مہ سلام اے آئمہ کے لال اے محبوبِ سبحانی تیرا نقش قدم ہے زندگی کی لوح پریشانی لکھ

اور ماہرِ نقادری کا۔ سلام اُس پر کہ جس نے بکیوں کی دستگیری کی۔

اور موغرائہ کرمیوں میں مولانا احمد رضا خان کا۔ جس نے جہانِ رحمت پر لاکھوں سلام لگے نمایاں ذکر میں دینی اکبر بیرغی وادنی کا درجہ ذیل سلام بھی بہت مقبول ہے۔

۴۰ بانیِ سلام علیک یا رسولِ سلام علیک ۔ یا حبیبِ سلام و سلام صلوٰۃ اللہ علیک
اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو روایتِ بانکرہ منور حبیب اللہ نام پر صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کی حرمت پڑی اس وجہ میں کہ جس نے
وہ سلاموں کی تعداد سب سے زیادہ ہے کم و بیش سب ہی معروف نعت گو شعراء نے اس پر دلیل میں نعت لکھی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف
میں سب سے طویل نعت غالباً اقبال ہسپل کی ہے جس میں ۵۵ اشعار ہیں اور جس کا مطلب ہے۔

احمد رسولِ نغزِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
منظرِ آدنِ مرسل قائم صلی اللہ علیہ وسلم
سال ہی میں اس انداز کی نقوش کا انتخاب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کا تیسری نے نشان کیا ہے جس میں التزام کے ساتھ صرف
اسی روایت دینی نقوش کو شامل کیا گیا ہے۔

مجلسی و سیلابی ضروریات کے تحت سلام و صلوٰۃ کے موضوع پر اور اس انداز کی حامل نقوش کے چھوٹے بڑے جمیوں سے بچے گلدستے اور
بھونے مرتب ہوئے ہیں جن میں مختلف شاعروں کے سلاموں کو جمع کیا گیا ہے ان مجموعوں سے نمایق نعت میں سلام و صلوٰۃ کے انداز کی رعایت ترویج
اور مختلف اسالیب کا اندازہ ہوتا ہے۔

زمانی اعتبار سے نعت کے اسالیب

معاذ نعت کے دوران میں دو نمایاں اسلوب ایسے بھی دکھائی دیتے ہیں جو زمانِ اثرات و اعتبار سے ایک دوسرے سے نمایاں
مختلف ہیں ان میں ایک نعت کا قدیم اسلوب ہے اور دوسرا نعت کا جدید اسلوب۔

قدیم اسلوبِ نعت

یہ اردو نعت کا قدیم اور پہلا عمومی انداز ہے جو باوجود ترقی یافتہ انداز کی نعتی منظومات و یاد دہانی کے مزاج نامہ و فائن نامے وغیرہ کے
کے کر قریباً انیسویں صدی سے دو ایک لکھی جانے والی نعتوں میں مروج و مستعمل رہا اس انداز کی نعت میں روایت اور رسمی رنگ کا غلبہ ہے موضوعات
میں شاعر کی زیادہ تر توجہ خود، محمدی اور ولادت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اذکار اور معجزات و غزوات کے بیان کی طرف رہتی ہے ادبِ آپ
کی ذاتِ آدمی کے بشری پہلوؤں کا ذکر کم ہے نیز قانونِ دائیں و بائیں و انصاف و ریاست و ریاست اور اخلاق و تقسیم کے مولے سے بنی نوع

۴۱ ذکرِ جمیل ص ۳۵۳ تحقیقی اور ادبی جائزہ مآخذ و نقلِ بخشش مولانا احمد رضا خان ص ۲۲ (مرتبہ شمس بریلوی)

۴۲۔ اردو کی نعتیہ شاعری (ڈاکٹر فرمان فتحپوری) ص ۹۴۔ مروج کوثر و اقبال ہسپل، مصرعہ ۲۲

انسان کے لئے آپ کی خدمات وغیرہ کا بیان تو نہ ہرنے کے برابر ہے اور اگر کہیں ہے بھی تو سرسری انداز اور ثانوی حیثیت میں زیادہ زبرد ولادت غزوات اور معجزات پر ہے

اس اسلوبِ نعت میں آپ کی مدح تو صیغ کے لئے آپ کے اسمائے مبارک کا تذکار و اعادہ کیا جاتا ہے۔ زیادہ تر تنزیہی تصنیف اور غزل کی صفت برتی گئی ہے جہاں تک نعت کے اس اسلوب و لہجہ کا تعلق ہے وہ بھی اور دو شعر کی قدیم فنِ خصوصیات (جس میں غزل کو ایک محور کی حیثیت حاصل ہے) سے عبارت ہے اور اندازِ نعت میں اردو غزل کے روایتی علائم و رموز اور تشبیہ و استعارہ کا رنگ جھلکتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ مبارک میں اکثر مجازی محبوب سے خطاب کا انداز اور زبانِ استعمال کی گئی ہے

اس اسلوبِ نعت کے نمونے، ۱۹۵۸ء کی جنگِ آزادی سے قبل کے نعتیہ ملام میں بکثرت ملتے ہیں اور بعد کے نعتیہ ادب میں بتدریج کم کم نظر آتے ہیں تصنیفی اور روایتی رنگ کے حامل شعرو کی نعتوں میں آج بھی اس انداز اور اسلوب کی نعتیں دیکھی جاسکتی ہیں۔

جدید اسلوبِ نعت

نعت کے دورِ جدید کا آغاز حالی سے ہوا۔ ۱۹۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد پھیلنے والے سائنسی علوم اور بدلتے ہوئے سیاسی و معاشرتی حالات کے تحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بیان و اظہار کے پیرائے اور اسلوب میں بھی نمایاں تبدیلی رونما ہوئی۔ اب نعت میں حضور اکرم کی پیغمبرانہ شان کے ساتھ ساتھ ایک انسانِ کامل کے طور پر آپ کی بشری خصوصیات اور معاشرت و تمدن میں آپ کے انقلابِ آفرین خدمات وغیرہ کے تذکار کو فروغ ملا۔ مولانا حالی کی مدد میں اس اسلوبِ نعت کے اولین نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔ حالی کے بعد تخلیقی آئینہ رکھنے والے معیاری نعت گو شعراء کے ذریعے اس اسلوبِ نعت کو فروغ ملا۔

جدید اسلوبِ نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح کو مستند حوالوں اور صحت مندر روایات کی روشنی میں مقبند کیا گیا نیز پیامِ رسالت و مقصدِ رسالت تمدن و معاشرت پر آپ کے احسانات اور انہی نوع انسان کے لئے آپ کی تعمیرات پر مبنی ضابطہ حیات کے تعارف و تذکار کی طرف توجہ دی گئی جدید نعت گو شعراء کے ہاں محبتِ رسولؐ کی سرستی اور آپ کی مدح و توصیف کے ساتھ ساتھ آپ کی رسالت و بشریت کا زیادہ گہرے شعور سے مطالعہ نظر آتا ہے۔

اس اسلوبِ بیان میں زبان و بیان کی شائستگی اور فنِ نعت کی پوری نفاذیت ملتی ہیں موضوعات میں اضافہ کے ساتھ جدید دور میں نعت

نئی اصنافِ شعریہ (آزاد نظم، مترانظم وغیرہ) سے بھی روشناس ہوئی تو نعت کے ہستی دائرے کو بھی وسعت ملی طویل نظموں اور کنیڈوں (CANZON) کو بھی نعت کے موضوع کے بیان و اظہار کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ مختصر یہ کہ نعت کے جدید دور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پائیدار کو عصری حوالوں سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ نعت میں فنی اور اُتھتی وسعت پیدا ہوئی۔

عصرِ حاضر کے معروف نعت گو شعراء میں عبدالعزیز خالد، حفیظ ماثب، حافظہ عیسیٰ، شمس الدین، ماسر، قادری، احمد ندیم قاسمی، عاصی کرمانی اور میومن نغز وغیرہ کے ان پر ہی نعتیہ اسلوب کا رزم ہے۔

اردو نعت کے مضامین اور فن پر ہندوستانی اثرات

نعت کے مضامین اور ان کی پیش کش پر ہندوستانی طرزِ معاشرت تہذیب و سن اور مذہب کے اثرات بھی پورے اور یوں نعت میں ایسے غیر مشروع عناصر داخل ہو گئے جن سے عربی اور فارسی نعت کا دامن پاک تعالیٰ عناصرِ ہندو دیوالا اور اصنام پرستی سے متعلق ہیں اور ہندو معاشرت میں دیوتاؤں کی تعریف میں گائے بانیوے بھینوں اور گیتوں کا خاصہ ہیں۔

ہندو مت میں توحید کا کوئی واضح تصور موجود نہیں مختلف دیوتاؤں کو اپنی جگہ اقتدار کلی کا مالک دکھایا گیا ہے اس کے باعث ہندوؤں کے ہاں نہ صرف یہ کہ قادرِ مطلق کا عقیدہ کسی مستحکم اور مربوط شکل میں نہیں بلکہ اس میں بے شمار تعینات نظر آتے ہیں خدا کا مفہوم دیوتاؤں کے تصورات سے کچھ اس طرح خلط ملط ہو گیا ہے کہ ان کی ذات اور اختیارات میں کسی حدنا سلسل کا تعین تو درکنار اس کا تصور بھی محال ہے ڈاکٹر رفیع الدین اشفاق نے اردو نعت گوئی پر ہندوستانی مضمینات کا اثر کے ضمن میں دیدارِ مانٹن اور مہا بھارت کے سوانے سے جو نتائج مرتب کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ دیوتاؤں کی مدح میں جو بھجن نظم کئے گئے ہیں ان کے مضامین میں دیوتاؤں کے معنی مراتب کا فرق نہیں کیا جاتا اور حرشِ عقیدت سے تخیل کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے یہاں تک کہ چھوٹے اور بڑے دیوتا کی مدح کا بیان ایک ہی مضمون لئے ہوئے ہوتا ہے۔

۲۔ مذہبی یا روحانی پیشواؤں کو اوتار سمجھ کر انہیں خدائی صفات سے متصف کر دیا جاتا ہے یہاں تک کہ حصولِ مقصد کے لئے آشر خدا کو بھی ان کی محتاجی ہوتی ہے ۲۔ فوق العادت عناصر کی جاؤ بیت اور اس سے اشتیاق ہر جگہ قائم ہے۔

ان عقائد و خیالات کے اثرات نعت پر بھی پورے جہاں تک مضامین نعت کا تعلق ہے۔ الوہیت اور نبوت کے اس فرق کو ملحوظ خاطر نہ رکھا گیا۔ جو نعت گوئی کا پہلا لازمہ ہے خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام اور صفات کو گڈ مڈ کر دیا گیا۔ حفظ مراتب نظر انداز کرنے سے کئی ایسے مشرکانہ خیالات بھی نعت میں در آئے جن کا اسلام کی بنیادی تعلیمات سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ ہندو تصوف و عقائد کے زیر اثر ہی مسلمان نعت گو شعراء نے رسالت کے دائرے توحید سے ہلا دینے اور حضور اکرم کو احمد بے سیم اور عرب بلا عین کہا جانے لگا اور بڑے بڑے شاعر بھی اس انتہائے غلو سے نہ بچ سکے جو آپ کی شانِ اقدس کے سراسر مٹانی ہے۔

اس کی ایک صورت تو یہ اشعار ہیں جہاں خدا اور رسول کی صفات اور اختیارات میں مسابقت اور مقابلیے کی نصفا پیدا کی گئی ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کے بالمقابل کھڑا کر دیا ہے جیسے شائق کے اس شعر میں۔

سہ ہے خدا کو جس قدر اپنی خدائی پر گھنڈے مصطفیٰ کو اس قدر ہے مصطفائی پر گھنڈے

دوسری صورت دوسرے جہاں شاعرانہ انداز میں کہیں تشبیہ و استعارہ اور کہیں کنایہ سے شاعر نے اپنا زور تخیل اس اظہار میں صرف کر دیا ہے کہ نذرِ پائندہ! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں خدا خد مجبورہ گر ہے حضور کو احمد بے سیم اور عرب بلا عین کہن اسی طرح کے شرکانہ عقیدہ کا شاید انداز اظہار ہے۔ اس طرح سیم کا پردہ اور سیم کا گھونگڑے کہہ کر بھی اشارہ و کنایہ میں حضور اکرم میں خدائی کو دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً

پیرۂ یمیم میں تاجچے ہیں حضور
ہم سے نزدیک ہیں نہیں کچھ دور ملے
میں کا رخ سے اٹھا کر گھونگٹ
شکل دکھلا کرے پیارے احمدؑ
اور تو اور حسن کا کوروی جیسے محتاط شاعر کے ہاں بھی اس طرح کی مثال مل جاتی ہے۔
غیرتِ غیر رب کو رب سے
غیرتِ عین کو عسب سے
ذات احمد تھی یا خدا تھا
سایہ کیا یمیم تک جدا تھا

اسی طرح حسن کا یہ شعر دیکھیے
کہ کہاں اب جبہ سائی کیٹے کچھ بن نہیں پڑتا
دکھایا وہ یمیم کا جو گھونگٹ احمد کو احمد میں دیکھا پر گھٹ
اور اس کا فرائض عقیدہ کی تیسری صورت وہ ہے جہاں شاعرانہ اشارہ و کنایہ کا تکلف بھی ختم کر کے رسول کو صاف طور پر خدا کہہ دیا
گیا ہے اس ذیل میں اسی خاوری پوری کا یہ شعر دیکھئے۔

وہی جو مستوی عرش ہے خدا ہو کر
اتر پڑا ہے عریضے میں مصطفیٰ ہو کر
اسی طرح احمدؑ نے صورتِ احمدؑ میں اپنا جلوہ دکھلایا ہے اور اگرچہ ظاہر میں وہ حقیقت میں عین رب ہے
ایسے خیالات اسی اندازِ نعت کی شاہیں ہیں جہاں ہندو اہم عقائد اور دیوتا کے اثرات کے تحت اسلام کے تصورِ وحید کو نظر انداز
کر کے عبد اور معبود کی تفریق ختم کر دی گئی جس سے بگڑتا تصور وحدت کا باقاعدہ مذاق اڑایا گیا ہے مثلاً
سہ اللہ کے پے میں وحدت کے سوا کیا ہے
جو کچھ مجھے لینا ہے بے لوں گا محمدؐ سے

اسی طرح کے شعر جہاں انتہائی غلو کا مظاہرہ ہوا اور تاہم مطلق کے تمام اختیارات رسولؐ سے وابستہ کر دیئے گئے ہوں اسلام کی بنیادی
تعلیمات کے خلاف تو ہیں ہی شانِ رسالت مآب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے بھی سراسر منافی ہیں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ مجھے حد
سے بڑھاؤ جیسا کہ نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کے ساتھ کیا میں تو صرف خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھے صرف خدا کا بندہ اور اس
کا رسول ہی کہو۔ مگر انہوں نے کامیاب ہے کہ حضورؐ کے واضح ارشاد کو نظر انداز کر کے انہیں بیہیمنہ خدا کا درجہ دے دیا گیا۔
رسول کو خدا سمجھنے اور کہنے کی کافرانہ مغزش کے ساتھ ہندو مذہب کے نہایت شر جو دوسرا عنصر درآیا وہ آپ کی سیرت و سوانح

۱۔ دیوانِ موصی ۲۶۔ ۲۔ کلیاتِ شائق ص ۱۱۵۔ ۳۔ کلیاتِ حسن کا کوروی ص ۲۲۲۔ ۴۔ کلیاتِ حسن (حسن کا کوروی)

۵۔ نعتِ سلطانِ عرب المعروف بہ بہارِ شیرب (مولفہ فضل الدین لکھنے نئی) ص ۹

۶۔ عملِ مرآتِ ال کے اں بھی نعتیہ مضامین میں اس انداز کے شعر تھے مگر عید میں علامہ نے انہیں حذف کر دیا۔

۷۔ نگاہِ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پیرۂ یمیم کو اٹھا کر وہ ہر دم شیرب میں آکے بیٹھیں ہزار سنہ کو چسپا چسپا کر

۸۔ نعتِ سلطانِ عرب المعروف بہ بہارِ شیرب (مولفہ فضل الدین لکھنے نئی) ص ۸۔ فارانِ سیرت نمبر

کے بیان میں فوق العاد اور بالعدہ کمیز واقعات کا بیان ہے ہندو معاشرت میں دیوتاؤں کے ساتھ منسوب بے سود پابھانیاں جن میں فوق العاد واقعات کی بھرمار ملتی ہے) سننے سنانے کا عام رواج ہے ان کہان کیرتن اور دوسرے مذہبی تہواروں پر پڑھی جانے والی منظومات اور گائے جانے والے گیتوں اور بھجنوں میں جا بجا اس قبیل کے واقعات کا ذکر ہے وید راٹھن اور مہا بھارت میں یہ واقعات تفصیل سے ملتے ہیں ان میں دیوتاؤں کے متعلق ایسے قصے باجالتے ہیں جہاں ان کی تحیر العقول اور فوق العاد قوت کے مظاہرہ کا بیان ہے عموماً ان میں ان قصوں کو سن کر نہ صرف یہ کہ سحر ہوتے ہیں بلکہ دیوتاؤں کی بیست طاقت اور عظمت سے مرعوب بھی ہوتے ہیں۔

جب اسلامی تہذیب ہندو معاشرت سے متصادم ہوئی تو ہندو دیوتاؤں کے فوق العاد قوتوں کے مقابلے میں مسلمانوں میں بھی بھڑوں خصوصاً حضور اکرم کے بیان سیرت میں اس انداز کے واقعات کا خاص طور پر اذکار عام ہوا جو آپ کے معجزات سے متعلق ہیں یہی وجہ ہے کہ اردو میں آپ کی سیرت کا ابتدائی سرمایہ زیادہ تر آپ کے معجزات پر مشتمل ہے میلاد ناموں میں آپ کی ولادت، غزوت، معراج اور دوسرے واقعات کے ضمن میں نمایاں حیثیت معجزات کے بیان پر ہے اس میں ایک وجہ ہندو معاشرت کو جو دیوتاؤں کے تحیر العقول واقعات سننے کی عادی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف راغب کرنا اور ان کے سامنے اگر عظمت میں برتری کا ایک ایسا تصور پیش کرنا تھا جو ہندو معاشرت میں دیوتاؤں کی سحر کاری کو باطل کر سکے اور ان کے مقابلے میں ایک عظیم و برتر شخصیت سے سحر نما کر دیا کر پیش کر سکے۔ مقامی روایات اور اس کے زیر اثر پیدا شدہ ماحول اور ذہنیت کے پیش نظر یہ ضروری تھا اور اس میں نیک نیتی کے جذبہ اشاعت و فروغ اسلام کے محرکات کا عمل دخل نمایاں تھا معاشرتی طور پر سیرت رسول کے معجزاتی پہلو کے تذکار کے اثرات بھی مرتب ہوئے اور دیوتاؤں کے فنی کرداروں کے مقابلے میں ایک اعلیٰ ترین انسان اور عظیم ترین پیغمبر کے کردار و شخصیت سے متاثر ہو کر مقامی آبادی میں سے لاکھوں لوگوں نے اسلام قبول کیا مگر معجزوں کو تسلیم کرتے ہیں مصلحت اور ماحول کے تقاضے کا ایک اثر یہ پڑا کہ نعت میں سارا زور بیان معجزات پر صرف ہونے لگا اور حضور اکرم کے اسوہ حسنہ کے دوسرے پہلو ثنائی حیثیت اختیار کر گئے نیز معجزوں کے بیان میں زور اور شدت کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ سیرت رسول کے ضمن میں غلط روایتیں بھی جگہ پائیں یہی وجہ ہے کہ اگر میلاد ناموں میں شامل روایتوں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو حضور کی ولادت، معراج اور دوسرے موقعوں کے ذیل میں ایسے واقعات کثرت ملیں گے جن کا آپ کی سیرت سے متعلق سبنا قرآن و حدیث و روایت و روایت سے کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتے خصوصاً آپ کی ولادت مبارکہ کے وقت آپ کی والدہ ماجدہ کے خواب کا احوال اور معراج کے موقع پر منظر نگاری کا احوال وغیرہ وہ موضوع ہیں جن کی تکرار سے میلاد نامے بھرے پڑے ہیں مگر ان کی منادات نہ صرف یہ کہ ضعیف بلکہ مشکوک اور غلط ہیں۔

یہ ہندو احسان پرستی اور دیو مالای کا نتیجہ ہے کہ سیرت پاک میں غلط روایات دھندل جائیں گی ہیں بلکہ ان کی تکرار کے سبب انہیں عقیدہ کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔

نعت کے فن پر ہندی اثرات

مناہین نعت کے ساتھ ساتھ نعت کے فن پر بھی مقامی اثرات پڑے۔ ہندو معاشرت و دین میں مروج بھجنوں اور راگوں نے نعت کے داخل کی طرح اس کے خارج کو بھی متاثر کیا اور دیویوں ہندی زبان کے الفاظ بھجنوں کے تلازمات و مناسبات ظالم و موز اور شبیہات استعارات

کا استوار عقیدہ مضامین میں بھی ہونے لگا اس ذخیرہ الفاظ و تلازمات کے ساتھ نعت کی مثبتیت میں بھی وسعت پیدا ہوئی اور غزل و مثنوی وغیرہ اصنافِ سخن کی طرح ہندی صنفِ شاعری سیت داگ اور بھجن وغیرہ کے انداز میں شاعروں نے نعت کہنی شروع کر دی۔ اسی طرح کرشن مہاراج کی تعریف اور محبت میں لکھے جانے والے گیتوں کی نے اور جذبات و کیفیات کے اظہار اندازِ نعت میں بھی در آیا۔

نعت کے یکسر پرچواشات ہندوستانی مذہب و معاشرت کے سبب مرتسم ہونے اگر ان کا تجزیہ کریں تو اس کی نمایاں صورتیں یوں نظر آتی ہیں

۱۔ ہندی لوگوں کی بے اور گیتوں کے انداز پر مبنی نکھی جانے لگیں مثلاً۔

ٹھیٹھ دا دراسے

کوئی ایسی سکھی چا تر نہ ملے مجھے پی کے درارے بٹھ دیتی

میں نے راہِ مدینہ بھی دکھی نہیں مجھے بیاں پکڑ کے تباہ دیتی ہے

کھما پنچ تری ہے

جگ جوتی سوامی اتاری تیرے روپ کے واری تینا

من مومن گرد و گردھاری تیرے روپ کے واری تینا

ماندورا دڑی ہے

مبار بھلا باسی لاڈلا تباہی باٹاں نہا لوٹھیوں

مہاری آگن آدھ صاحبہ تباہی باٹاں نہا لوٹھیوں

رٹھری ہے۔۔۔ تم ہی مسند پار لگیا بی جی پار لگیا

گہری ندیا لگم بھی دھار اور گھاٹ گھاٹ سینے لگے

۲۔ ہندی بھجنوں میں گوبیوں کی کرشن مہاراج سے محبت کا اندازِ نعت میں ذیل ہو گیا اور یوں نعت میں حررت کے جذبات اور نسا

عقیدت ہندی کا اظہار ہونے لگا مثلاً

تورے بھر میں حق کے پیارے بی

مورا چین گیا موری نیند گئی

اب درپہ تہارے، آن پڑی

مورا چین گیا موری نیند گئی ہے

مورے من میں ہے اب تو جو گنیا بنوں

اور مل کے بھیوت مدینہ چلوں

سکھی بند کی نگری میں نہ ہی رہوں

نہیں پریت تو چین ذرا دیتی

موری یکے میں تو سکھ سے کٹی

چلی پی کی نگریا تو سوچ پڑی

کوئی نیاں بھی ساتھ نہ آئی مورے

مورے ریت دلوں کی بت دیتی

۱۔ بزمِ طرب و حشر اول، مرتبہ۔ کنور اندر مہارے سکینہ علم بدایونی مر ۵۷

۲۔ بزمِ طرب و حشر اول، مرتبہ۔ کنور اندر مہارے سکینہ علم بدایونی مر ۵۷

۳۔ پوروں کا بار عرف مدینے کی بہسار و حافظ میاں فیاض الدین) ۴۔ مورو سعیدی

۵۔ ستیہ لالہ ڈکار یعنی سیلا و احمد نثار (محمد بدرا حسن) مر ۵۷

میں تو سو فی سحر یا پہ تڑپت ہوں پیا ملک عرب میں براحت میں
کبھی دیتے جو پہننے میں درس دکھا وہیں چسپروں میں سیس تراوتی تھے

مے قوری منت کردوں ہوں میں سیس تراوتی تھے درس دکھا دے خدا کے حبیب
مورا مندے جیوا چاٹ بھیجا شرب میں بسا دے خدا کے حبیب

لاج رکھیو بنی جی ہساری میں تو چسپری جی سے تمہاری
لاگی پر یہ کی من میں کشاری جا کے تم بن کرے کون کاری

مورا جیسا راتم پہ داری

ایسے من میں بے ہیں فخر جاؤں جا پہ سے میں بلہاری
مورا جیسا راتم پہ داری

موجے تپت جیت ہے نگری تو ہے ڈھونڈ پھری نگری نگری
موری چوٹ گئی من کی نگری مجھے اپنے ویس بلا تو سہی
سناؤں کس کو بات اے سکھی رہی کہ کس نے جو بن دکھا کے مارا
کہت ہے سب جگ جے خدا اسی نے نہیسا لگا کے مارا

واضح ہو کہ نعت کا یہ انداز خاصا ہندوستانی اثرات سے عبارت ہے اس سے پہلے عربی و فارسی نعت اس طرز نوپا سے قطعاً
نام آشنا تھی اگرچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت و عقیدت کا بیان عورت کے لئے بھی اسی طرح لازمہ ایمان ہے جس طرح مسلمان
مردوں کے لئے لیکن اس کے بارے میں فقہاء میں عورت کی طرف سے اس اظہار عقیدت و محبت میں پیشہ آہستہ آہستہ احترام کا فرق
رہا اس محبت کی نوعیت بھی روحانی ہے اسی نے مسلمان نعت کو شاعرت کے اس عشق رسول کی پیلیب میں جہاں قربت و وصال کی
بجائے ایک دل اور روحانی تعلق محبت اور نسبت پرانست کا فرق رہی ہے عجم ہندی اثرات کے تحت نعتیں اس انداز نعت میں ایسے شعر
جس میں جاتے ہیں جس میں فن نعت کے مطلوبہ احترام اور شائستگی کو بالائے حاق رکھ کر ہندی گیتوں کی پیروی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم سے محبت کے انداز میں گو پیوں کی کرشن سے محبت کا رنگ ڈھنگ شامل ہو گیا ہے مثلاً۔

۱۔ بزمِ عسرب (حقتہ اول، مرتبہ کنور، اندسہا کے ۵۵)

۲۔ نعتِ حبیب و جید (حقتہ دوم، مؤلفہ سلطان احمد ۲)

۳۔ دیوانِ درست (درست ۱، ص ۴۲)

۴۔ نعتِ سلطان عسرب المعروف بہ بہارِ شرب و مولفہ فضل الدین گئے زلی ۱۰۹

۵۔ نعتِ سلطان عسرب المعروف بہ بہارِ شرب و مولفہ فضل الدین گئے زلی، ص ۶

۱۔ سنائی کس کو بات اے سگھی رہی کہ کس نے جو بن دکھا کے مارا
 کہت ہے سب جگ جسے محمدؐ اُسی نے نہیا سگا کے مارا
 ۲۔ مجھے اس کی کہہ نہ تھی شامؐ سدر جیالے کے پھلاؤ گے اپنی بجز
 یہاں اپنا مرن ہے مگت کی ہنسی تو مدینہ مگر کو بس بیٹھا
 ۳۔ سپنے میں دکھا کر پیاری چھب مو ہے مار گیا اے شاہِ عجب
 بدنام بھٹی یوں پیت میں اب سنارؐ بنے توری جو گن کوٹہ
 ۴۔ صدتے ہوں وصل کی راتن کے قربان ہوں وا کی باتن کے
 داری ہوں میں وا کی چتون کے بلوا لوسر بستان میں

ان اشعار میں محمدؐ شہِ عرب اور عربستان ایسے الفاظ ہیں جو ان کا تعلق نعت سے قائم کرتے ہیں مگر نہ ان الفاظ کو الگ کر کے دیکھا جائے تو ان شعروں کا ماحول ہندی گیتوں سے مختلف نہیں اس وجہ سے معالین کے بارے میں جو بن دکھا کے مارا اور جیالے کے پھلاؤ گے اپنی بجز ایسے الفاظ کہ نہ صرف یہ کہ کسی طور مناسب نہیں بلکہ سوہِ ادب کی انتہا ہیں اسی طرح اسی ذاتِ بالا کے بارے میں جس کے گان کو چہ سے خود کو نسبت دیتے ہوئے بھی اہل نظر کمالِ بے ادبی خیال کرتے ہیں) یہ کہا کہ ان سے نسبت اور تعلق نعت بالشد بدنامی اور جگ ہنسائی کا باعث ہے یہ ہندی گیتوں ہی کی اندھی پیروی کا نتیجہ ہے ورنہ غول و ناری نعتوں میں اُس طرح کا تصور بھی نہیں کہا جاسکتا۔
 انسانی محبت کی ایک اور کیفیت جو ہندی شاعری سے نعت میں منتقل ہوئی محبوب کی تلاش اور جوگ لینے سے متعلق ہے۔
 مساز کا یہ شعر دیکھئے۔

۱۔ تو بے نام کی مالا میں پھرت ہوں دن رین مہا دکھ بھیلیت ہوں
 تن راکھ ملو اور جوگ ییا توری یا دیں دھولن رما بھیٹا
 ۲۔ سپنے میں دکھا کر پیاری چھب مو ہے مار گیا اے شاہِ عرب
 بدنام بھٹی تیری پیت میں اب سنار بنے تیری جو گن کوٹہ

- ۱۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہارِ شیرب (مؤلفہ فضل الدین گکے زئی) ص ۱۱
- ۲۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہارِ شیرب (مؤلفہ فضل الدین گکے زئی) ص ۱۱
- ۳۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہارِ شیرب (مؤلفہ فضل الدین گکے زئی) ص ۱۱
- ۴۔ مولودیش (صفحہ دوم) ص ۵

- ۵۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہارِ شیرب (مؤلفہ فضل الدین گکے زئی) ص ۱۱
- ۶۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہارِ شیرب (مؤلفہ فضل الدین گکے زئی) ص ۱۱

اسی کیفیت کے یہ شعر بھی مدخلہ ہوں۔

۱۔ ہجر میں تیرے جوگ دیا تن سگڑا جلا کر کھسا کر
رب نے تھیں کہیں کوئی گٹھری مور، پیس گیا موری نیند گئی
۲۔ امجد حیدر آبادی کی نظم ”دینہ کی جوگن“ اس انداز کی جبر پوز نظم ہے جس میں جوگن قیس سے خطاب کرتے ہوئے اپنی کیفیات ہجر و محبت کا اظہار کرتی ہے۔ یہ نظم مسدس کی شکل میں ہے اور تاثیر رکھتی ہے جوگن کا دلہانہ پن ملاحظہ ہو وہ محبوب در رسول اکرمؐ سے خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے۔

آئی برہ کی ماری تیرے سے بردگن درشن سے اپنے کر دے دل شاد چشم روشن
۳۔ ان کب سے رو رہی ہوں میں رکھ کے مست پہ دامن کب سے گٹھری ہے، داتا در پہ ترسے بھکارن

جوگن کی جھولی بھردے وہ رام نام دے

اس بیت کو رام کر دے، وہ رام نام دے

نکلے ہے گھر سے جوگن کھنٹی گلے میں ڈالے پاؤں میں پڑ گئے ہیں اب چلتے چلتے چھالے
۴۔ مگر نے کو ہوں زمیں پر ہے، کون جو سنبھالے شرب نگر کے راجہ، وہ کافی کھلی دالے

سرپاک اک نظر ہو دکھیا یہ اپنی پیارے

بھولی نہیں میں تم کو تم سیوں مجھے بسا رہے تھے

ایسا برنی کی ایک سو قیاس انداز کی بے قافہ نعتیہ غزل میں بھی عشقِ رسولؐ کے اظہار کے لئے جوگن ہی کو علامت بنایا گیا ہے۔

اپنے پیار کی میں جوگن بنی میں تو تن من دھن سب داروں کی موراپیا تو دینے رہت میں تو تن من دھن سب داروں کی

۵۔ ہندی شاعری کی دوسری خصوصیات جنہیں نعت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا حورہ بنایا گیا ہندوستان کے

موسموں اور پندوں وغیرہ سے متعلق ہیں ہندی شاعری میں بہتے ہوئے موسموں کے ساتھ عورت اپنی ذاتیہ کیفیت کا اظہار کرتی ہے۔

خصوصاً سادون کے چہینے میں جب محبوب سے جدائی کا احساس اپنی شدت کو پہنچ جاتا ہے موسم کے حوالے سے ہجر کی یہ کیفیت نعت میں

بھی منتقل ہوئی اندکال گھنگور گھٹائیں حضور اکرمؐ کی یاد کا اسی طرح بہانہ بنیں جس طرح ہندی شاعری میں اپنے محبوب کے یاد آنے کا

علامتہ ہوتا ہے۔

۶۔ کالی سنبور گھنگور گھٹائیں جو ہے جی کو بھادت ہے سبھی کوئی کوئی گھیا دالا پیا مرچے یاد ولادت ہے سبھی

ساجد صدیق کے گیت ”سادون“ جو مدحِ صحابہ میں لکھا گیا ہے میں نعت کا یہ ٹیڈ بھی دیکھئے۔

۱۔ میدانِ افکار یعنی میلاد احمد مختار (محمد بدر الحسن) ص ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳

سادن آیا لے تو خبر یا تم تو جسے شرب کی نگریا

سوتی پڑی ہے ہماری اٹریا کہتے کہوں سرکار سے
مدھ لوصحایہ بنی جی کے پیارے ترست جیاد ہمارے لے

اسی طرح کتے سے خطاب اور اس کے ذریعے محبوب تک اپنی واردات و کیفیات بھر پہنچانے کی کوشش جو شہری شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت ہے ہندی انداز میں ایسی نقوشوں میں بھی در آئی اور یوں کاگے سے محبوب تاحد کا تصور نعت میں بھی بھر کی کیفیت کے اظہار کا حوالہ دینا ملاحظہ ہو۔

سے توری منی کرت ہوں سن کا گا مورا ماس بدن کا سگرا کھا موہے پیامن کی ہے آسا جری پاندوے مکھ پر نشین کو

نماز کی نعت دسوہے مار گیا شرب کا دھنی سپند میں دکھا کر جو بن کو: کا یہ شعر ہمیں میرا بائی کے مشہور دوہے کی یاد دلاتا ہے

سہ کا گاسب تن کھائیو چن چن کھ یو ماس دو زمین مودے مت کھائیو موہے پیامن کی آکس

ہندی بھجنوں اور گیتوں میں کرشن اور محبوب کے لئے استعمال ہونے والے ناموں سے آنحضرتؐ کو بھی مخاطب کیا جانے لگا اگرچہ یہ نام اپنا مخصوص مذہبی پس منظر رکھتے ہیں اور حضور اکرمؐ سے ان کی نسبت نامناسب اور غیر مشروع ہے۔ کیونکہ ان کے تصورات ہندو مت میں اپنا ایک جداگانہ وجود شخصیت صفات اور کردار رکھتے ہیں مگر ہندی اثرات کے تحت نعت نگاروں سے یہ بے احتیاطی بھی ہوئی اور انہوں نے بھجنوں اور گیتوں میں کرشن اور محبوب کے لئے استعمال ہونے والے ناموں کو حضور کے لئے بھی استعمال کیا۔ مثلاً

سہ بگ جوتی سوانی اوتاری تیرے روپ کے داری تیدنا من موہن گرو دھر گرو دھاری تیرے روپ کے داری تیدنا

سہ دی راجکار ہے دیں دھنی جا کو لوگ کہیں کئی مدنی اسے مایہ ملکیت کی ہے سکھو داکے درپہ جو ماتھ پیارے گا

تبادے بالم کہ ہمیری بتا پیہ کب دیا کی نخر کرے گا کب ایسی رت مچھ کو ہوگی تو بھی مہر کی نچروں اوھر کرے گا

سکھی جو جائے مدینہ اب کے تو مجھ کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں دیکھوں وہ شام پیارا نجر دیا کی کدھر کرے گا

میں تو ڈھونڈت ڈھونڈت ہار گئی ہوئے پل کے تیرے کا ڈگر نہ ملا تن سوکھ گویا پ سوچ گویا کہیں ہائے وہ شام سندھ ملے

خط کشیدہ کے علاوہ ہندی بھجنوں اور گیتوں کے زیر اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پنا پر تھی کے یال بلیم مہا بلی سمرات پرمتا سراج دیوتا ہاراج پر بھوگائیں سوانی گرو دیو پیسے الفا کا استعمال ہونے لگے۔ اسی ضمن میں مولود عید کی کا یہ کڑا بھی ملاحظہ ہو۔

۱۔ سہاگے حرم (ساجد صدیقی لکھنؤی) ص ۱۳

۲۔ بزم عرب جلد اول (مرتب کنور اندر سہاگے سکینہ علم دایونی، ص ۳)

۳۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار شرب (مولفہ فضل الدین گکے زئی، ص ۵)

۴۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار شرب (مولفہ فضل الدین گکے زئی، ص ۴)

۵۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار شرب (مولفہ فضل الدین گکے زئی، ص ۴)

سہ سہ لے موری موری سر متا جا
سہ لے موری جبریل کے ساہیں
سہ لے موری علی جی کے بھیا
اے سہ لے کے راج دلا سے
سہ لے بی بی کے بابا پیارے
سہ لے بی بی خدیجہ کے بالہ

سہ لے کل راجن کے راجا
سہ لے بیتی کے راج گسائیں
کالی کالی راجے کنسپ
عمر عثمان کے پالنہ دے
حن حین کے پالنہ دے
صلی اللہ علیہ وسلم لہ

کرشن مہاراج کے ناموں پر ہی اکتفا نہ ہوئی بلکہ کرشن کی ذات سے متعلقہ تلازمات کو بھی حضور اکرمؐ سے منسوب کر دیا اور یوں نعت کی فصاحت بھن کے رنگ میں رنگ دی گئی یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

۱۔ عوراشام گنبد مدینہ بنو موسیٰ مرلی کی ہے نہ سنانے نگید

میں تو برج دواسے کا ڈھونڈ پھرتی گئی دس بدیس نگر نہ ملاٹ

۲۔ دھری کا ندھے کالی کلیا تھی دا کے مکھ سے مرلی کی ٹی بگی
کبھی تھی انا بشر کی دھن کبھی سنت گنزا شکیا
کبھی لالہ کا سر ہر کبھی امتی کی آٹھی۔ ص ۱۰

۳۔ سب سکھیاں دل بل جارت عین اور جیو سے جھیر سٹ کھیات میں

سورے مین بدوگ ترست رہیں آس من موہن کے درشن کوٹ

۴۔ صورت پٹ مہاروپ ہر روپ دکھاوت بہرودی

دا کے نیناں انوکھے چھپ نیا روی تیرے روپ کے داری سیدنا

ان تلازمات کے علاوہ ہندوستانی نمائندوں و ماحول سے متعلقہ دوسرے مناسبات کا استقنا میں تقیہ منہا میں کے انہار کے

نئے ہوا۔ مین کا کوروی کا قصیدہ لایہ سے سخت کاشی سے پلا جانب متھرا بادل۔ اس انداز کی مشہور مثال ہے یہ قصیدہ اپنی نوعیت کا منفرد
قصیدہ ہے۔ جس کی پوری فصاحت ہندوستانی مذہبی ماحول کے متعلقات و مناسبات سے عبارت ہے چند اشعار دیکھئے۔

جا کے جہنا پہ نہانا بھی ہے اک ٹول مل

کہ چلے آتے ہیں تیر تھ کو ہوا کے بادل

سہ گھر میں اشنان کریں سر و تدن گوگل

خبر آتی ہوئی آئی ہے مہربان سے ابھی

۱۔ مولود سعید ص ۱۰۴ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار شریب (مولود فضل الدین گنگے زئی) ص ۱۰۴

۲۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار شریب (مولود فضل الدین گنگے زئی) ص ۱۰۴

۳۔ نعت سلطان عرب المعروف بہ بہار شریب (مولود فضل الدین گنگے زئی) ص ۱۰۴

۴۔ بزم طرب حصہ اول (مرتبہ کنور اندر سہیل کے سکینہ ظہم بڑا پتی) ص ۱۰۴

دہر کا ترسا بچہ ہے برق نے بل میں آگ
دیکھئے ہوگا سری کرشن کا یوں کر ورن
راکھیائے کے سلوانوں کی برہمن نکلیں
اب کے میلا تھا منڈوے کا بھی گرد ب بلا
دوہے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے
اب چوٹی کا برہمن ہے نئے آگ میں بل
مدینہ تنگ میں دل گوپیوں کا ہے بیکل
تار بارش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کوئی تل
نہ بچا کوئی مہاتر نہ کوئی رتھ نہ بیل
نوجوانوں کا سینہ چر ہے یہ بڑھوا منگل

یہ پورا قصیدہ اسی بے تکلف انداز میں لکھا گیا ہے مومن نے حیرت انگیز مدح ہندی الفاظ و اشعار کو اپنے عمل و وقوع کی مناسبت سے استعمال کیا ہے اس قصیدہ کی پوری نثر رنگ پر بند مذہب و معاشرت کی گہری چھاپ ہے مثلاً کاشی مترا گنگا بیل اٹھانے کو کل جٹا مہا بن تیر تھ برہمن سری کرشن ورن گوپیوں راکھیائے منڈوے کا سیلا رتھ بڑھوا کیم کسل جو گیا بھوت بیروگی پرستہ راجہ اندر اکھنیا مندر استہل لکھا گرا چل کے الفاظ اس نثر تشبیہ کی پوری فصاحت ہندی رنگ میں رنگ دیتے ہیں۔

مولانا احمد رضا خان بریلوی کی مشہور نعت ۔۔۔ لم یات نظیرک فی نظر مثل تو نہ شد پیدا جانائے میں جگ راج کو تاج تورے سر ہوئے
توری جرت کی جھل جھل تورے چندن بدن پر موراجیا لہر جے درک درک اموبے کرنے پرستہ پیت میں کاہے سکون اور موراق من دھن سب
چھونک دیا کے ٹکڑے ہی ہندی اثرات لئے ہوئے ہیں۔

ایسا ہی ہندی کی معروضہ میں بھی بہت سی نعتیں ایسی مل جائیں گی جن کے تار و پود میں ہندی معاشرت و تمدن کے اثرات نمایاں ہیں
عصر حاضر میں عبدالعزیز خاں کی نعتوں خصوصاً منعمنا اور فارغ علیط میں ہندی الفاظ و تلامذات اور ہندی معاشرت و تمدن اور شعروادب کے مشابہت
تصورات کے استعمال کا منفرد انداز نظر آتا ہے فارغ علیط کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

سے میں شبدون کی چاسی میں چرنوں کی داسی تیری جیتو جھ کو صبح و صا ہے
میں ہو گن بر دھن میں گلی کینے
تو سراج میرا مرادوتا ہے
تو دیک میں کا جل تو درجن میں سید
میں کاکب تو پر جہات کلا لٹا ہے
جو گوگل میں گو بندے پھاگ کھیلے
وہ نہ لاج تارے ہے نہیں پلہ ہے
میں بلہا چل بل یہ چھپ چاہے نیا
بدن کامنی کا پسیمبا ہوا ہے
عجب دکشا بانسری کی صدا ہے
میں مورکھ نمائی تو گن ہے کلا ہے
میں دھرتی تو امیز میں کیا ہوں تو کیا ہے تہ
میں ہوجن سوامی میں باندھی بیا کل
گرد و پوچھیلی کا سنجوگ کیب

منمنا کے یہ اشارہ دیکھئے۔

شمار کرنے چلیں، اُس کی خبر یوں کا اگر
ہے جوت جس کی نفسِ خیز چاندنی کی طرح
اُسی کو کہتے ہیں ماتے جگت جگاون ہار
پنم کو مات کرے چھب سے شام سانوں کات
ہے پسراؤں کے تازک لبوں پکچیک
رسال اور صروں کا ہر بولہ رگنی میں دلا
یہ سربِ بومی کا راجہ مہابلی سمرٹ
تو ساتھ ہیپوز ویں تنک تنک مے نیل شگھ پدم
شہر یہ جس کا پوترہ اور آقا ہے پرم
اُسی کے نور سے نیت چہن میں دور رات کا
یہ انگلیں درس تو کب سے ترس رہی تھیں ہم
بادیا بہ صرت نے سانس تر سرگم
انہی انگلیں میں کیا جانیں مالِ سر کے دم
اپار اتھاہ انت ایک انیک دشتا قلم

خالد کے ہاں وہ تمام اثرات اپنے طرزِ خاص میں نظر آتے ہیں جس کی تمام مہندوئیں سب و معاشرت سے ہے اور جن کا سرسری ذکر
ہم گزشتہ صفحات میں کرنا چاہا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم کی نعت کے لئے نساؤں سب و لہجہ، رنگین کانسٹو، ورس کو ترستی آنکھیں، دھل،
نمونہ پھاگ کھینا، پسراؤں کا منی شانتی دم تہ تہ، انسانی ساجن، سومی گرو دیو، علم مہابی، محض و غیر ذلے، انفا، زمانہ، اور اس کی نایت
سے دوسرے مباحث کلبے مکلف اظہار ملتا ہے اگرچہ ان نعتوں کی محسوس ان بندی، تاثیر و دنیا کی حامل محسوس کے مختلف ہیں جن کے واسطے ہم
پہلے دے آئے ہیں مگر محسوس کے فرق اور تاثیر کے باوجود فارغیہ اور منمنا کے یہ حسے بندی گیتوں کی گینیات اور مہندی تمذیب و معاشرت
کے حوالوں سے عبادت میں اؤ نعت یاؤں کے مضامین و اظہار پر مہندوستانی اثرات واضح اور نمایاں ہیں۔

اردو کی نعتیہ شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات

ڈاکٹر شاکر علی

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس لیے آپ کی زندگی حیاتِ انسانی کی معراج ہے اور آپ کا ہر عمل انسان کے لیے باعثِ نجات ہے۔ جب آپ نے تبلیغِ شروع کی تو کفر و ضلالت کی پرچائیاں ختم ہوئیں اور رشد و ہدایت کی کرنوں نے سارے عالم کو منور کیا۔ قرآنی احکامات کو جب آپ نے عام کرنے کی جدوجہد کی تو اس کے اثرات زندگی کے ہر شعبے پر مرتب ہوئے چنانچہ شعرائے کرام بھی اس بدلتے ہوئے ماحول اور رجحانات سے متاثر ہوئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے افکار و خیالات میں قرآن حکیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی بھلک نظر آنے لگی۔ شاعر بہت حساس طبع واقع ہوا ہے۔ وہ جو کچھ اپنے گرد و پیش میں دیکھتا ہے اسی کو من و عن بیان کر دیتا ہے چنانچہ اس وقت کی عربی شاعری بھی نبل از اسلام کے بگڑے ہوئے ماحول اور معاشرے کی عکاس تھی لیکن جیسے جیسے اسلام کی روشنی عالم میں پھیلی گئی شعراء کے خیالات میں تخیل آتا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی اور قرآن حکیم کی حکمت آموز باتیں معاشرے میں سرایت کرتی گئیں اور نتیجتاً دوسرے شعبوں کی طرح شاعری پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے گئے شعراء نے دورِ جاہلیت کے متعصبانہ خیالات اور مبالغہ آمیز باتوں کے مقابلہ میں حقائق پر مبنی قرآن و حدیث کے مضامین نظم کرنا شروع کر دیے یہی وجہ ہے کہ دورِ جاہلیت کے شعراء میں امرؤ القیس، زمیر بن ابی سلمیٰ، نابغہ ذبیانی اور غنمہ بن شداد وغیرہ کے مقابلہ میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور کعب بن زہیر وغیرہ کا کلام حکمت آموز باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ چونکہ نعتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جزوِ ایمان ہے اس لیے ہر ایمان رکھنے والے نے خواہ وہ عربی ہو یا بھی ہندی ہو یا چینی غرض کسی بھی خطے کا رہنے والا اور بسنے والا ہو۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں اپنے جذبات کا اظہار کیا اور مستحقِ ثواب ہوا۔

نعتیہ شاعری کی ابتداء خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے شروع ہوتی۔ اس سلسلہ میں حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ کا نام سرفہرست آتا ہے۔ ان دونوں اصحاب نے جو کچھ نعت کے ضمن میں بیان کیا وہ قرآن حکیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے مشتق ہے اس سے نہ صرف نعت گوئی کی ابتداء کا پتا چلتا ہے بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و حدیث کے اثرات بھی اسی وقت سے شاعری پر مرتب ہونے شروع ہو گئے تھے۔ عربی شاعری میں قصیدہ اور مرثیہ ایسی اصنافِ سخن تھیں جن پر طبع آزمائی کی جاتی تھی اسی لیے حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں قصیدے لکھے جس میں آپ کی تمام تر ہی صفات بیان کیں جو قرآن کریم نے بیان کیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کان خلق القرآن یعنی آپ کی عادت قرآن تھی۔

میاں حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت کعب بن زہیرؓ کے چن اشعار بطور نمونہ پیش کیے جلتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ قرآن یا حدیث سے اس کا ربط بھی ظاہر کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ ابتداء ہی سے شاعری میں قرآن و حدیث کی تفسیر بیان کرنا شعراء کرام نے اپنا حقیقی مقصد سمجھا تھا حضرت حسان بن ثابتؓ کے مندرجہ ذیل شعر دیکھئے :

اھدر علیہ للنبوة خاتمہ من اللہ صمودیلوح ولینشد

ترجمہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی کریم الافعال ہیں آپ کے جسم مبارک پر اللہ تعالیٰ نے نبوت کی مہر ثبت کی ہے جس کی خود اللہ تعالیٰ نے بھی تصدیق کی ہے یہ روشن بھی ہے اور ہر شخص اس کا شاہد بھی کر سکتا ہے۔

ارشاد باری ہے۔

ماکان محمد ابداً احد من تجاویکم ذلک رسول اللہ وخاتم النبیین (سورہ احزاب - ۴۰)

ترجمہ : محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے باپ نہیں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں پر مہر ہیں

فما من سراجاً منیراً دھا دیا یلوح کما لوح الصیقل المصنوع

ترجمہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے جس سے ہر شخص روشنی حاصل کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں اللہ رب العزت نے آپ کو راوی بنا کر بھیجا تاکہ آپ نور ہدایت سے تمام دنیا کو راہِ راست پر لائیں آپ بحیثیت ایک روشن چراغ کے اس طرح چمکتے ہیں جیسے ایک اچھی مینقل کی ہول قرار چمکتی ہے۔

خداوندِ قدوس کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِداً وَمُشْراً وَنَذِيراً وَدَاعِياً إِنَّا إِلَهُكُمُ بِاللَّهِ بَادِعُكُمْ دَسِيراً جَانِئِيراً

(احزاب ۴۶)

ترجمہ : اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تم کو بھیجا بتانے والا اور خبر بخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے حکم سے اور چمکاتا ہوا چراغ بنایا۔

وانت الہ الخلق ربی وحی الخی بذلک ما عمرت فی الناس اشھد

ترجمہ : اے اللہ تو ہی تمام مخلوق کا پالنے والا اور پروردگار ہے میرا پالنے والا میرا پیدا کرنے والا اور ہم جب تک نہ رہیں گے اس کی شہادت دیتے رہیں گے۔

قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ (الرحلہ ۱۳) آپ فرمادیں اللہ ہر چیز کا خالق ہے۔

قَدْ آتٰنَا حِکْمَہُ فَاَجْعَلِ الشَّکْرَ عَزِیْمَہُ یُؤْمِنُ بِرَبِّہِ الْغَیْبِ اور خالقیت کو بیان کیا ہے۔ ارشاد باری ہے۔

قُلِ اعْبُدُوا اللّٰهَ الَّذِیْ دَعَا وَهُوَ رَبُّ کُلِّ شَیْءٍ (انعام ۱۶۴)

آپ فرمادیں کیا اب میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں اور وہی ہر چیز کا رب ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَدَّ تَکْفُرًا فَجَبُّ ذُفْرًا (آل عمران ۵۱) بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے اسی کی عبارت کر رہے

حضرت حسان بن ثابتؓ نے اکثر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اسلام کی تشریف کفار کی مجرور غزوات شری کو آن

تساعی کے ذریعہ بنایا جو بلاشبہ قرآن وحدیث کا گنجینہ ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے بعد حضرت کعب بن زہیرؓ کا نام اس اعتبار سے بہت مشہور ہے کہ آپ نے بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں ایسا ہی نفیر قصیدہ پڑھا جو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت پسند آیا جس پر آپ نے انہیں اپنی ردا و مبارک عطا کی۔ اس مشہور قصیدہ کا مطلع یہ ہے۔

ما نمت سعاد فقلی الیوم مفعول مقیم اثرہا لم یفند مکعبول

اس قصیدے کے چند اشعار لانا چاہتا ہوں:

وقال کل خلیل کنت ملہ لا الہفیک اذنہ عنک مشغول

ترجمہ: ہر دوست نے جن سے حمایت واعانت کی امید تھی مجھ سے یہ کہا کہ میں تجھ کو اپنی نجات کی تدبیروں سے نہیں روکتا جو تجھ سے ہو سکے عمل میں لائیں اپنے ہی بھیسوں میں لگا ہوا ہوں۔ مجھ سے بھلائی کی امید مت رکھ اور اپنا کام کر۔
قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَبَسَ لَوِثَاتٍ لَّامِاسَحَابٍ (۵۲) البقم (۳۹) انسان کے لیے صرف گوشمش کرنا ہے

فعلت خلوا سبیلے لا اباکم فکل ما قدر الرحمن مفعول

ترجمہ: جب انہوں نے میری اعانت سے انکار کیا اور خدا نے میرے دل میں مضمون توکل القا فرمایا، تو میں نے ان سے کہا کہ اے مجھوں ان سب لوگو! میرے سامنے سے ہٹو۔ اب میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آپ کرم مجسم ہیں جو شخص تائب ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اس سے حرکات سابقہ کا مواخذہ نہیں فرماتے۔ آگے جو میری قسمت میں لکھا ہے ہو کر رہے گا کیونکہ جو خدا تعالیٰ نے مقدر فرما دیا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

وَكَانَ امْرَاُتُہ مَفْعُولًا (۴) النساء

وَكَانَ امْرَاُتُہ مَقْدُودًا (۲۳) احزاب (۳۸) اور اللہ کا حکم مقرر کیا جا چکا ہے۔

آپ کے غفور و درگزر کی کیفیت حدیث شریف میں اس طرح آتی ہے۔

ہن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت لمرکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحشا ولا متعشرا ولا مضایا

فمن الاسواق ولا یجتزئ یا سیدنا یہ ولکن یحمنو ویصنعون فرائل زیدی باب اجاء فی خلق رسول

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طبعاً فحش گو تھے نہ بظلم فحش بات فرماتے تھے نہ بازاروں میں چلا کر (غلاف و قار) باتیں کرتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرما دیتے اور پھر اس کا تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے۔

نظیر یہ مدالوان یحکون لہ من السؤل باذن اللہ مفعول

ترجمہ: میں ایسی مجلس بیتناک میں کھڑا ہوں اور ایسی گفتگو عرب و اراور عجیب سن رہا ہوں کہ اگر باہمی بھی اس کو دیکھے اور نہ

تو کلپنے لگے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلال کے سبب اگر اس صورت میں کہ بجانب حضرت رسالت پناہ حسب حکم خداوندی دولت امن عطا ہو اس صورت میں البتہ لرزہ موقوف ہو اور بخشش درست ہو جائیں۔
اس کی تائید میں دو حدیثیں پیش خدمت ہیں۔

عن علی رضی اللہ عنہ قال وذا انکلم اطلق جلسائہ کا ضاع علیہم الطیور (شمائل ترمذی)
ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا ذکر اس طرح فرماتے ہیں کہ آپ جب گفتگو فرماتے تھے تو حاضرین مجلس اس طرح گردن جھکا کر خاموش بیٹھتے تھے جیسے ان کے سر دل پر پرنس بیٹھے ہوں۔

عن قتیلہ بن عزمہ انما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد وهو قائم العزق قصار
قالت فلما رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المصنوع فی المسجد ارعدت من الفزع وشمائل ترمذی
باب فی المجلس

ترجمہ: حضرت قتیلہ رضی اللہ عنہ فرمائی ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد (میں) کچھ ایسی عاجزانہ صورت (میں) گھٹ مارے بیٹھے دیکھا کہ میں رعب کی وجہ سے کلپنے لگی۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کے بعد اور بھی بہت سے شعراء ہوئے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار کہے تاہم ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے بعد امام بصری کے قصیدہ بردہ کو جو تمام حاصل ہوا وہ کسی اور کو نہیں ہوا۔ یہاں بخوف طوالت اس قصیدہ کا تفصیل جائزہ نہیں لیا جاسکتا صرف دو شعر پیش کرتے ہیں تاکہ اندازہ ہو سکے کہ قرآن و حدیث کے اثرات عموماً شاعری پر اور خصوصاً نعتیہ شاعری پر کتنا بڑا اثر کرتے ہیں۔ اور یہ اثرات نہ صرف عربی بلکہ عجمی شاعری پر بھی اثر کر چکے تھے۔

۱۔ ظلمت منہ من احیاء الظلام المحسۃ ان اشتکت قد ماہ الضرو من ورم
ترجمہ: افسوس میں نے اس ذات اقدس کے طریقہ مستثنیٰ کی پیروی نہ کی جو اندھیری رات کو زندہ رکھتے تھے۔
(عبادت کے لیے کھڑے رہتے تھے) یہاں تک کہ آپ کے دونوں قدم مبارک تھرم ہو جاتے تھے۔
حدیث مشرعیہ میں آئی ہے۔

عن المعیرۃ قال قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم حق نور من قد ماہ فقیل لہ لم تصنع هذا وقد
خفرتک ما لقتدم من ذنبک وما تاخر قال افلا اکون عبداً شکوراً متفوناً علیہ
ترجمہ: حضرت معیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر عبادت الہی میں کھڑے رہتے یا ہم کہ آپ کے قدم مبارک تھرم ہو جاتے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے قدم کچھ بچھے گناہ سب معاف ہیں آپ تو معصوم ہیں پھر انہی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کیا میں نہ اکاشک کہ گزار بندہ نہ ہوں۔

۲۔ وشد من شغب احشاعہ وطلوع
تحت الجمار فی کثام طرف الادم

ترجمہ: وہ ذاتِ اقدس جس نے بھوک کی شدت سے اپنے پیٹ کو کسا اور اپنے نازک پہلو پر پتھر باندھا۔
حدیث میں آتا ہے۔

عن ابی طلحہ قال شکونا الح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المجوع ورفحنا عن بطوننا عن حجر حجر ففتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن بطونہ عن حجرین (شمائل ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو طلحہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شدتِ بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے پتھر دکھائے کہ ہر شخص کے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا، تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر دو بندھے ہوئے پتھر دکھائے۔

مندرجہ بالا اشعار سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے اثرات زندگی کے اور شعبوں کی طرح شاعری پر بھی مرتب ہوئے اور شعراء کرام نے قرآن و حدیث کے مضامین شاعرانہ لطافتوں کے ساتھ اشعار کی صورت میں بیان کیے۔ یہی نہیں کہ نعتیہ شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات مرتب ہوئے بلکہ تمام اصنافِ سخن میں جو رائج تھیں قرآن و سنت کی تعلیمات سے فائدہ اٹھا کر شعراء کرام نے نئے نئے مضامین پیدا کیے۔ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اس حیثیت سے یہ ضروری تھا کہ اس کے اثرات دنیا کے ہر سرِ خطے پر مرتب ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہاں تک کہ نظم و نثر پر بھی اسلامی تعلیمات اثر انداز ہوئیں۔

عربی شاعری سے گزر کر جب ہم فارسی شاعری پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فارسی شاعری پر بھی قرآن و حدیث کے اثرات پائے جاتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے فارسی شاعری پر عربی شاعری کے اثرات مرتب ہوئے جس کے نتیجے میں انکار و خیالات کے اعتبار سے بھی شعراء فارس نے عربی کا سہارا لیا اور فارسی شاعری کے بارِ آدمِ رودکی کے کلام میں نہ صرف عربی الفاظ ملتے ہیں بلکہ وہی خیالات بھی نظر آتے ہیں جو عربی شاعری میں رائج تھے۔ البتہ فردوسی نے تعصب کی بناء پر عربی الفاظ ترک کیے اور اس بات کی کوشش کی کہ عربی الفاظ کے مقابلہ میں ژند و پاژند کے الفاظ شامل کرے جس میں وہ کسی حد تک کامیاب بھی ہوا، لیکن وہ کئی طور پر اس سے محفوظ نہیں رہ سکا کیونکہ جو الفاظ فارسی زبان کا جزو بن چکے تھے۔ ان کو ترک کرنے کا مقصد فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اپنے کلام کو لپٹی کی طرت لٹانا تھا جو کم از کم ایک شاعر کے لیے ناگزیر ہے۔ اس کے علاوہ تعریبا بھی شعراء نے عربی شاعری سے استفادہ کیا اور عربی شاعری کے تمام لوازم کو اپنی شاعری کا جزو بنایا۔ چنانچہ نعت جس کا عربی شاعری میں رواج ہو چکا تھا فارسی شاعری میں آگئی۔ پھر شعراء کرام نے اس کو سعادت اور جزو ایمان سمجھ کر بھی اپنا محبوب مشغلہ بنایا اور اس کو اسلام کی اشاعت کا ذریعہ خیال کیا۔ گویا ایک طرح فارسی شاعری میں نہ صرف نعت گوئی کا رواج ہوا بلکہ قرآن و حدیث کے اثرات بھی مرتب ہوئے اور اس شدت کے ساتھ کہ تمام اصنافِ سخن میں اس کی جھلکیاں نظر آتے گئیں۔ خصوصاً شیخ فرید الدین عطار، میکیم سنائی، مولانا بابی، مولانا مری اور شیخ سعدی وغیرہم نے قرآن و حدیث کو ہی اپنی شاعری کا ماتہ بنایا۔ مولانا مری نے مثنوی لکھی جس کے لیے مشہور ہے۔

ۛ بہت قرآن در زبان پہلوی مثنوی مولوی و مثنوی

اس حقیقت سے انکار مشکل ہے کہ جس قدر فارسی شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات مرتب ہوئے اتنے کسی اور زبان کی شاعری پر نہیں ہوئے۔ اگرچہ بزامیہ اور نیر عباس کے دور میں مثنوی ترقی علوم و فنون میں ہوئی اتنی کیسی دور میں نہیں ہوئی شعر و ادب کے اعتبار سے بھی یہ دور بہت اہم ہے لیکن پھر بھی فارسی شعراء کے مقابلے میں اس دور کی عربی شاعری میں قرآن و حدیث کے اثرات اس قدر نہیں ملتے دراصل شعراء فارسی نے اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ قرآن و سنت کی اشاعت پر صرف کیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا کلام قرآن و حدیث سے مشق ہو گیا۔ یہاں فارسی شعراء کے کلام سے اس کی مثالیں دینا مقالہ کو طول دیتا ہے اس لیے صرف دو تین مثالوں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

خواجه فیروز دین عطار کا یہ شعر:

ۛ چوں زبان حق زبانِ دوست بس بہترین حمد سے زمانِ دوست بس
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ (سورہ النجم)

ترجمہ: آپ اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتے آپ تو صرف وہی فرماتے ہیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے۔
بخاری شریف کی ایک حدیث ہے۔

حَدَّثَنَا الْقَوْلُ قَدْ نَسِيَ نَمَّ التَّذْوِصَ يَلْوِصُ

ترجمہ: زمانوں میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر ان کے بعد والوں کا (صحابہ کرامؓ)۔
شیخ سعدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرماتے ہیں۔

ۛ اہم رسل پیشوائے سبیل امین خدا، مہبطِ جبریل
شیخ الوری خواجه حبیب و شہر امام الہدیٰ صدر دیوانِ محشر

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا قَامَتِ الْمَسِينُ وَلَا فَحَرٌ وَلَا نَحَامُ الْبَيْبِينِ وَلَا فَتَحَرٌ وَلَا

أَقْلُ شَاغٍ وَ مَتَعٍ وَلَا فَحَرٌ (دارمی سے جابر)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمام انبیاء و مرسلین کا پیشوا ہوں اور اس پر مجھے کچھ فخر نہیں، میں ناقم البیبین ہوں اور مجھے کچھ فخر نہیں میں شافع محشر ہوں اور مجھے کچھ فخر نہیں۔

فارسی شاعری میں قدامت سے لے کر متاخرین میں سے کسی کا بھی کلام اٹھا کر دیکھ لیں تو بے شمار ایسے نعتیہ اشعار ملیں گے جن میں قرآن و حدیث کے اشارے ضرور موجود ہوں گے۔ ہر وہ شاعر جس نے نعت کے میدان میں قدم رکھا خواہ وہ کسی بھی زمانے سے تعلق رکھتا ہو قرآن و حدیث کے اثرات ضرور اس کے کلام میں نظر آئیں گے۔

اردو کی نعتیہ شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس لیے نظر کو سمجھا جائے جس کے

تحت یہ اثرات سرب ہوئے۔ اس ذیل میں تین حقیقتیں سلسلے آتی ہیں جو نعتیہ شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات کو سمجھنے میں معاون ہیں۔ اول یہ کہ اردو سنسکرت ہندی اور فارسی کی آمیزش کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے جو خیالات تراکیب اور تشبیہات و استعارات عربی کے زیر اثر فارسی میں رائج ہوئے وہ بعینہ اردو میں بھی رائج پائے گئے۔ شعراء و فن کے آخر تک کے شعر کا کلام اٹھا کر دیکھنے تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی۔ دوسرا یہ کہ ہندوستان کا وہ معاشرہ جس کو صوفیائے کرام اور علمائے عظام نے بڑی محنت اور عمل جدوجہد سے سبیلِ رنگ میں ڈھالا۔ جو زبان جس علاقے میں وجود پذیر ہوتی ہے اس میں اس علاقے کے ماحول اور معاشرے کے تمام جزوی و کلی مسائل کے اثرات کا بہت گہرا اثر پڑتا ہے اس لیے قدرتی طور پر اردو شاعری بھی دینی خیالات سے ہم آہنگ ہوتی ہوگی۔ تیسری جو خاص اور اہم بات ہے وہ یہ کہ اردو زبان کی سرچرچی صوفیہ اور علمائے کرام کی وجہ سے اردو کا دامن قرآن و حدیث کے وسیع مضامین سے بھر گیا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہندوستان کے جس قدر بھی علماء و مشائخ گزرے ہیں سب ہی نے تقریباً شعر گوئی کو اپنا شایہ بنایا۔ ایبٹن سروس سے کر آخر تک برابر ایسے لوگ ہوئے جنہوں نے نہ صرف فارسی میں قرآن و سنت کے مضامین نظم کیے بلکہ اردو شاعری کے ذریعہ بھی ان خیالات و افکار کو عام کرنے کی پوری کوشش کی۔ ڈاکٹر مولوی عبدالحق مرحوم نے اس سلسلے میں ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام ”اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا نام“ ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام نے کتنے کتنے اعلیٰ خیالات تصوف کی چاشنی میں ڈبو کر عام مسلمانوں تک پہنچائے بلاشبہ ان بزرگوں کی خدمات کو اردو سے محبت رکھنے والے افراد کبھی نہیں بھلا سکتے۔ جس زمانے میں اردو وجود میں آئی اس وقت ہندوستان میں شاعر کا رواج عام تھا اور یہاں کے باشندے اس طرف رغبت بھی رکھتے تھے۔ ایسی صورت میں علماء و صوفیہ کے لیے تبلیغ کا ایک ذریعہ شاعری بھی تھا چنانچہ انہوں نے اسے اختیار کیا اور اس کے ذریعہ اپنے خیالات کو عوام و خواص ہر طبقہ تک پہنچایا۔ بقول مولانا عبد السلام ندوی ”اردو شاعری کا آغاز مذہبی حیثیت سے ہوا اور ایک مدت تک مذہبی خیالات شاعری کا جزو غالب رہے۔“ اگرچہ اردو میں اور بھی بہت سے ایسے شعراء ہوئے جنہوں نے مذہبی اور سستی کو اپنا مذہب بنایا اور اسی سے متعلق اپنے کلام میں مضامین رکھے۔ ایسے شعراء کا کلام صرف زبان و بیان کے اعتبار سے ہی اچھا کہا جاسکتا ہے لیکن معنی و مطالب کے اعتبار سے اس کی کوئی وقعت نہیں۔ ائمہ معانی و بیان اور نقادانِ فن نے بھی شعر کی تعریف میں یہی بات کہی ہے کہ وہ کلام موزوں جوابتہ تاثرات کو عام کرنے میں محدود معاون ثابت ہو صحیح معنی میں شاعری ہے اور جس کا کلام اس معیار پر نہیں اترتا وہ شاعر کہلانے کا مستحق نہیں۔ معاً یہ ہوا کہ اردو شاعری چونکہ صوفیہ اور علماء کے دامن تربیت میں پل بڑھی جو ان بولے اس لیے اس میں قدرتی طور پر بزرگوں کے خیالات کا عکس بہت گہرا ہوتا چلا گیا۔

اردو میں نعتیہ شاعری کا رواج بھی شروع ہی سے تھا لیکن باقاعدہ نعتیہ شاعری کو ابتدائی دور میں کسی نے بھی اپنے لیے مخصوص نہیں کیا بلکہ زیادہ تر حصولِ برکت کے لیے اپنے دیوان کی ابتدا میں حمد و نعت رکھی جس سے اگرچہ نعتیہ کلام کافی جمع ہوتا

ہے، لیکن پھر بھی اس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کا تفصیل پانچویں جلد تک نہ وہ تھا جس کی سب سے سلطنت کے سلاطین نے شاعری کو اپنا محبوب مشغلہ بنایا اور دکنی زبان میں ایسے لطیف خیالات کا اظہار مختلف اصناف سخن مثلاً غزل، مرثیہ، قصیدہ اور نعت وغیرہ کے ذریعہ کیا۔ اس کے بعد مولانا نضر قلی نے بھی نعتیہ شاعر کے، لیکن جب دہلی میں اردو شاعری کا باقاعدہ آغاز ہوا اور دل دکنی کا دیوان منظر عام پر آیا، تو یہاں بھی دل کی طرح نعتیں لکھی جانے لگیں۔ جو صرف نمونہ ہی پیش کی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ سودا اور میر تقی میر وغیرہ نے قصائد میں نعت و منقبت کے اشعار نظم کیے۔ البتہ ان کے دور میں شاہ غلام محی الدین اسی نے نظم میں قرآن مجید کی پوری تفسیر لکھی اور اس طرح اردو شاعری میں یہ عظیم کارنامہ معرضِ وجود پر آیا۔ ان کے بعد آتش، تاسع، مومن، غائب اور دیگر شعراء نے نعت کے سلسلہ میں پرانی ہی روش کو برقرار رکھا۔ یعنی قصائد میں مثنویات کی ابتداء میں اور دواوین کے شروع میں نعت کے نمونے پیش کیے لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ پوری طرح نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر کس نے سب سے زیادہ توجہ دی اور کس نے اس کو باقاعدہ ایک الگ صنف سخن کی حیثیت سے اختیار کیا۔

مومن و غائب کے دور میں مولانا غلام امام شہید نے غزل، قصیدہ، مثنوی اور ترجیع بند وغیرہ میں نعتیں لکھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں نہایت جوش و عقیدت کا اظہار کیا یہاں ایک ترجیع بند پیش کیا جاتا ہے جو قدی کی غزل پر ہے اور معراج محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے

قدرِ عطا کی ادا جامہ زریا کی پھین سرِ چشمِ غضب نازِ مجری وہ جنوں
وہ حملے کی سجادت وہ جبینِ رخش اور وہ کھڑے کی تھلی و سیاہِ گردن
وہ عمارِ عسکری اور وہ نیچا دامن دلِ پایا نہ وہ رفتار وہ بے ساختہ پن
مردہ بھی دیکھے لو کر چاک گریبانِ کفن اٹھ چلے قبر سے بے تاب بان پر سخن

مرحبا سید مکی مدنی احسبہ
دلِ دباں باندایت چہ عجب خوش لقی

غلام امام شہید پہلے شخص ہیں جنہوں نے مولود شہیدی کے نام سے نعت پر مبنی مختلف نظمیں اس میں شامل کی ہیں ان

مذکورہ بالا بیان میں کرنے سے آئندہ معلوم ہوتا ہے کہ معجزات اور سرائی نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق مثنویاں، ابتدائی دور میں لکھی گئیں۔ البتہ انہوں نے انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں مطبوعہ ابتدائی کئی ایسے رسائل دیکھے جو معجزات اور معراج کے واقعات پر مبنی تھے۔ ان میں بعض ابتدائی عاصی کی تصنیف ہے سن ۱۳۱۲ھ ہے۔ اس طرح ایک دوسرا مالہ بعض اظہارِ نوازِ شمس علی غارِ سدا کا ہے کہابت کا سال ۱۳۱۲ھ ہے۔ ان رسائل میں سرائی، معراج اور نعتیہ شاعر بھی موجود ہیں جس سے کسی حد تک اس بات کا ثبوت مل جاتا ہے کہ اردو شاعری میں ابتداء ہی سے نعتیہ شاعری پر توجہ دی جانے لگی لیکن اس قسم کے رسائل بہت کم ملے ہیں۔ اس لیے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جہاں یا اردو میں مومن کا موزون کی طرح نعتیہ امری کو کس نے اپنے لیے مخصوص کر لیا اور میر تقی میر کے مختلف پہلوؤں کو شاعری کے ذریعہ بیان کیا۔

کے بعد نقیہ شاعری میں سب سے زیادہ قابل قدر شخصیت محسن کا کوری علیہ الرحمۃ کی ہے جنہوں نے اپنی شاعری کا بنیادی مقصد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت ہی کو قرار دیا اور قصائد کے علاوہ مثنوی چراغِ کعبہ میں سراپا، معراج اور حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ ہاں شبِ محسن کا کوری کی شخصیت اس اعتبار سے اردو شاعری میں بہت ہی اہم ہے۔ آپ نے ایسا سلسلہ شروع کیا کہ اس کے بعد امیرِ سنیائی، بیہم دہانی، احمد رضا خاں بریلوی، کیف ٹوکی اور مولانا ظفر علی خان وغیرہ نے اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کو تقریباً اسی کے لیے مخصوص کر لیا اور اس طرح اردو شاعری میں نعتیہ اشعار کا کافی ذخیرہ جمع ہو گیا جو دوسری زبانوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔

محسن کا کوری اور ان سے قبل اور بعد کے تمام شعرا کے نعتیہ کلام میں قرآن و حدیث کے اثرات کئی طور پر نظر آتے ہیں ان لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر پہلے تفصیلی نظر ڈالی اور قرآن و حدیث سے استفادہ کرتے ہوئے خاص طور پر اپنے اشعار کو اس کے مضامین سے مماثل کر کے بیان کیا۔ ان بزرگوں نے اس بات کی بھی کوشش کی کہ جو واقعہ بیان کیا جائے اس کا حدیث یا قرآن سے ثبوت فراہم ہو سکے اور واقعہ یہ ہے کہ اس میں وہ پوری طرح کامیاب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی اس خدمت کو قبولیت کا درجہ عطا فرمائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ محبت کا صلہ بھی۔

ہم یہاں شعراِ اردو کے نعتیہ اشعار قرآن و حدیث کے اصل متن کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ابتداءً اردو شاعری سے لے کر آخر تک کے شعرا کے مختصراً اشعار ٹوٹا پیش کیے جاتے ہیں تاکہ قرآن و حدیث کے اثرات کا ایک خاکہ تیار ہو جائے۔

محمد علی قطب شاہ معانی سلطان محمد علی قطب شاہ التلخیص بہ سنی سلطنت قطب شاہیہ کا بانی تھا۔ مشہور میں دکن میں اس نے اپنی حکومت قائم کی۔ اردو کا پہلا صاحبِ دیوان شاعر مانا جاتا ہے۔ اس کا دیوان غنی الدین قادری زمر نے سن ۹۴۰ھ میں دکن سے شائع کیا۔ سن ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس کے محقر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس طرح مدح سرائی کی ہے۔

مگے پیڑیاں اپ تیں شفاعت نہ خدا ہمارے مصطفیٰؐ مگیں شفاعت اُمتیؐ کا

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا قائد المرسلین ولا یخروا انا

خاتم النبیین ولا یخروا انا اول شافع وصیع ولا فخر (حکماء المعانی)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں انبیاء کے مرسلین کا پیشوا ہوں اور مجھے اس پر کچھ فخر نہیں۔ میں خاتم النبیین ہوں اور مجھے فخر نہیں۔ سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں جس کی شفاعت مقبول ہے اور مجھے فخر نہیں۔

مولانا نصر قی قطب شاہ کے بعد اردو شاعری میں بہت اعلیٰ مقام کے ماں ہیں محمد عادل شاہ الترقی سن ۱۲۶۳ھ کے زمانے کے شاعر ہیں۔ یہ اس کے آخری زمانے کا زندہ رہے ان کی بہت سی تصانیف

میں جن میں گلشنِ عشقِ اعلیٰ نامہ، معراجِ نامہ وغیرہ بہت اہم ہیں مولوی عبدالحق مرحوم نے نصری پر ایک کتاب اسی نام سے تصنیف کی جو انجمن ترقی اردو سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی۔ نعتیہ اشعار نہایت جوش و خروش سے کہتے ہیں۔

ترجمہ: نامور سید المرسلین کہ آخر ہر دورے شافع المذنبین

من ابی سعید رضا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم

(مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سردارِ اولادِ آدم ہوں ایک حدیث میں شفاعت کی کیفیت اس طرح بیان ہوئی ہے۔

من انشرفی اللہ عنہ ان الملی صلی اللہ علیہ وسلم قال فمقول ارفع محمد وقل سمع واشفع

تشفع وسل تعطہ قال فادفع راسی فاشفی علی مدیۃ بنامہ وحمید یحبہ غم اشفع (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (مشرقی) خدا فرمائے گا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کہ جو چاہے گا تیری عرض قبول کی جائے گی جس کی چاہے شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی جو کچھ چاہے مانگ تیرا سوال رو نہیں کیا جائے گا۔

ترجمہ: وہی پہل ہے آخر ہر اول ہے بیج

نول رکھ یہ خلقت کے اے دل تو بیج

دھرے سینہ حق راز کا گنج تو بیخ

زباں سول امولک گھر سب تو بیخ

عن قتادہ مرسل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول الناس فی المخلوۃ و آخرہم فی

البعث۔ (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرسل مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں خلق میں سب سے

پہلے ہوں اور بعثت میں سب کے بعد ہوں۔

عاصی دکن کے شاعر میں خوب شعر کہتے ہیں نصری، غصہ کا زمانہ پایا یقین الہدیٰ کے نام سے ان کا

عاصی ایک مجموعہ انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں موجود ہے نعتیہ اشعار بھی کہتے ہیں چند شعر دیکھئے۔

دہن گلاب سول دھو کر طرب سول کہوں صلوات میں شاہِ عرب کوں

فلک روتے زمین تک عجب سول خلافت ہے نبی المحدث م ک

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيَّ وَسَلِّمُوا لِيْ بِمَا رَسُوْلًا جَرَدِيْ

ترجمہ: اے مومنو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درودِ سلام بھیجو۔

فَوَمَا يَرْسُلُكَ إِلَّا كَمَا فَعَلَ النَّاسُ بِرُسُلِهِمْ مِّنْ قَبْلُ (سورہ مائدہ سورہ ۹۷)

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے خوشخبری سناتے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔
 إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاصْبِرْ بِمَا آتَاكَ الْحَقُّ (سورہ ص رکوع ۱۱ پ ۲۳)
 ترجمہ: ہم نے آپ کو زمین کی خلافت دی۔ آپ انصاف سے لوگوں میں فیصلہ فرمائیں۔
 خدا ہر شے میں آپ کو دکھایا نبی پر بھیج کر قسطنطنیہ جگایا
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِن فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْخَلْقِ الْأَوَّلِ وَالْآخِرِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (سورہ آل عمران آیت ۱۹)
 ترجمہ: آسمان و زمین کی تخلیق اور دن و رات کے اختلاف میں اہل عقل کے لیے نشانیاں ہیں۔
 وَذِكْرُ الْقُرْآنِ مِّنْ بَیِّنَاتٍ وَعِيدٍ (سورہ ق)
 آپ قرآن پاک سے سمجھائیے اس کو جو ڈرے میرے ڈرانے سے۔
 خدا نزدیک تر ہے شہرِ گسول تیرے ہمیں نا دیکھ سکے کمانی میں پیری
 عَزَّ وَجَلَّ قَرِيبٌ مِّنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ (سورہ ق رکوع ۱ پ ۲۴)
 ترجمہ: اور ہم اس کے رگِ جاں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔
 ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَنْ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَهِيَ لَا تَبْصُرُ (سورہ طہ رکوع ۱۶ پ ۲۵)
 ترجمہ: ہم اس کی رگِ جاں سے بھی زیادہ نزدیک تر ہیں لیکن تم نہیں دیکھ سکتے۔

دلی دکھنی دل دکھنی اردو کا وہ شاعر ہے جس کی وجہ سے دہلی میں اردو شاعری کا عام رواج ہوا انہوں نے اردو شاعری کو فارسی کے اعلیٰ مضامین سے آشنا کیا اور صحیح معنی میں اردو زبان کی پہلی اینٹ رکھی۔
 استعمال کیا۔ بہت سی مشنریاں دیوان اور ایک رسالہ تصوف میں نور المعرفت یادگار چھوڑا۔ بڑے ذی علم صاحب کمال بزرگ تھے۔ نور الحسن ہاشمی صاحب نے مقدمہ کلیات دلی میں لکھا ہے کہ:

”دلی کی معلومات علمی و ادبی اور مذہبی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کلام میں آیاتِ قرآنی اور احادیث کی طرف تلخیص بہت ہیں مذہبی علوم اور تصوف کی اصطلاحوں کا استعمال ہمیشہ بڑھ چلا ہوا ہے۔“

بنیادی طور پر غزل کے شاعر تھے لیکن نعتیں بھی کہی ہیں۔ ان کے دیوان میں بہت سی چیزیں ملتی ہیں۔ چند شعر دیکھیے
 محمدؐ گروہ ہے جس کے حق میں لاکھ کہا ہے خالق الملائک والملاک
 حدیث میں آتا ہے۔ لولاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ : اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا نہ بناتا۔

سبحن کا مکہ منور نور آیت قال مصحف ہے کہ اہلِ اُمراء پر دعائے اہلِ اقی عاظم
ارشاد باری تعالیٰ ہے :

فَدَعَا نُورِ مَدْيِ اللَّهِ مُنَوَّرَةً مِّنْ شَاعِرٍ (سورہ نور و صبح ۱۸)

روشنی پر روشنی اللہ جی پاتا ہے اے نور سے ہر ایت دیتا ہے۔

قَالَ اِنَّكَ حَدِثَ الْغَاشِيَةِ وَجِوْهُ تَوَسَّدَ خَاشِعَةً عَامِلَةٌ غَاصِبَةٌ تَصْلُفُ مَا رَا حَاسِبَةٌ

(سورہ غاشیہ)

تسبیٰ بن حین آنیہ

ترجمہ : کچھ پہنچی تجھ کو بات اس چھپانے والے کی کتنے سنہ اس دن ذلیل ہونے والے ہیں۔ محنت کرنے والے
تھکے ہوئے گریں گے دیکھتی ہوئی آگ میں اور کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے۔

رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب زبور لب ذکر سبحان الذی اسریٰ کرول

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

سُبْحَانَ الَّذِي اسْرٰى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ

(سورہ بنی اسرائیل)

بِئْرِيَةِ مِّنْ اٰيٰتِيْ اِنَّهُ هُوَ الصَّيِّدُ۔

ترجمہ : پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا
ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اس کو اپنی قدرت کے کچھ نمونے وہی سننے والے اور دیکھنے والے ہیں۔

سحر و کل رنگ و زلف سوچ زن خوبی میں آیت جنت عجریٰ عنہا الامصار ہے۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے :

وَ اَحَدًا كَعَمْرٍ حَبْتٍ بَخْرٍ عَتَمًا لَا مَعَارَ خُلْدٍ فِيْهَا اَبَدًا (سورہ التوبہ ۲۴)

ترجمہ : اور تیار کر رکھے ہیں ان کے واسطے باغ کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں وہ اشیٰ میں ہمیشہ رہا کریں گے۔

سحر و پادے مطلب راضیہ مرضیہ محض نقد بگ میں جو اعمال پہنائی کرے

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِي فِي عِلَادَةِ

(سورہ انفجر و حکم ۳)

و ادخلیٰ جنتے

ترجمہ : اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ
سے خوش ہو پھر تو میرے بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

سودا اردو کے ان شعراء میں سے ہیں جن کا شمار صفِ اول کے شاعروں میں ہوتا ہے۔ غزل کے استاد
مزرا فنع سودا تھے اور قصیدہ نگاری میں ان کا کوئی حریف نہیں نواب آصف الدولہ کے دربار سے وابستہ تھے اور

بلک الشعراء کا خطاب ملا۔ ۱۹۵ھ میں انتقال ہوا خود میر تقی میر جیسے باکمال شاعر نے انہیں تسلیم کیا ہے۔ انہوں نے ایک لعتیہ قصیدہ لکھا جو رفعت تخیل، طبیعت کی رنگارنگی، الفاظ و تراکیب کی چستی اور لطف و اثر کے لحاظ سے بہت اعلیٰ سمجھا جاتا ہے چونکہ یہ قصیدہ نعت میں ہے۔ اس لیے قرآن و حدیث کے مضامین بھی اس میں نظم کیے ہیں۔ یہاں چند اشعار ملاحظہ فرمائیے:

ملک سجدہ نہ کرتے آدم خاکی کو گر اس کی امانت دار نور احمدی ہوتی نہ پیشانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ (سورۃ البقرہ ص ۳۴)

ترجمہ: اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب سجدے میں گر پڑے سوائے ابلیس کے۔

خیال خلق اس کا اگر شفیق کا فرماں ہو دے رکھیں بخشش کے سرمنت یہودی اور نصرانی

عن عوف بن مالک قال قال رسول الله ﷺ عليه وسلم آتانا آت من عند ربنا عن عبد بن جعفر بن

سبيح ان يدخل نصف الجنة ومن الشفاعة ما خفف الشفاعة وهي ان ماتك لا يشك بال الله

شيئا وترحمك وابنه صاحب

ترجمہ: عوف بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا پیغام ہے کہ آیا اس میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا کہ میں ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات اختیار کر لوں یہ کہ اللہ تعالیٰ میری نصف اُمت کو جنت میں داخل فرمادیں یا یہ کہ مجھے شفاعت کا موقع ملے تو میں نے حق شفاعت کو اختیار کر لیا اور میری شفاعت ان لوگوں کے لیے ہوگی جو اس حال میں مرے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے تھے۔

حدیث من آتی وال ہے اس گفتگو اور پر کہ دیکھا جس نے اس کو اس نے دیکھی شکل نیروانی

ارشاد نبوی ہے۔

قال رسول الله ﷺ عليه وسلم من رآني فقد رآني الحق (صحیح بخاری)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے مجھے دیکھا اس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا۔

مفتی غلام سرور لاہوری مفتی غلام محمد کے فرزند تھے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کی ایک کتاب خزیۃ الاصفیاء بہت ہی مشہور ہے۔ شرعی کتب ہیں اور خوب کتب ہیں حضور اکرم کی نعت میں جس شقت جذبات سے اشعار کہے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تین ثبوت ہے چند شعر دیکھئے۔

حضرت حق آپ باطل ہیں نہی و معنی جا بجا مداح قرآن ہے رسول اللہ کا

ارشاد خداوندی ہے۔

إِنَّكَ تَعْلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ (سورہ قلم)

ترجمہ: بے شک آپ بڑے ہی بلند اخلاق ہیں۔

تیری خاطر ہو گیا وحدتِ کاکثریت میں ظہور

ولاک لہما خلقت الاملک (حدیث)

ترجمہ: اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات نہ ہوتی۔

ہو گئے منسوخ جتنے دین تھے دنیا میں تمام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ.

(سورہ الصفہ ص ۹ پ ۲)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کرے خواہ مشرکین

کو کتنا ہی ناگوار ہو۔

وَعَدَ يُعْطِيكَ ذَنْبَكَ كَرَّحَكَ كَرَّحَكَ

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ ذَنْبَكَ فَتَرْضَاهَا (سورہ الصفہ ص ۱۰ پ ۳)

ترجمہ: البستہ تیرا رب تجھے آمادے گا جس سے تو راضی ہو جائے گا۔

مومن خاں مومن مومن خاں مومن شاہ عبدالقادر صاحب کے تربیت یافتہ اور شاہ عبدالغفر صاحب سے بیعت تھے

یاد شاہ بابا میر کی حاجی سے نفرت کرتے تھے لیکن انہوں نے قصائد کہے اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی منہ میں کہے یہ قصائد فن کے اعتبار سے بہت ہی اعلیٰ ہیں۔ مومن چونکہ خود بھی بہت اچھے عالم تھے اس لیے جہاں ان کے نعتیہ قصیدے میں طب و نجوم کی اصطلاحات ہیں وہاں قرآن و حدیث کے مضامین بھی پائے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

گر اس بہار کی یعقوب کو ہر انگ سائے

وَسُوءَ آتِ الْكَرِيمِ مِیْ سَیْ

إِذْ خَبَرُوا بِمَقْصُودِ هَذَا مَا لَقَوْهُ عَلَىٰ وَجْهِ ابْنِ يَاسِرٍ بِصَدْرٍ (سورہ یوسف ص ۱۲ پ ۱)

ترجمہ: اس کرتہ کو لہجہ کریم کے والد کے چہرے پر ڈال دو تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگیں۔

وہ کون احمد مرسل شفیع ہر دوسرا جو خلق کا سبب اور باعثِ معاد نفوس

مَنْ جَابِرٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ نَدَى الرَّسِيَّةِ وَلَا تُخْذَرُ وَلَا تُخْذَرُ وَلَا تُخْذَرُ

وَأَنَا أَوْلَىٰ شَانِعٍ وَشَفِيعٍ وَلَا تُخْذَرُ (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پیغمبروں کا پیشوا ہوں اور مجھے کوئی غر

نہیں میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں اور میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا ہوں جس کی شفاعت رو نہیں کی جائے گی اور مجھے اس پر کچھ فخر نہیں۔

۷۷ ہے برق اسپ تر ابروئے فرشتہ رکاب کہاں ہو چشم بشر ایسی پاؤں سے محسوس
معراج کی مشہور حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر روانہ ہوئے تو حضرت جبرائیل نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑی تھی اور حضرت میکائیل براق کی باگ ہاتھ سے تھامے ہوئے تھے۔
(مشکوٰۃ ترجمہ مولانا قطب الدین)

نہ جس کے دھیان میں مصنون قلاب قوسین آئے وہ دیکھ لے ترے زین و کمان کا قریوس
قرآن مجید میں ہے۔

فكان قلاب قوسيين اواحنى (سورة النجم مکیع ۵۷)

ترجمہ: پھر وہ قریب آیا کہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اس سے بھی کم۔

نظیر اکبر آبادی نظیر اکبر آبادی اردو کے وہ تنہا شاعر ہیں جنہوں نے اس وقت کی عام شاعری سے ہٹ کر اپنی ایک
انگ راہ نکالی اور روزمرہ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر نظمیں لکھیں۔ اس اعتبار سے انہیں جدید شاعری
کا بانی کہا جاتا ہے جہاں انہوں نے آدمی ناسر، بنجارہ نامہ وغیرہ نظمیں لکھیں وہاں نعت کے میدان میں بھی بہت کچھ کیا۔

تم شہ دنیا دیں ہو یا محمد مصطفیٰ سرگودہ سسلیں ہو یا محمد مصطفیٰ
حاکم دین متیں ہو یا محمد مصطفیٰ قبلہ ہل لیتیں ہو یا محمد مصطفیٰ
رحمت للعالمین ہو یا محمد مصطفیٰ

هو الذي اودى رسوله بالمدح ودين الحق ليظفره على الدين كله وصلى بالمشيعة ۱۔

(سورة الفتح ۱۲ و ۱۳)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے لیے کر بھیجا تا کہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے اور اللہ حق
ثابت کرنے والا کافی ہے۔

وما ادرىكم الا رحمة للعالمين (سورة انبيا عربی)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

۷۸ تم ظہور اوکین ہو یا محمد مصطفیٰ ہمدم جاں آفریں ہو یا محمد مصطفیٰ

سكنت اهل الناحية في الخلق و آخرهم في المعية (حسنی قنادہ مرسلہ) (دکنہ اعمال)

ترجمہ: حضرت قنادہ فرمے مرسلہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں خلق میں سب سے پہلے
اور بعثت میں سب کے بعد ہوں۔

داغ دہوی زبانِ ربان کے اعتبار سے داغ اردو کے منفرد شاعر ہیں۔ ہمیشہ غزل کہی اور محاورات سے وہ لطف پیدا کیا جو کسی دوسرے کے میاں نظر نہیں آتا۔ ان کے یہاں نعت بھی ملتی ہے اس میں بھی زبان کا لطف نظر آتا ہے۔ شعر کیجیے۔

ایمان کی کہیں گے ایمان ہے ہمارا احمد رسول تیرا مصحف کلام تیرا
شمس الضحیٰ محمدؐ بدر اللہ ہے محمدؐ ہے نور پاک مدشن ہر صبح و شام تیرا
قرآن حکیم میں کئی جگہ محمد رسول اللہ آیا ہے حدیث میں آتا ہے القدر اب کل اللہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔
قرآن مجید میں آتا ہے: وَالشَّيْءُ دَضْطَحًا وَالْقِرَاطُ اَلْقَطَاہِ یہی تلمیح مذکورہ بالا شعر میں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن جابر بن سمرق رضی اللہ عنہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلة اضحیاء و علیہ حلۃ حمراء فجعل ینظر الیہ والحق فیصر صندع احسن من القمر (بخاری ترمذی)
ترجمہ: حضرت جابر بن سمرق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میں دیکھ رہا تھا۔ حضور اس وقت سرخ چڑا زیب تن کیے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپ کو بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ حضور چاند سے کہیں زیادہ حسین و جمیل ہیں۔

محسن کا کردی محسن کا کردی اردو کے وہ تنہا شاعر ہیں جنہوں نے جو کچھ کہانیت میں تھا۔ گویا انہوں نے اپنی تمام تر زندگی نعت کے لیے وقف کر دی اور تمام عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں صرف کی۔ جتنا کچھ آپ نے نعت میں کہا وہ سب آپ کے حسن خلوص، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی انتہا کا پتا دیتا ہے آپ کے معراج کا واقعہ اور معجزات کے بیان میں اپنا ماحذ قرآن و حدیث ہی کو بنایا ذیل میں صرف چند اشعار پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے

جملۃ انبیتہ اللہ نسباً احسن ان دنوں فصل بہاری میں طغرائے حنین
وانبیتہا سباً احسن (سورہ آل عمران ص ۱۳ ط)

ترجمہ: اور عمدہ طور پر اس کو نشوونما دیا۔

فیض تاثیر ہوا ہے کہ ہوا جاتا ہے رکش باغِ خلیل اب کی سراپا گلشن
قلنا یا ماکوئی نے پیداؤ سلما علیا ابراہیم (سورہ انبیاء ص ۵ ط)

ترجمہ: ہم نے کہا اے جاگ تو ٹھنڈی اور بے گزند ہر جا ابراہیم کے حق میں۔

اس کی توصیف میں اک شعر ہے قرآن شریف کہ لکھا غامہ قدرت نے لوحِ احسن
قرآن حکیم میں ہے: اِنَّكَ تَعْلَمُ خَلْقَ عَظِیم (سورہ قلم)

ترجمہ: بیشک آپ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

عن سعد بن هشام قال سألت عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها فقلت أخبرني عن خلق رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت أما فقد أقرأ القرآن قلت بلأى قالت كان خلقه القرآن (مسلم)
ترجمہ: حضرت سعد بن هشام رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ آپ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو بیان فرمائیے حضرت عائشہ نے کہا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا بیشک میں قرآن پڑھتا ہوں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ کی عادت قرآن تھی۔

پیشوائے رسل سید نسل آدم جلوہ حضرت حق نور مجسم ہمتن

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما سيد ولد آدم (مشکوٰۃ)
ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں سرور اولاد آدم ہوں۔ ایک اور حدیث میں ہے۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قالوا يا رسول الله متى وهب لك النبوة قال آدم بين الروح والجسد (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا یا رسول اللہ آپ کو نبوت کب عطا ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔

نہ رہے چشمہ کوڑکی تمنا مجھ کو اس طرح کرے تو اپنا مجھے مفتون دہن اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

انا اعطيتك الكوثر

ترجمہ: ہم نے آپ کو خوش کوثر عطا کیا۔

حدیث میں آئے ہیں عن سعد بن ہشام قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني فرطكم

على المحوض من مريض شرب ومن شرب لم يطعم ارباً (مشکوٰۃ باب المحوض والمنطق)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارا میزبان ہوں گا حوض کوثر پر جو شخص میرے پاس آئے گا وہ پانی پیئے گا اور جو پانی پیے گا وہ کبھی پیسا نہیں رہے گا۔

کیسی تصویر جسے کھینچ کے نقاشی ازل خود لگا کہنے کہ ہر وصف میں تو ہے انفل تیری صورت کے مکمل معنی ماقبل و دل انبیا شرح مفصل ہیں تو متن مجمل

تو ہے نور شہید ترے سامنے انجم میں نبی

تو ہے شمع تسنیر میں تو سب ہیں قطبی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح دعا مانگی۔

وَبَنَّا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ
إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ
(سورۃ البقرہ رکوع ۵ اپٹ)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! اس جماعت کے اندر ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھی مقرر کیجئے جو ان لوگوں کو آپ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سنایا کریں اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیا کریں اور ان کو پاک کر دیں بے شک آپ ہی غالب اور حکمت والے ہیں۔

کہیں طوبی کہیں کوثر کہیں فردوس میں کہیں بہت بھٹی نہریں نہریں و نہر عسل
کہیں جبریل حکومت پہ کہیں اسرافیل کہیں رضوان کا کہیں ساقی کوثر کا ٹائل
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي دَنَتْ وَعْدَ الْمَعُونِ فِيهَا أَنْهَارٌ جَارِيَةٌ تَأْمُرُ غَيْرَ آسِيبٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذِيَّةٍ لَهَا مَرِيَّةٌ وَبَابٌ وَأَنْهَارٌ مِنْ حَلَلٍ مُصَفًّى (سورۃ محمد رکوع ۲۶)

ترجمہ: جس بہشت کا متفقین کا وعدہ کیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدل لا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں ہیں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو باسکل صاف ہوگا۔

انفلیت پر تری ششگل آنا رکوب اولیت پرتری متفق اداین و مل
ہے ایسہ رقی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت من خیر قرون
میں آدمی آدمی قریب قریب کتب من القرون اشدی کتب منہ (مشکوٰۃ باب فی مسائل ستہ المرسلین)
ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو نبی آدم کے بہترین طبقوں میں قرن کے قرن پیدا کیا گیا ہے میں اس قرن میں ہوں جس قرن کے کہ میں ہوں۔
لطف سے تیرے ہوتی شرکت ایماں محکم قمرے سلطنت کفر ہوتی متاسل
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ذَٰلِكَ هُدًى لِّلَّذِينَ هَدَى اللَّهُ بَعْدَ ذَٰلِكَ عِبَادَهُمْ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
(سورۃ النام رکوع ۱۶ اپٹ)

ترجمہ: یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر چلائے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے اگر یہ لوگ شرک کرتے تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا۔

رحمت خاص خداوند تعالیٰ بادل بحر امکان میں رسول عربی در قیم
الغفر بعد کتبھا خارعل رحمت خاص خداوند تعالیٰ بادل
(سورۃ الضحیٰ رکوع ۱۸ اپٹ)

”جبرہ! کیا ہم نے تجھ کو یتیم نہ پایا پھر ٹھکانہ دیا۔

نما بندھا تار فرشتوں کا درِ اقدس پر شب معراج میں تھا عرشِ معلٰی بادل

عنہ منہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماں فرعی سقے
بیقہ وانا بمکتہ فنزلے جبرائیلے (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،
میرے گھر کی چھت کھول دی گئی اور میں اس وقت مکہ میں تھا پس جبرائیل تشریف لائے۔

امیرِ مبینائی امیرِ مبینائی اردو کے مایہ ناز شاعر ہیں غزل میں داغ کے حریف مانے جاتے ہیں۔ لکھنوی شاعری کی تمام خصوصیات
آپ کے کلام میں موجود ہیں۔ محسن کا گوردی کے کہنے پر نعت گونی شروع کی اور اس میں بھی کمال پیدا کیا۔
حقیقت یہ ہے کہ اردو میں ان دونوں بزرگوں کی وجہ سے نعتیہ شاعری کا مستقل طور پر رواج ہوا نعت میں ایک دیوان محامد
خاتم النبیین کے نام سے یادگار چھوڑا، چند اشعار دیکھیے۔

لغوض فیہ من دجی کے معنی سے ہوا ثابت قرآن ہے محیط اس چشمہ روح مجرّد کا

فاذا سوتیتہ ولفغض فیہ من دجی ففغوا لہ سلجیدینے (سورہ ص: مکرع ۱۴)

ترجمہ: پھر جب میں اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں جان ڈال دوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں گر پڑنا۔
رہائی پائی قیدِ بطنِ ماہی سے جبرائیس نے اشارہ یہ بھی تھا اک لون ابروئے محمدؐ ہما

ارشادِ خداوندی ہے،

فَالْتَمَعَهُ الْوُحُوتُ وَهُوَ مَلِيْمٌ فَلَوْلَا اَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُبِیْحِیْنَ لَکَبَتْ رِثَیْہُ لَبَطْنِہُ الْیَوْمَ مَجْزُوۃً
فَنَبَذْنٰہُ مَالِ الْغَرَآءِ وَهُوَ سَعِیْمٌ (سورہ الطہ: مکرع ۹)

ترجمہ: پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور یہ اپنے کو طاعت کر رہے تھے، سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو
قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے۔ سو ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضحک تھے۔

قمر کو کس طرح کرتی نذرہ انگشت دو ٹکڑے انہیں دو لفظ زیریں کا طالب لفظ تھا پیر کا

عن انسؓ ما قال سال اهل مكة ان يراهم اية فاداهم النمامة العور (صحیح بخاری: باب ۳۰)

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں جب بارگاہِ نبوت میں اہلِ مکہ نے کوئی نشان دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ نے
چاند کے ٹکڑے کر کے دکھائے۔

شب معراج کیا اس مقدس مرتبہ پایا خدا شتاقِ شہرِ قدسوں میں آمد آمد کا

معراج کی حدیث میں آئے ہیں۔

عن انسؓ دفعی اللہ عنہ ان لیتی سلم اللہ علیہ وسلم عند ثم منہ لیلة امرءہ بہ قال بیئنا امانہ

المحکم ورد بما قال فی الحجر مصططاً اذا تالفت اذ فشق ما بین هذه الی هذه یعنی من ثَمَرَةِ نَحْوِ الی
شعرته فاستخرج قلیعاً ثم اقیته بطشک من ذهب ملوفاً بما فانا نعلی قلیعاً ثم حشی ثَمَرِ امیدو
فمن رواية ثم غزل البطن بما ندم ثم ملوفاً ایماناً وحکمتاً ثم اقیته بدابة حودس البغل فوق الحمار
ابین بقال له البراق یضع خطوه منذ اقصی طرفه فجلت علیه فالتقی فی جبرئیل حق اقی الی الله
الذینا ما استمتع قیل من هذا اقال جبرئیل انا قیل ومن معک قال محمد قیل وقد ارسَل الیه قال نعم
قیل مرحبا به فتم المی الخ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کا حال بیان فرمایا جس میں آپ کو آسمان
پر لے جایا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا میں حطیم یا حجر میں تھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور آپ نے اشارے سے فرمایا کہ یہاں
سے یہاں تک میرے سینہ کو شق کیا یعنی گردن سے لے کر ناف تک پھر میرے دل کو نکالا پھر سولے کا ایک طشت لایا گیا جو
ایمان سے بھرا ہوا تھا اور اس میں میرے دل کو دھویا پھر دل میں (خدا کی محبت) بھری گئی اور پھر دل کو سینے کے اندر رکھ
دیا گیا اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میرے پیٹ کو دھویا گیا زمزم کے پانی سے۔ اس میں ایمان و حکمت کو بھرا گیا اس
کے بعد سواری کا جانور لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا۔ یہ جانور سفید رنگ کا تھا اور اس کا نام براق تھا اس
کا ایک قدم حدِ نظر تک اٹھتا تھا پھر مجھ کو اس پر سوار کیا گیا۔ جبرائیل مجھ کو لے کر چلے یہاں تک کہ میں آسمانِ دنیا کے نیچے
پہنچا۔ جبرائیل نے دروازہ کو کھولنے کو کہا، پوچھا گیا کون ہے؟ جواب دیا جبرائیل پوچھا آپ کے ہمراہ کون ہے؟ حضرت جبرائیل
نے جواب دیا محمدؐ۔ فرشتوں نے پوچھا کیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ جبرائیل نے جواب دیا ہاں تو فرشتوں نے کہا مرحبا مرحبا
خوش آمدید خوش آمدید آپ کا آنا مبارک۔ کتنے چمکے ہیں آنے والے۔

۴۰ اول عالم ایجاد ہے یوں خلقت پاک سورہ محمدؐ سے قرآن کا ہے جیسے آواز

اول ما خلق الله نوراً (حدیث)

ترجمہ: سب سے پہلے میرا نور اللہ نے پیدا کیا۔

سورہ محمدؐ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَسُّوا بِمَا نَزَّلَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَكَرِهْتَ

(سورہ محمدؐ، مکیہ)

نَسِيًا تَجْعَلُ وَأَصْلَحُ بِالْكَفَرِ

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے
اور وہ ان کے رب کے پاس سے واقعی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے آمارے گا اور ان کی حالت درست
رکھے گا۔ نمیز شکوہ آبادی آپ نے جہاں غزل اور قصیدہ کو اپنا یادگار نعمت بھی کسی اور واقعہ یہ ہے کہ خوب کسی۔

قرآن و حدیث کے اثرات پوری طرح ان کے نعتیہ کلام میں جلتے ہیں۔
 خدا نے حکم دیا قبل ان تم قوا کا جہاں میں میں سے مشتاق رہتے ہیں ابرار
 حدیث شریف میں آتا ہے۔ مَوَلُوا قَبْلَ ان تَمُوتُوا
 ترجمہ: مرنے سے پہلے۔
 ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ حَاسِبُوا قَبْلَ ان تَحْسِبُوا۔ ترجمہ: اپنا حساب کر لو اس سے پہلے کہ تم سے
 حساب لیا جائے۔

صَفَاءُ آيِسَمَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 حدیث شریف میں ہے
 مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ
 ترجمہ: جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا
 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
 مَا نَزَعَ الْبَصَرُ مَا طَفَى رَسُودَ الْبَحْمِ رُكُوعِ ۵ پ ۲۷
 جسکی بین لکھا اور نہ حد سے بڑھی۔
 اسی طرحی خوش لہجہ دم آفت میں مقام فاعتر واسے اے ادلی الابصار
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
 فاعترفوا بِمَا أُولَى الْبَصَرِ (سورہ المحشر رکوع ۴ پ ۲۸)
 ترجمہ: اے آنکھوں والو عیت نہ کرو۔
 ہوا اشارہ حضرت سے پاندہ کوڑے ہوانے کو ٹپ شق القمر میں کی رفتار
 ارشادِ خداوندی ہے۔
 (مَقَرَّ بَيْتِ السَّاعَةِ وَالشَّقِ الْقَمَرِ (سورہ القمر رکوع ۱ پ ۲۷)
 ترجمہ: قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا۔

مولانا حالی
 حالی اردو کے نہ صرف نقاد ہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی ہیں۔ جدید شاعری کے بانیوں میں آپ کا نام شامل کیا
 جاتا ہے۔ مولانا دہ شاعر ہیں جو سلسلہ نون نے خاص دلچسپی رکھتے تھے وہ چاہتے تھے کہ مسلمان پھر دوبارہ
 اپنی اصلی حالت پر آجائیں۔ اس کو انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ پھیلایا۔ مولانا حالی نے نعتیہ قصائد بھی کہے اور ستر
 میں بھی نعتیہ اشعار کہے جو فن اور خلوص کا آئینہ دار ہیں۔
 مَا مَنَّكَ الصَّفَاتِ وَيَا بَشَرِي الْقَوِي فَبَكَ دَهْلَسَ عِلْمُكَ خَيْرَ الْوَرَعِ

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ ۚ خُذُوا مِن مِّثْلِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلْيَذُكِّرْكُمْ يَوْمَ تَرْجَعُونَ ۚ
 (سورہ النکھفہ ص ۳۳ پ ۱۶)
 ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں میرے پاس بس یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود برحق ایک ہی معبود ہے اسوجہ شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

ایکایک ہوئی غیرت حق کو حرکت
 بڑھا جانب بوقبیس ابر رحمت
 ادا خاک بظمانے کی وہ دلویت
 چلے آتے تھے جس کی تھے شہادت
 ہوئی پہلو سے آسنہ سے ہویدا
 دھائے خلیل اور نوید مسیحا!

عن خالد بن معدان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أما دعوة إبراهيم اليه ولشري عيسى بن مريم ورايت اتي حين حملت في امه خرج منها نور اضلقت له بصري من ارض الشام (ذكر اعمال)
 ترجمہ: حضرت خالد بن معدان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور حضرت عیسیٰؑ کی بشارت ہوں میری والدہ نے دیکھا جس وقت میں ان کے بطن مبارک میں آیا کہ الٰہ سے ایک نور نکلا جس سے بصری جو ارضِ شام میں واقع ہے چمک اٹھا۔

مُجھ گئے آتش کدے بیٹھ گئے بنگرے
 ہو گئی تہلیلث مات اور شہزیت فنا

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَجَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (سورہ یسرا س ۲۵)
 ترجمہ: آپ کہہ دیجئے سچ اور حق آگیا کذب و جھوٹ ختم ہو گیا۔ یقیناً کذب و جھوٹ ختم ہی ہو کر رہتا ہے۔
 وہ غیروں میں رحمت لقب پانے والا
 مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
 نصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
 وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا
 فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماما
 یتیموں کا دارال غلاموں کا مولیٰ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (سورہ انبیاء ص ۷۷ پ ۱)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہاں والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

عن جابر عبد الله يقول ما سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئا قط فقال لا (شما سئل مدی)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں کیا۔

یہ کہہ کر کیا علم پر ان کو شیدا کہ ہیں در رحمت سے سب اہل دنیا
 قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا اذن الدنیا ملعونۃ و ملعونۃ ما بینہما الا ذکر اللہ و ما اولادہ
 اذہا لہ و متعلم

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خبردار رہو کہ دنیا اور دنیا کی چیزیں قابلِ نفرت ہیں بجز ذکر خدا کے اور جو اس سے ملتا جلتا ہو اور ذکرِ عالم و متعلم کے۔

غریبوں کو محنت کی غریب دلائی کہ بازو سے اپنی کرو تم کٹائی
 خبر تا کہ لو اس سے اپنی پرائی نہ کرنی پڑے تم کو در در گدائی
 طلب سے ہے دنیا کی گریاں پر نیت
 تو چھکو گے وال ماہ کامل کی صورت

حدیث شریف میں آتا ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من طَلَب الدنیا حلالا لا استعفا ما حلت المسئلة و یحاطل اهلہ
 و تعطل ما حل جازع لوق اللہ تعلقا بامر القیلة و وجهہ مثل القریلة الیدر (مشکوٰۃ)
 ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جائز ذریعہ سے روپیہ اس غرض سے کمائے کہ بھیک مانگنے سے بچے اور بال بچوں کے لیے گوشمالی کرے اور اپنے ہمسایوں پر مہربانی کرے ایسا شخص قیامت کے دن اس حال میں خدا سے ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔

نہی کا نام ہو در و زبانی رہے جب تک سخن زباں کے لیے اور زباں وہاں کے لیے
 اللہ صمّ اور قی حیک و جب من تیغی حہ عندک (حسن حصین)

ترجمہ: اے اللہ مجھے اپنی محبت نصیب کر لو اس شخص کی جس کی محبت تیرے یہاں مجھے نفع دے۔

امجد حیدر آبادی مرحوم رباعیات کے شاعر ہیں۔ اس صنفِ سخن میں انہوں نے کمال پیدا کیا۔ رباعیات
 امجد حیدر آبادی میں قرآن حکیم کے مضامین نظم کیے۔ گویا رباعیاتِ امجد قرآنِ کریم کی مختصر تفسیر ہے۔ اسی ذیل میں نعتیہ
 اشعار بھی لکھے جو اکثر قرآن و حدیث سے ماخوذ ہیں۔

خون روتا ہوں ملہ آپ کو دیکھا نہیں جس گھڑی پیوستہ حضرت کے حاضری میں تھا

حسن ابن صرقا لقد سرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملہدا (مجمع بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کے سر کے بالوں پر پیپ کیا

ہوا تھا (یعنی خفتاب)

۴ جسم خوشبودار سے حضرت کے ہر فریقِ یاب علس تھا مڑ مڑ تل تلی رہا تھی میں نہ تھا
من مائشۃ دخی اللہ صہا قاتل تخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذاتہ ہدایۃ و علیہ مڑ مڑ مڑ مڑ
ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز صبح کو برآمد ہوئے آپ ایک چادر اوڑھے
ہوئے تھے جس پر اوڑھنے کے کجاووں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔

۵ کہا یا اللہ تیری کھنکھ تریا عرشِ اعظم نے قدم جب سیدِ عالم کا برائے زمین آیا
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

و یقول الکفر یلینتی کنتی ثریا (سورہ النجمت رکع ۲ بیت)

ترجمہ: اور کافر کہیں گے کاشش میں مٹی ہوتا۔

۴ لاریب ذات ان کی سراجِ منیر پر نور جس کے عکس سے ہر دوسرا ہوا
یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَہِیْدًا وَ مُبَشِّرًا وَ مَذِیْرًا وَ اٰمِنًا اِلَی اللّٰہِ بِاٰذِنِہٖ وَ سِرَاجًا مُّبِیْرًا
(سورہ احزاب مکرّم ۲ ب ۱۲)

ترجمہ: اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا بتانے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور بھانے والا اللہ کی طرف اس
کے حکم سے اور آپ چمکتا ہوا چراغ ہیں۔

۴ پیروی سے جو سوادِ اعظم کی بہکا وہ کبھی راہ پائے گا نہیں یوں ہی چمکتا جائے گا
عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا سواد اعظم فانہ منہ شد شد فی انار عجبین
ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بڑی جماعت کی پیروی
کو جو طیلوہ ہوگا وہ یقیناً دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

۴ گر کیا مٹے نے پانی سنگ سے جاری میسے مینے نے ہر انگلی کو شکست کر دیا
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ اِذْ اسْتَسْقٰی مُوسٰی لِقَوْمِہٖ فَقُلْنَا اَضْرِبْ بِاَصْحٰبِکَ الْحَجَرَ فَاَنْفَجَرَتْ مِنْہٗ اُمَمًا اَشْرَہٗ عِیْنًا
(سورہ البقرہ مکرّم ۷ ب)

ترجمہ: اور جب پانی الگاموسی نے اپنی قوم کے واسطے ترجمہ نے کہا مار اپنے عصا کو پتھر پر جو بہ نکلتے اس سے بارہ چٹے
حدیث شریف میں آئے ہیں۔

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما ناعرفہ و ہو حالت و راع فوضع یدہ فی الانہ
فجعل الما ینبع من بین اصابعہ فوضا القوم قال تلحدہ قلت لانس کہ کمتم قال تلثماتہ ارزھا تلثماتہ
(بخاری سے مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک برتن اس وقت لایا گیا جب آپ منام نہ دار میں تھے۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس میں رکھا تو انگلیوں سے پانی جوش مارنے لگا دریا کی طرح، پس قوم نے وضو کیا تو وہ نے حضرت انسؓ سے دریافت کیا آپ کتنے حضرات تھے انہوں نے جواب دیا ہم میں سو تھے یا زیادہ تین سو سے۔

۵ آپ کو مال و دولت سے جو رکھے گا افزوں ہے شک ایمان میں اتحد وہی کامل ہوگا
عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا يؤمن أحدكم حتى يحب الیہ من نعمتہ ووالدہ ووالدہ والناس اجمعین (مشارق القرآن)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب کہ میں مال و دولت اور باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

۵ اگر کبیرہ کا مرتکب ہو شفاعت اس کی آں چاہے حبیب حق پر اس نے ورد بھیجا سلام بھیجا
مَنْ آتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ شَاعَتِ لَاحِلُ الْكِبَارِ مِمَّنْ أُتِيَ (ترمذی ابو داؤد)
ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے حق میں ہوگی جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ہوں گے۔

من رُوِيَ عَنْ رِثَانِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَلَاحَ مِلَّةً مَعَهُ وَقَالَ اتَّعَمَّرَ مِنْهَا الْمُتَعَدِّ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت رقیعؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ورد بھیجا اور کہا اے اللہ نبیاست کے روز مجھ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریب تر جگہ عنایت فرما تو اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔

۵ ہے شرف آپؐ افزوں خلیل اللہ پر وہ خدا کے ہیں خلیل اور محمدؐ ہیں حبیب
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالْحَقُّ مَائِلٌ قَلْبًا عِنْدَ فِخْرِ اِبْرَاهِيمَ خَلِيلِ اللَّهِ وَمِنْ حَالِ سَلِيمِ اللَّهِ وَامَّا حَبِيبُ اللَّهِ وَالْعَارِضُ (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عمرو بن قیسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم چھ آئے والوں میں سے ہیں اور ہم قیامت کے دن سب سے آگے ہونگے اہل بیت کے ابراہیمؑ کے خلیل ہیں، موسیٰؑ کے کلیم ہیں اور میں اللہ کا حبیب ہوں۔

مولانا احمد رضا خاں بڑے عالم تھے نعتیہ شاعری کو اپنا شعار بنایا ہے شمار کتابوں کے مصنف
مولانا احمد رضا خاں مدائق بخشش ان کا مشہور نعتیہ مجموعہ ہے نعتیہ اشعار میں قرآن و حدیث کا عکس بہت

نمایاں ہے چند شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

حسنِ یوسف پر کشیں مصر میں اگشتِ زمان
سرکھاتے ہیں ترے نام پر مردانِ عرب
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَلَمَّا دَايَبَهُ الْكَبْرَةُ وَقَلَ: اَيْدِيْكُمْ (سورہ یوسف رکوع ۴۴ ایت ۱)

ترجمہ: پھر جب دیکھا اس کو ششدر رہ گئیں اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنْ يَّمُوتُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ
وَيُقْتَلُوْنَ۔ (سورہ توبہ رکوع ۳۴ ایت ۱)

ترجمہ: بے شک اللہ نے خرید لیا مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض وہ اللہ کے راستے میں کفار کو قتل کرتے ہیں اور خود راہِ خدا میں شہید ہوتے ہیں۔

اَنْتَ اَنْتَ فَيْتَمُّ لَكَ عَدُوٌّ كَيْفَ يَآدَمْنُ فِيْ
وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فَيَصْرُوْا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ لَيَتَّقُوْنَ (سورہ انفال رکوع ۱۶)
ترجمہ آپ کے ہوتے ہوئے خدا ان پر ہرگز عذاب نہیں کریں گے اور اللہ ان پر عذاب نہیں کریں گے جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے۔

من دارِ ربی وجبت لہ شفاعتی ان پر درود جن سے نویدانِ بشر کی ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی دارِ ربی وجبت لہ شفاعتی (صحیح بخاری)

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری قبر کی زیارت کرے اس پر میری شفاعت واجب ہے
مجرم بولنے آئے ہیں جاؤ کسے گواہ
اللہ رب العزت کا ارشاد ہے۔

وَلَوْ اَنَّكُمْ اَدْرَاكُ فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفِرَ لَكُمْ الرَّسُوْلُ لَوْ جَدَّوْا اللّٰهَ

لَوْ اَبَارَحِيْمًا (سورہ الناصر رکوع ۱۶ ایت ۱)

ترجمہ: اور اگر یہ لوگ جس وقت ظلم کرتے تھے اپنی جانوں پر اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے۔ پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لیے اللہ سے معافی پلاتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا ہوتے۔

سو کہ ہوں مومنوں پر رؤف رحیم ہو سائل ہوں سائلوں کو خوشی لاتنہر کی ہے

فَسْتَجَابَ كَقَرِيسٍ مِنْ اَلْسَبْكَ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا هُنَّ حَرِيْمٌ خَلَقَ لَكُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ نَفْسًا رَّحِيْمًا
(سورہ توبہ م ۱۶)

ترجمہ: تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر آئے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی باتیں نہایت گراں گزرتی ہیں جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں اور ایمان والوں کے ساتھ نہایت شفیق و مہربان ہیں۔ **بیدم وارثی** بیدم وارثی اگرچہ غزل گو شعرا کی طرح شہرت یافتہ نہیں ہیں لیکن نعت میں آپ بہت زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے صرف نعت میں ہی طبع آزمائی کی ہے اور جس خلوص، محبت اور سرشاری سے کہی ہیں، وہ صاف ظاہر ہے چند شعر دیکھیے:

ترجمہ: شبِ سری و کبھی تو ملک بولے کہ آج خدا کے گھر مہمانِ زلال ہے

حدیث شریف میں آتا ہے:

عن النبی بنی مائک ان النبی اللہ حد شمر عن لیلۃ اسری بہ قال ما نطلق بنی جبرائیل حتی اقی السجود الدنیا فاستمع قبل من هذا اقال جبرائیل قبل ومن معک قال محمد قیل وقد ارسل الیہ قال نعم قبل مرثیایہ فتعمر المجرع جابر (مشکوٰۃ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ سے سنا کہ حضرت جبرائیل مجھے دنیا کے آسمان پر لے گئے اور دواڑہ کھولنے کو کہا تو دربان نے پوچھا کون ہے جبرائیل نے کہا میں جبرائیل ہوں دربان نے کہا اور کون ہے آپ کے ہمراہ جواب دیا محمد فرشتوں نے پوچھا کیا آپ کو بلا لیا گیا ہے حضرت جبرائیل نے جواب دیا ہاں، تو فرشتوں نے کہا مہربان فرمایا آپ کا انا، ارک کتنے اچھے ہیں آنے والے۔

ترجمہ: ہمارا کچھ نہ ہونا لاکھ ہونے کے برابر ہے چلے دنیا سے ہم شیعائے ختم المرسلین ہو کر

عن النبی بن مائک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولده ووالدہ والناس اجمعین (صحیحین)

ترجمہ: انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے بیٹے، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

مولانا ظفر علی خاں معروف صحافی اور شاعر تھے۔ اسلام اور مسلمانوں کا بے انتہا درد رکھتے تھے۔ نعتیہ شاعری کو اپنا شعار بنایا اور جگہ جگہ قرآن و حدیث سے کام لیا۔ اگر ذرا بھی غور کیا جائے تو آپ کے

ایک ایک شعر سے قرآن و حدیث کے مضمون کو نکالا جاسکتا ہے۔ مولانا کے نعتیہ مجموعوں میں خیاستان، چمنستان اور نگارستان بہت مشہور ہیں چند شعر دیکھیے:

ترجمہ: گرا حوض و سماں محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو یہ رنگ نہ ہو گلازادوں میں یہ نور نہ ہر تیاروں میں

حدیث میں آتا ہے: لولاک لما خلقت الافلاک

ترجمہ: اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات کو تخلیق نہ کیا جاتا۔

مجموع کے پی رہا ہوں جامِ مہم نرہ گھوم رہا ہے جام میں نشہ بارہ مجاز
(سورہ الصمتہ رکوع ۹ آیت)

ترجمہ: اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر ہے گا گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں۔

دعوتِ داع ہو گئی اور گردِ اذا دعان یا کہ ہے خواب ناز میں چہم سیاہ نیم باز
(سورہ البقرہ، پ ۲)

ترجمہ: اور جب تجھ سے پوچھیں میرے بندے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا
کو جب وہ مجھ سے دعا مانگے تو یہاں ہے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر تاکہ نیک راہ پر آئیں۔
دکھا رہی ہے دعائے غلغلہ اپنا اثر میں جلوہ ریز نویدِ مسیح کے انوار

حضرت خالد بن معدان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا دعوت ابی ابراہیم ویشری
عیسیٰ بن مریم۔ (کنز العمال)

ترجمہ: حضرت خالد بن معدان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حضرت ابراہیم
کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی بشارت ہوں۔

مُصَلِّیْ اَکْرَبُ بِرَبِّیْ اَمَّا اَنْتَ فَاَنْتَ لَمْ تَحْمِلْ اَوْثَرُیْ
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلَمْ نَوْمِرْ اَکْلَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتَمَمْتُمْ عَلَیْکُمْ دِیْنَکُمْ وَ رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ (سورہ المائدہ رکوع ۵ آیت)
ترجمہ: آج میں پورا کر چکا تمہارے لیے دین تمہارا اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا اور پسند کیا میں نے تمہارا واسطہ
دینِ اسلام کو۔

لقب امہ وسطا دیا جنہیں ترے فضل نے اے خدا پس ویش راس چپ آج کہیں ہی سختیوں میں میں مبتلا
وَ کَذٰلِکَ اَکَلْتُ مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ وَ اَتَمَمْتُمْ عَلَیْکُمْ دِیْنَکُمْ وَ رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ (سورہ البقرہ رکوع ۱ آیت)

ترجمہ: اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امتِ معتدل تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہی دینے والا۔
بحکم اعدوا لہم استطعمتم
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اَعِیْذُ بِالْمَعْرُوفِ اَسْتَطَعْتُمْ مِیْنِ قُوَّةِ رَبِّیْ تَرٰ بَاطِلَ الْاَعْمَالِ تُزْهِیْوْنَ بِہٖ عَذَابَ اللّٰہِ وَ مَدَّ وَ کُفِّرُوْا
اٰخِرِیْنَ مِیْنِ دُوْنِہُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ وَ حَمْدُ اللّٰہِ یَعْلَمُ مِمَّا سَمِعُوْا مِیْنِ نَّبِیِّہٖ فِیْ سَبِیْلِہٖ یَوْمَ الْاٰیٰتِ
(سورہ امل رکوع ۴ آیت)

ترجمہ: اور تیار کروان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکوت سے اور پیسے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک بیٹھے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے اور جو کچھ تم خبیث کر دو گے اللہ کی راہ میں وہ پورا لے گا تم کو اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا۔
بِحکمِ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰہُ جگہ بہشت میں نکلی میرے مکان کے لیے

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من قال لا اله الا الله دخل الجنة (من معاد بن جبل مشكوة)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا وہ بہشت میں داخل ہوا۔
عرب کے واسطے رحمت عجم کے واسطے رحمت وہ آیا لیکن آیا رحمت للعالمین ہو کر
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ (سورہ الانبیاء تکویم، ص ۱۷)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

اردو کی لفظیہ شاعری پر قرآن و حدیث کے اثرات اس قدر گہرے ہیں کہ تقریباً ہر شاعر کے ہاں اس کی مثالیں کثرت سے ملیں گی۔ ہم نے مختلف شعراء کا کلام اور قرآن و حدیث کے اصل متن کو پیش کر کے اس بات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے کہ نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں محض مبالغہ، تخیل اور شوکتِ لفظی سے ہی کام نہیں لیا گیا بلکہ آپ کی اتنا قدس سے متعلق ان حقائق کو پیش نظر رکھا گیا جو قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ طوالت کے خوف سے بہت سے معروف شاعر رہ گئے اور جن شعراء کا ہم نے یہاں کلام پیش کیا وہ بھی مدحیہ اشعار سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر ہر شاعر کے کلام کا فرداً فرداً اس حیثیت سے مطالعہ کیا جائے تو یقیناً بہت ہی منفی کام سامنے آئے گا۔

اردو کے نعتیہ گل دستے

ڈاکٹر فضل حق خورشید

اُردو شاعری کے گل دستے انیسویں صدی کے نصف آخر سے جاری ہوئے اور بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی تک چلنے رہے۔ چون صدی کے اس عرصے میں بہت سے گل دستے جاری ہوئے، امداد صابری صاحب کی "تاریخ صحافت اُردو" میں ۱۸۹۹ء تک، گل دستوں کے نام محفوظ ہیں بہت سے گل دستے ایسے بھی ہوں گے جن کے نام اس اہم تصنیف میں محفوظ ہونے سے رہ گئے ہوں گے۔ اس مضمون میں جن تین گل دستوں کا تعارف کیا جا رہا ہے ان میں سے دو یعنی "منشور شفاعت" (مبلی) اور "نقیضہ نئی دہلی" کا ذکر بھی "تاریخ صحافت اُردو" میں نہیں تھا۔

اہمیت گل دستے تذکرہ نگاری کی ایک شکل ہیں۔ ان میں ادبی تنقید اور سوانحی پہلو تذکروں کی حد تک نہیں ہوتا۔ مرتب گل دستہ یا انتخاب کیلئے کسی ایک طرح پر اسنے والے اشعار میں سے انتخاب کرتا ہے جو شاعر اس کے استاد اور مقام۔ ہاش کے حوالہ سے شائع ہوتا ہے۔ چون کہ طرہی کلام ہوتا ہے اس سے مختلف شاعروں کی صلاحیتوں کی کوئی بھی ہے۔ گل دستوں میں شائع ہونے والے اشعارات سے بعض دوسرے گل دستوں، دواوین اور تصانیف کا سراغ بھی مل جاتا ہے۔ بعض گل دستوں میں خطوط، مسئلے مسائل، مضامین اور خبروں کا انتخاب بھی ملتا ہے، جو اپنے وقت کی شر کے طور پر غصے کی چیز ہیں۔ ہر گل دستے میں آئندہ کے لئے ایک سے زیادہ طرحیں بھی ملتی ہیں۔ ان سب کے علاوہ ان کی سب سے بڑی خوبی اور اہمیت یہ ہے کہ ان میں دوسرے اور قلمبرے بلکہ ہر درجے کے شاعر کا کلام محفوظ ہے، اسی لیے ہزاروں شاعر اور ان کا کلام ان پڑھ اور قلمی دستیاب ہے۔

نعتیہ گل دستے شاعری کے عام گل دستوں کے ساتھ نعتیہ گل دستے بھی جاری ہوئے صابری صاحب کی "تاریخ صحافت اُردو" میں ان سچے کے نام محفوظ ہیں:

- ۱۔ گلزارِ غلہ (قنوج) مارچ ۱۸۸۵ء سے جاری ہوا۔
- ۲۔ نسیمِ رحمت (اکرہ) یکم جنوری ۱۸۸۵ء سے جاری ہوا۔
- ۳۔ گلہ سستہ نعت (رائے پور) یکم جولائی ۱۸۹۰ء کو اجرا ہوا۔
- ۴۔ ریاضِ نبوی یا فریادِ زخمی (شیہ راج پور ضلع کانپور) یکم جنوری ۱۸۸۵ء سے جاری ہوا۔
- ۵۔ ریاضِ المصطفیٰ (کانپور) تہذیبِ سخن کا نمبر ۱۸۹۰ء سے جاری ہوا۔
- ۶۔ گل دستہ دآج النبوی (جمہر ضلع ریشک) ۱۸۸۵ء میں جاری ہوا۔

ذاتی کتب خانہ حاجی یعقوب خاں خورشیدی (نواب شاہ، سندھ) میں دو نئے نکل دستے دستیاب ہوئے ہیں۔

۷۔ منشور شفاعت بمبئی۔

۸۔ سفینہ نجات دہلی۔

۹۔ منشور شفاعت کے شعبان سنہ ۱۳۱۷ کے شمارے میں دو نئے نکل دستوں کا اشتہار شائع ہوا ہے۔

۹۔ گلہ دستہ خوان خلیل (مراد آباد)

۱۰۔ سفینہ نجات (بمبئی)

یقیناً ان نکل کے علاوہ بھی نئی نکل دستے ہوں گے جن کی نشاندہی اس موضوع پر تحقیقی کام کرنے والے بہتر طور پر کر سکیں گے۔ راقم کے سامنے کتب خانہ خورشیدی کے تین نئے نکل دستے ہیں جن کا مختصر تعارف یہ ہے۔

محرّم سنہ ۱۳۱۷ سے یہ نکل دستہ جاری ہوا۔ پہلے شمارے کے سرورق پر بھول دار عاشید میں دردِ دیاک کے نیچے منشور شفاعت "بحسب رشاد ہدایت بنیاد طولف تحفہ خیر و فردغ ابدی حضرت استادی محمد علی کرمی سید قیصر محمد نندہ بخاری حشمتی مالک گل دستہ" طبع ہے اس کے بعد گوں و زوں میں "شمارہ اول" "جلد اول" "چھاپے درمیان میں جلی قلم سے" منشور شفاعت "لکھا ہے جس کے اوپر نیچے فارسی کا ریاضی ہے:

پیش از ہر شاہان غیور آمدہ ہر جہد کہ آخر بظہور آمدہ

اسے نذر سل قرب تر معلوم شد دیر آمدہ تر راہ دور آمدہ

آخر میں "بحسن سعی و اتہام حاجی محمد صدیق اخلاص بن حاجی ہاشم، شہر بمبئی بندر زکریا بازار سے سبقت و خوبی تربیت ہو کر مطبع دت پراساد میں علیہ طبع سے آراستہ ہوا" چھاپا ہے۔ چھٹے شمارے کے سرورق کا نمونہ ذرا بدل گیا ہے۔ چوتھوں میں غشیہ شریفہ و ضابطہ گل دستہ اور درمیان میں ایک اردو شعر کا اضافہ ہو گیا ہے۔

درد زبان جناب محلہ کا نام ہے قابل درود پڑھنے کے اپنا کلام ہے

آفتدیں شمارے کا سرورق بھی بدل گیا ہے عبارت میں کمی بیشی نہیں ہوئی۔

یہ نکل دستہ ہر قریب ماہ کو شائع ہوتا تھا۔ طرحی کلام بعد انتخاب شائع کیا جاتا تھا۔ بغیر طرحی کلام شائع کرانے کی اجازت فی شرار و صل کہ جاتی تھی۔ سالانہ چندہ عام سے ۳ روپے نوٹے کا پرچا رکھتا تھا۔ اشتہار ایک آدھ بار شائع کرانے کی حرت ۲ روپے سطرل جاتی تھی۔ جلد اول کے پانچ مختلف شمارے موجود ہیں۔

۱۱۔ حاجی محمد یعقوب خاں صاحب علم و دست بزرگ ہیں، علم کے طالبوں کو ہر ممکن سہولت بہم پہنچاتے ہیں۔ اپنے پیش قیمت کتب خانہ کو اپنے ہنر میں منتقل کر دیا ہے تاکہ شہرہ شعیب سے دورہ کر مطالعہ جاری رکھا جاسکے۔ کتب خانہ میں ہر موضوع کی بیترک کی ہیں مگر داستانیں یاد کرے اور شری مجھے حاجی صاحب کو خصوصاً پسند ہیں۔

۱۲۔ منشور شفاعت کی جلد اول، دوم، سوم، پنجم، ہفتم، اور نہم کے سولہ مختلف شمارے جناب لائی و سٹی لائبریری میں بھی موجود ہیں۔

سفیہ نجات دہلی جون ۱۹۰۱ء سے اپریل ۱۹۰۶ء تک کے ۲۶ مختلف شمارے سامنے ہیں جلد چارم، جون ۱۹۰۶ء کے ورق پر پانچ مستطیل اور چار مربع بنے ہوئے ہیں مستطیل میں بالترتیب نقشہ کرمظفر، نقشہ مدینہ منورہ مع رودند پاک، سفیہ نجات دہلی، نقشہ نجف اشرف اور نقشہ کربلائے معلیٰ ہیں۔ ہر مربع میں پھولوں کے مارشیا میں تعدہ کا ایک مصرعہ طبع ہوا ہے قطع یہ ہے۔

بلغ اصلے بکمالہ کشف الدبے بجالہ

حسنات جمیع خصالہ متوالفیسہ والہ

چو طرل پھر لہار حاسنہ کے بعد مطبوعہ مطبع احمدی دہلی طبع ہے۔

بقیہ دو سرورق میں نقشے ختم کر کے پھولوں کے مارشیا میں مذکورہ رباعی، نام گلدستہ اور مطبع ہے۔ جلد نمبر شمارہ نمبر اور ترتیب "انتم محمد بن محمد" خاں عاقلی، مالک مطبع خانی قضاہ کتب دہلی، دیر بکلاں کی صراحت ہے۔

یہ گل دستہ ہر ماہ تہسی کے اول عشرے میں شائع ہوتا تھا۔ سالانہ قیمت پیسے ایک ویر اور جون ۱۹۰۱ء سے سواروپہ ہو گئی۔ نمبر کا پرچا ۱/۲ ارانہ میں دیا جاتا تھا۔ محرم ۱۳۱۹ء سے حاجی محمد عمران کی غزل پرکے جانے والے تختات کے چار ورق بھی بطور ہمنامہ شائع کئے جانے لگے جس کے بعد گلہ سننے کی سالانہ قیمت غیر ہو گئی۔ (مخمسات کی سالانہ بلندہ میں دی جاتی تھی)۔ خریدار وغیرہ خریدار سب کا کلام بعد اشباب درج ہوتا تھا۔ گنجی نش ہونے کی صورت میں غیر طرحی کلام بھی شائع ہوتا تھا۔ اس گل دستہ نے خریداران کے لیے رہائیتوں کا اعلان بھی کیا تھا کہ یکم جنوری ۱۳۱۹ء سے پانچ خریداران ہمنامہ پانچ سال تک خریدار رہنے والے اصحاب کو ایک سال گلدستہ مفت دیا جائے گا۔ دس خریدار ہمنامہ پانچ سالے اصحاب کو ایک اتم پیس مفت دیا جائے گا۔ اس گلدستہ کے بدلتا ایک دو ورق پر ہندوستان اور انتخاب اخبار ہوتے ہیں۔

گلزارِ خلد اس گل دستے کے جون ۱۸۸۸ء مطابق شبان ۱۳۰۵ء سے اکتوبر ۱۹۰۵ء تک کے صرف سات مختلف شمارے سامنے ہیں۔ جون ۱۸۸۸ء کے سرورق پر اومے جھبی میں رودند پاک کے گنبد دینار بنے ہوئے ہیں۔ دو دوازوں میں بڑے میں اوپر گلہ طیب اور نیچے درود پاک تحریر ہے درمیان دوازے میں گلزارِ خلد طبع ہے۔ سرورق کے بقیہ اومے جھبی کے چوٹن پھولدار حاشیہ ہے جس میں پہلے شعر ہے

اچھا نہ ہو یا رب کسی بیمار محمد

کم ہونہ کسی نوحہ بخش دیدار محمد

پھیلا ہے پھر معلومات و شرائط گلدستہ جھبی میں کہ ہر انگریزی مہینے کا ۲۹ یا ۲۸ کو چھپتا ہے قیمت سالانہ عام سے چھ انرے کا پرچا ۱/۲ مہینے کے لیے۔

۱۸ سفیہ نجات دہلی شمارہ اکتوبر ۱۹۰۳ء دسمبر ۱۹۰۳ء۔

۱۹ مطبوعہ شمارہ دسمبر ۱۹۰۱ء، مارچ ۱۹۰۲ء، جون ۱۹۰۲ء

۲۰ لہ زائل کتب خانہ حاجی محمد محبوب خان غولشنگی غوجا، ایفم ذاب شاہ سندھ، پس مروجہ ہیں۔ حق کے علاوہ بنیاب یونیورسٹی لاہور میں بھی موجود ہے۔ راجست نمبر ۱۸۹۱ اور ۱۸۹۲ ہے۔

یہ گلدستہ بیگونا گونا گونے والے مضمون پر مشتمل ہے۔ اس میں غزلیات، نعتیہ، ہندو تصانیف اور
مسئلہ مسائل درج کئے جاتے تھے۔ جمادی الثانی ۱۲۰۷ھ مطابق سنہ ۱۸۹۰ء کے شمارے کا سرورق بدل دیا گیا ہے۔ سر بھی یہ درج ہے۔
محمد سے صفت پوچھو حسنہ کی خدا سے پوچھو لوستان محمد

اس شمارے سے پتا چلتا ہے کہ انگریزی ۸ دن تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ سالانہ قیمت عام سے عام اور نوے کے پرے کی قیمت ۳ روپے
ہے۔ نومبر ۱۹۰۲ء کے شمارے سے پتا چلتا ہے کہ جزوی سنہ ۱۹۰۲ء سے سالانہ قیمت ہر کے بجائے پچھلے کی جا چکی ہے۔

گلدستہ نشر شفاعت، سیف نجات دہلی اور گلزار اخبار کے کل ۲۳ شماروں میں طرحی کلام کے علاوہ دھبی کی جو چیزیں ہیں ان کا مختصر
ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ اہل گل دستوں کی قدر و قیمت ان میں شائع ہونے والے اشتہارات سے بڑھ جاتی ہے۔ ان اشتہارات کو درج ذیل
اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے،

۱۔ مصنوعات مثلاً نہایت مضبوط و لائق گھڑیال، طوسی رومال یا انگوٹھی، عطریات اور دیگر اشیائے ضرورت کے اشتہارات (جن سے
اس مضمون میں بحث نہیں ہے)

۲۔ معاصر گلدستوں اور اخبارات کے اشتہارات۔

۳۔ نعتیہ و غیر نعتیہ کلام کے مجموعوں، انسانی اوب کی کتابوں اور دینی تصانیف کے اشتہارات۔

گلدستوں اور اخبار و جرائد کے اشتہارات :-

۱۔ گلدستہ خوان خلیں (نعتیہ)، مراد آباد۔ زیر اہتمام حسان الہند رضوان مراد آبادی، ماہنامہ، قری ۱۵ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔

۲۔ صفحات قیمت عام سے گچ (نشر شفاعت خیابان سنہ ۱۳۰۷ھ)

۳۔ وسیلہ نجات (بہی کویت علی) اندر اہتمام منشی محمد ناصر حسین انور و محمد عبدالعزیز ذائق، قمری قلم، تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔ قیمت عام
سے عام نوے کا پچاس ۲۔ نشر شفاعت خیابان سنہ ۱۳۰۷ھ

۴۔ جریدہ روزگار۔ زیر اہتمام سید مرتضیٰ شاہ قادیانی مدرس، ہر شنبہ کو شائع ہوتا ہے۔ پیشانی پر ہمیشہ ایک غمناک تصویر عذری قدسی
کا طبع ہوتا ہے۔ مضامین رفاہ عام و بہبودی اسلام اور خیریں چیدہ اور کوائف حیدر آباد تحریر ہوتی ہیں۔ (نشر شفاعت سنہ ۱۳۰۷ھ)

۵۔ انجمن حمایت اسلام رسالہ

۶۔ چلتا پرزہ یا شاد جہاں شیخ بطور خیمہ خیر خواہ عالم۔ دہلی

۷۔ نیر خزاہ عالم دہلی۔ سنہ ۱۳۰۷ھ سے جاری ہے

۸۔ اخبار مشور محمدی، شکر، محرم سنہ ۱۳۰۷ھ سے پھر جاری ہوا ہے۔ ہفت روزہ شریف، ملک مطبع بحر اسلام بمبئی

۹۔ سنہ ۱۳۰۷ھ کے نشر شفاعت مضامین سنہ ۱۳۰۷ھ

۸۔ قنوج پنچ۔ قنوج، پندرہ روزہ سالانہ چندہ عتقہ۔ (کلزار خلد جلد ۱ ص ۱۳۷)

تصانیف کے اشتہارات دوسرے گلدستوں کی نسبت سفینہ نجات، ہلی میں تصانیف کے اشتہارات کثرت سے ہیں۔ ہوں سلسلہ اور بعد کے شماروں میں اشتہارات کے لئے آخری دو صفحات مخصوص کرتے ہیں۔ مگر یہ سب تصانیف مرتبہ گل دستہ محمد عبدالحمید حاکم کی اپنی دکان پر دستیاب ہوتی تھیں کیوں کہ وہ تاجر کتب بھی تھے۔ اہم تصانیف اور ان کے بارے میں مطبوعہ معلومات مختلف گلدستوں کی مدد سے نقل ہیں۔

”دیوان فقیر“ اردو، ۴۴ مطبع رضوی و اخبار خیر خواہ عالم دینی کے بہتم سے طلب کریں۔ ”دیوان سائل“ فقیر ۴۷۔ تحفہ خیر فقیرانہ قدس ۵ رفروغ ابدی فقیرانہ قدس ۲۸ مطبوعات مطبع اسلامی دہلی کے نمونہ میں ”قصائد معجز نظم“، ”رود حیران“، ”بزم میلاد گلاب“، ”عقائد فقیر معروفت بہ نظام العقائد“ از فخر الدین نظامی۔

”مجموعہ تصوف“ (پانچ رسالے، رسالہ رفیق الطلاب، رسالہ اہلانت، رسالہ ہائے امین، رسالہ توحید اور رسالہ طلب) از خواجہ محمد حشمتی مترجم مولانا سید حمزہ صاحب شہید دہلوی اور ناول ”اعجاز اسلام یا موداریہ“ کے نام دیئے ہوئے ہیں۔ ”سفینہ نجات“ اولی و میر سلسلہ اور مابج سلسلہ کے شماروں میں رتن فیض کتب اہم ہیں۔ کلام ولید علی مذاق بدایونی، کلیات ہوش (نواب نیاز احمد فارہوش)

مولد محبوب خدا۔ منہاج السالکین ترجمہ اردو جوگ بٹ۔ کنز المکنون ترجمہ اردو از مولانا شاہ ولی اللہ تذکرہ صابریہ از نقی حافظ اللہ صاحب۔

سفر نامہ روم و شام وغیرہ از شبلی نعمانی۔ محیر الحسرات (تعلیم نسوان میں ناول)۔ منہار و مہنا، ملک العزیز و مہینا از شرر، دلکش ہر دو حصہ از شرر۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء جون ۱۹۰۴ء اور اپریل ۱۹۰۵ء کے شماروں میں نہایت تفصیلی فہرست شائع ہوئی ہے جس میں کتاب کی قیمت اور نمکند رعایت کی صورت بھی دی ہے۔

مذہبی منظومات میں نعتیہ دیوان فضل حق ۳۔ دیوان ہدایت لعتیہ ۴۔ دیوان اکبر نعتیہ اول ۴، دوم ۴۔ دیوان منظم نعتیہ ۱۰۔ دیوان تہذیب نعتیہ ۱۱۔ ہمیں مناقب لعتیہ ۴۔ نعت ہی نعت دو حصے ہر حصہ ۴، چمنستان نعت مصر اول ۱۱۔ علامہ خاتم النبیین اتیم ۴۔ ترستہ آخرت نعتیہ ۸۔ دیوان آسمان نعتیہ ۲۔ گلشن نعت ۱۔ یادگار نعت ۲۔ مرقع نعت ۲۔ آئینہ نعت ۱۔ جہان نعت ۱۔ مجرمانہ نجات اول ۱۔ ہری خلعت از خوب تریاق از از رضوان مراد آبادی۔ مجموعہ تولی اول ۱، دوم ۱۔ بزم میلاد گلاب ۳۔ سعادت الکونین ۴۔

۱۔ منشور شفاعت شعبان ۱۳۱۶ھ

۲۔ سفینہ نجات دہلی، پانچ ۱۹۰۱ء

۳۔ سفینہ نجات دہلی جون ۱۹۰۳ء

۴۔ سفینہ نجات دہلی جون ۱۹۰۴ء

۱۔ منشور شفاعت، رمضان ۱۳۱۶ھ

۲۔ سفینہ نجات دہلی جون ۱۹۰۱ء

۳۔ سفینہ نجات دہلی، اکتوبر ۱۹۰۳ء

۴۔ سفینہ نجات دہلی، اپریل ۱۹۰۴ء

تذکرۃ الشہادین ۱۔ مولود لطیف ۴۔ محفل گیارہویں ۴۔

دواویں میں: دیوان ستارہ ۲۔ دیوان تاجیز ۳۔ ماہ کمال ۲۔ دیوان پنجم شہر ۱۰۔ دیوان عزیز ۱۰۔ (نواب عبدالعزیز خاں بریلوی)۔
دیوان تہرہ ۴۔ دیوان عزیز سماری پور ۴۔ دیوان محفوظ ۴۔ دیوان مضطر ۴۔ دیوان امیر مینائی ۱۱۔ فریاد داغ ۴۔ گلزار داغ
۴۔ وغیرہ۔

ناولوں میں: مان کی بیشی ۸۔ یوسف و دل کرا (رام پور کا سچا واقعہ) ۲۔ چالاک عورت ۱۲۔ سپاہی کی رہن ۴۔ میرے ایک کئی ۸۔ فیات شریف ۴۔
بہشت بریں ۱۲۔ لومنی عورت ۴۔ وناٹے دہر ۴۔ کرشمہ الفت ۸۔ عزیز مہر ۲۔ نیزنگ دنیا یا گمشدہ لڑکی ۱۰۔ ایران کی شہزادی ۸۔
نال کپتان ۸۔ غرور حسن ۸۔ بغلی ٹھونس ۸۔ جوانہ مرگ ۶۔ محبوبہ لندن کا۔ شہر آشوب لندن کا۔ وناٹا عورت ۶۔ حسین گنہگار ۸۔
بائیکل کا شوقین ۸۔ روشنی جوانی ۱۰۔ غن: حق یا خودکشی ۸۔ انجام محبت ۱۱۔ امید وریکا نہ ۸۔ مٹریز کابل ۱۰۔ سید ۶۔ بدافشاکی مصیبت ۴۔
صغیر و اختر ۴۔ کنو جی میں ۴۔ محمود و شکیدہ ۶۔ جھلساتہ ۴۔ ۱۲۔ کوہ غلور انور ۱۲۔ انور ۱۲۔ کوہ۔ وگیش تندی میں ایک زمیندار کی
روایت ۱۱۔ اکثر اہل کو روز المرٹ کال ریناٹ کے ناول کا ترجمہ ۱۱۔ ۸۔ کوہ۔ مظفر اور رام بابائی انہ فاشق حسین لکھنؤی (۱۲) ۸۔ کوہ۔ انقلاب،
قیمت تاریخی ۱۱۔ ۸۔ کوہ۔ حمید و امینہ ۸۔ ۱۱۔ کوہ۔ پیر مناب (۲، ۶) ۶۔ کوہ۔ بیری (۱۲) ۱۲۔ کوہ۔ سلیم و چند کلا (۱۳) ۸۔ کوہ۔ پری پیکر (۱۲)
۸۔ کوہ۔ وغیرہ۔

دیگر کتب میں: کال کوزی اور بنگ پراسی ہندوستان میں انگریزی سلطنت کے آغاز کا حال ۳۔ سوانح عمری زیب النساء ۴۔ سوانح عمری امیر تیمور
و حمیدہ با توہم ۴۔ تحفہ سبانی ترجمہ اردو فتح اربانی و الفیض الرحانی ملفوظات حضرت غوث احمد غازی علیہ السلام ۴۔ سوانح عمری کلاں (حضرت حسین علیہ السلام)
جشتی ۱۴۔ فوائد لغزاد (ملفوظات حضرت نظام الدین اویا) فارسی ۸۔ اذ و عہد مباحثہ عالمگیری (شیخ ابراہیم مہدی، دور قاضی ابوسید کے
ماہین ۱۴۔ عطیہ شکر یہ (بہر مہدویہ کا جواب) ۳۔ کتاب مرقوم (شرح فتویٰ مولانا روم دفتر اول ۱۔ دو جلد ۱۴۔ منہاج النبوة ۱۰۔ اردو ترجمہ
منہاج النبوة ۱۱۔ ۱۱۔ رفاد مسلمین (اردو ترجمہ مسألہ اربعین ۳۔ کرامات عزیز (پہرہ حصہ ۴) بہ خیر الکلام (فی احوال العرب الاسلام اعدہ۔ تفریح الاذکار
فی احوال الانبیاء علیہم السلام۔ سوانح عمری حکیم بعلی سینا ۸۔ سوانح عمری مولانا غلام محمد خاں جشتی ۴۔ سوانح عمری (ترجمہ اردو
خیر المجاہد ملفوظات حضرت شیخ نصیر چراغ دہلی ۱۴۔ ۴۔ پیراہن یوسفی ۴۔ حیات ولی (شاہ ولی اللہ) ۴۔ آداب المریدین ۸۔ رقتیل عرش (دیرپا
معراج) ۱۰۔ معراج الساکین (اردو ترجمہ منہاج الصابین از امام غزالی ۴۔ ۸۔ ۴۔ اہم ہیں۔

۱۔ سفینہ نجات دہلی ۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء۔

۲۔ سفینہ نجات دہلی جون ۱۹۰۶ء۔

۳۔ سفینہ نجات دہلی ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔

۴۔ سفینہ نجات دہلی دسمبر ۱۹۰۶ء۔

۱۔ سفینہ نجات دہلی ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۶ء۔

۲۔ سفینہ نجات دہلی ۱۰ جون ۱۹۰۶ء۔

۳۔ سفینہ نجات دہلی ۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء۔

۴۔ سفینہ نجات دہلی دسمبر ۱۹۰۶ء۔

۵۔ سفینہ نجات دہلی ۱۰ اپریل ۱۹۰۶ء۔

نشری نمونے بنیادی طور پر نگار سے منظومات ہی کے سے وقف ہوتے تھے۔ اس کے باوجود بعض کلامتوں میں چند صفحات نشستے تعلق بھی ملتے ہیں۔ مثلاً دستور شفاعت کے پہلے شمارے (محرم ۱۳۸۵ھ) میں ایک محل دستہ نقیر محمد قدس نے رسالہ کے اجراء پر باری تعالیٰ کا اور منصب ادارت نبھانے پر حاجی محمد صدیق انصاری کا شکریہ ادا کیا ہے۔ اسی شمارے کے آخری صفحات پر قشتی محمد یعقوب صاحب کلرک جنرل پوسٹ آفس بمبئی کی تقریظ شائع ہوئی ہے۔

ابتداءً! سپاس بید اس فریاد سخن کی درگاہ میں جس نے خلقت انسان میں فرقہ شعرا کو ایک خاص نطق زہن سے بہرہ مند کیا.....
وسط..... حاصل مدعا یہ ہے کہ ویسی خوبی کے شاعر فضل خدا سے اب بھی بہت سے موجود ہیں کہ جن کے دل و دماغ میں سولے نعت اور کوئی خیال منقور۔ خصوصاً ایک میرے کرمفرما محب باصفائے حب معلیٰ اعقاب نفیلت آب انسر شعرا سید فقیر محمد صاحب قدس جن کی طبع و کلام، فہم و رسا چشم عطا کا شہید ایک عالم ہے.....

آخر..... نعتیہ گل دستہ تو کیا کسی اور قسم کا بھی نگارستان بمبئی والوں میں سے آج تک کسی نے نکالا نہیں یہ حصہ پایا نہیں۔ اگر آپ کو اس کام کا موقع کہ جائے تو بجا ہے اور جو کچھ تعریف کریں رواں۔

اسی نگارستان کے جمادی الاخرہ کے شمارے میں عبدالرحیم احمد صاحب کا طویل خط شائع ہوا ہے جس میں مدینہ منورہ یا طیبہ کی بجائے شرب کے استعمال کو احادیث کی روشنی میں غلط قرار دیا ہے کیوں کہ شرب زماۃ جاہلیت کا نام ہے۔

نگارستان میں اشاعت اسلام کا مستقل باب قائم تھا جس کے تحت ابتدائی چند صفحات پر دینی باتیں ہوتی تھیں۔ مثلاً شعبان ۱۳۱۵ھ کے شمارے میں مولانا مجیب احمد حیدر آباد دکن کے دو دروہ صنفی فیضی (وقت کی قدر و قیمت)۔ انسان شربت کھلا کیوں ہے اسلئے ہوئے ہیں۔ جمادی الثانی ۱۳۱۵ھ کے شمارے میں لیلۃ القدر از محمد عبدالحلیم شیعہ (دو صفحات)۔ جھوٹ بونے کی برائیاں از مولوی معز الدین نقیر لونی (دو صفحے) اور فضائل الحجۃ از مولوی شعیب محمد ہمدانی (چار صفحات) نامی مضامین ملتے ہیں۔

نمبر ۱۹۰۳ کے شمارے میں وصیت نامہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر عنوان وہ مشہور زماۃ وصیت نامہ شائع کیا ہے جسے پڑھنے والے پر لازم ہے کہ وہ ایک مقررہ تعداد میں بچپا کر تقسیم کرے۔ (آج کل بھی دستیاب ہے) یہ وصیت نامہ شیخ عبداللہ خادم روضہ مبارک نے چھپوایا تھا ساتھ ہی ساتھ ابوسلمہ خادم روضہ مبارک کی مدینہ منورہ سے ارسال کردہ چٹھی کی نقل بھی شائع ہوئی ہے کہ یہ وصیت نامہ سچا ہے۔ وصیت نامہ کے شروع میں یہ نگارستان نے نوٹ لگایا ہے کہ یہ وصیت نامہ مصدوقی ہے جس سے کوئی دھوکہ نہ کھائے کیوں کہ حافظ محمد ظہور اللہ سکندر ٹونک نے پورے طور پر تردید کی ہے۔ صفحہ ۷ سے ۱۳ تک حافظ محمد ظہور اللہ صاحب کا اصل مضمون شائع ہوا ہے جس میں حافظ صاحب نے اسی وصیت نامہ کو قرآن و حدیث کے حوالے سے مصدوقی ثابت کیا ہے۔

فروری ۱۳۱۵ھ کے شمارے میں صفحہ پانچ سے متعلق دو مسلوں کے بعد حافظ سید محمد ظہور اللہ از ٹونک کا مضمون بیان تصور کرنا شیخ کا مریدین کے لیے جائز ہے۔ شائع ہوا ہے۔ صفحہ ۶ پر علامہ دین و رسر جامع العلوم کانپور کی ہرسلہ دعائے تعلق بیاری طاعون اور پھر مولوی محمد یوسف علی دیوبندی کا مختصر مضمون لمبی مویں رکھنے کا مذاب پچھا ہے صفحہ ۹ سے دس تک تاضی محمد فاضل طابعم مدینہ میرٹھ کا مضمون قرآن شریف پڑھنے کے فضائل لیا ہے۔ اگست ۱۹۰۵ھ کے شمارے میں شفاعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

سے متعلق استفسار کے جواب میں مولوی محمد امیر الدین جمیری کا سرسہ مضمون شائع کیا ہے۔ سٹ سے سٹ تک مولانا محمد اشرف علی چشتی داروکان پور نے استنبی سے متعلق ایک سوال کا جواب دیا ہے۔ اس کے بعد مضمون ان سب مضمونین کے دو دو صفحات کے دو مضمون (مذہب) کی کوئی عبارت قبول نہیں ہوتی۔ سچ بولو، شائع ہوئے ہیں۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء کے شمارے میں پنج وقتہ، ماز اور ریکٹوں کی تشریح کے بعد چار صفحات پر مولانا محمد امیر الدین جمیری مدرسہ سرتروانے ۳۱ ضروری مسائل تفرقہ بیان فرمائے ہیں۔ ان کے بعد مولانا غلام حسین انصاری کا چار صفحات کا مضمون (دین و دنیا کا تعلق) شائع کیا ہے جس میں روزی کی نئے کے مدلی طریقوں پر بحث کی ہے۔

سفینہ نجات دہل کے بعض شماروں میں انتخاب اخبارات کے تحت مختلف خبروں کے تراشے شائع ہوئے ہیں مثلاً

”ہفتہ مختتمہ ۳۱ جنوری کو کراچی میں ملاعون کی ۲۶ واردات اور ۲۰ اموات ہوئیں تمام بواعث سے اموات ۱۷۳ ہوئیں ہیں۔“
(۱۰ فروری سنہ ۱۹۰۳ء ص ۱)

”سالانہ بجٹ ہند حسب معمول مارچ تک تیار ہوگا اور اس پر ۲۵ اپریل کو بجٹ مباحثہ ہوگا۔“ (۱ ص ۱)
”اکسفورڈ کرکٹ ٹیم نے پنجاب والوں کو سرون سے ہر دیا۔“ (ایضاً ص ۱)
”پوس کشر کے دو برو مشرگر بند ویر مشرنے بیباکانہ شہادت دی کہ پوس اپنے ذرائع بے جا طور سے انجام دیتی ہے۔“
(ایضاً ص ۱)

”رشتہ خواری میں بحث بدنام ہے۔ یہی کیفیت کم خواہ پانے واسے یورپین کی ہے۔“ (ایضاً ص ۱)
”حضور لاؤ کرزن بہادر وائسے دگور نہ جنرل لن سے روانہ ہونگے ہیں آخر دسمبر تک بیٹی میں جہاز سے اڑ کر ملکہ پہنچیں گے۔“
(۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۰۲ء ص ۱)

”دہلی میں ۲۶ دسمبر کو مرگٹریوں کی انعامی دوڑ مبینی تک ہوگی۔ سنا ہے کہ میں میں فی گھنٹہ یہ گاڑیاں چلیں گی۔ سنا ہے کہ انتظام مہاراجہ گوگیر اور مہاراجہ نرودہ کے زیر تحویل ہے۔“ (ایضاً ص ۱)

”نواج مبینی کے گوجر نگر وٹوں کی بھرتی دہلی بلڈ شہر میرٹھ میں بھی کی جائے گی۔ ملکہ ہو گیا۔“ (اکتوبر سنہ ۱۹۰۳ء ص ۱)

گلدستوں میں صرف طرحی کلام ہی نہیں ہوتا بعض دلچسپی کی اور چیزیں بھی ہیں۔ جن میں سے چنانچہ کا ذکر ہو چکا ہے۔
ادبی معلومات بقیہ کا احاطہ اس عنوان کے تحت کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً قطعات، تاریخ، علامات، نثر کے شماروں کے طرحی مصرعے، غیر طرحی کلام، اساتذہ اور اُن کے شاگرد کی نشاندہی وغیرہ۔

منشور شفاعت کے پہلے شمارے (محرم سنہ ۱۳۱۰ھ) میں لمبی محمد یعقوب آباد کا قطعہ تاریخ اجملہ گلدستہ شائع ہوا ہے۔

دیکھو منشور شفاعت راجہ عاشق طبع گفت۔ ہست این گلدستہ یا بہ نیست حبیب
و در دل ستاد پئے تاریخ او آمد خیال۔ شدند ابر خزان گر می تحفہ نصیب

جمادی الآخر کے شمارے میں حسان، لہند رضوان مراد آبادی کا فصلی قطعہ تاریخ شائع کیا ہے، موزی شریعہ سے

تاریخ فصلی رضوانی الفیہ پولا لکھ دو

باد نسیم دین و ابر بہار رحمت (۱۲۹۶)

شعبان کے شمارے میں محمد عارف صاحب عارف (ممبر کمیٹی انتخاب نگارستان) مترجم، داود شاگرد حکیم سید محمد سجاد صاحب
مروانی کی وفات کی خبر شائع کی ہے (۱۲۵۱) اور فقیر محمد ند، مظہر اللہ رحمت، ثابِت، محمد یعقوب صادر، نور محمد کاشف، عبد القادر
شید، عبد الحطیف تسلی، عبدالرحمن ذکا، جان محمد صابر اور محمد صدیق افغان کے قطعات تاریخ وفات شائع کیے ہیں۔ غور و صواب سے

گیا جب کہ دنیا سے عارف سادانا جو نیا حال کے شاعروں میں یکا نسر

سن انتقال اس کا صابر نے اس دم کہا اٹھ گیا ستا عمر نام اور (۱۲۰۶ھ)

رمضان کے شمارے میں بھی عارف مرحوم پر قصیدت وفات شائع ہوئے ہیں، وہ تاریخ ط

ہائے ستاد وقت دیار من، قمر بدین منظر

سفینہ نجات دہلی تاریخ ۱۹۰۲ء کے شمارے میں سلطان عبدالحمید خاں دولت عثمانی کے جشن ۲۵ سالہ پر حسان لہند رضوانی کا ۱۲
شعر کا فارسی قطعہ تاریخ شائع ہوا ہے (۱۲۵۱) اور انہی کی جانب سے یہ اعلان بھی کہ وہ اس ۲۵ سالہ جشن کے قطعات تاریخ اور
قصائد کا مجموعہ تیار کر کے سلطان کی خدمت میں پیش کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس لیے شعرا کرام حید از بد کسی می زبان میں کھ کر بھیج
دیں (۱۲۵۱)۔ سفینہ نجات دہلی پر عزیز تمیز داغ کا قطعہ تاریخ ساں چہ دم نگارستان کے تاریخ شائع ہوا ہے، پہلا شعر یہ ہے

نشی بے بدل تم سے محمد سید خاں جن سے یہ نکل پرچہ خزینہ نجات کا

ابن سال کے بعد متمم عبد الحکیم خاں مذاق موسے تم سے پہلے محمد سید خاں تھے

فروری ۱۹۰۴ء کے شمارے میں مولوی حافظ محمد جان شاہ قادری شیشی مولود خاں اکبر آبادی کی وفات پر محمد محبوب کتر جل پوری کا مین شعر کا
قطعہ تاریخ شائع ہوا ہے۔ ط دلم و مفتی و مداح رسول عربی (۱۳۱۲ھ) (۱۲۵۱ھ)

ان شماروں میں آئندہ کے لئے جانے والے طاق مہر ہے یہ ہیں جن سے متعلق شمارے دستیاب نہیں۔

ط کرسی ہے خدا عرش ہے شیدا سے دیند ط سبے چشم خداوند جہاں سوسے محمد

ط بزم میلاد پر جنت کا گھاں ہوتا سے ط جو قدم بوس نبی گوشہ اماں جگ کر (منشور شفاعت محرم ۱۳۰۲ھ)

ط بارش جنت سے فزوں تہ ہے بہار طیبہ (منشور شفاعت محرم ۱۳۰۲ھ)

ط شہداء سے جنت کہ خدمت نے کیا یاد مجھے ط یاد شد مولک سے سب سے کامزا ہے (منشور شفاعت شعبان ۱۳۰۲ھ)

ط کل جہیں ہیں مجھ تو بخش الفت حضور کے ط افسوس کہ شہ دلا نہیں دیکھا (ایضا شوال ۱۳۰۲ھ)

ط سو جتنا ہے دل کو کہ با دینا ان دنوں ط محبت مجھ کو ہے خبر الورا سے

ط بیان کس نہ سے اے خدائے رحمت جو مہربانیا (نگار غمد شعبان ۱۳۰۵ھ)

- ع محبوب خدیو میری دعا، وہی کچھ ہے
ع دیکھو دیکھو وہ مرا شافع محشر آیا (عکزار خلد حادی اثنی ۱۳۷)
- ع مست بن جاؤں میں عشق احمد مختار میں (ایضاً نومبر ۱۹۱۲ء)
ع میں مدح خوان حضرت خیر البشر ہوا
ع علی کا مرتبہ احمد ہی جانے یا خدا جانے (ایضاً نومبر ۱۹۱۲ء)
- ع شافع روز جزا فخر اہم آتے ہیں
ع مجرم ہوں اپنی تری رحمت پر نظر ہے (ایضاً فروری ۱۹۱۵ء)
- ع کھنچ گیا صنایع ایجاد سے نقشہ تیرا
ع عتق گیسو کا مرے سر میں ہے آزار فقط (سینہ نجات دہی جون ۱۹۱۱ء)
- ع نہ کیا تو آگ کا پرکار ہو گیا
ع جو شاخوں جناب سید ابراہیم تھا (ایضاً دسمبر ۱۹۱۱ء)
- ع جو شاخوں جناب سید لوہا ک تھا (ایضاً مارچ ۱۹۱۲ء)
ع آنکھ کے پردے میں درپردہ نظر آیا مجھے (ایضاً اگست ۱۹۱۲ء)
ع سوال آگے ترے روپ جس گدائے کیا (ایضاً فروری ۱۹۱۲ء)
- ویر سے موصول ہونے والا طرحی کلام بعد کے کسی گدستے میں شائع ہو جاتا تھا۔ اسی طرح غیر طرحی کلام بھی شمار سے کے آخر میں چھپ دیا جاتا تھا۔ بے شمار شاعر ایسے ہیں جن کا کلام اس ضمن میں آتا ہے جسے نوٹہ از خود اسے۔
- احمد سے ملے ترطاس مجھ کو گر بیا حق مسیح انور کا
تو کھوں وصف کچھ حضرت کہیں روئے منور کا (مفسر شفاعت رمضان ۱۳۰۶ھ)
- یوسف سے باعث ایسی و عالم جب تم لے سرور بنے
اب کوئی ہم سر تھا کیا بنے کبوں کر بنے (ایضاً)
- مقصوم سے گو سراپا ہوں گنہ گار مگر لے شافع
حشر میں کافی ہے پس آپ کی امداد مجھے (ایضاً)
- طاہر سید محمد طاہر فرخ آبادی سے تن سے کل کے یاد رسول نہ من میں روت
وہ لے گی جاکے غلام ہیں کے جن میں روح۔
- چہرہ پان کے دشت میں چھائی سے مردنی
یوں لے چھوڑے ہیں شید وطن میں روح
- (عکزار خلد اگست ۱۹۱۵ء)
- انگر، عبدالقادر سے بن گیا زہ سے دو غیرت خورشید نک
نظر لطف سے تم نے جسے مولا دیکھا (سینہ نجات دسمبر ۱۹۱۲ء)
- مہدی سید علی سے مبارک ہوں غلط کو گلزار حیات
خوش آتی ہے مجھ کو بہر دینہ (ایضاً)
- اکبر بیگو میں سے دینے سے ساتی نے راست کرم سے
بائے سے سوا شاد نے پاشبہ مرا (ایضاً ستمبر ۱۹۱۳ء)
- ن نقد کل دستوں سے بہت سے شاعر کے اساتذہ کی نشاندہی ہوتی ہے۔ عموماً جن اساتذہ کرام کے علاوہ کلام قلم ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔ امیر منائی، انگر، عبدالقادر، (ایضاً) (تمیہ مصرات)، برق، بے دل مہارن پوری، آتاب، تھل جلال پوری، حمید کھنوی، عبدالحکیم حازق، خلیل کیا مودی، خلیق، فیصل بھڑوچ، دلکش، حسام، ہند مصرات، مراد آبادی، رزاق احمد آبادی، رغبہ برہان پوری (محمد عثمان)، سید کبیر تھل جلال پوری، سانی سکندر آبادی، شاگر، شمس الدکن، شیدا، صادر، شہنا امیری، عزیز کھنوی، عزیز باسری، عامی، عزت، ذکا، لطیف، مراد، انور، آفر، مسعود، نواز اور ہوش بریدی۔

حضرت تھیں جلال پوری (امید افروز شاہ جہاں پوری کے علاوہ میں سید کیا مثنوی اور سید کے علاوہ میں انٹر عبدالقادر اور انٹر کے علاوہ میں نقوش اور آواز غرض کہ پانچوں سلسلوں کا کلام ان کائناتوں میں محفوظ ہے۔ اسی طرح حضرت حسام الدین رکنی و بادی ہیں جن کے علاوہ اور شاگردوں کے شاگردوں کا کلام بھی قلم ہے۔ اسی کلام میں رشتوں مرد و بادی کے ۳۳ نمبر و کلام قلم ہے۔ کے اسامے گرامی یہ ہیں۔ رشید احمد شفق، مشتاق علی خاں آزاد، محمد حسن آبر، عظیم الدین اذیب، سنی دشت ہیں اذیب خان پوری، رشید الدین ارشد، یرمان الحق ازل، عطاجان، سید غلام نبی اشرف، اشرف علی اشرف، رکن، شرف، عبدالقادر عجز، عجم حسین اعجاز مرد آبادی، جوزف اقر، رام رتن افسوس، فیاض حسین اکبر، سید علی قیام مرد آبادی، شوکت علی خاں ایتھ، عبداللہ ایجاز مراد آبادی، محمد اعلیٰ برادر مراد آبادی، محمد عبدالرزاق بہار، حشمت علی تبات، رشید الدین حسن، مظفر علی ریڈ، غلام محمد شوق، فیاض علی قیاض مرد آبادی، قاسم علی قاسم، انصار علی قاسم، محمد مقبول، مسیح احمد مسیح، حسین علی نشا، غلام محمد نجات اور غیب الدین غیب مراد آبادی۔ اسی طرح راجب یرمان پوری (امید واقف برہن پوری) کے علاوہ میں اٹھارہ شاعروں کا مجموعہ نثر و شاعری میں چھاپا ہے۔

طرحی مصرعے :- مذکورہ تینتیس شماروں کے طرحی مصرعے حسب ذیل ہیں :-

نمبر شمار	مصرعہ شرح	علاقہ و شمار
۱	کھینچا ایسا پری نقش مرایا سے محمد کا	نقوش شفاعت محرم ۱۳۰۶ھ
۲	دارج ہوں قاسب رمالیت آب کا	بہار آبادی
۳	امتی کے واسطے ایران لب کو ترسینے	شعبان
۴	حشر کا دن ہے بے نفع عاصیاں آنے کو ہے	دندان
۵	مردہ لے بخت کو حضرت نے کہا مار نیچے	سوال
۶	باہر حساب سے کہ ہے حساب ہے	کلہ رخا جون ۱۹۸۸
۷	امد کے حسن پاک کا جلوہ کہاں : تھا	کلہ رخا شعبان ۱۳۰۵ھ
۸	خواب میں ہم نے نئی کا رٹ لیا دیکھا	نومبر ۱۹۹۱ھ
۹	یابنی خواب میں دکھلائیے جلو مجھ کو	نومبر ۱۹۰۲ھ
۱۰	نئی کا قیاس میں دید ریو کا	دوری ۱۳۰۵ھ
۱۱	بہار سینے کو نیسے عشق کا سودا ہے کر	اگست ۱۳۰۵ھ
۱۲	ہر وقت مرے دروڑیاں نام نہا ہے	اکتوبر ۱۹۰۵ھ
۱۳	نقش ہی کی جہان کے پیسے بہت ہیں ہے	سینہ خانہ دسمبر ۱۳۰۹ھ
۱۴	ترے رومنہ پہاڑ تلے ترے در پہاڑ آئے	دسمبر ۱۹۰۱ھ
۱۵	مجھے دیدار ہو یا رب شمع روز عیش کا	حساب ۱۳۰۵ھ

نمبر شمار	مصرع طرح	تجدید و شمارہ
۱۶	آب زم زم میرے حق میں آب حیاں ہو گیا	سفینہ نجات دہلی جون ۱۹۰۲ء
۱۷	جسے زلف سرور کا سودا نہیں ہے	" " " "
۱۸	بخشش کے لیے احمد مختار ہے کیا خوب	" " " " فروری ۱۹۰۳ء
۱۹	چارہ گر کون ہے ترے سوا بے چاروں کا	" " " " " "
۲۰	گنہ گار این اتمت میرے فریاد کرتے ہیں	مئی ۱۹۰۳ء
۲۱	" " " " " "	جادی آخر ۱۳۲۱ھ اکتوبر ۱۹۰۳ء
۲۲	خدا نے خاص اپنے نور سے تم کو نایاب ہے	نومبر ۱۹۰۳ء
۲۳	وہ دن خدا کرے کہ مینے کو باتیں جمے	دسمبر ۱۹۰۳ء
۲۴	" " " " " " " "	جنوری ۱۹۰۴ء
۲۵	پردہ وار عاصیاں دامان سرور ہو گئی	فروری ۱۹۰۴ء
۲۶	" " " " " " " "	مارچ ۱۹۰۴ء
۲۷	نہ رو کے گا ہمیں رضوان جنت باب جنت پر	اپریل ۱۹۰۴ء
۲۸	محبوب خدا کی شرف اور دین اپنا	مئی ۱۹۰۴ء
۲۹	چارہ گر اونکے محمد میں جو بے چارے ہیں	جون ۱۹۰۴ء
۳۰	تو ہاشمی و سطلبی و قرشی ہے	جولائی ۱۹۰۴ء
۳۱	بلا غوشہ ذی وقار مدینہ	اگست ۱۹۰۴ء
۳۲	کاش در پر ترے لی جائے ٹھکانا مجھ کو	دسمبر ۱۹۰۴ء
۳۳	مسافر ہیں یثرب کے کیا گھر بنا۔ ا	دسمبر ۱۹۰۵ء
۳۴	کوئی تجھ سا حبیب اللہ اکبر ہو نہیں سکتا	فروری ۱۹۰۶ء
۳۵	دنگاو سے پہلی ہی منزل میں بیڑا پار یا اللہ	اپریل ۱۹۰۶ء

مذکورہ بلاغیتیں طرحوں پر بہت سے شاعروں کا کلام ملتا ہے۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے ایک اور

۱۔ لے ان شاعروں میں دو طرحوں پر کلام ملتا ہے۔

۲۔ لے ان طرحوں پر بہت سے شعرا نے کہا ہے اس کے دو دو شاعروں میں شان کیا ہے۔

طرح پر طبع آزمائی کی ہے۔ (مثلاً جن شعرا کا منتخب کلام صرف ایک ہی طرح پر قافیہ ہے ان کی تعداد ۲۲۳ ہے اسی طرح دوسرے طبع آزمائی کے جن شعرا کا کلام کسی ایک ہی طرح پر قافیہ ہے ان میں سے بعض کے نام مع نمونہ حاضر ہیں :-

ایم (غلام نبی) -	عرش منظر ہے مکان اپنا ایشم احقر	مل گیا ہے در آمد پہ ٹھکانا محمد کو
اجال (ہدایت اللہ) -	واعظ جلائے کی نہ مجھے آتش جہیم	دارج ہوں جناب رسالت مآب کا
اختر (عبدالقادر) -	کاش در پر تر سے مل جائے ٹھکانا محمد کو	نہیں منظور ہے فردوس میں جانا محمد کو
انور (غلام الدین) -	الہی مقدر ہو یا در جبار	نبی کی بود بلیر اور سہ ہمارا
بارق (باقر علی) -	کیا ڈر ہے واعظ مجھے روز حساب کا	دارج ہوں جناب رسالت مآب کا
برق (غلام قادر) -	شرم آتی ہے میں دیکھ کے اعمال خراب	جائیں گے رہمداد اللہ کے گز کیا لہ کر
تاباں (غلام الدین) -	یہاں کس طرح سے ہوتی ہی ان کی	ست ابدیا ہے پیسہ ہمارا
تاجر (فرد محمد) -	ہر کس طرح آئے اپنے مقابل	تخلص ہے مشہور خنجر ہمارا
راحت (محمد عبدالکریم) -	راحت رسول پاک کا مت پر دیکھیے	باہر حساب سے کرم ہے حساب ہے
رفعت (عبدالواحد) -	تخلص ہے رفعت ذرا غور کیجیے	مقدر ہے بخت یا در ہمارا
صغیر (صغیر حسن) -	بھولے نہ مرتے مرتے عجات کو مصطفیٰ	باہر حساب سے کرم ہے حساب ہے
عاجز (بیان محمد) -	چلے جاتے ہیں تانے سوسے طیبہ	حرامی کسی غفلت بیدار ہوگا
عاشق (خدا بخش) -	بعض شاہوں کو بھی حسرت یہ ہے نے ختمِ رسل	کاش در پر تر سے مل جائے ٹھکانا محمد کو
عبید (عبدالکریم) -	ملک نہیں شمار گنہگار کر سکیں	میرے شہنشاہ کے کرم ہے حساب کا
عبد (عبدالقادر) -	خزوفت زوں کی لئے مساکینوں نہیں لیتے	گنہگار ان امت ویر سے فریاد کرتے ہیں
نائق (محمد عبدالعزیز) -	مے بہ نسبت حضرت مر جانتے سے سب	نکلیں حسیں پر میرے اب غزب آئے کو ہے
نائق (عبدالصل) -	رہِ حیرت میں نقاشِ انزل بھی دیکھ کر اس کو	کھنچا ایب پری نقاشا سرا پائے محمد کا
نائق (شیخ توکل) -	زمین حرم پر ہے سب تر ہمارا	دماغ اب نہ کیوں ہر ملک پر ہمارا
نقل (محمد خاں) -	کیا خوف میں مار سقر سے ہو عزیز	بخشش کے لئے احمد مختار ہے کیا خوب
کمالی (شیخ احمد) -	کچھ غم نہیں ہے مجھ کو بھی روز حساب کا	دارج ہوں جناب رسالت مآب کا
کوثر (سعادت حسین) -	ہر اکھیل زنجیر جھکیں گی خود شید تیا منت سے	طا مڑا اگر خاک کف پائے محمد کا
لطیف (محمد عبداللطیف) -	احسان حق شمار کرے کس کی تاب ہے	باہر حساب سے کرم ہے حساب ہے
لیون (محمد طلیق) -	نور ہاشمی و مطلبی و مستر شمی ہے	کیا ذات مقدس ترکا مالی نسب سے
میر (محمد شعیب) -	نہ ہائی نام و سنگ کا بی پر اپنے پھر ہرگز	زلیخا کو نظر آتا اگر چہ محمد کا
مہکم -	تنا ہے یہی ہر دم فیل سہرہ عالم	سنگ کسے کتب ہی عشق سرور کا
مہر (سید مرزا) -	دیکھے تو کوئی ناتم مل کے نگہ پر	نندہ ہے ام سید عالم جناب کا
منعم (محمد میاں) -	شیفیع الدنیاں اور شفاعت کو سر مشہر	گنہگار ان امت ویر سے فریاد کرتے ہیں
نور (نور محمد) -	خبر لے اے حبیب خاقان اکبر عمر مشہر	گنہگار ان امت ویر سے فریاد کرتے ہیں
نیر (محمد احمد علی) -	بے کسوں کا کوئی میزان کے سوا نہیں	جانہ ترانہ کے محمد ہیں جو ہے چاہے میں

کرنے والوں کی تعداد ۳۷ ہے۔ ان میں عمراً شوقیہ نام شائع کر کے دے دیے ہیں۔) ذیل میں مذکورہ طرحوں پر مشتمل ہونے والے کلام کا انتخاب پیش کیا جاتا ہے۔ اس انتخاب میں شاعروں کے نام اسی انداز میں درج کیے گئے ہیں جس طرح سے وہ نگارستانوں میں محفوظ ہیں۔ ہر شاعر کے نام کے بعد توہین میں دیے جانے والے نمبر ان طرحوں کے نمبر کی نشاندہی کرتے ہیں جن پر کلام ملتا ہے۔

آتم، حضور احمد خاں بریلوی صنف چراغ حرم، منظور حق، ذائقہ عشق، تلمیذ امیر فیاضی مرحوم دہلوی مرحوم بریلوی (۱۳)۔ میں گیسوے رسول کو تشبیہ کس سے دوں غیر میں یہ نہ بوبے نہ مشک ختن میں ہے
آرزو مقبول احمد از سلطان پور

(۶)۔ کیا تاب تختب جو حساب کرم کرے باہر حساب سے کرم بے حساب ہے
آتم، عبدالرحیم خاں ملازم جیز تو فصل دولت عید ایران، از کپ پور، تلمیذ محمد جلال پوری،
(۲۰)۔ درگاہ غریباں میں جناب سید عالم وہ ہر اک بے کس و مظلوم کی امداد کرتے ہیں
احقر، محمد خاں احمد آبادی تلمیذ قطب اجمیری

(۲۱)۔ باوصف دینے کو بے چل ہمارے خاک یہ کام ہو سکے تو بڑا ہے ثواب کا
احقر، مفتی محمد عبدالقادر، سوداگر چرم، سیکرٹری محفل نقشب سکن، برادر زادہ رشید الدین سید از کیا مٹی۔
(۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲)

انجی، مولوی حافظ عبدالقادر ساکن بلٹی (۲۱)۔

لے صرف دو طرحوں پر طبعاً انسانی فراسے والے شعرا میں سے چند یہ ہیں۔

انقل (محمد خاں بریلوی)۔ یا نبی تو ہی ہے عیشی گنگہ گادوں کا
پارہ گز کون سوا تیرے ہے بے چاروں کا (طرح میں معمولی فرق ہے)
وہیں (عبدالرحیم احمد)۔ پھر ساعت میں ہر شہر بلبلان آئے کہ ہے
مانے آنکھوں کے بھر وہ بوستان نے کہ ہے
نمودہ۔ بدائی کے دن کب کشیں گے لہا !
عازن (محمد عبداللہ)۔ ہند سے یاؤں میں آنکھوں سے عین کھرت
عاشق (محمد بخش)۔ مقابل جب کہ یوسف مایہ پر نہیں سکتا
کوئی تجھ سا حسین اللہ اکبر ہو نہیں سکتا
نگار (علی صاحب)۔ نعت نبی نگار لکھوں کیا ہے میرا منہ
نزدہ سے وصف کب ہوا اس آفتاب کا
مشہور (عبدالقادر)۔ دعا ہر دم بھی دے دو کہے کر ناموں میں تاق ہے
اللہ ہوں بہت مشتاق دیدار محمد کا
لے انکار کا نرہ کلام یہ ہے۔ ندامت ہو رہی ہے پیش خانی آئیے جلدی
منہ ہر گامرا غنچہ دل شگفتہ
مکہ انکار کا نرہ کلام یہ ہے۔ ندامت ہو رہی ہے پیش خانی آئیے جلدی
منہ ہر گامرا غنچہ دل شگفتہ
مکہ انکار کا نرہ کلام یہ ہے۔ ندامت ہو رہی ہے پیش خانی آئیے جلدی
منہ ہر گامرا غنچہ دل شگفتہ

اسی کو بھی کہیں مشمول کر اپنے غلاموں میں طفیل آلِ دامحاب اور صدقہ تیرے مرقد کا
 اخلاص، حاجی محمد صدیق ولد حاجی ہاشم، مفتی محمد سید منصور شفاعت، تمیزِ قدا،
 (۱۱، ۳، ۲۰، ۴) سے رحمتِ حق آج اس وقت پہ پاؤں آئے کہ ہے حشرِ اذن ہے شفیعِ غاصیاں آنے کو ہے
 اخلاق، حافظ پیرخان، عینِ رزاق احمد آبادی (۲، ۳، ۳۰، ۴) سے
 کمرہوں کا جس وقت آئے گا حساب کا مداح ہوں بنیاب رسالت مآب کا
 اختر، محمد ابراہیم تمیزِ برق، (۳، ۴) سے
 لب پہ نسبتِ سرور کون دے گا آنے کو ہے رحمتِ حق چوسنے اپنا دہاں آنے کو ہے
 اختر، محمد عبدالرحمن ازکیا مٹھی تمیزِ سعید (۱۹، ۲۰، ۱۱) سے
 مقدر اس کا ہے تقدیر اس کی محبت اس کا ہے جیسے روئے پر اپنے شاہِ عالم یاد کرتے ہیں
 اذل، حکیم سید برہان الحق، رئیس مراد آباد، تمیزِ رضوان (۱۳، ۱۴، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲) سے
 صبا تو ہی ذرا جا کر خبر دے شاہِ عالم کو گنہگار ان امتِ دیر سے فریاد کرتے ہیں
 نظرِ لطفِ غلاموں پہ ہو آقا اب تو سخت منہم ہیں مظلوم ہیں بے چارے ہیں
 اسحاق، محمد اسحاق، سوداگر، کارپرداز محفلِ نقوشِ سخن کیا مٹھی تمیزِ سعید (۱۳، ۱۴، ۱۵) سے
 الٰہی نزع کا جب وقت ہو جس دم اجل لگے زباں پہ میرے اس دم نام احمد بد محل آئے
 اسحاق، ڈاکٹر فشی محمد اسحاق از موضعِ لیبل ریاستِ پٹیالہ (جدہ از کو باٹ، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲) سے
 جو بے دیں آپ سے رکھے عذرت یا رسول اللہ خدا کے سامنے وہ حشر میں خوار و خجل آئے
 اسیر، فشی غلام حسین مکہ تعلقہ شہادہ مؤلف "گوہرِ بحرِ عرفان" (۳۶) سے
 عاجز و مغلس و محتاج ہے یہ تیرا اسیر کسے وار سے ز زنبار اٹھانا مجھ کو
 اختر، فشی غلام مصطفیٰ ان شاستر گر و حمید بکھنوی از بنگاؤں (۸، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲) سے
 تو ہی غمِ خوار ہے یا شاہِ دل انگاروں کا چارہ گر تیرے سوا کون سے بے چاروں کا
 اعجاز، فشی محمد عبدالقادر بکھر و جی تمیزِ رضوان مراد آبادی (۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲) سے
 ہیں وہ بیمارِ رسولِ عربی ہوں اعجاز کہ مسجھل جاتا ہوں نام شدہ عالم سے کہ
 انظر، محمد ناصر حسین شاہ جہاں پوری، مالک گل دستہ وسیلہ نجات (۲) سے
 جلوہ دکھائو پردہ اٹھا کر نقاب کا بے نظارِ روشنیِ اناب کا
 انظر، فشی بدرالدین ولد سرخ الدین جاگیر دار جو پڑا ضلع خاندیس (۱۸) سے
 زاہدہ عبارت پہ تو کہ فخر کہ میسری بخشش کے یہ سیدِ برابر ہیں کیا خوب

افسر (اور افضل)، منشی غلام محمد حسین عرف شیخ گومیال خلف شیخ چاند سیکریٹری بزم سرورہ سخی ضلع خانیس، تلمیذ محمد عثمان راغب برہان پوری

(۱۵، ۱۶، ۱۹، ۲۲، ۲۳، ۲۶) ۷

انھیں کہ خیفن ملا ہے وہی کمال بھی ہوتے ہیں تہہ دل سے افسر جو خدمت استاد کرتے ہیں

ندامت ہو رہی ہے کیش خانی کیسے جلدی گنہگار ان اُمت دیر سے فریاد کرتے ہیں

امیر مینائی، منشی امیر محمد امیر کھٹوری، استاد والی رام پور (۱۱) ۷

کھنپا ایسا پری نقشا سراپا سے محمد کا

کہ نقاش ازل نے آپ سایہ رکھ لیا قد کا

امیر حاجی محمد امیر حسن سہارن پوری تلمیذ تبدیل سہارن پوری (۶۱۳) ۷

کعبہ خدا کا گھر ہے دینہ رسول کا

یہ اس کا ہے جواب وہ اس کا جواب ہے

آمنیاز، منشی امتیاز علی مراد آبادی تلمیذ رضوان (۱۲، ۱۵، ۲۵) ۷

کرامت اس کو کہتے ہیں کہ جب دیکھا نظر بھر کر

تو کلمہ آپ کا پڑھتے ہوئے سنگ میل آئے

امیر شیخ امیر خفہ شیخ دادہ، مقیم پارو تلمیذ راغب برہان پوری (۳۰) ۷

محبوب الہی ہے تو اُمّی لقبی ہے تو اُمّی مطلبی و قرشی ہے

انور، منشی حبیب اللہ کیامٹی شاگرد اختر (محمد عبدالقادر) (۱۲، ۲۰، ۳۰) ۷

اللہ سے فردغ رخ سلطان و دعو عالم گرامہ فلک اس کو کہوں بے ادبی ہے

انور، منشی محمد عبدالرحمن مہر مدرس مدرسہ اسلامیہ کیامٹی تلمیذ غلیل (تا جرتب کیامٹی) (۱۴، ۲۱) ۷

کہاں ہو عرصہ گاہ حشر میں اُسے شافع عالم گنہگار ان اُمت دیر سے فریاد کرتے ہیں

ایجاد، عبان اللہ خاں مراد آبادی مرید محمد معصوم، تلمیذ رضوان (۲۹، ۳۰) ۷

جھنڈ بالوں کے نہیں سر پہ سیہ کاروں کے گھاس کا بوجھ اٹھائے ہوئے گھیار سے ہیں

ایرج، نواب شرکت علی خاں رئیس مراد آبادی تلمیذ حسن الہند رضوان (۱۳، ۲۱، ۲۲، ۲۵، ۲۷، ۲۹، ۳۰، ۳۱) ۷

یہ وقت مدد ہے کہ میں تنہا ہوں الہی محمد پر غم و اندوہ کی اب فوج کشی ہے

کوئی تا حد نہیں ایسا جو حضرت کو غیر کرے گنہگار ان اُمت دیر سے فریاد کرتے ہیں

براق، عبدالمطیف مبین، تلمیذ رامت، عبدہ منہر اور رنگ آبادی، غیبی خلف مبین آبا (۲۰، ۲۱) ۷

بہت ممنوی ہوں اللہ کے الشاف سے حد دیاد دل کو جو میرے شوق اوصاف محمد کا

بخشش، حکیم حاجی اللہ بخش جلی پوری، ممبر انجمن اسلامیہ سیکریٹری جیلر باب مجت، تلمیذ انجماز (۲۰، ۲۳، ۲۴) ۷

دکھا دیجئے رخ زیبائے بدر اللہ بے اپنے گنہگار ان اُمت دیر سے فریاد کرتے ہیں

برباد، شیخ محمد امین مراد آبادی تلمیذ رضوان (۲۱) ۷

غرض کیا ہے گفت و ویر و سید میں پھر یہی جیسے ہم اپنے کعبہ دل میں ہی تیری یاد کرتے ہیں

ہم اپنے کعبہ دل میں ہی تیری یاد رکھتے ہیں

بسم اللہ تعالیٰ ابن زوان خان لمیڈا قیصر از اندر اضلع بلخانہ (۱۲۰۱، ۱۳۵۰) سے

منہیں جس کے دل میں ہے الفت نبی کی نہ وہ فضل حق کا سزاوار ہوگا

منہیں جس کے دل میں ہے الفت نہی کی

ہمیں حقیقت دے یاد دلاؤ غرض پرتو تری رانی ہیں جو چاہے کر ہمارا جسے تو ہی مختار یا القہد

جو چاہے کر ہمارا ہے تو ہی مختار یا اللہ

بصیر، نواب سید محمد غوث محی الدین خاں، تلمیذ ملتہی، (۲۱)۔

جلد میں ہر یاد لیپ پر رواں تمام پاک ہو
عام ہو وقت نزع کے جب اضطراب کا

عام ہودقت زرع کے جب اضطرار کا

پیار، محمد عبدالرزاق جھڈ، حبشی صابری، غنیری، مقیم احمد آباد، تمیز رضوان، ۲۹۱ء

یہ بھی میدانِ سخن تھا کوئی دشوار یہاں
مورچے ایسے تو یاروں نے بہت ارے ہیں

مورچے ایسے تو یاروں نے بہت ارے ہیں

پیکان، سید شاہ نواز تعلیم جوہر ساکن بمبئی (۲۰۱)۔

منکر کبیر عجب سے کریں گے سوال حبیب کہہ دوں گا ہوں غلام شہر لا جواب کا

کہہ روں گا ہوں غلام شہ لا جواب کا

کتاب، مفتی حسین میاں بن کاظم میاں مدرس مدرسہ اردو - بیرم ٹاؤن، (۳۰۲)۔

بے تاب ہجر احمد مرسل میں تاب ہے یارب دکھاوے روضہ رسالت تاب کا

یارب دکھاوے روضہ رسالت مآب کا

تأب، نعمت خاں پٹواری ایچ پی پری انورسٹا۔ (۱۹۶۱ء، ۱۲)۔ ۵

حسرت درخ وادہ پاس دشتی کر ہم ہینے کو چلے عشق کا سودا ہے کر

ہم ہینے کو چھ عشق کا سودا ہے کر

تجمل، حاجی سید تجمل حسین چشتی نظامی مغزی جلال پوری مولف شاہ غیب اعظمی دیوان تجمل، شاگرد نائب شاہ جہاں پوری بعدہ انقر شاہ جہاں پوری

2 (12145678910111213141516171819202122232425262728293031323334353637383940414243444546474849505152535455565758596061626364656667686970717273747576777879808182838485868788899091929394959697989910010110210310410510610710810911011111211311411511611711811912012112212312412512612712812913013113213313413513613713813914014114214314414514614714814915015115215315415515615715815916016116216316416516616716816917017117217317417517617717817918018118218318418518618718818919019119219319419519619719819920020120220320420520620720820921021121221321421521621721821922022122222322422522622722822923023123223323423523623723823924024124224324424524624724824925025125225325425525625725825926026126226326426526626726826927027127227327427527627727827928028128228328428528628728828929029129229329429529629729829930030130230330430530630730830931031131231331431531631731831932032132232332432532632732832933033133233333433533633733833934034134234334434534634734834935035135235335435535635735835936036136236336436536636736836937037137237337437537637737837938038138238338438538638738838939039139239339439539639739839940040140240340440540640740840941041141241341441541641741841942042142242342442542642742842943043143243343443543643743843944044144244344444544644744844945045145245345445545645745845946046146246346446546646746846947047147247347447547647747847948048148248348448548648748848949049149249349449549649749849950050150250350450550650750850951051151251351451551651751851952052152252352452552652752852953053153253353453553653753853954054154254354454554654754854955055155255355455555655755855956056156256356456556656756856957057157257357457557657757857958058158258358458558658758858959059159259359459559659759859960060160260360460560660760860961061161261361461561661761861962062162262362462562662762862963063163263363463563663763863964064164264364464564664764864965065165265365465565665765865966066166266366466566666766866967067167267367467567667767867968068168268368468568668768868969069169269369469569669769869970070170270370470570670770870971071171271371471571671771871972072172272372472572672772872973073173273373473573673773873974074174274374474574674774874975075175275375475575675775875976076176276376476576676776876977077177277377477577677777877978078178278378478578678778878979079179279379479579679779879980080180280380480580680780880981081181281381481581681781881982082182282382482582682782882983083183283383483583683783883984084184284384484584684784884985085185285385485585685785885986086186286386486586686786886987087187287387487587687787887988088188288388488588688788888989089189289389489589689789889990090190290390490590690790890991091191291391491591691791891992092192292392492592692792892993093193293393493593693793893994094194294394494594694794894995095195295395495595695795895996096196296396496596696796896997097197297397497597697797897998098198298398498598698798898999099199299399499599699799899910001001100210031004100510061007100810091010101110121013101410151016101710181019102010211022102310241025102610271028102910301031103210331034103510361037103810391040104110421043104410451046104710481049105010511052105310541055105610571058105910601061106210631064106510661067106810691070107110721073107410751076107710781079108010811082108310841085108610871088108910901091109210931094109510961097109810991100110111021103110411051106110711081109111011111112111311141115111611171118111911201121112211231124112511261127112811291130113111321133113411351136113711381139114011411142114311441145114611471148114911501151115211531154115511561157115811591160116111621163116411651166116711681169117011711172117311741175117611771178117911801181118211831184118511861187118811891190119111921193119411951196119711981199120012011202120312041205120612071208120912101211121212131214121512161217121812191220122112221223122412251226122712281229123012311232123312341235123612371238123912401241124212431244124512461247124812491250125112521253125412551256125712581259126012611262126312641265126612671268126912701271127212731274127512761277127812791280128112821283128412851286128712881289129012911292129312941295129612971298129913

عاصیو گھبراتے ہو کیوں انہی نمیش کے لئے حشر کا دن ہے شافعِ محشر اُن کے لیے

حشر کا دن ہے شافع محشر اُس نے کہے

تمنا، مولوی محمد حسین مراد آبادی قنبد ڈکی، (۱۱) سے

میاں کب ہو سکے خالق کے اس اندام بید کا کیا اپنے کرم سے امتی ہم کو ٹھڈا کا

لیا اپنے کرم سے امتی ہم کو حمد کا

تفہیم، نواب محمد اکبر علی خاں رئیس مراد آباد (۱۳، ۱۴، ۱۵، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸)

جو ایسا ہو وراقِدس یہ آزادانہ آسٹے کا
ابھی بے تاب ہو کر روح غالب سے نکل آئے

ابھن بے تاب ہو کر روح غالب سے نکل آئے

نبات، سید حشمت علی، مشورین، لکھنؤ، محمد آبادی، تحفہ مسان الهند (۳۱۲)۔

کیا خوفِ حشر کے جو سوال و جواب کا مداح ہوں جناب رسالت مآب کا

مداح ہوں جناب رسالت مآب کا

ثروت انشی محمد علی ساکن بمبئی تمیز مید محمد شاه (۱۲) -

مردا ہوں نازناں فراق رسول ہیں دریا ہے جوش پر مری چشم پر آب کا

دریا ہے جوش پر مری چشم پر آب کا

جوتہر، عبداللہ تعالیٰ شاگرد شیخ متقیم ممبئی (۱)۔ ۵۔

کھڑے ہیں حضرت عیسیٰ بھی مشتاق تھا جس کے
فلک پر شور برپا ہے یہ کس کی آمد آند ہے

حاجہ شیخ محمد عارف شیخ احمد رئیس اعظم گٹھڑا، (۱۳، ۱۵، ۱۶، ۲۱، ۳۲، ۳۵) ۷

اگرچہ لاکھ عاصی ہوں مگر امید بخش ہے
کہ تیرا نام ہے ستارا اور غفار یا اللہ
۷ اداہم سے کسی وصف پیمبر ہو نہیں سکتا
یہ پروردگار رحمت حضرت کا دفتر ہو نہیں سکتا
۷ کہے جبریل یا حضرت جو میدانِ محشر میں
گنہ گار این امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

حاذق، شیخ بلکین ممبر بزم سرور سخن از دھرتی گائون تلمیذ ناصر (۱۰، ۱۲، ۲۳، ۲۹، ۳۰، ۳۳، ۳۷) ۷

آئی ہے جو گلزار دینے کی طرف سے
ڈوبی ہے صبا عطر میں پھولوں میں بسی ہے
۷ ہوں عشر سے نہ گھبراؤ تم لمبے بے چارو
چارہ گران کے محمد میں جو بے چارے ہیں
۷ تجھے خوف کیا ہے قیامت کا حاذق
ترا مصطفیٰ واں مددگار ہو گا

حاذق، غشی کما، محمد روڈ نسب پکٹر خلف اکبر محل محمد ڈاکر، شاگرد و عزیزی، از ضلع یاسم ملک باروکن، وارو پوسہ (۱۶، ۱۹، ۲۰، ۲۱) ۷

شفاعت کے لیے کب مصطفیٰ ارشاد کرتے ہیں
چارہ گر تیرے سوا کون ہے بے چاروں کا
۷ گنہ گار این امت دیر سے فریاد کرتے ہیں
یا نبی تو ہی خبر گیر ہے ناداروں کا

حاکم، شیخ حاکم شیشہ گر، مقیم دہرن گائون ضلع غازی پور تلمیذ حسام الدین مفتی دہرن گائون (۲۰، ۲۲) ۷

تسل آکے دو حضرت مٹاؤ خوفِ محشر کو
جنتی، مولوی حبیب اللہ بارسہی مدرس مدرسہ شمیمہ بیٹی (۱۱، ۲۱) ۷
گنہ گار این امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

رہے گی تا قیامت اس دہ بے تاب بیکر حشر
حبیب تاسم خان بن رحیم خان ساکن احمد نگر تلمیذ حادور (۲) ۷
نہ دیکھوں گا اگر جلا جالی روئے سرہ کا

کچھ غم نہیں سجدے کے سوال و جواب کا
حراق، محمد ابراہیم فشی تلمیذ برق از کیا مٹی (۱۰، ۱۱، ۱۲، ۲۹، ۳۰) ۷
مذراج ہوں جناب سلامت تاب کا

نقد جان جس نے تصدیق کیا عشقِ شہ میں
نہ گھبرا نہ گھبرا دل زار امت
۷ مستحق رحمت داد رکے وہی سار سے ہیں
نبی کا قیامت میں دیدار ہو گا

پھر بیا بان دیند کی بہار آئی یاد
پھر چلی وحشت دل سوئے دنیائے کر

حسن، حسن علی شجاع الدین ساکن بیٹی تلمیذ مفتیون لکھنؤی (۱۳، ۱۴، ۲۰، ۲۲) ۷

و کھاؤ چہرہ پر نور یا صاحب زماں آکر
حسین، غلام حسین ولدوں بھائی بھرنی شاگرد و متجور (۱، ۵، ۶، ۷) ۷
گنہ گار این امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

یہی اران ہے مستان سے عشقِ محمد کا
ابھی ابرین جیسے کرم گیسوئے احمد کا

روز شمار کی ہے ہمارے شمار میں یا ہر حساب سے کرم بے حساب ہے

حسن ، رشید لدین حسن داروغہ مراد آبادی تمیزہ عنوان (۲۲، ۲۳، ۲۵) ۵

ہو دے رسول پاک کا دیدار جب نصیب رو داد مالی نادر کی اپنے سن میں ہم

غوثیہ مال ، مین عبد اللہ غفٹ احمد سیٹھ ، صدر نشین انجمن کمالیہ تمیزہ رحمت (۲، ۳، ۴، ۵) ۵

یا مصطفیٰ یہ دل کی تمت ہے اب مری جو صرف تیری نعمت میں عالم شباب کا
۵ اسے ہمارے لوحِ محبوبی تری درگاہ تک بندہ خوش حال مشرت استخوان اسے کو ہے

خاک ، شہاب الدین خاں ادھکاری ساکن بیٹی (۱، ۲) ۵

اسے خاک ناز کیوں نہ مجھے ہر سخن پہ ہو مداح ہوں جناب رسالت مآب کا

مقام ، شیخ محمد خلیفہ اصغر شیخ بڑے عبد الرحمن روز خواں ساکن ضلع باسٹم تمیزہ میرا زمان علی ارقان امراتوی بعدہ تمیزہ عبد الحکیم حادق (۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲) ۵

۵ ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵ ۵

چھو آئی ہے تو شد کون در مکان کو اسے باد صبا اس لیے غنیر میں بسی ہے
۵ حشر میں دی یہی ہفت نے ملائے خاتون چہرہ گران کے محمد میں جو ہے چارے ہیں
۵ برائے سرور دیں احمد مختار یا اللہ لگا دے پہلی ہی منزل میں بیڑا پر یا اللہ

فیض ، فتنی محمد خلیفہ بیاروی تمیزہ تحمل جلال پوری (۱۱، ۱۲، ۳۰، ۳۵) ۵

الہی بخشش سے جرم کو خطا کو باعث احمد خلیفہ زار ہے یہ معصیت کردار یا اللہ
۵ درخشاں ، محمد عثمان خاں ساکن بیٹی تمیزہ شیدا (۲) ۵

یارب وہ دن دکھا کہ درخشاں کو سب کہیں مداح ہے جناب رسالت مآب کا

دوست ، دوست محمد غازی پوری شاگرد قبر غازی پوری بعدہ تمیزہ ماضی ، (۶، ۱۳، ۱۴) ۵

تختِ لڑتا ہے دم بدم پہلو میں دل میرا فرق سرور عالم میں کیوں کر مجھ کو کل آئے
۵ ذاتی ، محمد عبد العزیز کھٹوری اتھرائف دی پورہ شاد کوثر یہ تھیر کل کینی آت دی کراچی بندہ ، ازکان پورہ تمیزہ تائب شاہجہاں پوری (۳، ۴، ۵) ۵

۵ (۷، ۸) ۵ ذاتی نہ تھے یہ روتی ایساں جہاں میں جب تک ظہور باعث کون و مکان نہ تھا

ذاتی ، شیخ تمیزہ حادق ربان پوری (۳۴) ۵

زمانے میں جس لاکھوں میں یوں تولے جب حق کوئی تجھ صاحبین اللہ اکبر ہو نہیں سکتا

۵ ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵ ۵

لگا دے پہلی ہی منزل میں بیڑا پر یا اللہ بھی پر منحصر کیا ہے تو اپنے فضل سے سب

۵ ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵ ۵

الہی جیب کا پر غزل کی ہو کیفیت طاری
دہے سر میں غلام اس کے لئے عشق محمد کا

احت، سید نور احمد شاہ حسین اورنگ آبادی تلمیذ طریف ۱۲۰۱ھ

خدا پوچھے وسیلہ کس کا اسے ہو تو کہوں گا
محمد کا محمد کا محمد کا محمد کا

راقب، محمد عثمان خاں تلمیذ محمد فقیر الدین واقف برہان پوری (۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴) ۱۲۰۱ھ

ترے ہاتھوں فراق روئے رنگین شد عالم
بجائے اشک آنکھوں سے نہ کیوں گزروں گل آئے

رابط، محمد مظفر علی خاں تلمیذ حسان الہند رضوان (۱) ۱۲۰۱ھ

نہاں پر ذکر ہے خط لب و دندان احمد کا
دہن گنجینہ ہے لباس دیاتوت و زریجد کا

رزاق، شیخ عبدالرزاق محمد رحیل خانہ احمد آباد (۱۲۰۲) ۱۲۰۱ھ

دو زنج کا مجھ کو خوف نہ روز حساب کا
مداح ہوں جناب رسالت مآب کا

رسم، سید غلام علی بن سید غلام مصطفیٰ منگلوری شاگرد قدا (مالک ٹکڑے مستند شاعر شاعرت) ۱۲۰۱ھ

مدح سراے بادشاہ بے مثال ہوں
شہرہ ہے خلق میں سخن و جواب کا

۱۲۰۱ھ وہ صبح ازل مجھ پر ہوا جب فضل سرہ کا
نظر آیا شبلی آفتاب روئے احمد کا

رشید، غشی عبدالرشید سرپرست محفل نقش سخن، مصنف مرغوب القلوب تلمیذ سید (۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳) ۱۲۰۱ھ

تمنا ہے شہتہ کی ک طرح اسے شافع محشر
ترے روئے پہ دم نکلے ترے در پہ جل آئے

رشید، مولوی محمد عبدالرشید تلمیذ رحیل جلاپوری انڈیا لٹری (۱۲) ۱۲۰۱ھ

رشید اپنے گناہ سخت کا جس دم خیال آیا
ہو میں پانی پانی آنکھ سے آنسو نکل آئے

رضوان، نواب محمد اختر حسان الہند رضوان علی رئیس اعظم گڑھ (۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴) ۱۲۰۱ھ

۱۲۰۱ھ ثنائے سحر رخ سے دل اپنا شاد کرتے ہیں
مسلمان ہیں کلام اللہ اب ہم یاد کرتے ہیں

شیفیع روز محشر اب توں لیے غریبوں کی
گنہہ نگاران اُمت دیر سے فریاد کرتے ہیں

۱۲۰۱ھ ازل میں فتی تھا میں کتاب شوق سے حد کا
الف ح م و ا و ل سبق سے میری ابجد کا

۱۲۰۱ھ عاجزی اپنی بھاتی ہے نسہ و رخ ادا
ہم ہیں پانی وہ اگر آگ کے انگارے ہیں

۱۲۰۱ھ جارب شاعری سے ہر صبح کو سوچ
کرتا تری دکھاہ میں جارب کشتہ ہے

۱۲۰۱ھ رضواں میں وہ میل ہوں جو چھپڑوں غزل نصت
موت نہ کھولیں نہ بھڑ مزمعہ شیخ سخن اپنا

رنجور، میر معصوم علی سابق سب انسپکٹر پولیس رئیس مراد آباد (۱۲) ۱۲۰۱ھ

دردماندی رنجور میں دردماندہ میں حکما
بس تیرے سراگون طہریب قلبی ہے

ریاض، محمد ریاض الدین خاں خلیفہ عظیم اللہ تاج عطر تہذیبی بہار ضلع کان پور تلمیذ حاذق (۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴) ۱۲۰۱ھ

عمر باقی کو مدینے میں گزر جاتے تھے در احمد سے نہ اسے چرنا اٹھانا مجھ کو
 رکھی جیب قبر میں میت تو بول بے کسی میری لگا دے پہل ہی منزل میں ہیرا پار یا اللہ
 زائر ، نقوش غلام نبی شمس لکھنؤ (۲۰۳) ۷۷

کیجئے ادا و اب بھر خدا شاہ زمین آپ کے در پر یہ زائر نیم جاں آنے کو ہے
 سائل ، مبین عبدالمصطفیٰ ساکن مبنی ولد عبدالحق ، لمینہ قدا (۲۰۳، ۱) ۷۷

دل میں بن کر بھراک سوز نہاں آنے کو ہے اب مرے لب پہ کوئی دم میں دھواں آنے کو ہے
 ساعر ، نقوش احمد حسین فاروقی گویا مولیٰ لمینہ شاکر (۱۰) ۷۷

زیارت کے ارماں تو میں لیں لکھن مگر نیت کا ہے کو بیدار ہوگا
 سراج ، مولوی سید محمد سراج الدین ابن سید نسیم صاحب از گودہرہ (۲۰۳، ۲) ۷۷

کثرت عصیاں سے کیا تشویش تجھ کو اسے سراج روز عشرت ہے شفع عاصیاں تے کو ہے
 اللہ کے کلام سے ثابت ہے حق کی نصرت یہ مرتبہ ہے صاحب ام الکتاب کا
 سردار ، سید سردار محمد خاں انسپکٹر پولس ڈویژن رانا پور لمینہ عزیز لکھنؤ (۱۰) ۷۷

کریں گے مجھے یاد طیبہ میں حضرت کسی ہائے وہ دن بھی سردار ہوگا
 ستید ، نقوش محمد سعید حشتی قادری کیا مٹوئی لمینہ تمہیں جلال پوری (۳۰۳، ۱۹، ۱۸) ۷۷

اک یہ بھی ستید جگر افکار و جگر سوز مدح جناب شہداء ہمارے کیا خوب
 سند ، سید محمد جبریل چارچ مین ورکشاپ سیل (۲) ۷۷

کیوں کر رکھوں میں حشر کا داعی ملک طرب ڈور مدح ہوں جناب رسالت آپ کا
 شاکر ، شیخ محمد وزیر لمینہ رحمان ممبئی (۱) ۷۷

ازل سے چشم میں اہل نظر نے کر لیا پہناں نہ تھا اس واسطے سایہ رسول اللہ کے تہ کا
 شریف ، عبد الرحمن انڈیٹر لمینہ دل ، یاسین بعد از ان (۲۰۳، ۳، ۱۵) ۷۷

شریف توال کی آرزو ہے مرتے دم یارب نظر آئے کہیں نقشہ مرا پائے محمد کا
 شمیم ، خدا علی برہان پوری از سنگردل ہیرا (بار) لمینہ عزیز (۳۳، ۲۵) ۷۷

نہ ہم دم ہے نہ رنس ہے کوئی اس ڈالائی میں نہیں تیرے سوا میرا کوئی نہ ہمارا اللہ
 شوکت ، محمد عمر غالب لمینہ محمد عثمان ماعقب برہان پوری (۳۲، ۳۲) ۷۷

کیا پیدا خدا نے سے کے آدم سے سیانک کوئی تجھ سا حسینا اللہ اکبر ہو نہیں سکتا
 شیعہ ، سید محمد کاتم حسین گفتوری تقیم حیدر آباد مستند حدیث امور مامہ مرکار اصفیہ (۱۳، ۱۵۰، ۷۰) ۷۷

شیخ عاصیاں کس روز نکلیں یاد کرتے ہیں گنبد گاران امت دیر سے فریاد کرتے ہیں
 شیدا، عبید القادر تمیز خدا سا کی بیٹی (۶۰۱) سے مجھے اس کا مزار پاک یا رب جلد دکھلا دے
 صادر، منشی محمد یعقوب میڈیکلک پوسٹ آفس بیٹی (۵۰۲، ۱) سے کیا کرتے ہیں نظارہ ملائک جس کے گنبد کا
 صابر، جان محمد ساکن بیٹی سٹ گرو صادر (۲۰۱) سے رہے وہ مگر سڑا جس میں ہے گیسو طے احمد کا
 صادق، شیخ امیر علف بھیلی حاذق و ہرنگا نوی (۱۲، ۳۰، ۳۱، ۳۲) سے پرستش کو آئیں گے جو نکیرین قبر میں
 صریر، شیخ محمد عید اکرم احمد آبادی شاگرد وحشت بعدہ کلیم بنگلوری (۲) سے تو دشمنی و مطلبی دستہ شی ہے
 صفا، مرزا صفدر حسین بیگ کھنوی وار و عظیم آباد تمیز ایری (۲۳) سے مختار جناں شافع عشر بقی ہے
 ضبط، شیخ محمد شجری تیز دافع دہلوی (۵، ۱) سے ہوا جائے گی نجات یقین اب تو ہے مرے
 ضمیر، مولوی حافظ محمد حسین خاں (۲) سے صراح تو ہوا ہے رسالت آب کا
 طالب، محمد اسحق (۳۰، ۳۲، ۳۵) سے کیا خوف روز حشر کالے ضبط ہے تجھے
 طالب، منشی عبدالوہاب تمیز خادم انہ، لیگاؤں (۱۰) سے صراح دل سے تو ہے رسالت آب کا
 طالب، منشی محمد رشید الدین رئیس جبوتہ (۲) سے کیوں کر نہ حق پسند کلام ضمیر ہو
 ظہور، ظہور محمد خان خلف سرتیب تمیز مرزا سہاروی پوری (۱۲، ۱۰) سے صراح ہے جناب رسالت آب کا
 حاسی، منشی محمد رشید الدین رئیس جبوتہ (۲) سے اب روز قیامت کا نتیجہ تم نہیں طالب
 مشاق، ہوں میں روضہ عالی جناب کا ہوا ایک سودا نا جب یہ مرثوہ
 مشاق، ہوں میں روضہ عالی جناب کا ہوا ایک سودا نا جب یہ مرثوہ
 مشاق، ہوں میں روضہ عالی جناب کا ہوا ایک سودا نا جب یہ مرثوہ

عاصی ، حافظ فتح یاب ، نماں سوداگر ساکن لنگ پورہ تمیز شرق مرحوم (بعد از عزیز لنگ پوری (۱۳۰۱، ۱۲۰۱، ۲۲۰۱، ۲۳۰۱، ۲۶۰۱، ۲۷۰۱، ۳۰۰۱، ۳۰۰۱)

۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۵) ۷

بددیکھے مرے مولادم شکل کشائی ہے گنہ گار ان اتمت دیر سے فریاد کرتے ہیں
آرزو ہے یہی حسرت ہے شب روز مدام کاش در پر تر سے مل جائے ٹھکانا مجھ کو
بحال حسن میں بے مثل تو ہے غیرت یوسف کوئی تجھ سا حسین اللہ اکبر ہو نہیں سکتا
منہایت پر خطر و ریش اک رستہ دم کا ہے لگا تھکے پہلی ہی منزل میں تیرا پاریا اللہ

عابدہ امید محمد زین العابدین مہارن پوری (۲) ۷

میں عاشق رسول ہوں اسے منکر و نیکر مجھ کو نہیں ہے خوف سوال و جواب کا
عزیز ، محمد عید العزیز خاں دہلوی شاگرد و آغ جہدار پوس از ضلع باکم ملک برار (۱۲، ۱۵، ۱۶، ۱۸) ۷
وہ ختم رسل سید ابرار ہے کیا خوب سرور اسے غم خوار ہے مختار ہے کیا خوب

علی ، علی محمد مؤلف "تقویم جدیدہ ممبئی" (۱) ۷

رہیں گئے اسے علی چرچے شہ خونی کے کرسنگ ہوا مطبوعہ منشر شفاعت اپنے مقصد کا

علیش ، محمد الدین تمیز صولت (۲) ۷

بے خوف ہوں میں تابش نور شید شر سے سایہ ہے میرے سر پر رسالت مآب کا

عرشی ، مولوی محمد عبدالقادر جالندھری مدرس مدرسہ خاندانہ تہذیب و آداب جیل پوری (۱۰، ۲۳، ۲۵، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۵) ۷

شب مراچ میں طوری ہی حضرت کے کہتی تھیں کوئی تجھ سا حسین اللہ اکبر ہو نہیں سکتا
اور کچھ خواہش دار ماں نہیں ہیں مولا کاش در پر تر سے مل جائے ٹھکانا مجھ کو
تعاریف تری مجھ سے بیاں ہونہ ذرا بھی تو کتنی دیکھی و شہرتی ہے
بھر دسا ہے مجھے لا تقطرا ہی پر مرے مولا اگرچہ میرے سر پر ہے گناہ کا بار یا اللہ

غریب محمد خاں ساروی پوری اہل مدینہ صاحب پرنٹنگ ہاؤس سہارن پور (بعد از سب فیکٹر ضلع مین پوری) (۶) ۷

سب سے مثال عارف محراب کبریا کیوں ہو نہ لا جواب خدا کی کتاب ہے

عزاق ، میمن الدین ساکن ممبئی تمیز راحت اور رنگ آبادی (۲۰۱) ۷

ہو اس واسطے دنیا میں وہ شمس انصافی پیدا کہ روشن نام کرنا تھا اسے اپنے اب و جد کا

قداد ، ندا حسین خاں لہیز خواہاں بریلوی (۱۰، ۱۲) ۷

خوشی کس طرح سے نہ ہو عاشقوں کو نبی کا تیا مت میں دیدار ہو گا

قداد ، سید فقیر محمد حسینی صابری ملک محل دستہ منشر شفاعت (۱، ۲، ۳، ۴، ۵) ۷

- کثر ، شیخ محمد محبوب جبل پوری تلمیذ اعجاز (۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۵، ۳۰) ۱۳۰ھ
- ہے ، ایک گلزارِ جہاں صاحبِ کوثر تو ہاشمی و مطلبی دستِ شری ہے
- کوثر ، منشی محمد عبدالرحیم لکھنوی ساکن بمبئی تلمیذ تخیل جلال پوری (۸، ۱۲، ۱۶) ۱۱۶ھ
- جب گل داغِ نبی دل میں نمایاں ہو گیا میرا سینہ غیرت گلزارِ رضاں ہو گیا
- کوثر ، مولوی حکیم عابد علی خیر آبادی شاگردِ امیر لکھنوی ازگیٹھی (۱۳، ۲۱) ۱۲۱ھ
- مرد کا وقت ہے لینا خبر لے شافعِ محشر گنہگارِ ان اُمتِ دیر سے فریاد کرتے ہیں
- کوثر ، شیخ لال خلیف اصغر نور محمد مقیم دہرہ گانہ تلمیذ محمد عثمان راغب (۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۶) ۲۶۰ھ
- شفاعت کا تناسب شد ایجاد کرتے ہیں گنہگارِ ان اُمتِ دیر سے فریاد کرتے ہیں
- مکّام ، عبداللہ میان تلمیذِ خدا (۱۱) ۱۱۱ھ
- نہ آقا سے غشی یہ وقت ہے دیدارِ احمد کا کہیں چھٹ جائے ہاتھوں سے نہ دامن میرے مقصد کا
- لیث ، شیخ نبویشاؤدی تلمیذِ خلیف ثبازدی (۹، ۱۲، ۲۳، ۳۲) ۱۳۲ھ
- خاکِ مزارِ سرورِ عالم جو پائیں ہم آنکھوں میں مثلِ سرے کے اس کو لگائیں ہم
- ماتل ، شیخ محمد مین ساکن بمبئی تلمیذِ جیتی (۱، ۲، ۳) ۱۳۶ھ
- رہلاتی نامِ یوسف کا زباں پر اپنے پھر جگر نہ لینا کو نظر آتا اگر چہرہ محمد کا
- محمود ، سید عبدالرزاق محمود شاہ قادری (۲) ۱۲۱ھ
- تم آفتابِ چرخِ رسالت ہو یا نبی ثنائی نہیں جنابِ خدا میں جناب کا
- محقق ، مولوی عبدالکریم مدکس (۲) ۱۲۱ھ
- ممکن نہیں کہ گفتِ محقق سے ہو مدّاحِ خود خدا ہے رسالتِ آبا کا
- معنی ، محمد بابا مہم برادرِ نظامی (۱، ۲) ۱۲۱ھ
- رسولِ خدا کے روئے پر دمِ مبارک نہ ملے شہیدی کے برابر مرتبہ ہو میرے مرقد کا
- مدرس ، منشی عبدالکریم مدرس مدرسہ انجمن اسلام بمبئی (۱) ۱۲۱ھ
- مدرس دم نہ مارا اس باکھی تو لغتِ امر کا زمین یہ خاص حصہ ہے شہیدی محمد کا
- مرید ، میر محمد عرضی فزلی صدر گورداس پور (۲، ۳، ۴) ۱۳۰ھ
- مدّاح ہوں جنابِ رسالتِ آبا کا سو جناب ہے کام کیا مجھے اسے دلِ ثواب کا
- مشکورہ ، منشی نور محمد سورتی تلمیذِ مشہور (۲) ۱۲۱ھ
- مدّاح ہوں جنابِ رسالتِ آبا کا رکھتا نہیں ہوں خوف میں روزِ حساب کا

مشتاق، محمد عبدالودود فرزند محمد عبدالرحمن متوطن سکیمان پورہ بعدہ سلمبر ضلع ارکاٹ (۱۸، ۲۲، ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۵)

کچھ شغل نہیں اور ہمارا ہے شاہر
محبوب خدا کی ثنا اور دین اپنا
ہاں شافع عشرتہ برابر ہیں کیا خوب
بخشش کے لئے احمد مختار ہیں کیا خوب

مشتاق، محمد عبدالغفور طالب علم نمینہ راغب بریان پوری (۳۲، ۳۲)

جانا ہو جائے کہیں کو سے مدینہ مبہرا
کاش در پر تر سے مل جائے ٹھکانا بھر کو
مصلحتی، سید غلام مصطفیٰ منٹھوری نمینہ (۱)

بچھڑ کر تانے سے لئے خضر اکرم کھو بیٹھا
کہیں رستہ تو بتلا دو مجھے کونے محمد کا
مضمر، حسام الدین ٹھیکیدار خلف دھنا معراج دھرن گاؤں خاندان سید نمینہ راغب (۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۶، ۲۷)
ہمیں کچھ گرمی خورشید عشرت کی نہیں پڑا
شہ ذی جاہ کسار کرم کا سر پہ سایہ ہے
معظم، شیخ عبدالغفور خلف محمد علی ساکن ریوڑ ڈا علاقہ بیٹی شگرد یاس (۱۳، ۱۴، ۱۵)

لحد میں نزع میں میدان عشرت میں معظم کو
پچانا از طفیل احمد مختار یا اللہ
مقبول، محمد مقبول عالم رئیس بچانی شگرد حسان الہند (۱۱)
کسی کو رحمت عالمیں کا کب خطاب آیا
رسولان سلف سے بڑھ کے رتبہ ہے محمد کا

مقال، میر محمد نذیر نمینہ و خلیش بلال لکھنوی (۱)

کون اس سے نہیں افضل کیا رتبہ ہے محمد کا
خدا ہی جانتا ہے مرتبہ جو ہے محمد کا
مشت، غلام غوث مقال نمینہ رشتہ بیٹی (۱، ۲)

ہر ذرہ کو چٹہ شہ گردوں جناب کا
جلوا دکھا رہا ہے مر آفتاب کا
منیب، مولوی محمد رضی الدین ہڈ مولوی گورنمنٹ اسکول فتح پور (۶)

امت کو غم کس لئے روز حساب کا
باہر حساب سے کرم بے حساب ہے
مونس، منشی محمد عمر متوطن منٹھوڑ ضلع روڈ کی (۶)

مونس درے گناہ سے کیوں جیب جناب کا
باہر حساب سے کرم بے حساب ہے

بہدوی، سید عیسیٰ جمیل دواؤنیری جج عدالت حیدر آباد دکن، نمینہ بائف از حیدر آباد (۱۳، ۱۵، ۱۶، ۲۰، ۲۲، ۲۳، ۲۵، ۲۸، ۳۲، ۳۳)
نگاہ بخشش ہو جائے ادھر بھی شافع عشرت
گنہ گاران امت دیر سے فریاد کرتے ہیں

جہدی دیں تیرے رخصت پہ ہے آنا محمد کو
کاش در پر تر سے مل جائے ٹھکانا بھر کو

نادر، منشی محمد عبدالرحیم بھڑوچی (۱، ۶)

ہم مایوں پر احمد بے میم کا دلا
باہر حساب سے کرم بے حساب ہے

ماہق، منشی محمد عبدالعزیز نرٹ آبادی (مہتمم محمد ستہ و سید نبی نمینہ نائب شاہ جہاں پوری (۱، ۲))

محشر کا درد نہ خوف ہے و نہ حساب کا
ملاح ہوں جناب رسالت آب کا
ناطق ، منشی ابراہیم شہاب الدین از قصور (۳۵)۔

ہے دیکھتے فکر مرجزی مطلق ہے و زمانہ
لگا دے پہلی ہی منزل میں بڑا پار یا اللہ
نجیب نجیب الدین مراد آبادی فیض خزان (۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰)۔

دل پر ہیں مرے داغ محبت شہرین کے
سر سبز رہے شتر ملک یہ چین اپنا
نجات ، شیخ غلام محمد فیض حسان الہند (۲۰۲)۔

اندیشہ خاک ہو مجھے روز حساب کا
ذره ہوں میں جناب رسالت آب کا
نذیر ، محمد نذیر خاں قلیہ راضی تہری از قصہ رنج (۱۱)۔

بے کس خستہ دلی حسرت و غم کا کامی
جائیں گے قبر میں ہم ساتھ کیا کیسے کر
نشاط ، شیخ حسین علی قلیہ حسان الہند (۱۱)۔

ابھی ڈائراں روشنی نور کا صدف
میسر خجہ کو بھی نظارہ ہو حضرت کے مرقد کا
نشاط ، محمد خاں ابن بہادر خاں ، برادر اخلاق ، قلیہ مذاق احمد آبادی (۴، ۱۴، ۱۵)۔

کیوں نہ ہو ہر اک تن بے جاں میں جاں آنے کے
آج لے عیسیٰ مسیح سے زماں آئے کہے
نور ، روشن جہاں نجم از لودیانہ (۱۳، ۱۴، ۱۵، ۲۰، ۲۳، ۲۵، ۲۹)۔

گزر ہو گریہ تیرا در سلطانِ یثرب پر
تو کہنا عاشق شیدا تھا سے یاد کرتے ہیں
نور علی ، شاکر احمد طالب علم صنف میر محمد المسی مرحوم (۲۰)۔

شہاب ہند سے ہم کو دینے میں بلا تو تم
گنہ گارہ ابن امت دیر سے فریاد کرتے ہیں
نیر ، محمد عبدالرحمن دیکل دہلی شاکر دیاسی کھنوی (۶۱)۔

بندے خدا کے اور غلام رسول ہیں
پناہ روزِ حشر یہی ایک بھواز ہے
نیر ، سید جہاں گیر میاں قلیہ ستید منگھری (۱۱)۔

صریرہ گلک سے تھا نغمہ صلی اللہ پیدا
لکھا جب وصف میں نے رنگِ خوار محمد کا
نیر ، مولوی قمر الدین اکبر آبادی (۱۰)۔

جہاں میں سورہ کے کہتی ہیں انگلیں
محمد کا کسب ہم کو دیدار ہو گا
واقف ، احمد عبد الجیب قلیہ جوہر (۲)۔

ہے مجھ کو عشق روئے رسالت آب کا
مرقد پر میرے پھول چڑھا نا گلاب کا
واقف ، مولوی فقیر الدین قلیہ ، اثن مرحوم چشتی نقای برہان پوری (شاکر مولانا قادیان و اثن) (۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۲۳، ۲۹)۔

یہ نکل چہن طبیعت نے دم وصفِ نوح نہیں
 واد، حاجی عبدالرحمن بن حاجی داد و تمیز اخلاص (۳۰۳) سے
 زمین شکر کو نکبت سے پھولوں کی بسایا ہے
 خوش نکلیں گے شفاعت کے بھی دل کے حصے
 شکر کا دن ہے شینع عاصیاں آنے کو ہے
 وصف، مفتی غیاث الدین ازہر اس تاجرتب و منیر "گلدستہ آب حیات"، تمیز منعم (۱۳، ۱۴، ۱۵) سے
 جلتا ہوں ایسا سوزش عشق رسول میں
 الیسی، مولوی محمد حسین تمیز حقیقی (۱) سے
 نہ خواہاں ہوں میں دولت کا نہ جہمت کا نہ مسند کا
 مناسب گدائی ہر معیئر کوئے اقداس کی
 کھنچا ایسا پری نقشہ سراپاے محمد کا
 یکتا، فتح محمد تمیز ظریف مداسی (۱) سے
 کسی صورت کسی تصویر سے ہرگز نہیں تھا
 یوسف، شیخ محمد یوسف ماٹریل، فورٹ ولیم کالج (۱۱)
 ہم مدینے کو چلے عشق کا سودا لے کر
 دل میں احمد کی زیارت کی تنہا لے کر



خانہٴ تعبیر کا منظر، مسجد الحرام کی چھت سے

عربی زبان میں نعتیہ کلام

حکیم محمد یحییٰ خاں شفا

ہزیرہ نمائے عرب میں بننے والے قبائل و حزاب، ہمدی اعراب ہوں یا حضری اشراف، بالعموم شعر و شاعری اور نسیب و خطابت کے رہنما تھے۔ فصاحت و بلاغت تو گویا ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ نہذیبی تکلف اور تمدنی رکھ رکھاؤ سے آزاد، بے ہاک ادبے ساختہ طبیعتوں میں فطری موزونی اور رواں دواں افتاد مزاج، یوں بھی کچھ زیادہ ہی پانی جاتی ہے۔ چنانچہ تعلیم و تعلم سے نا آشنا ہونے کے باوجود عربوں میں قریب قریب تمام مرد و زن کسی نہ کسی درجہ میں شاعر یا خطیب ضرور ہوتے تھے۔

ذوق انہماک کی اسی فراوانی، شیوا بیانی کی اسی عوسیت اور طلاقت زبان کی اسی ہمہ گیری کی بدولت اس سرزمین کے باشندے اپنے آپ کو عرب، یعنی زبان آور اور دوسرے ممالک کے رہنے والوں کو عجم، یعنی گونا گونا گوار انہماک تقاضا کرتے تھے۔

اسلام سے قبل کے جاہلی ادب میں شعر و سخن کی تقریباً وہ تمام اصناف کسی نہ کسی شکل میں موجود تھیں جو آگے چل کر ادب العرب کے گنجینہ کا سرمایہ و قار قرار

پاتیں۔ بیئت کے اعتبار سے قصیدہ، مثنوی، غزل، قطعہ، رباعی اور غمّس وغیرہ تو مواد و مضامین کے لحاظ سے حماسہ، عشق و صبا، تغزل، مدح، رثاء، ہجاء، جد و ہزل۔ الغرض ہر نوع کی شاعری شعرا نے جاہلیت کے ہاں ملتی ہے۔ ان کے قصیدوں میں رزمیہ، طبریہ، مدحیہ، بیانیہ، الہیہ اور ہجائیہ ہر طرح کی سخنوری کے بڑے جاندار نمونے موجود ہیں۔ ان کی بدیہ گوئی، ارتجال اور زور طبع کے واقعات، مدح و ستائش کے دوش و دوش دم و ہجو، طعنے و تعریض، حسن طلب اور بلاغت ادا کی شاندار مثالیں تاریخ ادب عربی کے صفحات پر جگمگا رہی ہیں۔

بعثت نبوی کے زمانہ میں سیکڑوں ممتاز شعراء موجود تھے۔ سبط معلقہ کے چیمپینز (Champions) کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں شعر و سخن کا چرچا تھا۔ آپ کے چچا، ابو طالب سے کئی اچھے شعر منسوب ہیں۔ حضرات شیخین، ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما، کے اشعار بھی کتابوں میں منقول ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نام سے قوراء و دیوان موجود ہے۔

اس دور کے دوسرے شعراء میں لبید، زہیر، عباس بن مرداس، متمم بن نویرہ، حسان بن ثابت، عبید اللہ بن ربیعہ، کعب بن زہرہ اور ابن زبیر وغیرہ معروف و ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

شعر و شاعری میں انہماک و بلاغت کی لاکھ خوبیاں سہی پر بیان کی مرصع کاری اور اسلام میں شعر و شاعری کا مقام معانی کی دقت و نزاکت کے لیے دور کی کوڑی مانا ہی پڑتی ہے۔ ہر

لغات بے گشت جلوہ پیدا کر نہیں سکتی

اغلاق و اغراق، غلو و مبالغہ اور ایما و استعارہ کے فنی حربوں سے کام لیے بغیر چارہ نہیں۔

ہر چند جو مشتاد ہڈ، حق کی گفتگو

بنتی نہیں ہے باد و ساغر کے بغیر

تنبیہ من حمید مجید، تعریف و ثنا کے لائق خدائے بزرگ کے ہونے وحی متلو (قرآن پاک)

کی معجز نما فصاحت و بلاغت، حسن بیان، شوکت الفاظ، اثر و نفوذ اور معنوی کیف و کم سے مرعوب و مہسوت ہو کر عرب نقادوں

نے حضور علیہ السلام کو شاعر کہہ دیا تھا۔ لیکن رب العزت والجلال نے بڑے زوردار لفظوں میں اس کی تردید فرمائی،

ہم نے اپنے پیغمبر کو شاعر کوئی نہیں کھائی۔ نہ یہ آپ

کے شایان شان ہے۔ یہ تو ذکر (یاد دہانی) نصیحت

(غیر خواہی) اور واضح حقیقتوں کا بار بار اعلان ہے۔

تاکہ ہمارا رسول زندگی سے ربط رکھنے والے غافلوں

کو ہشیار، ان حقیقت کو چھپانے والے کافروں

پر اتمام حجت کر سکے۔

وما علمناہ الشعر وما ينبغي له ان ھو

الا ذکر و قرآن مبین ۵ لینذر من

كان حيا و يحق لقول عل

الکافریں ۵

قرآن حکیم میں شعراء کو من حیث المجموع، اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا گیا بلکہ انہیں مبتدان طراز، غلط کارو کی اندیش، ہرادی

میں بھٹکنے والے بے راہرو، قول و فعل میں مطابقت نہ رکھنے اور گمراہ کرنے والے کہا گیا ہے۔

بے شک ان من اشعر لحکمة وان من البیان لسحرا۔ شعر میں حکمت و دانش کے چمکتے موتی بھی ہوتے ہیں

اور بیان و بدیع کے فن سے جاوہر بھی جگایا جاسکتا ہے۔ تاہم اس میں دروغ بے فروغ کی آمیزش، مبالغہ و اطراء کا کھوٹ اور

حقیقت و واقعی سے انحراف کی روش عام سخت ناپسندیدہ ہے۔ اور اسلام ایسا تحرکی اور عملی دین، جو بڑے لگوں کی اس ریزہ کاری کو

عدم از نظر کرنے اور کم سے کم حوامی پانے کی وسعت و ہمہ گیری کے ساتھ اس دروغ بانی کو جاری رکھنے کا رد اور انہیں۔

سید و سرور فصاحت عرب و علم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسنا

جوامع الکلم و بدایع الحکم اوتیت بجوامع الکلم مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں جن کے الفاظ مختصر اور معانی

وسیع ہیں خیر الکلام ماقول و دل بہترین کلام وہی ہے جو مختصر بھی ہو اور زور دار بھی۔ چنانچہ آپ نے کلام موزوں، ایجاز

سخن، حسن ترتیب، نظم بیاں اور خوش اسلوبی سے کام لیا ہے۔ احادیث کے ذخائر میں، جو مع الکلم کے مشتہ و رفته اور

ناسفہ مرقی بابا بکھرے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے اکثر ارشادات عربی ادب کی ضرب الامثال بن چکے ہیں۔

حضور نے دو سروں کے ایسے موزوں اور برجستہ کلام کی تحسین بھی فرمائی ہے۔ جو واقعیت و صداقت کا آئینہ دار،

اور کذب و مبالغہ و غیرہ عیوب سے پاک ہو۔ ایک شاعر کا یہ مصرعہ،

الاکل شئی ما خلا اللہ یا صل

خدا کے سوا جو کچھ ہے، خود سیمائی ہے۔ آپ نے بہت پسند فرمایا تھا۔ اور اس طرح کے حقیقت آموز و صداقت افروز کلام کو حسن انتظام اور اسلوب جزیل کے ساتھ پیش کرنے کی بوجہ افرائی فرمائی تھی۔
خطا، غلات واقعہ اور نفس و شیطاں کی انگلیخت پر کسی بوئی گمراہ کن باتوں کی موشیرا پر بیان میں شاعرانہ حسن ادا کے ساتھ،
تو یہ کرنے کا خود آپ نے حکم دیا تھا۔ اور آپ کے ایماء مبارک پر حسان بن ثابت ایسے سنخوڑ، غوی و غالی شاعروں کی ہنریات و غزلیات کا جواب شعر و شاعری ہی کی زبان میں دیا کرتے تھے۔

حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلامی مورخین اور سیرت نگاروں نے 'شاعر دربار نبوی' کے خطاب سے
ذکر کیا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ آپ مداحین رسول کے سرخیل ہیں اور خود نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے انہیں یہودی اور مشرک شاعروں کی بغوات سے اپنے دفاع پر مامور فرمایا تھا۔
روایت ہے کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھری مجلس میں صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا: "مخالفت شورا
کی ہرزہ سراشیاں حد سے بڑھی جا رہی ہیں۔ تم لوگوں نے تلوار سے تو میری مدد کی ہے، کیا کوئی ایسا بھی ہے جو زبان سے میری
مدد کرے؟"

اس موقع پر حضرت حسان اٹھے اور کہنے لگے: "یا رسول اللہ! اس خدمت کے لیے یہ ناچیز حاضر ہے۔"
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جذبہ خلوص سے خوش ہو کر بولے: "ان میں سے کچھ لوگ میرے اپنے قبیلے قریش سے
تعلق رکھتے ہیں اور میرے قریبی عزیز ہیں۔ مثلاً ابوسفیان میرا علم زاد ہے اس کے غلات بھلا تم کس انداز سے کہو گے؟"
حضرت حسان نے کہا: "حضور! میں آپ کو ان کے پیچ میں سے یوں الگ کروں گا جیسے گندے ہونے آٹے میں سے
بال کو کھینچ کر نکال لیا جاتا ہے۔"

حتیٰ یہ ہے کہ حضرت حسان نے مخالفین کے مطاعن، تنقیصی ہنریات اور تعریفیات سے حضور سرالہ نور
نعت گوئی کا آغاز کیا۔ دفاع کرنے کا حق ادا کر دیا اور بڑے خلوص سے حضور کی شان میں قصیدے لکھے۔ ان کے کلام میں
ابتدال اور نفش کی آلودگی نہیں ہے بلکہ اسلام کے پاکیزہ تبلیغی اور تخریکی مزاج سے مناسبت اور ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔
دیکھیے ابوسفیان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

هجوت محمدًا فاجبت عنه	وعند الله في ذاك الحبر
اتحبوه ولست له بكنفر	فترکما لخير كما فنداء
هجوت مباركًا ببر حذفتا	امين الله شيمته حياء
ومن يهجر رسول الله منكم	ويمدحه وينصره سواء
فات ابى والصدق وعرضي	لعرض محمد منكم وقتا

(تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی تو میں نے اس کا جواب دیا۔ اس کا اجر اپنے اللہ سے لوں گا۔)
(تم نے اس ذات کی ہجو کی جس سے تمہاری برابری نہیں ہے تم اشرار الناس اور وہ خیر خلائق ہے، کیوں نہ
تم اس پر قربان ہو جاؤ)

(تم نے ایک ہرکت والی نیک فطرت اور بے ریا شخصیت کی توہین کی اور اسے برا کہا۔ جس کی طبیعت میں حیا ہے
اور اگر تم میں سے کوئی، اللہ کے رسول کی ہجو کرتا ہے یا ان کی تعریف کرتا اور انہیں مدد دیتا ہے، میرے نزدیک
سب برابر ہیں)

(کیونکہ میرا آپ میری ماں اور میری عزت ہر چیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کے تحفظ کے لیے ڈھال ہے)

اسلامی شاعری میں حقیقت افروزی
اللہ کے پاک رسول محمدؐ، سب نبیوں کے سرور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے رفتہ رفتہ اس جوابی، جدلیاتی اور دفاعی شاعری کا
رُخ، مافوق البشر حکمت و تدبیر سے واقعاتی صداقت، حقیقت نگاری، سرگزار آموزی ایسے امور و معاملات کی طرف موڑ دیا اور بے مقصد
تعلیٰ بے جا تاخر بے محابا تشق اور ہنگامی جذباتیت سے ہٹا کر فکر و سخن کو نظریہ اور تحریک کی مقصدیت عطا کر دی۔ آپ (صلی اللہ
علیہ وسلم) اپنے و بارہی شعر، احسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن زہیر (رضی اللہ عنہم) کو نقش گوئی، ابتذال، غلو و
اغراق، اور اسی نوع کے شعری معاتب سے بچنے کی تاکید و ہدایت فرماتے رہتے تھے۔ اور بعض مواقع پر ٹوک کر اصلاح فرما
دیا کرتے تھے۔ آپ کی بعض اصلاحیں بڑی نورس اور آپ کی سخن سنجی اور ذوق سلیم کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

فخرِ رسل کا ذوق سخن
کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ جب نبی اقی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اپنا مشہور قصیدہ 'یا منت سعاد'
پڑھ رہے تھے، اس شعر پر پہنچے کہ

ان الرسول نور يستضاء به

مهتد من سيوف المهند ملول

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نور ہیں جس سے ساری نوع انسانی جگمگا اٹھی ہے۔ اور وہ بے نیام ہندی
شمشیر کی طرح تیز اور فیصلہ کن ہیں)

حضور علیہ السلام نے برجستہ صلاح دی سیوف المہند کی جگہ سیوف اللہ کر دی۔ اس یک لفظی اصلاح سے شعر زمین سے
آسمان پر پہنچ گیا۔ اس کی منفردیت محدود سے لامحدود ہو گئی۔ اور جہاں شعر کی گیرائی اور اثر میں وسعت پیدا ہوئی وہیں حضور کی مثال
و اتش و فراست کا آئینہ بن گیا۔ حضور علیہ السلام الی یوم الفشور کسی محدود ملک یا مخصوص قوم کے لیے مبعوث نہیں ہوئے تھے بلکہ
آپ کی نبوت عظمیٰ سارے انفس و آفاق اور جملہ عوالم کے لیے موجب رحمت قرار دی گئی ہے۔ اس لیے آپ، استعارہ بھی
کسی محدود وطنیت سے منسوب نہیں ہونا چاہتے تھے۔ اور چونکہ الہ العالمین کی ربوبیت کی طرح آپ کا فیضان رسالت بھی
رحمۃ للعالمین تھا اس لیے آپ نے اللہ سے انصاف کو پسند فرمایا۔ دیکھیے اس طرح شعر کہاں سے کہاں جا پہنچا؟ اس پیہیز اصلاح

کی قدر قیمت کا اندازہ عربی شعروادب اور اسلامی فکر و نظر کا دو گونہ ذوق لطیف رکھنے والے حضرات خود ہی لگا سکتے ہیں۔
یہ شعریے بھی اپنے فنی حسن اور بلاغت ادا کے ساتھ حقیقت و صداقت کا خوب صورت بیانہ تھا۔ رسول پاک کی ہی ہوتی
اصلاح کے بعد تو معنویت کی معراج پر جا پہنچا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے کس کر بہت خورسند ہوئے اور آپ نے کعب
کو اپنی روح مبارک عطا فرمائی۔

رحمت ختم الرسل کا وجوب حضور ختمی مرتبت کی بعثت۔ اصل میں پوری انسانی برادری پر خداوند تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھی
اور خصوصی حیثیت سے مومنین کے لیے تو آپ کا وجود مسعود اللہ کریم کا احسانِ عظیم تھا وہ
اس فضل و احسان کے لیے اللہ پاک کی بارگاہ میں حمد و ثنا، اور مناجات و دعا کے نذر نے پیش کرتے نہیں تھکتے۔ اس کے
ساتھ ہی اس نعمت عظمیٰ رحمت ختم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و ستائش کو بھی اپنا محبوب و مرغوب و خلیقہ سمجھتے ہیں۔
یہاں یہ کہنا خلاف حقیقت نہیں ہوگا کہ حضرت رسول خدا، چونکہ کافۃً للناس سارے عالم بشری کے لیے مامور
ہوئے تھے۔ اس لیے آپ کی عقیدت و محبت اور تعظیم و توقیر تمام بنی نوع انسان پر واجب ہے اور آپ کے مناقب، محاسن،
آثار، خواطر، اوصاف، احوال، خصائص اور معجزات ہر چیز کا ذکر و بیان سارے انسانوں کی روحانی تسکین و اطمینان کا باعث بھی۔
یہی وجہ ہے کہ حضور پاک کی تعلیمات عالیہ کو اپنا دستور حیات بنالینے والوں نے آپ کے اوصاف و خصائل اور
شمال و فضائل سب کا مذکور، غلوں میں بھرے بنیاد کے زیر اثر، اظہار و بیان کے ہر پیرائے میں کیا ہے اور انتہائی ادب و
تعظیم کے ساتھ کیا ہے!

اور یہ بھی ایک اس واقعہ ہے کہ مختلف ممالک و امصار میں حب نبوی سے سرشار اہل علم و ہنر نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذات و صفات پر آنا کچھ کچھ دیا ہے کہ دنیا کی اور کسی اور بڑی سے بڑی شخصیت پر اس درجہ والہاء عقیدت و احترام
کے ساتھ آج تک اس قدر کھا گیا ہے نہ آئندہ کھے جانے کا امکان ہے۔

نعت گوئی کے مباحات کچھ چودہ سو برس میں مشرق و مغرب میں نعت نبی کے حد شمار سے بیرون و افزون
رہنے والے ہیں۔ لیکن ہے ان میں افراط و تفریط کے پہلو بھی ہوں۔ اور نعت گوئی
کے پورے آداب و شرائط کا خیال نہ رکھا گیا ہو۔ غلو و اغراق سے بھی کام لیا گیا ہو کیونکہ جبک الشیء یغشی ویصحر
فرط محبت میں آدمی اندھا اور بہرا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے شاعر نے کہا ہے:۔

دع ما اذعتہ النصاری فی سببہم
واحکم بما مننت مدحاً فیہ و لحتکم

انصاریوں نے اپنے نبی کی تعریف میں جو بے بنیاد دعویٰ کیے ہیں چھوڑ دے کہ انہوں نے اسے ابن اللہ
بنادیا اور جس سے رسول پاک نے ہمیں لاطور و فی کما اطورت النصاری بیسہم میرے حق میں اتنا
مبالغہ نہ کرنا جس طرح نصاریٰ نے اپنے نبی کے حق میں کیا ہے، فرما کر منع کیا ہے۔ باقی جو چاہے شان

رسول میں یقین کے ساتھ کہہ۔

اور حقیقت یہ ہے کہ جس ذاتِ قدسی صفات کی مدح و توصیف خود اس کا کردگار اور معبود حقیقی آپ کرتا ہو اور اپنے فرشتوں سمیت درود و سلام کی سوغاتیں و مہم بھیجتا ہو۔ مزید برآں عالم آب و گل کے تمام تر اہل ایمان کو اس کے حضور درود و صلوات کے نذرانے بھیجوانے کی ہدایت فرماتا ہو۔ انسان ضعیف ابنیاء اس وجودِ گرامی کی صفات کمال کہاں تک بیان کر سکتا ہے؟

ما ذا عسى الشعراء اليوم تمدحه

من بعد ما مدحت احسن تنزیل

دع تم تنزیل، قرآن حکیم میں اللہ کریم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو نعمتیں بیان کر دی ہیں۔ اب ان کے بعد مہل آج کل کے شاعر کیا مدح کریں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت کتنا دنیا کے ہر بڑے سے بڑے فصیح و بلیغ اشعار شعراء و مصدق الخطباء کہلانے والے شخص کے لیے بھی، چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ کوئی کہتے ہی مبالغے اور نکتہ آفرینی سے کام لے حضور کی مدح و نعمت کے حق سے کامیابی کے ساتھ عہدہ برآ ہونا، انسان کے بس کی بات نہیں ہے۔

امری کل مدح فی النبی مقصراً وان بالغ المثنیٰ علیہ فاکثراً

اذا الله امثنیٰ بالذی هو اھلہ علیہ فما مقدار ما تمدح اور ی

نبی پاک کی جتنی بھی زیادہ تعریف کی جائے کم ہی رہے گی کیونکہ اللہ پاک آپ ہی حضور کی تعریف و

ستائش کر سکتا ہے وگرنہ ساری دنیا بھی مل کر ان کی مدح کا حق ادا نہیں کر سکتی۔

خاموشی از شنائے تو حدِ شنائے تست اور یہ وہی بات ہے جو برصغیر کے مشہور شاعر مرزا اسد اللہ غالب نے کہی تھی:۔

غالب شنائے خواجہ یزدان محمدا شتم

کماں ذاتِ پاک مرتبہ دان محمداست

علامہ بدر الزکشی فرماتے ہیں کہ بڑے بڑے سربرآوردہ اور ماہر فن شعراء مثلاً ابی تمام، ابوالخثری ادا بن الرومی ایسے اساتذہ سخن کے نزدیک نعمتِ رسولِ یے حدِ شوار اور نازک ترین صنفِ سخن ہے، اور نعمت گوئی کا حق ادا کرنا انتہائی مشکل بلکہ محال ہے۔ اس لیے طر

خاموشی از شنائے تو حدِ شنائے تست

پر کار بند ہونا ہی بہتر ہے۔

صاحبِ بردہ نے بھی اسی حقیقت پر صا و کیا ہے:۔

فان فضل رسول الله ليس له

حد فيعرب عندنا طلق بفسهم

(یقیناً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل محدود حساب سے باہر ہیں۔ ان کے بیان سے زبان گویا، لال (گنگ) ہے)

صاحب القرآن فی القرآن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح و نعت، ہم آپ فانی اور بیچہ، انسان کیا کریں گے! ان کا کردگار خدا ہے رحمن، اپنے قرآن کی زبان میں رطب، لسان ہے۔ کبھی ارشاد ہوتا ہے،

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين - ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

کبھی آپ کو یا المؤمنین راؤت رحیم، مومنوں پر مشفق و مہربان فرمایا گیا۔ گاہے طے کہہ کر پکارا گیا تو کبھی یس کے نام سے مخاطب کیا گیا۔ کہیں شاہد، نذیر، مبشر، مصدق وغیرہ القابات دیے گئے تو کہیں داعیاً الی اللہ، سراجامنیرا کے خطاب سے یاد کیا گیا۔ کبھی اعلان فرمایا کہ:

انتك لعلى خلق عظيم - بے شک آپ اعلیٰ اخلاق کا بہترین پیکر ہیں۔

کبھی آپ کو معلو کتاب و حکمت، منی و مظهر، حاکم، مطلع، آمر، ناہی بتایا گیا۔ المختصر آپ نبی، رسول، عابد، نبی اقی اور خاتم النبیین بھی ہیں اور احمد، محمد، حامد اور صاحب مقام محمود بھی۔

تو خود حدیث منصل بخوان ازین عجب مل

ان مقامات و مراتب کی فہم اور عظمتوں کا تصور بھی ہماری بساط سے باہر ہے۔ آپ کی صفات و نعوت کا اندازہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں صاحب ہمزہ کے بقول اسے

انما مثلوا صفاتك للمنا - میں کما مثل النجوم السماء

(آپ کے مدح خواں آپ کی صفات کا صرف عکس ہی دکھاتے ہیں جیسے طرح پانی ستاروں کا عکس دکھاتا ہے)

اسی مضمون کا ایک اور شعر ہے: اسے

لا يدرك الواصف المطري خصايصه

وان يك بالغاً في كل ما وصفنا

ہم تو بس آنا جانتے ہیں اسے

لم يخلق الرحمن مثل محمد

ابداً وعسى انه لا يخلق

(اللہ نے آپ کی مانند کوئی اور پیدا کیا ہے نہ ہمارے یقین و علم کے مطابق کبھی پیدا کرے گا۔)

نعت گوئی کا آغاز تو سرورِ کائنات علیہ الفضل استیانت کی حیاتِ طیبہ ہی میں
مدحیہ ادب کی وسعت و مقبولیت ہو چکا تھا اور اس کا مقصد، یعنی اسحقاقِ حق اور ابطالِ باطل بھی متعین کر دیا گیا تھا
بلکہ جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم سے
نگارِ من کہ بہ مکتبِ لُفت و خطِ توشست
بغیرہ مسئلہ امورِ صد مدرس شد

اسی اصلاح اور ہدایت کے تحت اس صنفِ سخن کا اپنا مخصوص انداز اور معیار بھی قائم ہو چکا تھا لیکن آپ کی وفات کے بعد
رِشائیہ مضامین کا بھی اس میں اضافہ ہو گیا۔ آپ سے پہلے عربوں میں اپنے لوگوں و امراء اور ابطالِ ورجال کی مدح و ثنا کے قصیدے
لکھنے کا رواج تھا۔ اب نعتیہ قصائد اور مدائح بھی حضور اور ان کے اجلہ صحابہ کے لیے سننے لگے۔ چنانچہ جو
وقت گزرتا گیا نعت گوئی کا صفحہ (SCOPE) وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ نعت گو شعراء اور مادیین رسول کی تعداد میں آئے دن
بے پناہ اضافہ ہونے لگا۔ ذوق و جذبہ کے تنوع نے نعت گوئی کے لیے بھی مختلف اسلوب اور متنوع انداز فراہم کر دیے، قصیدوں
قنویوں، قطعوں، مرثیوں، سلاموں، منقبتوں کی قریب قریب تمام اصناف میں نعت گوئی اور مدحت طرازی کا رنگ
بکھرا ہوا ملتا ہے۔ پھر مدح و نعت کے مضامین میں بھی بے پایاں وسعت اور گہرائی پیدا ہوئی۔ بعض نے حضور علیہ السلام کے
اخلاقِ عالیہ پر خصوصی توجہ دی تو بعض نے آپ کے شمائل و شیم کو موضوعِ نعت قرار دیا کچھ اہل ذوق نے خصایصِ نبوی پر گلے
حقیقت پنچا در کیے تو دوسروں نے معجزاتِ نبوی کو اپنی نگارشات کا عنوان ٹھہرایا۔ و قس علیٰ ہذا۔

پھر شاعروں اور قصیدہ نگاروں سے آگے بڑھ کر ہر پڑھ لکھے مسلمان نے، بلکہ اسلامی ممالک کے غیر مسلم مصنفین
و اہل قلم نے بھی نعتِ رسول اور بزرگانِ دین کی منقبت لکھنے کا شرف حاصل کرنا ضروری سمجھا ہے۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے تک یہ
صورتِ سخن تھی کہ دنیا جہاں کی کسی زبان میں کسی بھی موضوع پر نظم یا نثر میں کوئی بھی کتاب اسلامی ممالک میں لکھی یا چھپا پی
گئی ہو حمد و ثنا و نعت و منقبت سے خالی اور معرا نہیں ہوتی تھی۔

اور یہ خدائے محمد صلاۃ و سلام علیہ کے اعلان و رفعِ نالہ و کسوف اور ہم نے آپ کا ذکر نہ کر رہے کر دیا
کی عملی تشکیل کا ایک پہلو ہے۔ جس طرح سارے کر و ارض پر روزانہ پانچوں وقت مؤذن اللہ اکبر کے پاک نام کے ساتھ
آپ کا اسمِ مبارک پکارتے ہیں۔ اسی طرح اطراف و اکنافِ عالم میں بے شمار انسان ہر محلہ حضور کی صفت و نعت کے
زمرے لاپتہ رہتے ہیں۔

لیکن کیا اس لامتناہی اور غیر مختتم مدح گسری سے حضور سرِ پائیز صلی اللہ تعالیٰ علیہ الیوم النور کے ان
احسانات کا حق ادا ہو سکتا ہے جو آپ کی ذات و صفات کی بدولت عالمِ انسانیت کے مقدس گورنمنٹ و منور کرنے کا موجب
بنے ہیں۔ لا واللہ۔ ع

لا یمن الشنا و کما کان حقیقہ

ذات نبوی کے اوصاف و کمالات اودان کے خصائص و معجزات کا پورے طور پر بیان کرنا تو کہاں کہیں ہے۔ ان کے عنوانات و افواج کی تعین بھی محال ہے۔ لہذا اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنا نصب العین رکھیں اور آپ کی متابعت و اطاعت کی بقدر بہت پوری پوری کوشش کریں تو حضور کے اوصاف کمال کے پر تو سے ہمارا قلب و ضمیر روش و مستنیر ہو سکتا ہے اور اس طرح نہ صرف اپنی ذات کی تکمیل اور روح کی تسکین سے ہم بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ اپنے دوسرے اہتائے نوع کی صلاح و فلاح میں مفید اور کارآمد خدمات انجام دے سکتے ہیں۔

یہ امر افسوسناک حد تک رنجیدہ ہے کہ آج ملت اسلامیہ اپنے محبوب و مطاع، سرور و ستید اولادِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل و کردار کو شعلِ راہ بنانے کی بجائے عمرہ و دوسروں سے روشنی مستعار لینے کی تلک و دکر کر رہی ہے۔

ایک درو مند شاعر نے کس درجہ دل سوزی سے کہا ہے،

تقصی الا الہ وانت تظہر حبیہ و ہذا العمری فی القہال بدیع
لو کان حبک صادقاً لا طعتہ ان المحب لمن یحب مطیع

(محبت رسول کا دعویٰ کرنے کے بعد تم خدا کی نافرمانی کرتے ہو! مجھے اپنی جان کی قسم! یہ تو بڑی انوکھی بات ہے۔)
(اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو اس کی اطاعت کرتے، کیونکہ محب اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے)

نعت و مدح کا آغاز اسلام اور پیغمبر علیہ السلام کے دفاع، اور مشرکوں، کافروں اور یہود و مسر اپا جھوٹ کو توجیہ و رسالت کی تبلیغ، ایمان و اطاعت کی تلقین اور حق و باطل میں تمیز کے لیے ایک موثر ذریعہ ابلاغ کے طور پر ہوا تھا۔ اور یقیناً اس صنف سخن سے صدرِ اول کے مسلمان الہِ علم و قلم نے خاطر خواہ کام لیا۔ بلکہ خیر القرون کے بعد جذباتی گداز اسلام کی تحریکی پیش رفت پر پاس و لشکر، اور کامیابی کے احساس نے اسلامی ادب کی اس صنف کو نشی اور روز افزوں قوت اور تازہ جوش و ولولہ عطا کیا اور تابعین و تبع تابعین کے دور میں جو نقیبیں کھڑی گئی ہیں ان کا لہجہ بہت حوصلہ مندانہ اور اسلوب بڑا دل فرور ہے۔ بعد کے ادوار میں اسلام جب ایک وسیع اثر عالمی قوت کی حیثیت سے دنیا کے دور دراز خطوں میں پھیل گیا تو لامحالہ محاکم محروسہ کی نئی اقوام اسلام کی علاقہ نگوش ہوئیں۔ ظاہر ہے ان کا ذوق و وجدان عربوں سے یقیناً مختلف تھا۔ سادہ فطری انداز ابلاغ کے مقابلہ میں نئے مسلمانوں کا اسلوب اظہار مرصع اور بہت حد تک مصنوعی اور فنی (TECHNICAL) تھا۔

نعت گوئی کا ارتقا

اس میں شبہ نہیں، اس زمانہ میں نعت گوئی نے فنی اعتبار سے خاصی ترقی کی اور اس کے مواد، مضامین، عنوانات اور موضوعات میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ تاہم اگر یہ کہا جائے کہ فنکارانہ حسن و نزاکت میں ترقی کے ساتھ ساتھ تحریر کی مزاج اور جوش ابلاغ میں مجموعی طور پر پستی اور کمی رونما ہوتی گئی۔ تو خلاف واقعہ نہیں ہوگا! یہ صحیح ہے کہ اس عمر میں بعض اعلیٰ درجہ کی یا نگار نقیبیں لکھی گئی ہیں جن میں جوش عقیدت، حسن بیان اور لطیف ادا کے دلکش اور دماغ افزہ پھول کھلائے گئے ہیں۔ تاہم یہ حقیقت بھی ناقابل انکار ہے کہ جوں جوں نعت میں فنکارانہ خوبیاں بڑھتی گئیں، اور اس کے مضامین میں عشق و محبت، جبر و محال، جمال و رعنائی اور حسن و زیبائی وغیرہ عنوانات داخل ہوتے گئے۔ جذباتیت، شیخی، اشتقاق اور

ان کے ساتھ ساتھ بے لوث، غور اور تحقیق وغیرہ اس کے فیچر (FEATURE) بنتے گئے۔ بہت ممکن ہے کہ شروع شروع میں عشق و شفیقتگی کے جذبات اور احساسات واقعی اور حقیقی ہوں۔ لیکن بدیع و بیان کی مرصع کاریوں، حسن و عشق کے راز و نیاز کی دلنوازیوں اور محبوب کے خد و خال اور زلف و رخ کی نقش آرائیوں نے اسے سطحی ذہنیت کے مرتوجہ تفریل کی ڈگر پر ڈال دیا۔ اس طرح نعت اپنا تبلیغی، تحریر کی اور مقصدی آہنگ کھوئے گی، درحسب و عشق کے ناز و نیاز کی داستان بنتی چلی گئی۔

اس کے بعد کے ادوار میں جذبات بھر و خصال کی تصویر کشی نعت رسول کی ایک ضروری اقدار نعت میں تحول کی کار فرمائی۔ قدر فرار پا گئی۔ اور آگے چل کر یہ لے اتنی بڑھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتِ نعت اور خصائص و فضائل اور آپ کے احکام و ارشادات کو ٹکڑے ٹکڑے کاغذ پر بنانے کی جگہ آپ کے شامل و شامل اور آثار و مشاہد پر طبع آزمائی کی جانے لگی۔ اور چونکہ ان موضوعات پر شاعرانہ نکتہ طرازیوں کے لیے نسبتاً زیادہ آسانی اور گنجائش تھی۔ اس لیے بعد کے نعت گو اکثر و بیشتر اسی دشت کی ستیاحی میں اپنے ذوق سفر کی تسکین پانے لگے۔ ایک شاعر کہتا ہے:۔

امر علی الدیار دیر میںی اکتب ذالحدار والحداسا
وما حب الدیار شغف قلبی ولكن حب من مکن الدیارا
دینی کے کوچے سے بار بار گزرتا ہوں اور اس کی دیواروں اور دہلیزوں کو چومتا ہوں۔ میرے دل کی بیکراری کا یہی تقاضا ہے۔ لیکن یہ بات نہیں کہ مجھے اس کوچے سے محبت ہے بلکہ میں تو اس کوچے میں رہنے والوں پر مرتا ہوں)

اسی مفہوم کا ایک اور شعر ٹیپے اسے

ومن مذهبی حب الدیار لاهلہا
ولناس فیما یعشقون مذاہب

(میں تو بستیوں سے پیار ان کے رہنے والوں کی خاطر کرتا ہوں۔ اور لوگ اپنے اپنے ذوق و شغف کی تسکین کی راہیں نکال لیتے ہیں)

بات یہیں پر نہیں رکتی۔ نعت جب اپنے تحریر کی اور تبلیغی کردار سے ہٹ گئی اور شناسے خواجہ کی جگہ اس کے تعلقات کی توصیف و تنائش کی روچل نکلی تو پھر نعت اپنے اصل اور بنیادی موضوعات و اہداف سے برابر ہٹتی ہی چلی گئی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اضافی اور الحاقی باتوں کا چرچا دن بدن بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ نعت کے اساسی نکات بہت کم درخور اعتنا سمجھے جانے لگے۔

سلسلہ سخن و راز ہوتا جا رہا ہے۔ یہیں یہاں نعت کے فنی ارتقا یا اس کے مضامین و مواد میں رد و بدل پر بحث مقصود و غرض۔ نعت رسول کی منزلت و وقعت اور اس کی اہمیت و افادیت کے بنیادی پہلو اجاگر کرنے کی غرض سے ایک سخن گسترانہ بات منہ پر آگئی تھی۔ اور وہ برسبیل تذکرہ آپ کے گوش گزار کر دی گئی ہے۔

توخواہ از سخنم پسند گیر، خواہ طالع

یادگار اور زندہ نعتیں موجودہ دور میں بھی بکمال قدر بہت سی اچھی اچھی نعتیں لکھی گئی ہیں۔ تاہم اکثر و بیشتر نعتیں مدحت نبوی ہونے کے ساتھ ساتھ شاعرانہ غلو، خلاف حقیقت مبالغہ طرازی، اور جھوٹے ٹکوں کی ریزوکاری کا نشانہ بنتی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ معنوی اثر و جذب سے زیادہ ان میں نغمگی، ترصیع اور فنی بازیکیاں سودیشہ کی کوشش کی گئی ہے۔ ایک اور نکتہ جو صرف نظر کے قابل نہیں، ہمارے جدید نعت گوؤں کی اکثریت کا یہ زعم ہے کہ مداح رسول ہونے کے نام سے دُعا اب اپنی دینی اور اسلامی ذمہ داریوں سے آزاد ہیں۔ نعتیں لکھ لکھ کر دُعا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے پتے حجت دار ہو گئے ہیں۔ یہ انداز فکر اس امر کا غماز ہے کہ ایسے حضرات اپنی نعت گوئی سے گویا سور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کی مدحت کا حق ادا کرنے کے مدعی ہیں حالانکہ مدحت مصطفیٰ کا حق واجب ادا کرنا ہر کہ و مہر کے بس میں نہیں ہے۔ رسول اللہ کی مدح و ثنا مجلا و شہا کیا کر سکیں گے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ گزشتہ نعت پیش کر کے اپنی عزت بڑھا لیں گے۔

ما ان مدحت محمدًا بمقالتي

لاكن مدحت مقالتي بمحمد

(میں نے اپنے کلام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کیا کی ہے البتہ اپنے کلام میں حضور کا ذکر لا کر اس کو قابل عزت و تعریف بنالیا ہے!)

انتخاب المدائح بہر نوسان اب ہم عربی زبان و ادب کی بعض قابل ذکر نعتوں کا انتخاب تذکرہ قارئین کرتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ اس انتخاب المدائح میں صرف وہی نعتیں لی گئی ہیں جو آسانی سے ہمارے ہاتھ لگ گئیں۔ تفحص و استقصاء کی مہلت نہ تھی اور غالباً اب اس کی ضرورت بھی نہیں کہ نایاب نعتیں دستیاب ہو ہی گئی ہیں۔

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیق چچا جناب ابوطالب سے منسوب چند نعتیں اور مدحیہ قطعات عربی ادب کے سفینوں میں مندرج ہیں۔ ان کے ایک قصیدہ کا یہ شعر عربی نعت کے حقیقی خد و خال اجاگر کرنے کے لیے یہاں درج کیا جاتا ہے:

وابيض يستقي الغمام بوجهه

شمال اليتامى عصمة للارامل

(وہ گورے مکھڑے وال جس کے رخ انور کے وسیلے سے ابراہار طلب کیا جاتا ہے۔ یتیموں کا وال اور بیواؤں کا محافظ ہے)

۲۔ ایک دوسری نعت قطعے میں آپ نے دعوت اسلامی کی صداقت کا اظہار و اعتراف کرنے کے باوجود اسے قبول کرنے سے اپنی معذوری کا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

ولقد صدقت وكنت نذرا مينا

من خير اديان البرية دينا

لو جديتى سمعاً بذا لك مبيت

ودعوتنى ونعمت انك ما صحت

وعرضت دينا لا محالة انه

لولا الملامنة اوحذار مسببة

د تو نے اپنے خیال میں خیر خواہی سے مجھے دعوت (حق) دی ہے واقعی تو سچا ہے۔ اور تو این بھی رہا ہے)
 د تو نے ایسا دین پیش کیا جو یقیناً دنیا کے بہترین نظامہائے حیات سے بھی بہترین ہے)
 د اگر مجھے طاقت اور توہین کا اندیشہ نہ ہوتا تو واضح طور پر تو مجھے اس کے قبول کرنے میں فراخ دل پاتا)
 مجھے یاد پڑتا ہے کہ حضور کے دوسرے علم بزرگوار، جنہیں اسلام کی دعوت غلطی سے نوازا گیا۔ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی شان میں اشعار کہے ہیں۔ تاہم وہ اس وقت کم از کم میری دسترس میں نہیں ہیں۔

۳۔ آپ کے محبوب چچا سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیے : ۳

حمدت اللہ حین ہدی فؤادی	الی الاسلام و الدین المذہب
لین جہاد من رب عزیز	خبیر بالعباد بصر لطیف
اذا قلت سائلہ علیہنا	تعدد مع ذی اللب الحصیف
سائل جاء احمد من ہداہا	بایات مبینة الحروف
واحمد مصطفیٰ فیتا مطاعاً	فلا تفسوہ بالقول العنیف
فلا و اللہ تسلمہ لقومہ	ولما نقص فہم بالسیوف

د جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو، اسلام، اپنے عظیم شان دین کی ہدایت بخشی تو میں نے خدا کی حمد و ستائش کی۔

کہ مجھے وہ دین عطا ہوا۔ جو بندوں پر مہربان اور ان کے حالات سے باخبر اور غالب پروردگار کی طرف سے ہے۔
 جب اس کے پیغامات ہمیں سنائے جاتے ہیں تو معائب و صیغہ رائے رکھنے والے اہل عقل بے ساختہ رو پڑتے ہیں۔

وہ پیغام ہدایت جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) واضح حروف والی آیتوں کی شکل میں لائے ہیں۔
 حضرت احمد بن محمد مصطفیٰ ہم میں اطاعت و پیروی کے قابل ہیں۔ پس تم ان کے سامنے تند و سخت کلمات نہ کہو۔
 خدا کی قسم ہم انہیں ایسی قوم کے حوالہ نہیں کریں گے۔ جس کے ساتھ ہمیں یہ جھگڑا تلوار کے ذریعے چکانا)
 ۴۔ ہجرت نبوی کا بیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان حقیقت ترجمان سے سنئے : ۴

وقیت بنفسی خیر من وطئ الحصى	ومن طاف بالبیت العتیق بالحجیر
رسول الہ خاف ان یصعروا بہ	فجاء ذوالطول الہ من المکر
قبات رسول اللہ فی الغار امتاً	موقی وفی حفظ الالہ وق ستر
اقام ثلاثاً ثم ذمت ثلاثین	قلاتین تفرین الحصی اینما تفر
وبک امر اعیہم وما یشبہتونی	فقد و طنت نفسی علی القتل والامر

اس وقت یہ نصر اللہ تبتلاً واضرته حتی اوسد فی قبر
میں نے، اس ذات گرامی کو بچانے کی تدبیر کی جو لنگریوں اور پتھروں پر چلنے والوں اور کبجے کا طوائف کرنیوالوں
میں سب سے بہتر ہے۔

جو اللہ کا رسول ہے جب اسے دشمنوں کے فریب سے خطرہ لاحق ہوا تو بڑی طاقت والے معبود نے اسے
دشمنوں سے بچالیا۔

بس خدا کا نبی غار میں امن و امانیت سے، اللہ کی حفاظت میں دشمنوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا۔
تین دن کے قیام کے بعد انہوں نے اوٹنیوں کو نکال دیا اور اوٹنیاں جو لنگروں کو اپنے پاؤں تلے روندتی چلی گئیں
میں دشمنوں کے سانسے کا غطررہا لیکیں وہ مجھے کچھ کہہ نہ سکے حالانکہ میں اس موقع پر قتل، قید ہر چیز کے لیے
تیار تھا۔

اور اس عمل میں، عاجزی کے ساتھ اللہ کی مدد میرے ہر نظر تھی اور اب بھی میرے دل میں یہی جذبہ ہے اور مرنے
کے بعد قبر میں جانے تک میری یہی خواہش رہے گی۔

۵۔ مبارکبری کے شاہزادے، دار رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا ایک نعتیہ قصیدہ بہت مشہور ہے۔ اس کے چند
نقشب اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں۔ ان اشعار سے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسندیدہ اور مقبول نعتوں کے
مواد و مضامین اور انداز و اسلوب کا اندازہ ہوتا ہے اور نعت گوئی کے مقصد و مطلع نظر پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

اعز علیہ للنیوۃ خاتم	من اللہ منہود بلوح و یشہد
وضم الالہ اسم النبی الی اسمہ	اذا قال فی الحسن المؤذن اشہد
وشق اللہ لہ من اسمہ لیحبہ	فذل العرش محمود و هذا محمد
نبی اتانا بعد بأس و فترۃ	من الرسل والادنان فی الارض تعبد
فامی سراجاً منیراً و ہادیاً	یلوح کما لاح الصبقل المہمند
وامذرنا نار و لشر جتۃ	وعلمنا الاسلام فاللہ نحمد
وانت الہ الخلق ربی وخالقی	بذلک ما عمرت فی الناس اشہد
تعالیت رب الناس عن قول من دعا	سواک الہات انت اعلیٰ و امجد
لک الخلق و النعماء و الامر کلہ	فایاک نستہدی و ایاک نعبد

دان پر نبرت کی مہر جگٹا رہی ہے جو اللہ کی طرف سے لگی ہے اور اس کی چمک ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔
موتوں پانچوں وقت شہد کتا اللہ اس امر کی گواہی دیتا ہے کہ معبود حقیقی نے آپ کا نام اپنے نام
کے ساتھ ملا لیا ہے۔

ان کی عزت و شان دکھانے کے لیے اللہ نے ان کا نام خود اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ پس صاحبِ عرش محمودؐ تو آپ محمدؐ ہیں۔

یہ وہ نبی ہیں جو ہمارے پاس رسالت کے طویل وقفہ کے بعد اور خوف کی حالت میں تشریف لائے جبکہ دنیا میں بتوں کی پوجا جو رہی تھی۔

پھر یہ آتے ہی منور چراغ اور رہبر و رہنما بن گئے اور چمکتی لموار کی طرح جگمگانے لگے۔ انھوں نے ہمیں دورِ ماضی کی آگ سے ڈرایا اور جنت کی خوشخبری دی اور ہمیں اسلام کی تعلیم دی، پس ہم اللہ کے شکر گزار ہیں۔

اے اللہ! تو ساری مخلوق کا معبود ہے اور میں عمر بھر اس بات کی گواہی دوں گا کہ تو ہی میرا پروردگار اور خالق ہے۔ اے لوگوں کے پروردگار! جو لوگ تیرے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں، تو ان کی باتوں سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ تو پیدا کرنے والا، نعمتیں دینے والا اور ہر چیز کا حکمران ہے۔ ہم تجھ سے ہدایت چاہتے ہیں اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

۴۔ ایک اور مداح رسول حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی نعت گو شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے یہ شعر سنئے:

روحی فدائک من اخلاقہ شہادت بانہ خیر مولود من البشر
عمت فضائلہ کل العباد کما عم البریہ ضوء الشمس والقمیر
لولہ یکن فیہ آیاتٌ مُبَیِّنَاتٌ کانت بدیہتہ تکفی عن الخبر
(میری روح اس ذات پاک پر قربان، جس کے اخلاق اس حقیقت کے گواہ ہیں کہ وہ نوع انسان میں سب سے افضل ہیں۔

ان کی فضیلتیں تمام انسانوں کے لیے اسی طرح عام ہیں جس طرح سورج اور چاند کا نور ساری دنیا کے لیے عام ہے۔

اگر ان کی نبوت کے لیے واضح اور روشن نشانیاں نہ بھی ہوتیں تو خود ان کی شخصیت ہی تصدیقِ رسالت کے لیے کافی تھی۔

۵۔ حضرت عبداللہ زبیرؓ کی نعت سے دو شعر:

جئنا بالیقین والبر والصدق جئنا بالیقین والیقین
اذہب اللہ ضلّۃ الجہل عنا واثنا الرخاء والمیسر

وآپ ہمارے پاس یقین، نیکی اور سچائی کا پیغام لائے ہیں اور سچائی اور یقین ہی خوشیوں کا منبع ہے۔ اللہ نے ہم سے جہالت کی گراہیاں دور کر دیں، و آپ ہمارے لیے خوشحالی اور آسودگی بن کر آئے۔

۸۔ یہاں بنی نجار کی بچیوں کے وہ لعتیہ اشعار درج کرنے کو جی چاہتا ہے، جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدینہ تشریف آوری پر استقبالیہ زمزمے کے طور پر الاپے تھے، اسے

طلع البدر علينا من ثنيتات الوادي
وجب الشكر علينا ما دعا لله داع
ايها السبعوث فينا جئت بالامر المطاع

دہم پر وداعی ٹیلوں کے پیچھے سے چاند طلوع ہو گیا۔ اللہ کے لیے پکارنے والے کی دعوت پر ہمارے لیے شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ اسے ہمارے پیغمبرؐ تو واقعی قابلِ اطاعت پیغام لایا ہے۔

۹۔ حضرت کعب بن زہیر کا مشہور قصیدہ "بانت سعاد" عربی لعتیہ ادب میں ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ ان کے والد زہیر بن ابی سلمیٰ عرب جاہلیت کے ممتاز اور سب سے معلقہ کے شہرت یافتہ شاعروں میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کی شعری تخلیقات کو باقی شعرائے جاہلیت کے مقابلہ میں پسندیدہ خیال فرماتے تھے۔ زہیر نے خواب میں آسمان سے لٹکی ہوئی ایک رسی دیکھی جو ان کی پہنچ سے دور رہی۔ ایک کاہن نے اس کی تعبیر بتائی کہ عنقریب ایک پیغمبرؐ مبعوث ہونے والے ہیں۔ لیکن تم ان کا زمانہ نہیں پاؤ گے۔ زہیر بعثت نبوی سے تھوڑا عرصہ قبل ہی وفات پا گئے۔ تاہم انہوں نے اپنے دونوں لڑکوں کعب اور بکیر کو وصیت کر دی تھی کہ نبیؐ بشر و موعود کے مبعوث ہونے پر ان کی دعوت کو قبول کر لینا۔ چنانچہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کا چرچا ہو تو کعب نے اپنے بھائی بکیر کو تحقیق احوال کے لیے حجاز کے علاقے میں بھیجا۔ بکیرؓ تو رہا یہ رسولؐ ہیں حاضر ہوتے ہی اسلام لے آئے۔ اور بھائی سے استصواب کی حضرت محسوس نہیں کی۔ کعب کو ان کی جلد بازی بہت ناگوار گزری اور ان پر شدید رد عمل ہوا۔ نہ صرف بھائی کو زبردستی ملامت کی بلکہ اسلام اور پیغمبرؐ اسلام کی شان میں بھی گستاخانہ اور توہین آمیز اشعار کہنے شروع کیے اور ان کی بدگوئی کے باعث دربار نبوی سے ان کا خون ہر قدر اوسے دیا گیا۔ آخر کچھ عرصہ کے بعد کعب کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اپنے یکے پر نادم ہوئے۔ بھیں بدل کر حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ اور رعتہ للعالمین کے دامن عفو کو تمام کر کے گئے: "یا رسول اللہ! کعب اگر اپنی گستاخیاں پر نادم ہو کر معافی اور پناہ کا طالب ہو تو کیا آپ اس کو صاف نہیں کر دیں گے؟ حضورؐ تو عفو مجسم تھے، فرمایا: کیوں نہیں! بولے: وہ خطا کار و گنہگار ہیں ہی ہوں اور آج اپنی ناگفتنیوں پر شرمسار ہو کر ندامت و عجز کا اظہار کرتا اور عفو چاہتا ہوں۔" نبی رعتہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معافی عطا کی۔ کعب نے سر جیس حضورؐ کی منقبت اپنی غلطی اور صحابہ کبار کے عرم و شجاعت وغیرہ مضامین پر مشتمل ایک قصیدہ پڑھا جو درجاہلیت کی شعری روایات کا آئینہ دار ہوتے ہوئے لعتیہ قصیدوں میں نمایاں اہمیت رکھتا ہے۔ یہی قصیدہ ہے جس کے ایک شعر میں نبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکتہ درازہ اصلاح فرما کر اسے قریش سے اٹھایا اور عرش پر پہنچا دیا۔ اور پھر یہی قصیدہ ہے جسے حضورؐ نے سمیع قبل سے نوازا اور اس کے صلے میں کعب کو وہ اسے مبارک عطا فرمائی۔ یہ رداء مبارک آج تک کے دارالانوار والبرکات Topcor میں محفوظ ہے اور خاص خاص

تقریبات میں اس کا دیدار کرایا جاتا ہے۔

اس قصیدہ کے چند شعر ملاحظہ فرمائیے :۔

انبت ان رسول الله وعبدى والعفو عند رسول الله ماصول
فقد اتيت رسول الله معتذرا والعذر عند رسول الله مقبول
مهلا هداك الذى اعطاك تامله القرآن فيه مواعظ وتفصيل
لا تأخذنى باقوال الوشاه ولم اذتب وان كثرت فى الافاديل
مجھے خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے مجھے جان کی دھمکی دی ہے حالانکہ اللہ کے رسول سے معاف کر دینے کی
توفیق ہے۔ پس میں اللہ کے رسول کے پاس عذر خواہ بن کر حاضر ہوا ہوں اور اللہ کے رسول عذر قبول کر لیا کرتے ہیں
یا نبی، مجھے چھوڑ دیجیے اس خدا کے لیے جس نے آپ پر وہ قرآن نازل فرمایا جس میں نصیحت کی باتیں اور تفصیلات ہیں
میرے چغلخوروں کی باتوں پر نہ جاتیے! مجھے معاف کر دیجیے! میرے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے حالانکہ میں
بے خطا ہوں۔)

اس طویل قصیدہ کے مدحہ جتنے کو عمر ایساں درج کرے گا گریز کیا گیا ہے۔ تلافی کے لیے حضرت تسان کے دو شعر سن لیجیے :۔

۱۔ و احسن منك لم مرقط عيني واجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب كاتك قد خلقت كما تشاء
(میری آنکھ نے آپ سے نیا وہ حسین و جمیل انسان نہیں دیکھا نہ عورتوں نے آپ سے بڑھ کر خوبصورت بچہ
جنا ہے۔ آپ ہر عیب و نقص سے پاک اتنے مکمل اور صاف ستھرے بنائے گئے ہیں۔ گویا آپ اپنی مرضی
اور خواہش کے مطابق عالم وجود میں آئے ہیں۔)

اب حضرات خفاء را شہین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جذباتِ محبت اور اظہارِ غم کے اشعار میں سے بطور نمونہ صرف
ایک ایک شعر حاضر کرتا ہوں جو آنحضرت کی وفات کے موقع پر کہے گئے تھے :

۱۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ :۔

اجدك ما بعينك لا تمنام

كان جفونها فيما الحيلام

داپنے آنکھ کی بردائی تم پر بہت شاق گزری ہے۔ تمہاری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے کہ اب تم سو نہیں سکتے گویا

ان کی پلکوں میں زخم ہو گئے ہیں،

۱۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ :۔

لأنزلت مذ وضعو فراش محمد كيم يبرض خائفا اتوجع

جب سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسترِ مرض پر لٹایا گیا میں بہت خوف زدہ ہو رہا ہوں اور مجھے دردِ محسوس ہوتا ہے۔

۱۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ : سہ

فيا عيني ابكي ودا تاعني

و حق البصاء على السعيد

و اسے میری آنکھ رو رہی اور خوب رو رہی ہے، اپنے آقا و مولیٰ پر رونے کا حق ادا کر۔

۱۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ : سہ

الا صرق المتعى بلميد فراعني

وارفني لما استقر منادب

دکاش یہ رات کو آنے والا مجھے جدائی کی بری خبر سن کر غمزدہ نہ کرتا اور اپنی منادی سے میری نیند نہ اڑا دیتا۔

لگے ہاتھوں خانوادہ نبوت کی دو برگزیدہ خواتین کے مشریوں میں سے بھی چند شعر سن لیجیے۔

۱۵۔ سبیرہ فاطمة الزہراء بضعۃ رسول اللہ : سہ

ما ذ علی من شمع تریة احمد ان لا یثم مدی الدهر غوالیا

صبت علی مصائب لوانہا صبت علی الامام صرین لیا لیا

(حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت کو سونگنے والے کو کیا ہو گیا ہے کہ اب وہ مدتِ عمر کوئی اور خوشبو

سونگنے کا روادار نہیں۔ مجھ پر ایسی ایسی مصیبتیں پڑی ہیں کہ اگر یہ مصائب روشن دنوں پر وارد ہوتے

تو، انھیں تاریک توں میں بدل ڈالتے)

۱۶۔ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا : سہ

الا یا رسول اللہ کنت مرحباً بنا وکنت بنا برأ و لم تک جافنا

لیک علیک الیوم من کان باکب و قدمت صلب الدین ابلج صاب

سعدنا ولا کن اموج کان ماضیا و ادخلت جناب من العدن راضیا

فلوان مراب العرش ابقاک نبینا علیک من اللہ المستلام تحیة

(اے اللہ کے رسول آپ ہی تو ہماری ابدوں کے چراغِ تمھارے ہم پر مہربان تھے، قطعی درشت طبیعت

سخت مزاج نہ تھے۔ آپ ہم پر بے حد شفیق اور مہربان تھے اور آپ ہمارے نبی تھے۔ رونے والے کو آج

غیری جدائی پر دل کھول کر رو لینا چاہیے۔ آپ نے صبر و تحمل کے ساتھ دنیا کو اپنے رب کا سچا پیغام پہنچا دیا

اور اب دین کو مضبوط، مکمل اور صاف ستھرا چھوڑ کر دنیا سے جڑا رہے ہیں۔ اگر مالک عرض آپ کو چاہے دریا
اور بھی رکھتا تو بے شک یہ ہماری خوش بختی ہوتی لیکن اس کا فیصلہ ہو چکا۔ آپ پر اللہ کریم کا درود و سلام ہو
اور آپ راضی خوشی جنات عدن میں داخل ہوں۔

۱۶۔ مراثی کے سلسلے میں شاعر نبوت حسان بن ثابتؓ کا ثانیہ بھی سن لیجیے:

اطلقت وقوفاً تذرف العین حیدھا	علی طلل القبر الذی فیہ احمد
فبورکت یا قبر الرسول و بورکت	بلاد ثوی فیہا الرشید المسدد
و هل عدلت یوما رزیتہ هانک	مرزیتہ یوم مات فیہ محمد
عزیز علیہ ان یحیدوا عن الہدی	حولی علی ان لستقیموا و یبتدوا
عطوف عیرم لا یثنی جناحہ	الی کف یحنوا علیہم و یمہد
فبکی رسول اللہ یا عین عیرہ	ولا اعزیک الدھر و معک یجمد
فجودی علیہ بالدموع و اعطوف	لفقد الذی لا مثله الدھر یوحید
وما فقد الماضوت مثل محمد	ولا مثله حتی القیامۃ یفقد

بڑی دیر تک آنکھیں اس ٹیلے پر کھری آنسو بہاتی رہیں جس میں حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں اسے رسول خدا
کی آرامگاہ تو بابرکت ہے اور وہ سرزمین بھی مبارک ہے جس میں ہدایت یافتہ اور راست باز انسان آرام فرما ہیں۔
کیا کسی دوسرے دن کے معاتب اس مصیبت عظمیٰ کے برابر ہو سکتے ہیں جس دن ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی بدائی کامنک صدر اٹھانا پڑا۔ وہ ذات جس پر اپنی قوم کا ہدایت سے انحراف شاق گزرتا تھا اور جو اس کی
ہدایت اور استقامت میں ہمیں تھی جو اپنے لوگوں پر مہربان تھے۔ ان سے پہلو تھی نہ کرتے تھے اور پیار و
محبت سے ان کی طرف جھکے جاتے تھے اور درگزر کرتے تھے اسے آنکھ اللہ کے رسول کے لیے ہمیشہ روتی رہ
میں کبھی تیجے آنسوؤں کے بغیر خشک نہ پاؤں۔ خوب خوب آنسو بہا اور چیخ چیخ کر رہا آج اس ہستی کا ماتم ہے
جس کی مثال زمانے میں کہیں بھی نہیں ملتی۔ نہ تو گزشتہ زمانے کے لوگوں نے اس جیسی ہستی سے محرومی کا داغ
اٹھایا ہے۔ نہ قیامت تک آنے والوں کو ایسا صدمہ ہوگا۔

۱۸۔ ایک مدحیہ قطعہ حضرت امام زین العابدین علی بن الحسینؑ سے منسوب ہے۔ اس میں جذوب و شوق کی والہانہ کیفیت بھی ہے
اور غزوت الفاظ بھی۔ تاہم کچھ ایسا لگتا ہے کہ اس کے بعض اشعار الحاقی ہیں جو کسی مشاعر نے آپ کے نام سے
اضافہ کر دیے ہیں۔ اس کے چند شعر بھی دیکھ لیجیے! یہ

ان تلک یاریح الصبا یوما الی ارض الحسرم	بلغ سلاوی مروضۃ فیہا النبی المحترم
من وجہ شمس الضحیٰ من خدہ بدرا البخی	من ذاتہ نور الہدیٰ من کفہ بحرا لہم

قرآنہ برہما مناسحتاً لا دیان مصمت اذ جاءنا احكامه كل الصحت صامرا عدم
اکادنا محبر وحة من سيف حجر المصطفى طوبى لاهل بدوة فيہ النسبی المحتشم
(اسے باد صبا! اگر کسی دن تجھے ارض حرم جاتے کا اتفاق ہو تو روئے اطہر پر جا کر میرا سلام عرض کرنا جس میں وہ
ذات اقدس آرام فرما ہے جس کا رُخ روشن چڑھتے سورج کی طرح اور جس کے رخسار گھٹا سے نکلتے ہوئے چاند
کی مانند ہیں اور جو خود ہدایت کا نور ہے اور جس کا دست سخا بہت و رحمت کا سند ہے۔ اس کا قرآن ہماری
ویل اور سابق دینوں کا ناسخ ہے۔ ہمارے جگر معطلی صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کی غرار نے ٹکڑے ٹکڑے
کر ڈالے ہیں۔ اس ٹھہر کے لوگ خوش بخت میں جہاں حضور کی آرام گاہ ہے)

اسی طرح امام اعظم سراج الامۃ ابو حنیفہ النعمان کے نام سے بھی چند نعتیں اور خصوصیت سے ایک قصیدہ بعض کتابوں میں میری
نظر سے گزرا ہے۔ اگرچہ وہ بھی مشکوک ہے۔ لیکن اگر اس قمر برکے موقع پر ہاتھ آجاتا تو اس کے چند شعر یہاں ثبت کر دیتا۔
۱۹۔ یحییٰ مشہور تفسیر کشاف کے فاضل مصنف ابو القاسم محمود زنجشیری کی نعت پڑھیے: سہ

والحق فالحق ما حاد الرسول به سبع على هام اهل اشرك مملول
محمداً ان قصفت اذ في خصم ثمة فيها لها قصة في شرح طلول
او العباد و عبد الله بيتهما له مصاص من الانساب منخول
هو الذي ان يخالج في نبوته مريب فما القول بالتوحيد مقبول
(حق یہ ہے کہ جو کچھ رسول خدائے کرآنے ہیں وہی حق ہے۔ آپ اہل شرک کے سروں پر خدا کی سونتی ہوئی
تواریختھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ مس صفت بھی بیان کرنے لگو تو اس کی تفصیلات طویل ہو جاتی ہیں آپ
بندوں کے سر پرست اور اللہ کے بندے تھے۔ اور ان دونوں کے درمیان آپ عالی نسب مخلوق تھے۔
آپ کی نبوت کے بارہ میں اگر کسی دل میں خلیان واقع ہو جائے تو ایسے شخص کی طرف سے توحید کا اقرار
قابل قبول ہے)

۲۰۔ اور اب دیکھیے شیخ مصلح الدین سعدی طبرستانی شہیرا کس شٹاٹھ سے مدح سراہتے ہیں: سہ

بلغ اعلیٰ بکمالہ کشف الدجی بجمالہ
حلت حمیم خصالہ صلو علیہ والہ

(وہ اپنے کمال کی بلندیوں پر پہنچے اور انہوں نے اپنے جمال سے تاریکیاں کا فور کر دیں۔ ان کے اطوار
پسندیدہ تھے۔ ان پر اور ان کی آل پر درود و سلام۔)

۲۱۔ ان کے ساتھ ہی سان النیب حافظ شہرازی کا انداز مدحت دیکھیے! سہ

یا صاحب الجمال و یا سید المستر من وجهک المسیر لقد نور القصر

یہ نعتیہ اظہر مشافہ سے منسوب کیا گیا ہے جن میں جاتی سعدی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی شامل ہیں۔ (ادارہ)

لا يمكن التناء كما كان حقه بعد امر خدا بزرگ توئی قصد مختصر
(اے حسن وائے انسانوں کے سرور، آپ کے رخ روشن سے چاند چمک اٹھا۔ آپ کی تعریف تو صیغ
آپ کی شان کے شایان کرنا ممکن ہی نہیں۔ بس قصہ مختصر یہ ہے کہ آپ خدا کے بعد ساری کائنات سے
بڑے ہیں)

۲۲۔ شیخ شرف الدین ابی عبداللہ محمد ابو صیری مداحین رسول میں نمایاں بلکہ شہرہ آفاق حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ سے
بارگاہِ نبوی میں عقیدت و محبت کے نگہستے پیش کیے ہیں۔ ادبی محاسن، عذوبت الفاظ، وسعت معانی اور مادیت و
خلوص کی کیفیات سے لبریز، آپ کے کئی خوبصورت قصیدے آپ کی یادگار ہیں۔ ربی نعت گوئی میں آپ اپنے معاصرین
میں ممتاز ہیں۔ آپ کا قصیدہ ہمزہ ادب عربی میں خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ آپ کے سلام کے چند شعر ملاحظہ فرمائیے: ۱۵
سلام عبت تری من الله وتبقى يدك الباء ۱۶

وسلام عليك منك فما عيرك منه لك السلام كفاء
وسلام من كل ما خلق الله تحيا بذكرك الاملاء
ومدة كاسك تحمله مني التمال اليك ادنكباء
وسلام على ضريحك تخضل به منة تربة وعساء
وسلام قدعت بين يدي نجومى اذ لم يكن لى شواء
ما اقام الصلوة من عباد الله وقامت بربها الاتياء

اللہ کی طرف سے آپ پر اتنا سلام آتا رہے اور اس طرح آپ کا وقار ہمیشہ برقرار رہے۔ آپ پر خود اپنا سلام
کیونکہ کسی اور کا سلام آپ کے شایان بھی نہیں۔ اللہ کی ساری مخلوق کا سلام آپ پر تاکر آپ کے ذکر سے مغلیں
سجتی رہیں۔ ہاؤ شمال مشک کی خوشبو لے کر آپ کی سلامی کو آئے اور روضہ مبارک کی نرم مٹی سے سوندھی سوندھی
خوشبو اٹھنے۔ میں سرگوشی کے ساتھ خصوصی سلام عرض خدمت کرتا ہوں کہ اس کے سوا میرے پتے کچھ بھی
نہیں۔ سلام جب تک اللہ کے بندے نماز پڑھیں اور دنیا رب کے حکم سے قائم رہے۔

۲۳۔ اسی طرح آپ کا ایک اور مدیح لایمیر کے نام سے مشہور ہے۔ لیکن جو حسن قبول اور لطف خدا واد آپ کے قصیدہ میمیر کو
حاصل ہوا، نعتیہ ادب میں بہت کم منظومات کے حصے میں آیا ہے۔ یہ قصیدہ 'برودہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اور اسے
مدح خوانان رسالت کے تقریباً تمام حلقوں میں بے پناہ شہرت و دلچسپی حاصل ہوئی۔

کچھ تو یہ قصیدہ اپنی زبان، بیان، حسنِ اسلوب، الفاظ کی شیرینی اور شوکت، جذبات کی فراوانی، جوشِ محبت و
عقیدت اور سوز و رور کی تاثیر کا مرقع ہونے کی بنا پر خود ہی کچھ کم نہ تھا۔ پھر سونے پر سیاہی حضور کے دربار میں اس کی
مقبولیت اور شاعر کی فالج ایسے خوفناک مرض سے معجزانہ شفا یابی نے اسے مقبول انام اور مشہور خاص و عام کر دیا۔

دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں اس کی شہرہیں لکھی گئیں۔ میلاد اور ذکرِ رسول کی محفلوں میں اسے مخصوص اذان میں پڑھا گیا۔ شاعروں نے اس پر بیسیوں تفسیلات لکھ ڈالیں اور عقیدت مندوں نے اس کے اشعار کو درود و نعت اور دم درود میں شامل کر لیا۔

اس قصیدہ کے کچھ منتخب اشعار یہاں درج کیے جاتے ہیں :

و الضیق من عرب و من سجم	محمد سید نکوین و اشتلیں
کل ہوں من الاہول مفتحسم	هو الحبيب الذي ترخى شفاعته
ولم يبد النور في علم ولا كرم	فاق النبیین فی خلق و فی خلق
ثم اصطفاه حبیباً باسری النسم	فهو الذي ثم معناه و صورته
فجوهراً الحسن فيه غير منقسم	منزه عن شريك في محاسنه
واحكم بما شئت مدحافه واحكم	وع ما ادعته النصارى في نبيهم
و نسب الى قدره ما شئت من عظم	فانساب الى ذامه ما شئت من شرف
حد في عرب عند ناظر بعظم	فان فضل رسول الله ليس له
وامنه خير خلق الله كلهم	فبيلم العلم فيه انه لشر
فانما اتصلت من نور بهم	و كل اى اى الرسول انكرام بها
بظهور انور حال الناس في الظلم	فانه شمس فضلهم كواكبها
بالحسن مشتمل بالبشر متمم	كريم بخلق نبي مرانه خلق
و البصر في كرم و الدهر في همم	كازهر في ثوب و ابدر في شرف
عن جيبك خيرا لخلق كلهم	مولاي صل وسلم دائماً ابداً

محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں، جن و انس، عرب و عجم کے سرور ہیں۔ آپ اللہ کے ایسے حبیب ہیں جن سے خوف و درشت کے ہر موقع پر سفارش و شفاعت کی امید کی جاتی ہے۔ آپ صمدت و سیرت کے عالم سے تمام نبیوں پر فوقیت سے گئے ہیں۔ کیونکہ وہ علم و علمِ اہل بزرگی میں آپ کے برابر نہیں۔ پس آپ ہی کی ذات پر سیرت و اخلاق اور صمدت و جمال کی تکمیل ہوئی پھر خالق کائنات نے آپ کو اپنا حبیب بنانے کے لیے جن لیا۔ آپ کے محاسن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے لہذا حسن و خوبی میں آپ کا جو برتاؤ قابلِ تقسیم ہے۔ عیسائی اپنے نبی کے بارہ میں اہمیت و اہمیت و خیرہ کے جو دعوے کرتے ہیں انہیں چھوڑ کر اپنے رسول کی تعریف و نعت میں جو کچھ کہہ سکتے ہو بے جھجک کہہ اور علماء کو اس میں حکم ٹھہرا دیا۔ بزرگی اللہ فضیلت چاہو آپ کی ذات سے منسوب کر لو اور اس کے مرتبہ کی عظمت بتانی چاہو بڑھا کر بیان کرو کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتیں اور

خوبیاں بے حد و بے حساب ہیں۔ کوئی شخص ان کو بیان کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کا مبلغِ علم بس یہی کچھ ہے اور لوگ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں کہ آپ بشر ہیں حالانکہ آپ ساری مخلوقِ خدا سے افضل و برتر ہیں انبیاءِ کرام کے تمام معجزے اور نشانیاں آپ ہی کے نور کی بدولت انھیں حاصل ہوئیں۔ پس آپ فضیلتوں کا چمکتا ہوا آفتاب ہیں اور انبیاء اس کے ستارے ہیں جو تاریکی میں انسانوں پر اس کا نور بکھیرتے ہیں آپ کے حسن و صورت کا تو کہنا ہی کیا؟ آپ کے اخلاقی کریماں سے حسن و جمال اور خندہ چہینی کی زینت میں اور بھی اضافہ ہوا آپ تو مازہ پھول اور چودھویں کے چاند کی طرح ہیں۔ آپ کا کرم اور فیاضی سمندر کی طرح وسیع اور آپ کی ہمت و عزم زمانہ کی مانند ہے۔

اسے میرے مولا! اپنے پیارے حبیب، ساری مخلوق کے ستراج پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام بھیج۔
قصیدہ 'پانت سعاد' کی طرح اس مدیحہ کو بھی 'برودہ' کہا جاتا ہے بلکہ اس کا یہی عرف عام اس کے اصل نام 'قصیدہ میر' سے زیادہ معروف و مشہور ہے۔

۲۴۔ الشہاب محمد و آٹھویں صدی ہجری کے نعت گو ہیں۔ ان کی ایک نعت دیکھیے:۔

دوا معجزات الباہرات ترفعت	عن ابن یسین و صعبا، لاحصاء
منہن تسبیح الحصاص فی کفہ	و کذا الطغام و فاض صد الماء
و سلام احجار مرأی بطریقہ	سبعته وھی القلعة القسما
و اجابة الانجی رحین دعا بها	تسعی الیہ کما نہن اماء
و رجوعها بالامر نحو مک نہا	سیان منها العود و الابد
و کذا عن قتادة اذ ردها	من بعد ما سقطت و عیا لدا
و کذا علی اذ دعاہ بنخعیہ	فاقی الیہ و عدتہ مرمداء

ناجال فیہا برلقہ فقد الہا

یورک بہ فی رقتہا و شعنا

آپ واقع اور روشن معجزوں و ایلے میں اور آپ کے اوصافِ حد حساب سے بالا ہیں۔ ان معجزات و خصائص میں سے کنکریوں کا آپ کی بتجلی میں تسبیح پڑ جانا۔ کھانے میں برکت ہونا۔ آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی جاری ہو جانا۔ راستے میں پتھروں کا آپ کو سلام کرنا آٹھویں صدی ہجری کے باوجود آپ کا کلام سننا۔ درختوں کا بلاسنے پر دوڑے چلے آنا گویا وہ آپ کے غلام ہیں نوذیاں ہیں سارے دوبارہ حکم منے پر واپس اپنی جگہ چلے جانا۔ گویا آنا اور جانا ان کے لیے برابر تھا۔ اسی طرح قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ ضائع ہو جانے اور دوا و تدبیر کے ناکام رہنے کے بعد آپ کا ان کی بینائی کو لوٹانا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خیمہ میں طلب فرمانے پر جب آئے تو ان کی آنکھیں رہی تھیں۔ آپ کا اپنے لعابِ دہن سے ان کا آشوب چشم اسی وقت دور کر دینا شام کیا جاسکتا ہے۔

۲۵۔ جامع الصحیح لامام بخاری کے نامور شارح حافظ ابن حجر عسقلانی کی نعت ملاحظہ ہو :۔

مرنیق الروح بالجسر ارتقى في طبق حفر فيها بالهف ۱
علا و دما و جازى الى مقام كرمي خص فيه بالاصطفاء ۲
ولم يورس بلة جهرا سواه لست فيه جل عن امتراء ۳

روح القدس (جبریل) کے ساتھ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے جہد عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے
جہاں ان پر جبریل اور میکائیل کی بارش ہوئی آپ بلند ہوئے۔ قریب پہنچے اور ایسے مقام کریم تک پہنچے جہاں اللہ
نے انہیں خصوصیت سے چن لیا۔ آپ کے سوا کسی نے بھی اپنے پروردگار کو یوں کلم کھل نہیں دیکھا۔ اس میں بھی
ایک مجید ہے، جو شک و شبہ سے بالاس ہے۔

۲۶۔ شیخ تقی الدین محمد ابن رفیع العید مکی مسلک کے علمائے اعلام میں سے ہیں ان کے دولتیہ حریر ہے :۔

ليريق لي امل سواك فان يعنى و دعيت ايام الحينوه و دعيت ۱
لا استلذ بغبر وجهك منظرنا و سوي حديثك لا اريد سنا ۲

(میرے لیے آپ کے سوا کسی کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ آپ کے بغیر میں اپنی زندگی کے دنوں کو اور داغ کھرا رہا ہوں۔
آپ کے رونے اور کسے سوائے اور کوئی منظر مجھے لطف نہیں دیتا۔ اور آپ کی باتوں کے علاوہ میں کسی کی
باتیں سنتا نہیں چاہتا۔)

۲۷۔ امام غزالی کے تلمیذ رشید حافظ ابو بکر محمد ابن العربي الاندلسی نے قیام مدینہ کے دوران یہ اشعار کہے :۔

ليريق لي سول ولا مطلب مذمورت جار لجيب الحبيب ۱
لا ابتغي شيئا سوى قربه وها انا منه قريب ۲
الحبيب والموت ليست طيب بطيبة لي كل شئ يطيب ۳

(اب میری کوئی تمنا اور کوئی مطلب باقی نہیں رہا۔ بسبب سے خدا کے حبیب کا ہمسایہ بنا ہوں مقصود ہی صل
ہو گیا ہے۔ اب مجھے ان کے قرب کے سوا کچھ بھی درکار نہیں ہے اور میں اب ان کے قریب اور قریب
ہو رہا ہوں۔ یہاں مجھے زندگی اور موت دونوں یکساں ہیں۔ مدینہ میں میرے لیے ہر چیز پسندیدہ ہے زندہ رہوں
تو بھی اور موت آجائے تو بھی۔)

اسی انداز کی نعت مفتی یوسف شیخ حسین دجانی نے بھی کہی ہے :۔

اذا همت الا مساح من نحو طمسه احاج قوادى طيبها و هموسها ۱
فلا تعجبوا من لوعتي و حسابتي هو لي كل نفس بن حبسها ۲
مدینہ کی ہوائیں آتی ہیں تو ان کی خوشبو اور ان کا چلنا میرے دلوں میں مہمان پیدا کر دیتا ہے آپ لوگ میری

شیفتگی اور اضطراب پر تعجب کیوں کرتے ہیں۔ ہر شخص کا دل وہیں اٹکا ہوا ہوتا ہے جہاں اس کے محبوب کا

ڈیرا ہو۔

۲۹۔ حضرت امام قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نعت و مدح میں متعدد قصیدے لکھے ہیں۔ صرف ایک قصیدہ کے چند شعر یہاں درج کرتا ہوں اسے

وان لا ید تمجد ذا معال فحبک مدح خیر الانبیاء

وان تمجد رسول اللہ یوما فی ذرات تقصر فی الشناء

مرسول اللہ یا خیر البرا یا نوالک ابتغی یوم القصاء

اگر تجھے کسی عالی مرتبت ہستی کی مدح و صفت کرنی ہی ہے تو حضرت خیر الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کر اور جب کسی دن تو آپ کی مدح کرنے لگے تو خبردار احتیاط سے ایسا نہ ہو کہ تو تعریف و ستائش میں کمی کرے۔ اسے تمام مخلوق میں سب سے بہتر رسول میں فیصلہ کے دن آپ کی بخششوں کا خواستگار ہوں۔

۳۰۔ ان کے فرزند گرامی حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کی خوبصورت نعت کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں، اسے

باس ثو نحو الحسنى بالله قف فی باسہ باقر اطمیر الجوی منی علی سکا تہ

ان یسئلوا عن حالنی فی السقم منذ فقدتم فالقلب فی خفقانہ والرأس فی دورانہ

ان فتشوا عن دمع عینی بعدہم قل حالکیا کالغیث فی تہتانہ والبحر فی ہیجاناتہ

لکنہ مع ماجری مشغون حب المصطفیٰ فخیالہ فی قسہ وحدیشہ بلسانہ

ولطالما یدعوا ملحا فی الدعاء بالغا لیطوب فی بستانہ ویشم من مریحانہ

یا من تفوق امرہ فوق الخلائق فی العدا حتی لقد اثنی علیک اللہ فی قرآنہ

صلی علیک اللہ اخر وہو متفصلا منرجعاً وحباً لک الموعود فی احسانہ

(اسے چراگاہ کی طرف جانے والے خدا کے لیے بان کے جھنڈ میں کچھ دیر رک کر وہاں رہنے والوں کو میرے مصائب کی داستان پڑھ کر سنا اگر وہ میرے ان سے بگڑنے کے بعد کی حالت زار پوچھیں تو انہیں بتا کر میرا دل خفقان میں

اور سرچکروں کی زد میں ہے اگر وہ اپنے چلے جانے کے بعد میرے رونے کی کیفیت دریافت کریں تو بتا کر آنکھیں پرستے میں ابر اور جوش گریں میں سندر بنی ہوئی ہیں اس کے باوجود وہ حب مصطفیٰ میں شیفتہ و سرشار ہے

ہر وقت ان کا خیال اس کے دل میں اور ان کی باتیں اس کی زبان پر ہیں اور کتنی طویل مدت سے وہ الحاج و زاری کے ساتھ یہ دعا کر رہا ہے کہ وہ آپ کے باغ میں سیر کرے اور آپ کے گل وریحان سونگھے، اسے وہ ذات گرامی جو

رستے کی بلندی میں ساری مخلوق سے بڑھ کر یہاں تک کہ اللہ پاک نے قرآن میں آپ کی توصیف کی۔ اللہ کریم دنیا کے

خاتمہ تک اپنے فضل و رحم سے آپ پر درود و سلام بھیجتا رہے اور اپنے وعدہ کے مطابق تمام سجدہ نمایاں آپ کو عطا فرما۔

مولانا فضل حق خیر آبادی نے بھی اسی بحرِ ادبی قافیہ میں چند اشعار لکھے ہیں شعرا چچے ہیں مگر بات بنی نہیں۔ افسوس اس وقت وہ شعر مروج و نہیں ہیں کہ نقل کیے جائیں۔

۳۱۔ علامہ غلام علی آزاد بلگرامی بارہویں صدی ہجری کے اجندہ عملاء و فضلا عصر میں سے تھے، عربی زبان کے جید ادیب اور شاعر تھے۔ ان کے مدحیہ قصائد اور نعتیہ اشعار اپنی ادبی و شعری خوبیوں اور ذوق و شیفتگی کی دلولہ آفرین سخن ساز یوں کا زور سے پردہ مرقع ہیں۔ اپنے کمال نعت گوئی کی بدولت "حسان الہند" کے لقب سے ملقب ہوئے۔ یہاں ان کے ایک قصیدہ سے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں :۔

محمد فاتح البرایا	وان اتانا علی العقیب
جہالہ فائض بمنوم	وخلقہ فائض بطیب
دعاۃ جاء بالغوا دی	وکلمہ جاد بالصیب
قد ارتقی فی السماء حقاً	وحل بالمنزل الوحیب
من ابتغى ههنا حنانا	سری الی مروضۃ الرطب
اقام ازاد فی سقام	وانما المصطلق طیب

محمد علی اللہ علیہ وسلم اس دنیا کا افتتاحیہ ہیں اگرچہ وہ ہمارے پاس بعد میں آئے ہیں۔ ان کا حسن نور ہر سالک اور اخلاق نور شہر بکھیرتے ہیں۔ اس کی دعائیں نعتیں لاتی ہیں اور ہاتھ ابرنخا ہیں۔ وہ حقیقتاً آسمان پر چڑھے اور وسیع محل میں جا پہنچے جسے جنت کی خواہش ہو وہ اس پر بہارِ روضہ کی طرف جائے۔ آزاد مدت سے پار ہے اور اس کا علاج حضور ہی کے پاس ہے۔

۳۲۔ حضرت نواب سید صدیق حسن خاں البخاری انقنوجی ماضی قریب کے درامین رسالت میں ممتاز شخصیت کے مالک، بلند پایہ عالم، شہسوارِ بیان ادیب اور خوش گو شاعر تھے۔ آپ سیکڑوں کتابوں کے مصنف اور ہزاروں اہل علم و ہنر کے مرہون تھے۔ ان کے ایک عربی قصیدہ نعتیہ کا اقتباس ملاحظہ ہو :۔

اخترت بین اماکن الغبرا	دار الکرامۃ بقعة الزور
هل لی مکان فیہ اطلب راحتی	من دونہا فی البر والداہاء
کیف الوصول الی منازل طبیۃ	فیہا المقتر حصول رحبا
نفسی قدام التریۃ قد مسیۃ	فما ضیی سید المصلح

و میں نے بخارا اور سکافوں کے دریاں چکھتا ہوا روضہِ جگ و مہرِ مہر میں جن کیاسے کیا بحر و بر میں کیس بھی اس کے علاوہ میرا ایسا ٹھکانہ ہے جہاں مجھے سکون و راحت میرا سہارا ہے جہاں میں اچھا و فقیروں کی آرزو میں پوری کھاتی ہیں میں کیونکہ منجوب، اس پاک پاکیزہ تربت پر میری جان قربان جس میں بظاہر کے سزا نہیں سلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔

فارسی نعت۔ ایک سرسری جائزہ

ڈاکٹر خواجہ حمید یزدانی

نعت گوئی ایک بڑا ہی نازک فن اور موضوع ہے۔ نعت گو کی ذرا سی لغزش سے گستاخی و عدم احترام کا مجرم بنا سکتی ہے۔
اسی بنا پر کہا گیا ہے، ط
یا خدا دیوانہ باش و یا محمد ہوشیار

یا شکا: سے

ہزار بار بشویم دہن بیشک و گلپ ہنوز تام تو گفتی کمالی بے ادبیت
فارسی کا یہ مقولہ "نعت گو پوچھ کر" اس نازک موضوع پر نکتے وقت احتیاط نہ برتنے والے شعرا پر صادق آتا ہے۔ خلوص و حقیقت اور وابستگی کے بغیر اس میں نعتیہ عنصر نہیں آسکتا اور نہ ایسے کلام میں تاثیر ہی پیدا ہو سکتی ہے۔
نعت کے لغوی معنی تو مدح و تعریف کرنے کے ہیں لیکن اصطلاحاً اس سے مراد صرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ستائش ہے۔ ایسی منظومات کے لئے شروع میں مدح و ثنا کا لفظ استعمال ہوتا رہا لیکن جلد ہی لفظ "نعت" اپنے اصطلاحی معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ نعت کا آغاز، جیسا کہ واضح ہے، عربی زبان میں ہوا۔ سب سے پہلے قرآن کریم میں ہمیں حضور کی ہمہ جہت اور کامل شخصیت کا تعارف کرایا گیا ہے۔ خدائے قدوس کی طرف سے یہ تعارف پوری طرح نعت کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کے بعد سب سے پہلی نعت حضرت میمون بن قیس نے لکھی۔ ان کے علاوہ حضرت ابوطالب، حضرت خدیجہ بنت ابی طالب اور حضرت عائشہؓ وغیرہم سے بھی نعتیہ اشعار منسوب ہیں۔ تاہم باقاعدہ ایک منفی کے طور پر اسے حضرت حسان بن ثابت، حضرت کعب بن زہیر اور حضرت ابو صیریؓ نے آگے بڑھایا۔
ذریعی شاعری کا آغاز یوں تو رودکی (م ۳۲۹ / ۶۹۳) سے چلے ہو چکا تھا، لیکن صاحب دیوان ہونے کے باعث اسے فارسی شاعری کا باوا آدم کہا گیا ہے۔ رودکی اور دیگر شعرا نے تبدم کے جہاں ان کے جو اشعار اس وقت دستیاب ہیں، ان کے مطابق نعت کا کوئی شعر نظر نہیں آتا، ان پر سبیل تذکرہ حضور اکرم کا اسم مبارک کہیں آگیا ہوا اور ایسا کم ہی ممکن ہے (تو وہ الگ بات ہے۔ فردوسی (م ۴۱۱ / ۱۰۲۰) نے ساٹھ ہزار اشعار پر مشتمل مثنوی شاہنامہ لکھی، لیکن اس میں صرف اتنا

لے عربی جیسا خود پسند اور شکر شاعر بھی جیب اس میدان میں آتا ہے تو کانپ اٹھتا ہے۔ اس کے نزدیک نعت کہنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے
عربی مشتاب این رہ نعت است نہایت آہستہ کہ وہ بر دم تیغ است قدم

کہا کہ اگر تم برائیوں اور باؤں سے بچتا چاہتے ہو تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر چلو۔ اس کے بعد غصا پیری مری (م ۲۶ / ۱۰۳۵) کے یہاں پنج تن غزل کے ذکر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی "ہیں خلق" (افضل خلایق) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اسی طرح اسدی طوسی (م ۶۵ / ۱۰۳۲) کا یہ غلبہ مصرع ہے:

محمد است بین رانیا واذ آخیا

ان شرا سے ہٹ کر سامانی اور غزنوی ادوار کے اہم قصیدہ گوشر اور شہر یعنی وقت کی مروتی، فرخی سیتانی، سعوی غزنوی، غنوی، عسجدی، منوچہری وغیرہم کے یہاں نعت والی کوئی بات نہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے دربار سے وابستگی اور دنیا سے بہت زیادہ تعلق نے انہیں اس طرف آنے کی ہمت ہی نہیں دی۔ یعنی وہ باری چکا چوند اور ریز سگوں کی کھٹک اس راستے میں ان کے پاؤں کا کاٹنا ہی رہی۔

دستیاب مواد کے مطابق فارسی میں سب سے پہلے باقاعدہ نعت فخر الدین اسعد گہگانی کی غنوی "وس ورا میں" اوشہ ۱۰۵۴ / ۱۰۵۴ میں ملتی ہے۔ فارسی غنوی گوئی کی روایت بعد میں یہ رہی ہے کہ غنوی کا آغاز حمد و ثناء سے ہوتا ہے پھر نعت کی طرف ترجیح کی جاتی ہے اور اس کے بعد اصل مطلب کو دیا جاتا ہے جیسا کہ پہلے عرض ہوا۔ فردوسی نے بھی بظاہر ایسا ہی کیا ہے، لیکن صریح معزوں میں اگر دیکھا جائے تو اس روایت کا آغاز اسود ہی نے کیا ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ جس داستان کو اس نے نظم کیا اس کا تعلق قبل از اسلام کے، ایران سے تھا، اگر وہ اس میں نعت نہ بھی لگا، تو بھی کوئی حرج نہ تھا، لیکن اس نے اس میں نعت کہی اور خوب کہی جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسود کو واقعی حضور سے تعلق تھا۔ تب اس نے یہ غنوی کہی ہے اس وقت بعض ایرانی شعرا عرب شاعروں کی کسی حد تک اعراب کے منظر کی تصویر کشی وغیرہ میں، تقلید تو کر رہے تھے لیکن عربی زبان ابھی فارسی پر زیادہ اثر انداز نہیں ہوئی تھی جس کے نتیجے میں اس دور کی شاعری سادہ و رواں زبان کی حامل ہے۔ چنانچہ یہی خوبی ہمیں اسعد کی نعت میں بھی نظر آتی ہے۔ مضامین کی بدولت و تازگی کے ساتھ ساتھ بقوں ڈاکٹر ذبیح اللہ صفا، کس کے یہاں تشبیہات و استعارات بھی زیبا ہیں جن میں سے بیشتر فارسی ادب میں تازگی اور نئے پن کے حامل ہیں۔ اسعد نے نعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل کی چالوت و نادانی اور کفر و شرک سے پُر انسانی زندگی کی سیدھے سادے انداز میں تصویر کشی کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضور کی تشریف آوری خدا کی رحمت اور اس کا فضل ہے جس کی بدولت دنیا بھر میں نور بھی نور پھیل گیا۔ اسعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راست گو انسانوں کا آئینہ بتا رہے۔

اسعد اس لحاظ سے بھی بہت شاعر ہے جس نے دور جاہلیت کی شجاعت و فصاحت کا ذکر کر کے کہا ہے کہ جب ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے قرآن سنا اور غرورہ بدر وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ تو انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ واقعی خدائی معاملہ ہے جسے قبول کرنا روح کو روشن کرنا ہے اسعد بڑے مجاہدین اور مصومیت کے ساتھ خدا کی شفقت کا ذکر کرتا ہے جس کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رسول سے مہم ناز رہے۔

چہ بخشانیدہ و مشفق خدا نیست
چہ منیکو کار و چہ رحمت نما نیست
کہ بریے چار گئی ما بینخورد
رسوئے داد و راه نیک بنمود

آخر میں وہ دین اسلام کو مضبوطی سے تھامنے کا عہد کرتے ہوئے خدا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مدد سے اس کے فضل و کرم کا بھی ہوتا ہے۔

سنائی چٹی صدی ہجری کا بہت بڑا صوفی شاعر ہے جسے مولانا رومی نے گویا اپنا معتدانا ہے۔ اس نے بڑے زوردار نعتیہ قصائد کہے ہیں جو فنی و معنوی خوبیوں کے علاوہ جوش و اخلاص جذبات کے حال ہیں۔ اس کی ساری نعتوں میں قصیدے کا رنگ ہے سنائی کے کلام کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلا حصہ وہ جب وہ دربار سے متعلق تھا اور ہمد و لعب کی زندگی بسر کر رہا تھا۔

دوسرے حصے کا تعلق اس کی علوفانہ زندگی سے ہے اور اس کے نعتیہ قصائد کا تعلق یقیناً اسی دور سے ہے۔ اس دور میں اس پر عربی زبان کا بڑا اثر نظر آتا ہے۔ چنانچہ ان قصائد میں عربی کلمات کے علاوہ اس نے عربی ترکیبات و عبارات بھی خوب استعمال کی ہیں۔ پھر تشبیہات و استعارات عقل کے علاوہ علمی اصطلاحات کو بھی اس نے کثرت سے جتنا ہے جس کے سبب اس کے دیگر قصائد کے علاوہ نعتیہ قصائد میں بھی اشکال پیدا ہوا ہے۔ بہر حال اس نے نعت گوئی کو اپنی غذا قرار دیا ہے۔

نرا مدبر مصطفیٰ است غذای

بحال من باد جانش را بختی

اس کے مطابق صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ایسے طبیب ہیں جو گناہوں کا علاج فرما سکتے ہیں، اسی بنا پر وہ حضور کی طرف رجوع کرنے پر زور دیتا ہے۔ وہ لطف و کرم خداوندی کے حصول کو حضور کی بارگاہ میں عقل قربان کرنے سے مشروط کرتا اور خود کو سرور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک پا قرار دیتا ہے۔ اس نے ایک نیا مضمون پیدا کیا ہے کہ ہوا جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت گزار تھی تو محض اس لیے کہ اُن کی انگوٹھی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک کندہ تھا۔ سنائی نے حضور کی عظمت و قدامت، جود و عطا، علم و حلم اور لاشائی ہونے کا ذکر مختلف انداز میں کیا ہے اور اس سلسلے میں اس نے کہیں کہیں آیات قرآنی سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ حضور کی یاد اس کے لیے سراپہ مسرت و شاد کامی ہے:

مرا یاد تو باید بزبان بس سنائی گردد از یاد تو خرم

وہ شاعری میں حضور کے اسم گرامی کے علاوہ کسی اور کے نام کو لانا گناہ اور حضور کی نعت کے علاوہ کچھ اور کہنے کو مستم تصور کرتا ہے۔ انوری (م ۷۰۰ھ) کو فارسی قصیدہ گو شعرا کا سرخیل بھی گیا ہے، لیکن نعت میں اس کا سراپا بس چند شعراء ہیں۔ اگر اس کے پیشرو قصیدہ گو شعرا کو دیکھا جائے، جنہوں نے اس راہ میں قدم ہی نہیں رکھا، تو اس کے یہ چند شعر بھی غنیمت معلوم ہوتے ہیں، کہ کم از کم اس نے

حضورؐ سے اپنی عقیدت کا اظہار تو کر دیا۔ اپنے ان اشعار میں انوری نے حضورؐ کو رم کی شرح کا دامن تھامنے کی تمین کی ہے۔ کیونکہ بقول اس کے آدمی اس کے بغیر عقل کا اندھا ہے۔ جمال الدین اصفہانی (م ۵۸۸) بھی اسی دور کا ایک بڑا قصیدہ نگار ہے۔ اس نے چند ایک غزلیں بھی ہیں۔ اس کی ان غزلوں میں دہی پختگی، جوش بیان، مضامین کی جدت اور سادگی و روانی ہے جو اس کے قصائد کا طرہ امتیاز ہے۔ البتہ ان نعتیہ قصائد میں دیگر قصیدوں کی نسبت خلوص، جذباتی و ابستگی اور حضورؐ کی نعت میں اپنے عجز کا اعتراف ہے۔

خود خاطر شاعر ہے چہ مغیب

نعت تو منزلے تو خدا گفت

(خود شاعر بیچارے کی کیا ادوات کہ وہ آپؐ کی نعت کہے۔ آپؐ کے شایان شان نعت تو خدا نے کہی ہے)

یہاں غالب کا یہ شعر بھی ملحوظ رہے۔

غالب نعت نواں گج بہ پزدان گزاشتیم

کائن ذات پاک مرتبہ دان محمد است

یہ مضمون جمال کے بعد کسی شعرا کے یہاں نظر آتا ہے۔ پیر جمال خود کو ایک فضول گرا اور اپنے تمام حید اور غیر حید اشعار کو ہرزہ و ہودہ کہتا ہے اور اس کے برعکس اپنے چند نعتیہ اشعار کو اپنے لیے سرایہ حیات قرار دیتا اور اپنے گناہوں کے باوصف حضورؐ سے شفاعت کی التجا کرتا ہے۔ اس کے نزدیک حضورؐ کی یاد کے بغیر ہر قسم کے اذکار و اوراد فریب محض ہیں۔

بے یار تو ذکر ہا مزقہ بے نام تو در دہا مہتر

اس نے حضورؐ سے متعلق بعض قرآنی آیات سے بھی استفادہ کیا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ صرف شعر کہنے کی خاطر نعت نہیں کہتا بلکہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے پوری طرح باخبر ہونے کے باعث دل سے اور نہایت عقیدت و اقرار کے ساتھ نعت کہتا رہا ہے۔

فاتحانی (م ۱۵۹۵) چھٹی صدی ہجری / بارھویں صدی عیسوی میں سبک آذربائیجان (یعنی دبستان آذربائیجان) کا بہت بڑا

عالم و حکیم قصیدہ گو ہے جسے اس کا زبردست اور توانا نعتوں کے سبب حسنِ علم کا لقب دیا گیا ہے۔ کئی ایک نعتیہ قصائد کے علاوہ اس نے اپنی غزلیں "تختہ العراقیں" میں بھی نعتیہ اشعار کہے ہیں۔ اس کی فنی خصوصیات، جو اس کے قصیدے کی جان ہیں۔ زبردست قوتِ فکر، ترکیب الفاظ میں اس کی قدرت، مضامین کی جدت اور وقت پسندی۔ ان کی نعتوں میں بھی بدو جاتم موجود ہیں۔ اس انتخاب میں سب سے پہلے اس کی مذکورہ غزلیں کے چند اشعار پیش کیے گئے ہیں جن میں اس نے مختلف تشبیہات و استعارات کے سہارے حضورؐ کی عظمت و برتری کا ذکر کیا اور خود کو۔ خواہ وہ بڑا ہی باجلا۔ حضورؐ کے خوانِ مبارک کے ٹکڑوں پر پلا ہوا مٹا تازہ انسان کہا ہے اور سچ کہہ رہے ہیں حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلہ ربانی کے سبب فرج ہوا ہے اس لیے حضورؐ ہی کے آستانے پر قربانی کے حق سے۔ گویا وہ قربانی کا جانور ہے۔ اسی بات کو اس نے تیشیل کے ذریعے اُکے بڑھایا ہے۔ کہتا ہے کہ جب کوئی جانور (بکر، گاو، مرغ، مٹا تازہ) جو جاتا ہے تو اسے جید انہی کے موقع پر قربان کرتے ہیں۔ اسے گتوں کے آگے نہیں پھینکا جاتا بلکہ ریاب حق کی خوراک بنایا

جاتا ہے۔ اس تمثیل کے حوالے سے وہ کہتا ہے کہ میں بھی جب قربان ہو جاؤں گا تو مجھے دوزخ کے کتوں سے دُور رکھ جائے گا۔ اس کے مطابق احرار سے بچنے کے لیے حضور کا دامن مقبولی سے تھا مناسوری ہے۔ یہ دنیا فریب و تزویر کا مقام ہے اس کے صرف حضور کی رکاب پکڑ کر ہی بچا جاسکتا ہے۔ بولہ بیان وقت سے بچنے کے لیے قزاق محمدی کو تھا مناسوری ہے کیونکہ اس کے سوا امن حقہ کی دستاویز اور کوئی نہیں ہے۔ بہت سے شعرائے اس مضمون کو سید سے سادے انداز میں بیان کیا ہے کہ حضور اگرچہ بعد میں تشریف لائے لیکن حضور کا نور، نورِ اقدس تھا۔ خاقانی اس کو بڑی پیاری تمثیل سے واضح کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ احمد، حضرت آدم سے بعد میں آئے ہیں تو یہ عین مناسب ہے کیونکہ بھل بعد ہی میں آیا کرتا ہے جبکہ کلی پہلے وجود میں آ جاتی ہے۔

احمد پس آدمیت، شاید

میوہ ز پس شگوفہ آید

ایک نعتیہ قصیدے میں اس نے اس بات کا دعویٰ کیا ہے کہ حضور کی بارگاہ سے آنقب غیب نے اسے نعت کہنے کو کہا ہے۔ اسی میں وہ کہتا ہے کہ میں اخص سے حضور کا دامن تھام رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ان خیالوں سے بچائیں۔ حضور میرے ہو جائیں کیونکہ میں ”ما“ و ”من“ سے تنگ آچکا ہوں۔ حضور اپنی عنایت کی نوار سے ”س“، ”ا“ و ”ن“ کا جھگڑا ہی مٹادیں۔ نعت کے آخر میں اس نے اپنی نکالیف و محائب کی طرف اشارہ کر کے حضور سے یہ التجا کی ہے کہ اُس کے شر و ان سے باہر جاتے کا کوئی سامان ہو جائے۔ خاقانی کا مطلع دریل و لافعیہ قصیدہ بہت مشہور ہے:۔

ہر صبح سر نہ گلشن سودا بر آدم

وز صویر آہ بر فلک آوا بر آدم

یہ قصیدہ اس کی حضور سے انتہائی عقیدت کی پوری پوری عکاسی کرتا ہے۔

زمزم نغمہ از مرثیہ دینار و دان طوفانِ خوں ز صخرہ صما بر آدم

دریا سے سینہ موج زدن آبیہ آتشیں تپیش کعبہ لولہ لٹے لہ بر آدم

بر آستانہ کعبہ مصفا کنم ضمیمہ زو نعت مطلقہ مزگی بر آدم

و بیاچہ سراچہ کل خواجہ رسل کز خد متش مرا و جہت بر آدم

غلامی ثنوی میں حمد کے بعد نعت کی روایت کو نظامی (م ۶۱۴) نے بھرپور انداز میں اُسکے بڑھایا وہ اپنے غم (پانچ ثنویوں) کی بنا پر غلامی ثنوی کوئی کا بہت بڑا ستون ہے، جس کی تعلیم میں بعد کے شعرا بالخصوص امیر خسرو اور جامی نے غم سے لکھے لیکن وہ ان میں وہ بات پیدا نہ کر سکے جو نظامی کے یہاں نظر آتی ہے۔ وہ ایک خاص روش و انداز کا مجدد ہے۔ الفاظ و کلمات کا حسن انتخاب، نئی نئی اور خاص ترکیبیں، انوکھے، دہرائے مضامین، جزئیات کی تصویر کشی، قوت تخیل وغیرہ اس کی شاعری کی نمایاں خصوصیات ہیں اور یہ سب خصوصیات نظر ہے اس کی نعتوں میں بھی موجود ہیں۔ غرض اس نے نعتیہ شاعری میں بھی اپنا زور بیان خوب خوب دکھایا ہے اور بڑے بڑے نکتے اور مضمون پیدا کیے ہیں۔

نقطہ روشن "تیرپہ کا تیر کئی"
نکتہ پد کار ترین سخن

اس انتخاب میں اس کی شہساز ہفت پیکر چھوڑ کر لقیہ چار شہسازوں کے نقیدہ شعاریے لکھے ہیں کیونکہ یہ اشعار مذکورہ شہساز کے شعاریے کی نسبت آسان بھی ہیں اور پرتاثر بھی۔ نظامی نے حضور کو سرور انبیا اور خاتم النبیین کے علاوہ ایسا آئی کہا ہے جو صریح زبان ہے۔ لغت میں نئے نئے مضامین پیدا کرنے کے سبب وہ اپنی طبع کو کھلے تازہ کرتا ہے، پھر حضور کو کھلے کہہ کر خود کو میں نظر تو اسے تشبیر دیتا ہے ہو گیا کھلے یعنی حضور کے عشق میں قیام غمہ سرا ہے۔ اس کے مطابق حضور کی شب گیسو، لوزیجات ہے اور حضور کے عشق کی آتش، آہ حیات۔ جبکہ حضور کا روضہ جنت سے بڑھ کر ہے۔ نظامی اس لحاظ سے پہلا شاعر ہے کہ اس نے حضور سے عجم کی طرف نظر تعلق فرمانے کی التجا کی ہے۔ اس کے دل میں اسلام کا بیدار ہے۔ وہ اتحاد بین المسلمین کا زیر دست آرزو مند ہے۔ جب وہ علماء و سادات کارگزاریاں دیکھتا ہے جو مسلمانوں میں لفاق کا باعث بن رہی ہیں۔ تو وہ تڑپ اٹھتا ہے۔ وہ حضور سے التجا کرتا ہے کہ حضور آپ کے انتظار میں ہماری جان لبوں پر آگئی ہے۔ حضور عرب ہی میں تشریف فرما نہ ہیں عجم کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ حضور کی خاک پاک نے عجم میں خوشبو پھیلانی تھی لیکن بدتمیزی سے اب بادِ لفاق نے وہ خوشبو اڑا دی ہے۔ یہاں مغرب پر غلط قسم کے لوگ اٹھتے ہیں۔ حضور تشریف لاکر ان مغربوں کو غسل کے ذریعے پاک فرمائیں اور ان شیطان صفت علماء کو کہہ دو کہ غمہ و غمی کی راہ دکھائیں۔ وہ ان علماء کو ہدف تنقید بناتا، انھیں غار مگر کہتا اور اس وقت مسلمانوں کی جو حالت و کیفیت ہے اسے ان الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ حضور ہی ہمارے شخص ہیں پھر قافلہ اسلام تنہا کیوں رہے۔ قلب افوج کا وسطی جہد تو حضور کے پاس ہے پھر غم یہاں کیوں ہے۔ ایک طرف تو یہ تمام نہاد و ملادین میں رہنے پیدا کر رہے ہیں اور دوسری طرف اسے تباہ کرنے کے لیے لگاتار لگاتے بیٹھے ہیں۔ وہ ان لوگوں کا علاج اس میں ڈھونڈتا ہے کہ ان شیطانیوں کے سر پر یا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی شخصیت کو لٹکایا جائے یا حضور، حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے صف شکنی کو ان پر باندھ دیا جائے۔ شہساز محزون اسرار کے یہ اشعار اسلام اور امت مسلمہ کے بارے میں نقادی کے انتہائی حساس ہونے کی خبر دیتے ہیں اور یہ بات فارسی کے کسی دوسرے شاعر کی نقیوں میں نظر نہیں آتی۔ وہ حضور کی خاک پاک کو داغ درد مند کی دعا قرار دیتا ہے۔ وہ حضور کی ذات اقدس کا شہساز لب اور غناک ہے جبکہ حضور اس کے لیے پانی ہیں۔ وہ خود کو حضور کی خاک پاک قرار دیتا اور اس بات سے خوفزدہ ہے کہ اس سے خدمت میں کوتاہی ہوئی ہے اس لیے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے اس کا چارہ پوچھتا ہے۔

فرید الدین عطار (م ۶۲۷) ایک صوفی شاعر اور اپنی شہسازوں، بالخصوص شہساز منطق الطیر کی وجہ سے بہت مشہور ہے۔ شہسازوں سے ہٹ کر اس نے قصائد و غزلیات میں بھی اپنا زور طبع دکھایا ہے۔ اس کی نقیوں میں گویا لٹڈ گھٹک کی سی کیفیت ہے۔ سادہ انداز اور جذبے کا بھرپور اظہار ہے جس میں خلوص بھی ہے اور تاثیر بھی، جنھیں پڑھ کر قاری عطار کی حضور سے بے پناہ حقیقت اور جذباتی وابستگی سے آگاہ ہوتا ہے۔ انتخاب میں شامل پہلا شعر اس کی عمدہ مثال ہے جس میں وہ کہتا ہے: میرے ماں باپ آپ پرندہ ہوں۔ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ برق آگیا ہے، آپ کہیں عرش کا عزم تو نہیں کیے ہوئے ہیں؟ آگے چل کر کہتا ہے کہ آپ کے ہوتے یہ عالم، دریا عرش

فرش کیا ہیں (یعنی کچھ بھی نہیں) اس لیے کہ آپ تو عرش و فرش سے سیکڑوں مرتبہ بلند و اعلیٰ ہیں۔ عطار کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تو راقدس اور ذات کی عظمت کو عرش کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا۔ عطار نے آیات قرآنی اور احادیث سے بھی استفادہ کیا ہے۔ وہ آیتاں اور باتیں کہ حضور کا جو کیدار قرار دیتا ہے۔ نیز یہ کہ حضور کے در مبارک کی خاک تریاق اعظم کا اثر رکھتی ہے اور تمام کائنات حضور کے وجود مبارک ہی کے طفیل وجود میں آئی ہے وہ حضور کی پیروی کی تعین کرتا ہے کہ اسی کی بدولت حضور کی شرح کا نور پیر اور رہنما بنا ہے۔ اس نے حضرت آدم کو مہم (تانیہ) سے اور حضور کو کیمیا سے تشبیہ دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کو جو مقام ملا وہ حضور ہی کے طفیل ملا۔ اپنے چند ایک اشعار میں اس نے حضور سے نظراتِ نفیس کی التجا کی ہے۔ اس کے یہی اشعار اپنی تمام تر سادگی کے باوجود عظمتِ حضور کی زبردست حکایت کرتے نظر آتے ہیں، وہ الگ بات کہ حضور کی کما حقہ اور شایان شان نعت کسی انسان کے بس کی بات نہیں!

خواجہ دنیا و دین گنج دانا صدر و بدرِ ہر دو عالم مصطفیٰ
مہترین و بہترین انبیا رہتا ہے اولیاء و اصفیاء
خواجہ کز ہر چہ گویم بیش بود دزدیم چیز از ہم در پیش بود

قطب الدین بختیار کاکی (م ۶۳۳ھ) برصغیر کا مشہور صوفی۔ کاکا نے میدھے ساوے انداز میں جذباتِ عقیدت کا اظہار کیا البتہ بعض شعروں میں ساختہ پن آگیا ہے۔ بیرونی طور پر بختیار شاعر نہیں ہے۔ اس کی نقروں میں حضور کی عظمت اور دوسرے انبیاء علیہم السلام پر بڑی کے علاوہ حضور کے معجزوں کی طرف اشارات ہیں۔ حضور کو شفیع المذنبین کہہ کر حضور سے اپنی دالہاں و ابستلی شیفگی کا اظہار کیا ہے:

تا روی خوبت ویدہ ام ہر از ہمہ میریدہ ام
فیضین، بیا در دیدہ ام اسے نور بخش ویدہ ام

کمال انجیل (مقولہ ۶۳۵ھ) نے نئے معنائیں پیدا کرنے کے سبب خلاق المعانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ شاعرین کے لیے اس نے مضمونِ قرآنی کی گرا بنیاد رکھی۔ اس کی قہر پائسگی شعر کا یہ عالم ہے کہ محقق طوسی نے عظمت کے ہجے میں کہاں کا ذکر اپنی کتاب میار اہل اشار میں کیا ہے؟ اس کی نقروں میں جوشِ بیانی، سلاست اور مضمونِ آفرینی ہے۔ ان میں اس نے تلخیصات قرآنی سے استفادہ کرنے کے علاوہ حضور کی عظمت کے آگے جبریلؑ کے عجز، حضور کے علو قدر اور ختم المرسلین ہونے کا ذکر کیا ہے۔ قرآن مجید کو حضور کے معجزے کی دلیل کہہ کر اس کے آگے دوسرے پیغمبروں کے معجزات کو بالواسطہ کمزور قرار دیا ہے۔ علاوہ ازیں خاص انداز میں حضور کے معجزات شق القمر وغیرہ کی طرف بھی اشارے کئے ہیں۔

آگشت معجز تو کہ تیغِ صفت آیدار یک زخم از کند سپرِ باد را و بیم

حضور کی تہمت کا ذکر کر کے حضور کے خلقِ عظیم کا اس طرح ذکر کیا ہے کہ خدا نے حضور کو اپنی صفات، کرمیں، جہیں اور رُوفی سے نوازا ہے۔ دیگر شعرا کی طرح کمال بھی نعت میں اپنے عجز کا اعتراف کرتا ہے۔

حقوقِ رشتہ سے تو تا خود کجا رسد غلامِ خدا سے با عظمت خلقِ تو عظیم

عجز کے ضمن میں اس نے مختلف انداز میں پیش کیا ہے :

در پائے مدح و محبت تو ز پنداری کہ هست در دے ثنا و دان سخن را گذار نیست
بے گفتہ لطف حق بگردی خورد ثنا ما از کجا و دے و ثناست تو از کجا

وہ درود و صلوة بھیجنے کے علاوہ اس جذبے کا اظہار کرتا ہے کہ حضورؐ کی ذات تو نعمت سے بے نیاز ہے۔ میرا نعمت کتنا درحقیقت حضورؐ کی دعاؤں کا قرب حاصل کرنا اور خود کو، اس دیکھنے سے لوگوں میں برتر بنانا ہے۔ وہ انتہائی عجز و نیاز کا اظہار کر کے حضورؐ کی توجہ اور لطف و عنایت کی تمنا کرتا ہے۔ اسے اپنے گناہوں پر شرمندگی ہے۔ لیکن وہ شفاعت کے لیے ایک عجیب شرط کا ذکر کرتا ہے اور وہ یہ کہ اگر گناہوں کی وجہ سے حضورؐ ہماری شفاعت فرمائیں گے تو ہم اس متاع (گناہوں) سے مالا مال ہیں۔

شرط شفاعت تو ز ما گر کہ بڑست یا مایے تبار از یں گو نہ حاضرست

جلال الدین رومی (م ۷۹۸) بہت بڑا صوفی شاعر، جس کی شہرت کو بہت قرآن و دین پیروی (فارسی زبان کا قرآن کہا گیا ہے) تصنیف شہری سے قبل حضورؐ سے رومی کی عقیدت و شہرت کا اظہار و انداز، بقول فریدون سپاہدار، اس عبارت و ریاضت میں رومی کی شہرت کی صورت میں تھا جو حضورؐ سے منقول تھی۔ جب شمس تبریز سے ملاقات کے بعد اس میں خلیفہ تبدیلی آئی اور اس نے شہری کو شہر شروع کی تو عشق رسولؐ مقبول بھی شعر کشکال میں دھنسا چلا گیا۔ شہری میں سیکڑوں مرتبہ حضورؐ کا اسم گرامی مذکور ہوا ہے۔ اگرچہ اصطلاحی معنوں میں باقاعدہ نعمت تو شہری میں نہیں ہے لیکن ادکاؤ کا اشعار میں نعمت کا عنصر ہے مثلاً :-

بید و سرور محمدؐ نور جان مہر و بہتر شفیق مجربان

نام احمدؐ چون جنیں باری کند تا کہ نورش چوں مدد گاری کند
نام احمدؐ چوں حساری شد مین تا چہ باشد فاتیماؑ روح الامین

رومی نے شہری میں حضورؐ کو مختلف اسما و القاب سے یاد کیا ہے۔ محمدؐ، مصطفیٰؐ، احمدؐ، صدر مدورؐ، مہر پیغمبرؐ، بحر معنا، روح الامین اور سید۔ اس نے جس شعر میں بھی اور جس انداز میں بھی حضورؐ اکرمؐ کا ذکر کیا ہے وہ اس کی سرور کو مین سے بے پناہ عقیدت و ارادت، و شہرت کا مظہر ہے۔ ایسے حرق پر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ عالم و بعد میں رقص کر رہا ہو۔ اس انتخاب میں شہری رومی سے صرف ایک آدھ شعر ہی نقل کیا گیا ہے جس کی وجہ اور بیان کر دی گئی ہے۔ رومی کی غزلوں میں شور و مستی اور عشق کا بھرپور اظہار ہے جس کے سبب دیوان شمس (جو رومی ہی کا مجرولہ کلام ہے) میں نعتیہ غزلوں کی تلاش کا رد شہر ہے کہ بیشتر غزلیں شمس کے غم میں کہی گئی ہیں، ان میں سے بعض کو نعمت ہی قرار دیا جاسکتا ہے لیکن بے خطرے وال بات۔ جو دو ایک غزلیں شامل انتخاب کی گئی ہیں ان میں بظاہر کچھ نعتیہ اشارے نظر آئے تو انہیں بے یا گیا۔ بہر حال یہ بات واضح ہے کہ رومی کا انداز اس ضمن میں منفرد ہے اور اس کے جس شعر میں بھی حضورؐ کا ذکر خیر آیا ہے اس میں اس کا عشق بوجہ نظر آتا ہے۔

قرآن (م ۶۸۸) بنیادی طور پر ایک صوفی شاعر ہے یعنی وہ صوفی جو قرآن اور شریعت محمدیؐ کو تصرف کے لیے لازم جانتا ہے

اس صورت میں اس کی حضور سے عقیدت ایک قدرتی بات ہے اس نے نعتیہ قصاید کے علاوہ نعتیہ غزلوں میں بھی اظہارِ جذبات کیا ہے۔ ان میں سے
نے حضور کے غل غل عظیم معجزوں، دوسرے امیاء پر حضور کی برتری حضور کے خاتم النبیین ہونے کا ذکر قرآنی حوالے اور نعت گوئی میں
انسانی عقل و عاطفہ کے عجز کا اعتراف و ذکر کیا ہے۔

از مدح تو عاجز آمد عقل ناطقہ در ثنات لال شدہ
قدر تو در جہاں ننگینہ نعت تو بر تر از مثال شدہ

ایک جگہ اپنی بے بسی، دنیا سے محبت اور رنج و غم کا ذکر کر کے حضور سے توجہ فرمانے اور اپنے در پر بلانے کی التجا کی ہے
دوسرے شعرا کی طرح اس نے بھی حضور کی عظمت مختلف انداز میں بیان کی ہے۔ اس کے مطابق حضور کے غلام بھی مقامِ عال کے حامل ہیں
اور یہ کہ جس دل میں حضور کی محبت نہیں وہ دل خدا کی محبت سے بھی غاری ہے، حضور اور خدا کی محبت گویا ایک ہی چیز کے دو نام
ہیں۔ عرقی کے نزدیک حضور کی پیروی ہی راہِ مستقیم و راہِ نجات ہے اور جو کوئی اپنی ذات سے زیادہ حضور سے محبت نہیں کرتا وہ
راۓ درگاہ ہے۔ ایسا شخص اگر دنیا بھر کی عبادت و طاعت بھی پیش کرے تو وہ اس کے منہ پر ٹھارسا جائے گی۔ اس انتخاب میں عراقی کے
ایک ایسے قصیدے سے بھی کچھ اشعار لئے گئے ہیں جن میں نعت اور ثناء کے رب جلیل کو ملا دیا گیا ہے

صابر کلیری (م ۱۹۰۰)۔ بر صغیر پاک و ہند کے بہت سے مرنیہ ایسے ہیں جو بنیادی طور پر تو شاعر نہیں ہیں لیکن انہوں نے کسی حد
تک اپنے جذبات و احساسات کے اظہار کو شعری جامہ پہنایا ہے۔ ان کے اشعار میں جہاں تصوف کے اسرار و رموز بیان ہوئے ہیں
حضور اکرم سے عقیدت و وابستگی کا اظہار بھی نعت کی صورت میں نظر آتا ہے۔ چونکہ ان صوفیہ شعر کی فنی خوبیوں کی طرف کم سی دھیان دیا ہے
اس لیے ان کے یہاں پختگی کلام ذرا کم ہی ہے تاہم جذبات کا خلوص بہر حال واضح ہے۔ صابر کلیری بھی ایک ایسا ہی صوفی شاعر ہے اور یہی
صورتِ خواجہ بانیِ بالنگ ہے۔

سعدی (م ۱۹۰۰) ایک جامع الحیثیات شخصیت ہے وہ شاعر ہے، نثر نگار ہے، عالم ہے، صوفی ہے اور عظیم اخلاق
بھی ہے اور سب اوصاف کے پس منظر میں وہ ایک تہیت جہانگیر اور دنیا کا سرد و گرم چشیدہ انسان دکھائی دیتا ہے۔ اس کی شہرت
صرف ایران تک ہی نہیں بلکہ برصغیر پاکستان و ہند اور افغانستان کی حدود سے نکل کر دنیا کے تقریباً سبھی گوشوں میں پہنچی ہے۔ اس کی حضور اکرم
سے عقیدت رکھانے کی نہیں۔ اسی عقیدت و وابستگی کے سبب اس نے اپنی طویل مسافرت کے دوران میں تمام زکالیف کے باوجود
چند جگہ گئے اس کی عقیدت و محبت کے اشعار واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ کون پڑھا کھا مسلمان ایسا ہے جو اس کے اس عربی

نعتیہ قطع سے واقف نہیں۔ بلنے العلیٰ بکمال کشف الدجی بکمال
حسنیت جمیع خصا صلوا علیہ آلم

وآخر میں اگر حضور کا ذکر کرتا ہے تو بھی انسانی احترام ملحوظ رکھتا ہے، "سردہ کائنات و معجز موجودات و رحمت عالمیاں و صفت آدمیاں و

تمنہ دوزمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" اور اس کا یہ سدا و اشرفی اسی وابستگی کا نماز ہے،

چہ غم دیوارِ امت را کہ دارد چوں توشتیاں چہ باک از موج بحر آں را کہ باشد موج کشتی بان

سہری عشق محمدیؐ کو اپنی جوانی اور عاشقی کی دولت گردانتا ہے۔ اس انتخاب میں اس کی دو فقیہ غزلوں کے علاوہ بوستان سے لئے گئے چند اشعار بھی ہیں۔ ان اشعار میں اس نے حضورؐ کے مرتبہ و مقام اور قدر و منزلت کے آٹھے ہر شخص اور ہر شے کی قدر و منزلت کو صحیح قرار دیا ہے۔ حکمت و دانش کے حصول کے لیے وہ حضورؐ کا دامن مبارک تھامنے کی نصیحت کرتا ہے۔ اس نے حضورؐ کے بعض مجرّب مشاعرِ فقر و غیرہ کا بھی ذکر کیا ہے اور نعت میں اپنے عجز کا اعتراف بھی :

مہ اغم کد امیں سخن گویمست کہ والا تری زانچہ من گویمت
تورا عزتِ نولاک تمکین بسمت شناسے تو لہ ذلّیں بسمت

ساتویں صدی ہجری تیسری صدی ہیسوی کے دو ایک اور شعرا کے یہاں بھی فقیہ اشعار ملتے ہیں، لیکن افسوس کہ ان کے دو ادبی شائع نہیں ہوئے، بس تذکروں وغیرہ میں چند اشعار ملتے ہیں مثلاً سراجی سگری کمرانی نے مدنسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے دوران ایک قصیدہ کہا، جس کے صرف یہ دو شعر تاریخ ابیات در ایران مؤلفہ ڈاکٹر ذریع اللہ صفائی نقل ہوئے ہیں :

گفتم این غزّٰ قصیدہ ہر کہ بر خواند تمام شاد ماں گرد و چو باشد دوستدایہ مصطفیٰ
سال بر تاریخ خاد کاف دہا، آئی ہم شد تمام این خوش قصیدہ در زار مصطفیٰ

اسی طرح شہاب مہرہ بدایونی کے ایک فقیہ قصیدے کے چند اشعار اسی تاریخ ابیات میں درج ہیں جس میں صرف تین آخر کے اشعار نعت میں ہیں اور فقیہ اشعار شیب کے ہیں۔ قصیدہ پر یہ مطلع شروع ہوتا ہے۔

الغم ز لوج ہستی ہمہ یچ در شانی بقلم غیر قائم ز وجود خویش فانی

گوید اور نعت کے اشعار :-

ہو بی خیال تہ کے فتنے گہر شاں کنن یہ شناسے آنکہ باشد خردش بدیدہ بانی
شہر تخت دیں محمدؐ کہ مرادق شرفد ہوئے فرو ہمین ز سرے اہم بانی
بشر ملک و ملت ملک ز میں تو اضع چو ملک پاک جسمے چو ملک پاک بانی

خواجه ہمام الدین طابریزی (م ۷۱۴ھ) اپنے دور کا ایک بزرگ صوفی اور مشہور شاعر ہے۔ اس نے اہل سلوک و تصوف کے رشتہ داروں میں کافی سرگرمی دکھائی اسی لیے اس نے قد وہ پیشوائے اہل تحقیق (حقیقت) ”بکھا جاتا رہا ہے۔ چھوٹی چھوٹی دو ٹوٹیوں کے علاوہ ایک مختصر سا دیوان بھی اس سے یادگار ہے۔ ہمام اس لحاظ سے خوش نصیب شاعر ہے کہ اس کے ایک فقیہ شعر کو جو پانچ سیکڑوں شعروں پر بھاری ہے، صحت سے تغیر کے ساتھ (جس کی طرف انتخاب میں اشارہ کر دیا گیا ہے) ٹیڑھی پڑائی ملی، لیکن اس لحاظ سے وہ بد قسمت ہے کہ بہت کم لوگوں کو یہ علم ہے کہ یہ شعر اس کا ہے۔ یہاں اس شعر کی تکرار بے عمل نہ ہوگی کہ حضورؐ کی باتیں یاد دہرانے میں بھی ایک خاص نکتہ ہے :

ہزار بار بشویم دہن بکشد و گلاب ہنوز نام تو گفتن مرا غنی شاید

جس کسی نے بھی اس شعر کے آخری ٹکڑے ”مر غنی شاید“ کو ”کابل بے اہمیت“ میں بدل دیا ہے اس نے کمال کر دیا ہے۔ اس فحاشی تبیلی سے یہ ضرر نعت گوئی میں کمال عجز کا بوسا ہوا اعتراف بن گیا ہے۔ ہاتھ چوک کہ بنیادی طور پر عارف و صوفی ہے اس لیے اس کے

بعض در اشعار کو بھی جن میں عشقیہ جذبات کا اظہار ہے، نعت کے زمرے میں لایا جاسکتا ہے۔ خاص طور پر درج ذیل شعر تو اس لائق ہے کہ اسے بہ طور نعت کا شعر قرار دیا جائے۔

ساما سیدہ صاحب نظران خواہ بود برزینے کہ نشان کفِ پائے تو بود

امیر خسرو (م ۷۱۵) مشہور صوفی شاعر اور حضرت نظام الدین اولیا کا مرید خاص۔ اپنی عشقیہ اور پُر شہرہ دولہ غزلوں کے سبب ایرانیوں کے یہاں بھی اتنا ہی مقبول ہے جتنا خود برصغیر پاکستاں و ہند میں۔ یہاں کا یہ پہلا شاعر ہے جسے ایرانیوں نے شروع ہی سے اور کھسے دل سے ناری کا نغز گو شاعر تسلیم کیا ہے۔ اس نے نظامی کے غم کے جواب میں غم کے غم کے علاوہ چند دوسری شہنیاں بھی لکھیں اور تقریباً سب میں غم ہی کی ذکر کردہ روایت (حد کے بعد نعت) کو برقرار رکھا ہے بلکہ بعض مثنویوں میں ایک کی بجائے دو دو نعتیں کہی ہیں۔ اس نے اپنے اشعار میں حضور کی ذات متروہ صفات کے طفیل کائنات کے وجود میں آنے کا ذکر کیا اور اپنے گم ہونے کے سلسلے میں ہر قسم کے غم سے بے نیازی کا اظہار کرتے ہوئے اس کا سبب بتایا ہے کہ حضور نے چونکہ شفاعت کا بار اٹھا رکھا ہے، اس لیے کیا فکر:

ما دگنا و چو کہ ہر دم غم کی گشت برکتِ نازکتِ بار گراں ہم

ظفر کہ چو آفتاب سایہ نداری نہست از لبِ خورشیدِ حشر از تو آمان ہم

در عجیب بات ہے کہ آفتاب کی طرح آپ کا سایہ نہیں ہے خورشیدِ حشر کی گرمی سے ساری مخلوق آپ کے سلسلے میں ہوگی

خسرو نے بھی قرآنی آیات سے استفادہ کیا اور حضور کے معجزات اور حضور کی شفاعت کے بغیر اپنی نجات نہ پانے کا ذکر کیا ہے۔ پھر مختلف القاب مثلاً نورِ اول، آخری خورشید، خاتم النبیین سے حضور کو بکار ہے۔ وہ حضور سے تعلق نہ رکھنے والوں کے سایہ کو بھی اپنے نزدیک کھینچا پسند نہیں کرتا۔

ہر کہ از مصطفیٰ نبرد نور سایہ اش درد یاد اندام دور

خسرو کی غزلوں میں نعتیہ عنصر اگر ہے بھی تو اس کی تلاش ذرا مشکل ہے تاوقتیکہ کوئی خاص اور واضح اشارے موجود نہ ہوں اس کی وجہ دفع ہے کہ اس نے دوسرے صوفی شعرا کی طرح غزل میں عشق ہی کو زیادہ تر لیا ہے اور یہ رنگ کچھ ایسا ہے کہ حقیقت پر بھی چسپاں ہو جاتا ہے اور مجاہد پر بھی اور یہی حال نعت کے ضمن میں بھی ہے۔ اس کی ایک مشہور غزل ہے جس کا مضمون ہے:

مرا ز آتشِ عشق تو دامنِ سوزتے خسرو محمد طبعِ محفلِ بود شبِ جائے کہ من بودم

تعب ہے کہ خسرو کی یہ غزل اس کے کسی بھی مجرّم میں (خواہ وہ نو لکھنؤ سے شائع ہوا ہے، یا مصلح قیصر دہلی سے یا یکجہر بیٹھ لاہور سے) نہیں ہے، حالانکہ مدتوں سے قوال اسے بطور نعت ہی گاتے ہیں۔ البتہ ارغمان پاک میں اس کے چند اشعار مؤلف نے جمع کر دیئے ہیں۔ اس نے یہ کہاں سے لیے اس کا کوئی ذکر نہیں۔

حسن سبحزی دہلوی (م ۷۲۸) بھی بنیادی طور پر ایک صوفی شاعر اور خواجہ نظام الدین اولیا کا مرید خاص اور امیر خسرو کا گہرا دوست ہے اس کا مجموعہ کلام بڑی حد تک ضعیف ہے، لیکن تعجب ہے کہ اس کے یہاں نعتیہ کلام بہت کم ہے، اگر کوئی ایسا کلام ہے تو وہ بھی خسرو کے کلام کی طرح غزل کا رنگ میں برکت سے عام محبوب سے بھی منسوب کیا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں سب تک واضح اشارات موجود نہ ہوں

ایک کلام گراہی میں ڈال سکتا ہے۔ بہر حال حسن کا کیا عام کلام اور کیا فنیہ کلام سادہ و سداں اور ایرانی ذہن کے بہت قریب ہے۔ خسرو کے بعد برصغیر کا وہ دوسرا شاعر ہے جسے ایرانی ادب و شعرا اور نقادوں نے خراج تحسین پیش کیا ہے۔ اس کی منتخب نعت میں اس کا ذکر وہ انداز واضح ہے۔ اس نے حضورؐ اور اہل بیتؑ سے محبت و عقیدت اور وابستگی کو ہر نظم سے نجات کا سبب بتایا ہے۔

بوعلی قلندر پانی پنی (م ۷۴۴) جب کہ نام سے واضح ہے، قلندریہ فرقہ سے منسلک تھا۔ اس نے فارسی میں ایک مثنوی کے علاوہ بڑی پیاری غزلیں کہی ہیں۔ اس کی گفتی کی غزلوں میں صرف چار پانچ واضح طور پر نقیہ غزلیں ہیں۔ دو ایک نعتوں کے بیشتر اشعار تغزل کا رنگ لیے ہوئے ہیں۔ قلندر نے آفرینش کائنات کا ذکر کر کے کہہ ہے کہ اس کا آغاز اور انجام حضورؐ ہی سے منسوب ہے۔ وہ حضورؐ کو سرور انبیاءؑ کہہ کر حضورؐ کے آستانِ عالی کو زمین پر آسمان قرار دیتا ہے۔ بعض دوسرے شعرا کی طرح وہ بھی نعت میں نہ صرف اپنے بلکہ ہر فرد بشر کے عجز کا اعتراف کرتا ہے:

آنکہ گوید زبان حرفے ز اوصافِ ترا ہست نامحرم راز تو و بیگانه تو

بدایین فخر الزماں عرف بدر چاچ (م ۷۴۶) برصغیر میں متعلق دور کا مشہور قصیدہ گو شاعر ہے۔ یہ واضح طور پر اس لحاظ سے پہلا اور آخری شاعر ہے جس نے نعت براہِ راست کہنے کی بجائے خود حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اپنی (حضورؐ کی) نعت کہوائی ہے۔ بظاہر یہ انداز اس کی انتہائی پانچ کا غماز ہے لیکن اسے بدعت ہی قرار دیا جاسکتا ہے جو اس کی کج فہمی پر دال ہے۔ اس نعت میں اس نے حضورؐ کی ذات و اصناف کی بڑی بڑی صفات کی ترغیب اور حضورؐ کے تمام اشیاء کا منظر ہونے کا ذکر کیا ہے اس نے براہِ راست نعت بھی کہی ہے جس نے اس کی مذکورہ کوتاہی کا گویا ازالہ کر دیا ہے۔ اپنے ان چند اشعار میں اس نے حضورؐ کو بجز در کاشنہ کہ ہے جن کے جمال سے یہ کائنات مرتب ہے۔

خواجہ کرمانی (م ۷۵۰) حافظ شیرازی کا پیشرو اور مقتدا۔ حافظ نے اس کے کلام سے یہ سجد استفادہ کیا بلکہ بعض پورے پورے مصرعے لے لیے لیکن اس کی بدقسمتی کہ آج حافظ کے مقابلے میں اس کی شہرت بہت کم ہے۔ خواجہ نے بھی نظامی کے جواب میں غسہ کہا، بلکہ چھ مثنویاں اس سے یادگار ہیں۔ نعت کے سلسلے میں اس نے بھی مثنوی گوئی کی مذکورہ بالا روایت کو نبھایا ہے۔ اس انتخاب میں اس کی صرف تین مثنویوں سے چند فقیراں شمار کیے گئے ہیں، جن میں اس نے معراج کے حوالے سے قرآنی آیات سے استفادہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں بعض دیگر آیات قرآنی اور احادیث سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ ان اشعار میں اس نے حضورؐ پر درود و سلام بھیجا ہے۔ حضورؐ کو ربِّ جلیل کے خزانے کی کلید، قدیچ غلیل کے موتی، امامِ مدنی، سید انبیاء، پناہ رسل اور کئی فکان کے مقصد ایسے القاب سے یاد کیا اور حضورؐ سے شفاعت کی التماس کی ہے۔

سلطان سادجی (م ۷۷۸) اپنے وقت کا ملک اشعرا اور مہبت ثناء قصیدہ گو شاعر تھا۔ اُس کی آخری گرگشتہ نشینی میں گذری۔ اس نے جبرجنا یک نیتیں کہیں وہ غالباً اسی دورِ گرگشتہ نشینی کی یادگار ہیں۔ اگرچہ اس کے کمال شاعری کا اعتراف کیا گیا ہے تاہم اس نے زیادہ تر قدیم اساتذہ کمال اُتھیل اور ظہیر قاریا بی کے مضامین سے استفادہ کیا۔ اس کے قصیدے کے اوصاف صفائی، روانی اور ترکیب کی جیتی (جو اس کا اپنا خاص رنگ ہے) اس کی مثنوی میں حیاں ہیں۔ نعت میں اس نے مختلف صنائع سے بھی کام لیا ہے۔ بعض نے مہدین

سے نعت کو آراستہ کیا ہے، مثلاً کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص حضورؐ کی یاد کے ساتھ مجھ سم کر دینے والی آگ میں بھی داخل ہو جائے تو وہ آگ اس کے لیے آب مصفا و شیریں کا چشمہ بن جائے گی۔ سلمان نے کہیں کہیں تعزیر کا بھی سہارا لیا ہے۔ انتخاب میں شامل اس کی پوری نعت درج ہے۔
کا عمدہ نمونہ ہے۔ وہ نعت میں اپنے عجز کا اعتراف اس طرح کرتا ہے کہ عقل کے بس میں نہیں کروہ حضورؐ کی نعت کہہ سکے اس لئے کہ اس ضمن میں حیرت کے باعث اس کے پاؤں میں تکی پٹک رہا ہے:

فکر میں رسد بہمنات کہ وصف توہ بردست و پاے عقل ز حیرت عقل یافت
فکر ہوائی بشر کجاو کے و در گاہ وصف ہدایت محال یافت

اس کی نعت میں حضورؐ کے خلق عظیم، جود و سخا و بخشش اور شفاعت کا تذکرہ اور تعلیمات قرآنی سے استفادہ ملتا ہے:

یوسفؑ نہ گزیدہ دامن لطف و دامن باغ در حبیب حاکمین صبا و شمال یافت

حافظ غزل کا بہت بڑا شاعر ہے۔ اس کی پذیرائی کا یہ عالم ہے کہ بقول آٹا سے صی دشتی ایران میں قرآنِ کریم کے بعد سب سے زیادہ چھپنے والی کتاب ویران حافظ ہے۔ لیکن بڑی حیرانی کی بات ہے کہ اس کے یہاں یا قاعدہ نعت نہیں ہے۔ ہاں ایک آدھ شعرا سا رہا آگیا ہو تو وہ الگ بات ہے۔ مثلاً ۷

نگار من کر بکتب نعت و خط نرشت بغیرہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

حافظ کے دور تک فارسی کی کلاسیکی، مخصوص غزلیہ شاعری کا زبردست دور دورہ رہا۔ اس کے بعد وہ کچھ ذوال پذیر ہوا شروع ہوئی۔ تاہم جاتی (۸۹۸) نے آکر اسے غما سہارا دیا۔ اس لحاظ سے وہ عظیم روایت کی حامل فارسی شاعری کا آخری کسٹرن سمجھا گیا ہے۔
بقول دکنر منادہ: ”بزرگ ترین استاد سخن بعد از عہد حافظ۔۔۔ خاتم شعرا سے بزرگ پارسی گو“ ہے۔

جائی جامع کمال شخصیت تھا ایسے شاعر ادیب و دانشور اور مرموز و رموز کی حیثیت سے جانا پہچانا جاتا ہے۔ سنائی اور خاقانی کے بعد نعت گوئی میں اس کا بڑا مقام ہے۔ صوفی ہونے کے باعث حضورؐ سے اس کی عقیدت و وابستگی بہت زیادہ ہے اور یہ عقیدت و تعلق اپنے بھرپور خلوص کے ساتھ اس کی فتنوں میں جلوہ گر ہے۔ اپنے اس صدق و خلوص کا ذکر اس نے ایک جگہ اس طرح کیا ہے:

جاتی کجا و نعت توہ، اما بکلمہ شوق بر لوح صدق زرد رقصے کیف مالتق

جاتی کی فتنوں کو ایک تو خود اس کے حُسنِ کلام کے سبب اور بعد میں قوالوں کے وسیلے سے بہت زیادہ شہرت نصیب ہوئی۔ اس نے حضورؐ کی عظمت، حضورؐ کی ذات کا قدیم ہونا، اور اسی قسم کے دیگر موضوعات کے علاوہ حضورؐ کے کئی معجزات کا ذکر کیا ہے مثلاً حمام کا باریک ہونا، ستون کا رونا اور سایہ نہ ہونا وغیرہ۔ اس کی طرح پر صرف اور صرف حضورؐ ہی کی ذات گرامی چھائی ہوئی ہے۔ وہ اپنی بساط کے مطابق حضورؐ کی مدح و توصیف کرنے کے باوجود خود کو اس ضمن میں بے بس پاتا ہے، جب وہ کہتا ہے:

حد شنائش بجز خدا کہ شناسد

من کہ و اندیش شنائے محض

جاتی نے اپنی فتنوں میں حضورؐ پر درود و سلام بھی بھیجا ہے۔ پھر اپنی معصیت کا ذکر کر کے حضورؐ سے شفاعت کی التجا کی ہے۔ غزلوں کے علاوہ دینی

تغویوں میں بھی جاتی ہے ایک ایک کی بجائے دو دو جگہ تین تین بھی لکھی گئی ہیں۔ ان میں جہاں اس کا خلوص مجھکتا ہے وہاں زور بیان اللہ دوسرے محاسن بھی واضح نظر آتے ہیں۔ اسی دور کا ایک مشہور واعظ معین الدین مینی (م ۹۰۷ھ) ہے جس نے چالیس برس وعظ و تذکیر میں بسر کئے۔ معراج النبوت اس کی مشہور تصنیف ہے جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مفصل سوانح عمری ہے۔ اس کی بدقسمتی ہے کہ اس کا کلام دوسرے لوگوں سے منسوب کر دیا گیا۔ حافظ محمود شیرانی مرحوم نے اس سلسلے میں تفصیل سے بحث کی ہے۔ اس کی بیشتر غزلیں جن میں نعتیہ رنگ بھی ہے اس کی مذکورہ کتاب میں شامل ہیں۔ شیرانی نے اسے بلند پایہ شاعر قرار دیا ہے لیکن اس کی غزلیں اور نعتیں دیکھ کر ایسا کوئی تاثر نہیں ابھرتا، البتہ نعتوں میں مادی اور روانی ضرور کسی حد تک ہے۔ اس کے مطابق نور حق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں عجم ہو کر سامنے آیا ہے۔ اس نے احادیث اور تلمیحات قرآنی سے استفادہ کیا اور یہ کہا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کے مہم سے نوازنے والے ہیں تو پھر زخم عصیاں کی تکلیف کا ہمیں غم کیوں ہو۔

راقم فارسی نعت کا انتخاب مکمل کر کے مدیر نقوش کے حوالے کر چکا اور فارسی نعت پر مقالہ لکھنے میں مصروف تھا کہ ایران میں شائد ایک کتاب "نعت حضرت رسول اکرم در شعر فارسی" از سید ضیاء الدین وحشیری کا پتا چلا۔ ایک دوست سے حاصل کر کے اس کی سرکاری تصدیق گردانی کی۔ اس میں مؤلف نے صرف ۲۵ شعرا کی نعتوں کا انتخاب دیا ہے۔ نعت پر صرف دو ایک صفحوں کا مضمون ہے جس میں کوئی خاص بات نہیں، البتہ منتخب اشعار میں منہج بعض تلمیحات وغیرہ کو تعلیقات میں بیان کر دیا ہے۔ ایک جگہ مؤلف نے لکھا ہے (اور اس کا یہی قول ان سطور کے لکھنے کا محرک بنا) کہ مختلف عموال کے علاوہ خاندان صفویہ ایسے خاندانوں کے برسرِ قیام آئے ہیں جو نعت کو رواج ملا (صفحہ ۵)۔ جہاں تک صفوی خاندان کا تعلق ہے وہ ایک خاص فرقے کے متعصب اور ظالم پیر و کاروں پر مشتمل تھا۔ اس ضمن میں ایران کے بہت بڑے محقق محمد خان قزوینی مرحوم کا وہ خط لائقِ مطالعہ ہے جسے براؤن نے اپنی مشہور کتاب "اسلٹزمی برٹری آف پرشیا" کی چوتھی جلد میں نقل کیا ہے۔ یہاں اس کے اردو اقتباس کا انداز بیجا نہ ہوگا۔

"اس میں تو واقعی کوئی شبہ نہیں کہ عہد صفویہ میں ادب اور شعر بہت کچھ لپٹ حالت میں تھے۔۔۔۔۔ خصوصاً صفویوں کے ساتھ تو وہ (صفوی) ہر طرح کی زیادتی کرتے تھے اور انھیں جلا وطنی، شہر بدر، قتل، سب و شتم وغرض ہر طرح کی تکلیف دیتے تھے اور اکثر دول کو تو خود اپنے ہاتھ سے قتل کر دیتے تھے یا مر دھاڑتے تھے اور زندہ جلا دیتے تھے۔ یہ تو ایک ایسی بات ہے کہ ہر ملک میں خصوصاً سرزمین ایران میں وہاں اور شرار و صوفیت اور تصوف کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور ان میں سے ایک کا زوال دوسرے کے زوال اور پستی کو مستلزم ہے۔ یہی وجہ تھی کہ خاندان صفویہ کے عہد حکومت میں علم، تہذیب، شعر اور تصوف سرزمین ایران سے نابود ہو گئے۔"

(تاریخ ادبیات ایران در عہد جدید از پروفیسر ڈیورڈ جی براؤن)

ترجمہ سید اچ الدین احمد کنتوری، ناشر انجمن ترقی اردو (مد) دہلی ۱۹۳۱ء (صفحہ ۳۳-۳۵)

اس خاندان کے دور میں زیادہ تر مرثیہ گوئی کا رواج ہوا۔ پھر اس خاندان سے بہت پہلے سنائی خاندانی اور ان کے دوسرے شعرائے یہاں

اور سب سے آخر میں (لیکن اس خاندان سے پہلے) جامی کے یہاں بڑی عمو کے کی نعتیں ملتی ہیں، یعنی نعت ہر دور میں مقبول رہی ہے۔ مولف مذکور نے اس سلسلے میں صفوی خاندان کو خواہ مخواہ سٹیفیکٹ دینے کی کوشش کی ہے۔

مختتم کا شانی (ام ۹۹۶) اسی صفوی دور کا بہت بڑا اثریہ گو ہے۔ وہ بنیادی طور پر قصیدہ گو تھا۔ بادشاہ وقت نے اسے کہا کہ وہ آج چھوڑ کر امین کے مراٹھی اور سلام وغیرہ کہا کر دے، چنانچہ اس نے اپنی شاعری کا رخ اسی طرف موڑ دیا۔ اس کے یہاں چند نعتیہ قصیدے بھی ملتے ہیں جو اس نے یقیناً کسی کے ایما پر نہیں بلکہ اپنے جذبے کے تحت اور اپنی کشش کے سامان کے لیے کہے ہیں۔ اس نے ایک نعتیہ قصیدے کی ردیف "آفتاب" رکھی ہے، اس میں شکر کہنا خاصا دشوار ہے لیکن اس نے اسے خوب نبھایا اور انوکھے اور نئے نئے مضامین پیدا کیے ہیں۔ اسی آفتاب کی رعایت سے اس نے خود کو ذرہ کہہ کر حضور کے قتل ہدایت کی التجا کی ہے، اس لیے کہ اگر آفتاب رہنما نہ ہو تو وہ ماہ گم کر بیٹھا ہے۔

آن ذرہ است مختتم اندر پناہ توں کا دینختہ بدست تو سل در آفتاب
فل بدائش بسر افکن کہ ذرہ را رہ گم شود گردش نمود رہبر آفتاب

اگرچہ اس سے قبل بھی بصریہ کے بعض شعرا کا ذکر آیا ہے لیکن وہ گنتی کے ہیں، مندرجہ دور میں ارباب علم و فضل بالخصوص شعرا کی قدر دانی اور ایران میں صفویوں کے تعصب اور تنگ نظری کے باعث بہت سے ایرانی شعرا بصریہ ہجرت کر آئے، چنانچہ اب یہ علاقہ فارسی شاعری کا مرکز ٹھہرا، اگرچہ اس دور میں ایران میں بھی چند شعرا رہے لیکن بجز ایک دھکے اور وہ بھی اپنے مراٹھی کے سبب زیادہ نام نہاں تھے۔ عرکی، نظری، طہوری، کلیم، قدسی وغیرہم نے یہاں آکر خوب شہرت پائی اور دولت کمائی اور فیضی تو تھے ہی یہیں کے۔ ان شعرا کے جہاں قصیدہ اور غزل کو ایک خاص مقام بخشا وہاں نعت میں بھی انہوں نے فن کے ساتھ ساتھ حضور کے اپنی عقیدت و وابستگی کا اظہار اچھوتے انداز میں کیا جس میں بھرپور خلوص کے علاوہ احساس و اعتراف عجز بھی ہے اور محبت و عقیدت اور ہمت کے بڑے چلے جذبات کا اظہار بھی، جس کی چند جھلکیاں آئندہ مضمون میں نظر آئیں گی۔

عرنی (م ۹۹۹) جو بنیادی طور پر بہت بڑا قصیدہ گو ہے لیکن اسے غزلیں غزل پر ہے، کیونکہ بقول اس کے قصیدہ گوئی "کار ہوس بیگانا" ہے۔ بقول شبلی عرنی نے زندگی کا کام کر، جس کی ابتدا انعامی سے کی تھی، کمال کے درجے تک پہنچا دیا۔ پھر طرز ادا کی جدت اور نئی نئی ترکیب وغیرہ اس کا خاصہ ہیں۔ اور یہ خوبیاں ہیں اس کی نعتوں میں بھی بدرجہ اتم نظر آتی ہیں۔ کہا گیا ہے کہ فخر، غرور، کم بینی اور خود ستائی اس کی نمایاں عادات تھیں، لیکن یہی شکر شخص حبیب حضورؐ بنی کیم کی بارگاہ میں نعت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اپنی بساط بھر نعت کہنے کے باوصف خود کو اس لائق نہیں سمجھتا اور خود کو بے ادب قرار دے کر دعا کرتا ہے کہ ایسا بے ادب دنیا میں نہ رہے۔ اس کے نعتیہ قصیدے "اقبال کرم می گزدار باب ہم را" کے گریز تک کے اشعار دیکھیں تو وہ آسمانوں پر اڑتا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن جب گریز پڑتا ہے تو اس کی حالت دیدنی ہوتی ہے، وہ خاکساری، عجز اور خوف کا مجسم بن جاتا ہے اور دولت گوئی کو ایک بیاہرستہ قرار دیتا ہے جو تلوار کی دھار کی طرح تیز ہے۔

عرنی مشتاب این رہ نعت ست نہ صحر است

آہستہ کہ وہ بر دم تیغ است قدم را

اس کے نزدیک کئے و جہم کی کئے اور حضورؐ کی نعمت کہنے میں زمیں آسمان کا فرق ہے۔ یہاں اتہائی تائستگی کی ضرورت ہے۔ وہ بظاہر تسلیم کرنے کو تیار ہے کہ عقل، حضورؐ کی نعمت کا سر یہ میٹ سکتی ہے لیکن نطق و فہم کو اس کے بیان اور تحریر کا یہ راہ نہیں حقیقت میں اس کا یہ تسلیم کرنا بھی منفی پہلو لیے ہونے سے جیب رہا ہے۔

دانش کشاید سبزا عتدہ نعمت
زیخاست کہ اندیشہ نگوں کو علم دیا

مرنی اپنے بے شمار گناہوں کے مقابلے میں حضورؐ کی بے پناہ مرحمت کا ذکر کر کے اپنی بخشش کا وسیلہ ڈھونڈتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی خواہش اور التجا یہی ہے کہ حضورؐ اسے حق کی ہمسائیگی کی آسائش سے نواز دیں، حجت وغیرہ سب کچھ اس کے لیے بیکار ہے۔ وہ حضورؐ سے اپنی مخلصانہ وابستگی کا دعویٰ کرتا ہے، اور جس انداز میں اس نے نفیس کہی ہیں وہ اس کے اس خلوص کا سنہ بوتا ثبوت ہیں۔ اس دور میں بھی جب مسلمان برصغیر آباد تھے۔ کفر کی چیرہ دستیوں مختلف انداز میں اپنا رنگ دکھا رہی تھیں۔ عرقی کے لیے یہ صورت حال ناقابلِ برداشت ہے اس لیے وہ حضورؐ سے اتنا کہتا ہے کہ وہ اس فتنہ کو فرو فرمائیں۔ نظامی نے مسلمانوں کے مابین نفاق ڈالنے والوں کے خلاف حضورؐ کی خدمت میں فریاد کی تھی، عرقی کفر کے خلاف فریاد کر رہا ہے۔ اور یہ بات دونوں کی اسلام دوستی اور امت مسلمہ سے وابستگی پر وال ہے۔

دعویٰ کن نعمت لائق توہ
دامد بعنایت تو عرقی
رسولے جہان آفرینش
حرفے ز دیاں آفرینش
برخیز کہ خود کفر پر خاست
سے فتنہ نشان آفرینش

فیضی (م ۱۰۴) اپنے دور کا بہت بڑا فاضل و دانشمند اور شاعر و عاشق رسول اکرمؐ۔ لایا یونی نے اپنے اس محسن کے یوے لیتے لیے ہیں۔ اس نے اس پر کہینہ، بکرو بخوت خیانت، ریاکاری اور دعوت کے علاوہ حضورؐ نبی کریمؐ کے دشمن ہونے کا الزام عاید کیا ہے۔ لیکن جیب ہم اس کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو معاملہ الٹ نظر آتا ہے۔ بقول شبلی معراج نبوی صلعم کی نسبت اکثر علمائے اسلام کا کہنا ہے کہ روحانی تھی لیکن فیضی اس پر راضی نہیں۔ چنانچہ کہتا ہے۔

رہ راست برو کہ راہ کج نیست
آں را چہ وقوف این مقام است
حاجت بدلال و محج نیست
کو منکر خلق و التیم است

اسے حضورؐ سرور کو نہیں سے کس قدر عقیدت ہے اس کا اندازہ مذکورہ دو شعروں کے علاوہ اس شعر سے بخوبی ہو سکتا ہے۔

بر دانش ما انجم و افلاک بچند
گر صاحب لولاک لما نہ انشاسیم

یعنی وہ حضورؐ اکرمؐ کی شانِ تحت ہی کو اصل دانش سمجھتا ہے اور اس شانِ خدائی کے دانش کو محض مزخرف، اور بد تفصیح قرار دیتا ہے۔ پھر یہ بات قابلِ ملاحظہ ہے کہ جیب اس نے ایک ہندو قصے تل و دمن کو منظوم کیا تو نعمت سرور کو نہیں سے انھماض ریتے

کا ایک واضح بہانہ اس کے پاس تھا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں بھی وہ پیچھے نہیں ہٹا۔ اس نے نعت کہی ہے اور زوردار نعت کہی ہے۔ جو اس کے بھرپور خلوص اور حضورؐ کی ذات و اوصاف سے اس کی گہری وابستگی کی غماز ہے۔ اس کی عام شاعری میں جو جوش و خروش ہے وہ یہاں نئے نئے ستھرے ستھرے اور پاکیزہ آواز میں نظر آتا اور فاری پر اپنا اثر چھوڑتا ہے۔

نظیری (م ۱۰۲۳) بھی اسی دور کا مشہور غزل گو شاعر ہے۔ اس نے حافظ کا رنگ اپنانے کی کوشش کی اور اس میں کامیابی کا دعویٰ کیا ہے اور شاید اسی لیے اس نے ایک نعتیہ غزل میں تغزل کا سہارا لیا ہے۔ اگر اس پر نعت کا عنوان درج نہ ہو تو اسے عام غزل بھی کہا جاسکتا ہے۔ البتہ دوسری نعت واضح ہے اور اس میں اس نے حضورؐ کے اعجازِ قول، حضورؐ کے حضرت آدمؑ سے مقدم ہونے، حضورؐ کے سایہ نہ ہونے اور حضورؐ کے بے مثل یعنی انسان کا مل ہونے کا ذکر کر کے خود سے کہا ہے کہ نعت اس انداز میں کہہ کہ حضورؐ کی روح اس سے شاد ہو جائے۔ بالفاظِ دیگر وہ اپنی اس نعت پر مطمئن نہیں ہے اگرچہ اس پر اس نے بڑا زور مارا ہوگا۔

جان محمد قدسی (م ۱۰۵۶) شاہجہانی دور کا مشہور قصیدہ گو۔ اس کی نعت ”مرحبا سید علی مدنی العربی...“ کو جو شہرت و پذیرائی ملی وہ یہاں کی کم ہی نرسی نعتوں کو میسر آئی ہے۔ اس میں اس نے ایک یھوئے بجائے معصوم سے انسان کی سی سادگی کے ساتھ حضورؐ کی چند صفات کا ذکر کر کے اپنے حاضری ہونے کا اقرار کیا اور حضورؐ سے شفاعت کی التجا کی ہے۔ اس نعت میں کوئی نقلی بازی گری اور کوئی مضمون آفرینی کا چکر نہیں بس ایک انتہائی ادنیٰ انسان ایک انتہائی عظیم و اکمل ذات گرامی کے حضور دست بستہ کھڑا گویا درخواست پیش کر رہا ہے،

سیدنی انت جیبی و طیب قلبی

آمدہ سوی تو قدسی پے و زمان طیبی

اگرچہ اس نعت میں کہیں کہیں عربی الفاظ بھی ہیں لیکن ایک تو وہ مشکل نہیں ہیں دوسرے ان کی وجہ سے نعت میں ایک خاص وجد اور سلا بندہ لگتا ہے اور شاید یہی بات اس کی پرتاثری کا سبب بنی ہے۔

اسی دور کا مسیح پانی پتی لٹا ہر کوئی بڑا شاعر نہیں ہے لیکن اس کی مثنوی رامائن کے اس نعتیہ شعر کو بے حد شہرت حاصل ہے:

دل از عشق محمد ریش دارم

رقابت با خدا سے خویش دارم

اس نے حضورؐ کو ”ایمنہ خدا“ کہا اور حضورؐ کی عظمت کا ذکر کر کے رحمتِ مجسم کے لقب سے حضورؐ کو یاد کیا ہے۔ وہ نعت میں اپنے انتہائی مجز کا اعتراف کرتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ یہ جائے ادب ہے یہاں ہونٹ بند رکھو۔ اس کا یہ شعر ہے

خدا نعت محمد داند و بس نیاید کار یزداں از دگر کسی

غالب کہ مشہور نعت کی جان بن گیا ہے

غالب شناسے خواجہ میر یزداں گدا شقیم...

غنیمت کنجاہی (م ۱۱۱) اس دور کا شاعر ہے جب برصغیر کے تاریکی کو شمسبک ہندی آوازہ گولی سے نئے مضامین پیدا کرنا نئی نئی تراکیب و تشبیہات وغیرہ سے استفادہ کرنا (کو اپنا اور خدا بچھوٹا بنائے ہوئے تھے۔ غنیمت کے یہاں بھی یہ رنگ یوری طرح کارفرما ہے، تاہم اس کی نعت میں سادگی اور جذبے کا خلوص ہے۔ اپنی شہری میں جیسے اس کے دیوان کی نسبت زیادہ شہرت حاصل ہے، نعت کہتے وقت اس نے حضور کی عظمت شجاعت اور آستان عالی کا ذکر تشبیہات و استعارات میں کر کے آخر میں حضور کے لطف و کرم، توجہ و عنایت اور دیار کی استجا کی ہے۔ کہتا ہے کہ یہ جان کر کہ آپ کا دیدار روز قیامت ہوگا، میرا دل گداز ہو گیا ہے اس لئے کہ قیامت تو بڑی دور ہے، لہذا یہ

سباز جلوہ سرو خود بر آسرا ز سرت گردم قیامت جلوہ گر سازد

اس کے نعتیہ قصائد بھی سادہ انداز میں ہیں۔ ان میں ایک جگہ اس نے یہ نیا مضمون پیدا کیا ہے کہ آسمان پر روشنی سونچ اور جانے کے طفیل نہیں ہے بلکہ یہ تو حضور کے سجدوں کی روشنی ہے جس نے آسمان کو متور کر رکھا ہے۔ وہ عرض میں جانا چاہتا ہے لیکن حضور کی باگیاں میں میرا یوں گاہ ہے، رد کھل کر دل کی بات کہنے کو گستاخی جانتا ہے۔ اس نے اپنے نفس سیہ کار سے نجات کے لیے حضور سے استمداد کی ہے۔

اسی دور کا ایک اور شاعر میرزا داراب بیگ جویا ہے، جو بڑے شاعروں میں تو شمار نہیں ہوتا لیکن اس نے بھی نعت میں نئے نئے مضامین نکالنے کی کوشش کی ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ حضور کے حلم سے بوجھ ہی نے زمین کو تمکین و قرار سے نوازا ہے جبکہ حضور کی خاک پاک کے طواف کے شوق نے آسمان سے آرام و سکون چھین لیا ہے، اسے حسن تعلیم کا ایک اچھا شعر کہا جاسکتا ہے۔

یارِ حلم اور زمین را دادہ تمکین و قرار

بر درہ شوق طواف خاکِ پاکش آرام ازما

عبدالقادر بیدل (م ۱۱۳۳) سبک ہندی کا مشہور شاعر جس کے یہاں بہت زیادہ وقت پسندی اور مضمون افزایی ہے۔ اقبال نے اس کی بہت تعریف کی اور اس بات کا افسوس کیا ہے کہ اسے صحیح طور پر سمجھا نہیں گیا اور نہ اس سے اتفاق کیا گیا ہے، اس کی غزلیات میں چونکہ واضح طور پر نعت نہیں ملتی اس لئے اس کی دو ٹوٹیوں سے انتخاب کیا گیا ہے۔ اس انتخاب میں بھی اس کی مضمون افزائی اور جدت تراکیب نمایاں طور پر جلوہ گر ہے۔

میرسید علی شہناقی (م ۱۱۷۱) ایران کا ایک معروف شاعر ہے۔ اس کا تعلق ان ایرانی شعرا کے گروہ سے تھا جنہوں نے سبک ہندی اچھے برصغیر کے شعرا نے چستان کا منظر بنا کے رکھ دیا تھا، اس کے خلاف شدید رد عمل کا اظہار کیا اور پھر سے قدیم اساتذہ کی سادگی وغیرہ اپنانے کی طرف قدم اٹھایا۔ اس کی نعتوں میں جو قصیدے کی صورت میں ہیں، فنی طور پر عمدہ قیاس و خیال کی خوبیاں موجود ہیں۔ اگرچہ اس کی منتخب نعت میں تا فیہ کسی حد تک ادق ہے، تاہم بیان مضامین کے لحاظ سے وہ سادگی کی حامل ہے۔ اس نے حضور کی عظمت کے علاوہ بخشش و سخاوت، لطف و کرم اور خلق و احسان کے بارے میں پھوٹے رنگ میں اظہار و خیال کیا ہے۔

تلمیحات قرآنی سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس نے یہ نیا مضمون پیدا کیا ہے کہ تمام نبیاء علیہم السلام، اگرچہ نور ہیں لیکن حضور سے

نفس بید، عقل مجرور، روان صرف مصباح فیض، ریح رواہی، ریح نقیہ
مصدق ریح، سنی نو، نظیر سلم نور ازل، چراغ ابد، شعبل بقا
وہ اپنی شاعرانہ عظمت کا بڑے شہتے سے ذکر کرتا ہے، لیکن جب حضور اکرم کا ذکر کرتا ہے تو اپنی اس تمام عظمت کو بیچ و بھر
اور ناجیز قرار دیتا ہے۔ خود سے کہتا ہے کہ اس عظمت کے باوصف تجھے درود و ثنا کی مجال نہیں اور نہ ہری شاعری کو قبولیت
مقبول ہے۔

لیکن ترا مجال بیان نیست درود لیکن ترا قبول سخن نیست و ثنا
قرآنی تمیزات سے استفادہ کے علاوہ اس نے نعت گوئی میں اپنے عجز کا مختلف انداز میں اعتراف کیا اور حضور کی ذات اقدس کو
جیسے خود خدا نے تعریف کے لائق کہا ہے، نعت و ثنا سے بے نیاز بتایا ہے:

ذات تو مرفراز بہ مجید ذوالمنن

نفس تو بے نیاز نہ تقدیس مینا

امداد اللہ خاں غالب دہلوی (م ۱۸۶۹ء) اردو کا مشہور شاعر جسے اپنی فارسی شاعری پر ناز ہے۔ اس کا یہ نعتیہ مقطع جس کا مضمون
اساتذہ کے کلام سے ماخوذ اور جو واضح طور پر مسیحا پاتی بنی کے بیان نظر آتا ہے، شہرت عام حاصل کر چکا ہے۔

غالب شناسے خواجہ بہ یزدون گذشتیم
کان داست پاک مرتبہ و ان محمد است

اس نے نعت گوئی میں اپنے عجز کا اعتراف ان کے انداز میں اور کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ یہاں حضور کی مدح و ثنا
کرا چاہتا ہوں۔ اس سلسلے میں میرا دامن گو ہر بے شاہوار سے پر ہے۔ ہزاروں شعر کہتا ہوں، ہر لفظ کا قافیہ سیکڑوں جگہ استعمال
کرتا ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان سب باتوں کے باوجود حضور کی نعت کہنے میں بے بس ہوں۔ اور اس کی وجہ حضور کا ادب
ہے۔ اس کے سامنے نعت کہنے کا حوصلہ جاتا رہتا ہے (یعنی اپنی طرف سے پوری طرح نعت کہتے ہوئے بھی یا احساس ہوتا ہے
کہ کوئی کمی رہ گئی) اسی لیے قلم دوات چھوڑ کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہوں نہ

اے ادب کہ قاعدہ دان ہا دست داد از نہیب حوصلہ آزمائش

گلامی جان دہری (م ۱۹۲۶ء) نے صرف دو تین لعتیں غزلوں کی صورت میں کہی ہیں جیکہ چند نعتیہ اشعار تنوی کی شکل میں ہیں اس
سے لفظوں کی کڑا سے دلکشی اور حسن پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے خود کو حضور کا حلقہ پوشش کہا اور روزِ محشر حضور کا دم
تھامنے اور حضور کی نظر شفاعت کی تمنا کی ہے۔ وہ خود کو حضور کی نعت کہنے کے لائق نہیں سمجھتا ہے

این چه شریفیست دیں چہ بے دلی من و نعت محمد مرہ

اقبال (م ۱۹۳۸ء) عاشق رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی نعت کا انداز دوسرے تمام فارسی شعرا سے الگ و منفرد ہے
جس شخص کا یہ حال ہو کہ حضور نبی کریم کا اسم مبارک سُنتے ہی اس کی آنکھیں تر ہو جاتی ہوں، وہ جب حضور کی شان میں کچھ کہے تو ظاہر

ہے پوری طرح ڈوب کر بہے گا۔ ڈوب کر بہنے کی کیفیت تو یہ رہاں اور بھی بعض شعرا میں نظر آتی ہے لیکن اقبال نے حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں ذات کے علاوہ ملت کے حوالے سے جس انداز میں گزارشات کی ہیں، دوسروں کے کلام میں بجز نظامی گنجوی اور وہ بھی مختصراً، وہ انداز نظر نہیں آتا۔ وہ حضورؐ کی ذات والا صفات کو سراپا دین قرار دیتا ہے۔

مصطفیٰؐ برساں خویش کہ دین بہار است
اگر باؤ نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اردغانِ حجاز کا باب "حضورِ رسالت" اس کی حضورِ اکرمؐ کے والہانہ و استغنیٰ و عقیدت کا متہ بولتا ثبوت ہے۔ اس باب میں شامل رباعیات و قصیدت میں کہیں حضورؐ سے نطف و کرم کی نگاہ کی امتحا ہے تو کہیں غم کے درد کے حوالے سے تہمت میں پہلا سا جوش و دلولہ اور غیرت و فقر پیدا کرنے کی التماس ہے، لادینی کے خلاف شکوہ ہے جس نے مادیت پرستی کو رواج دے کر روحانیت کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ کہیں وہ اپنے ہمنفس سے کہ وہ بھی اس کی طرح حضورؐ کی شانِ جمال کا عشق وارفتہ ہے، مخاطب ہو کر حضورؐ کے مبارک قدموں پر آنکھیں کھنے کی آرزو کا اظہار کرتا ہے، اور کہیں بالواسطہ یہ کہتا ہے کہ دنیا و آخرت میں میرے لیے مصطفیٰؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اسی سب سے بڑی دولت ہیں، حضورؐ کے علاوہ خدا سے مجھے کچھ اور مانگنے کی ضرورت نہیں۔ اس حصے میں انتہائی احترام و نیاز مندی نمایاں ہے۔

دگرگوں کروں دینی جان را	ز آثایہ بدن گفتند جان را
از آن فقرے کہ با صدیق دادی	بشویسے اور این آسودہ جان ما
بپا اسے ہمنفس با ہم بنا لیم	من و تو کشتہ شان جمالیم
دو حرفے ہر مراد دل بگوئیم	بپاے خواجہ چشمان را بپالیم
خراب جرات آنہ رند پا کم	خدا را گفت مارا مصطفیٰ بس

غزلی "پس جہ باید کرد" کا آخری حصہ در حضورِ رسالت مآبؐ کے عنوان سے ہے اس میں اقبالؒ نے اپنی بیماری کا ذکر کر کے حضرت بوہیریؒ کی طرح بیماری سے نجات چاہی ہے۔ یہ اشعار سوز و گداز کی جسم تصویر ہیں۔ ہر شعر شعرا اور ہر لفظ میں عشق و محبت اور وارفتگی و شیفتگی نظر آتی ہے۔

جیسا کہ ملاحظہ ہو اترم شعرا نے نعت گوئی میں مضمون آفرینی اور دوسری فنی و ادبی خوبیوں کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور احترام و عقیدت کا دامن بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ یہ واضح ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا شاعر بھی صحیح معنوں میں اس وقت تک نعت گوئی سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا جب تک حضورؐ سے واقعی محبت نہ کرتا ہو۔ طرزِ بیان میں تو فرق ہو سکتا ہے، لیکن اس سلسلے میں غلوں کو یا قادیانے مشرک ہے اور انتخابِ بُرا میں یہ قدر مشترک ہر بگ نظر آئے گی۔ اکثر شعرا نے نعت گوئی میں اپنے عجز کا اعتراف کیا ہے جنہوں نے براہِ راست اعتراف نہیں کیا ان کے یہاں بنِ سطور میں نظر آتے گا۔ اس اعتراف کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضورؐ کی حدِ ثناء سے صرف اللہ جل جلالہ ہی آگاہ ہے۔ ان نعتوں میں میرتِ طیبہ کے علاوہ حضورؐ کے معجزوں کا ذکر ہے حضورؐ کی عظمت اور حسنِ عظیم کا تذکرہ ہے، اسی بات پر زور ہے کہ حضورؐ کا نورِ نورِ اویس ہے یعنی کائنات بعد میں وجود میں آئی

اور وہ بھی حضورؐ ہی کی ذاتِ اقدس کے صدقے پہ کیا گیا ہے کہ حضورؐ سے پہلے اگرچہ لاکھوں امیاءِ عظیم اسلام قشربِ دہن تھیں ان میں سے کسی نے نہ تو حضورؐ ہی کے لئے شخص ہے حضورؐ خاتم النبیین ہیں۔ ان نقوش میں اسی طرح کے دوسرے موضوعات کے علاوہ اپنے گہروں کا ذکر اور حضورؐ سے روزِ محشر شفاعت کی التماس کا موضوع بھی ملے گا۔ بعضوں نے تو اپنے گناہوں کے سبب خوفِ زدہ ہونے کے بجائے محض اس باپرخانیِ مطمئن ہونے کا اظہار کیا ہے کہ جب حضورؐ شفیع المذنبین ہیں تو پھر حضورؐ خود ہی اپنی شفاعت سے انہیں ہر طرح کے نذاب سے نجات دلا دیں گے، بعض اہلِ وردت نے امتِ مرحومہ میں نفاق ڈالنے والوں پر تنقید کرتے ہوئے حضورؐ سے مددِ اعلیٰ کی التماس کی ہے جن شعرا نے نعت کے لیے قصیدہ کی صنف سے استعاضہ کیا ہے انہوں نے قصیدے کے شروع میں حسبِ دستور تشبیب وغیرہ لاکر اپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کیا ہے لیکن گریز کے بعد جب وہ نعت کی طرف آئے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی ہے جس میں احترام، عجز اور ہیبت کے ملے جلے جذبات ہیں۔ نزل کو شعرا نے کہیں کہیں نعت میں بھی تعزین کو برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے، جو فنی طور پر تو ایک خوبی قرار پا سکتی ہے، لیکن معنوی طور پر کچھ عجیب سی بات لگتی ہے اس لیے کہ ہمیں کہا گیا ہے ۛ

یا خدا دیوانہ باش دیا محمدؐ ہوشیار

یہاں اس بات کا اظہار ضروری ہے کہ نعت کا فنی ارتقا تو ہوا ہے کہ اس کا تعلق شاعری سے ہے یعنی جس طرح فارسی شاعری فنی طور پر ارتقا پذیر ہوتی چلی گئی نعت میں بھی اس کا اثر آتا چلا گیا، لیکن معنوی طور پر اس میں کوئی ارتقا نہیں ہوا اور نہ یہ موضوع ہی ایسا ہے کہ اس میں ارتقا کی بات ہو۔ حضورؐ کی مدح و تعریف حضورؐ کے معجزوں اور حضورؐ کی میرت کا بیان یہی وہ اہم موضوع ہیں جو ہر دور کے شعرا کے پیشِ نظر رہے ہیں، جن کی کچھ تفصیل اس مقالے میں نظر آئے گی۔ اسی لیے راقم نے مختلف ادوار کو سامنے رکھنے کی بجائے شعرا کا ذکر ان کی تاریخی وفات کی ترتیب سے کیا ہے۔ مقالے کی طوالت کے خوف سے بعض شعرا کی نعتوں سے (جن کا انتخاب شامل ہے) بحث نہیں کی گئی۔

(۲)

شعروں کا انتخاب ایک ڈیڑھا مسئلہ ہے۔ ہر فارسی کا اپنا الگ مزاج ہوتا ہے۔ کوئی ایک رنگ کا شاعر پسند کرتا ہے تو کوئی دوسرے رنگ کا۔ یہ صورتِ حال انتخاب کرنے والے کے لیے خاصی مشکل کا سامان کرتی ہے۔ تاہم چونکہ اس انتخاب کا صرف ایک موضوع ہے — نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — اور اس موضوع سے متعلق ہر شعر ہمارے لیے تبرک کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے اس میں ایسی صورتِ حال کے پیدا ہونے کا امکان کم ہی ہے۔

فارسی شعر میں نعت کا سرمایہ بہت زیادہ ہے۔ اس لحاظ سے انتخاب "مشتے نمونہ از خردارے ہی کہلاتے گا۔ سب سے پہلی بات یہ کہ یہاں صرف ان شعرا کا انتخاب پیش کیا گیا ہے جن کے کلیات و دواویہ مطبوعہ صورت میں دستیاب ہیں۔ پھر ان کی تمام تصانیف کو بھی پیش نظر نہیں رکھا گیا کہ اس صورت میں ضخامت بڑھ جانے کا خدشہ تھا۔ مثلاً اگر خسرو کی تمام مثنویات سے نعتیہ اشعار لئے جاتے ہیں تو تعداد آٹھ نو کے قریب ہے تو یوں صرف ایک شعر کے سیکڑوں اشعار آجاتے۔ یہی معاملہ جامیؒ کا ہے۔ جامیؒ

اردو نعت - ص ۱۳۵) نمونہ طالعہ ہوئے

جو سا آرسی وحدت جان جسم محمد اسے پہچان
ایک ٹکس اوس مال جو ہوئے قلب محمد کا ہے سوتے
ایک ٹکس پھر ایک ٹکس جو پائے یہی ابوالروح کھپائے
مثل محمد ہوئے نہ کوئے سب اس کی تفصیل سوچئے

دعوتِ انسر صدیقی امر دہوی مطبوعہ ماہ نو سیرت رسول نمبر

جولائی / اگست ۱۹۶۲ء ص - ۱۱۱

اردو نعت کا باقاعدہ آغاز کیا رحویں صدیوں ہوا، جب پہلی سلطنت کے زوال کے بعد قطب شاہی سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ اس دور میں اردو کے پہلے صاحبِ دیوان شاعر سلطان محمد علی قطب شاہ (۹۷۳ھ تا ۱۰۲۰ھ) نے نعت کی مستقل حیثیت متعین کی اور نعتیہ غزل کے ساتھ ساتھ نعتیہ رباعیاں بھی پہلی بار لکھیں۔ نعت شغف کا یہ عالم تھا کہ بیشتر غزلوں کے مقطعے بھی نعتیہ میں۔ پانچ باقاعدہ نعتیہ غزلوں کے علاوہ عید میلادِ نبیؐ پر چھ نعتیں ”عیدِ بختِ نبیؐ“ پر پانچ نعتیں ”شبِ معراج“ پر ایک نظم اور کئی نعتیہ رباعیات بھی ملتی ہیں۔ سلطان علی قطب کو رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستہ عقیدت تھی اور اس کے عہد میں ہر سال جشنِ میلادِ انبسیٰ منایا جاتا تھا۔ نمونہ کلام ہے

غزل کا مطلع: احم محمد آتھے اسے جگ میں سوغاتانی مجھے بندہ نبیؐ کا جم رہے ہستی ہے سلفانی مجھے

غزل کا مطلع: چاند سورج روشنی پایا تارے نور تھے

آبِ کوثر کو ٹرن تھڑی کے پانی پور تھے

رباعی: جیتا توں دل دجھو سوں قرآن دیکھے

احمد کے سو حق پر توں سب احسان دیکھے

دیکھ حلقہ خاتم النبیین میں توں

دل میں سوں تا ایضے رحمانی دیکھے

(اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق ص ۱۳۳-۱۳۵)

اسی دور کے پنجابی گوشترا میں سے حضرت سید حاجی محمد نوشہہ منج بخش قادری (۹۵۹ھ تا ۱۰۶۳ھ) ہجری، مدفن ساہیوال ضلع گجرات، پنجاب) کا اردو کلام بھی اب چھپ چکا ہے، جس میں نعتیہ رسالہ ”رسول پروان“ شامل ہے۔ اس رسالے کے دو دوہے نونے کے طور پر درج کئے جاتے ہیں۔

کلہ نور رسولؐ کا سن پیارے سچیا حضرت نور اللہ کا نوشہ کہے پکار

پیغمبر درگاہ سوں پنجا دے پیغام مرشد پاک رسولؐ کی ہوئی ہے کلام

(منج شریف اردو - مترسید شرافت نوشاہی مرحوم)

اس صدی میں شاعری میں نعتیہ اشعار لکھنے کا رجحان بڑھ گیا اور نور نامہ، مولود نامہ، معراج نامہ و وفات نامہ کے ساتھ ساتھ منظوم سیرت نگاری کا سلسلہ بھی جاری ہوا۔

۱۔ مثنویوں میں نعتیہ عنصر

تصنیف	شاعر	سن تصنیف	کیفیت
تغلب مشتری	غلامی	۱۰۱۸ھ	۲۶۔ ابیات نعت اور ۳۴ ذکر معراج میں ہیں آخر میں حضور کی شان شفاعت اور محبوبیت کا ذکر ہے۔
سیف الملوک و بدیع البہال خواصی		۱۰۳۵ھ	۲۱ اشعار نعتیہ ہیں
طوطی نامہ	خواصی	۱۰۴۹ھ	۲۴ اشعار نعتیہ ہیں
پھول بن	ابن نشاطی	۱۰۷۶ھ	۲۹ " " "
علی نامہ	نصرتی	۱۰۷۶ھ	۱۲۰ " " "
مکمل خن	نصرتی		علی عادل شاہ کے ریار کا مکمل شعر نعتیہ اشعار کی تعداد ۳۷ ہے جو بجاۓ خود ایک نعتیہ مثنوی بھی جاسکتی ہے۔

قصہ ہیرام دل اندام طبعی ۱۰۸ھ

ب۔ مولود نامے

مولود نامہ / نور نامہ عبدالملک بھروچی	۱۰۰۹ھ	شاعر کا دعویٰ ہے
تولہ نامہ	ابن تجراتی بھرد	۱۰۰۹ھ
مولود نامہ	عبدالمطیع	۱۰۷۲ھ
مولود نامہ	منہار	۱۰۹۰ھ
منید یقین / مولود نامہ	فلاحی	۱۰۹۵ھ
مولود نامہ	شاہر	۱۱۰۰ھ
مولود نامہ	قاسم	-
بارہ مجالس پر مشتمل ضخیم مثنوی		واقعات مستند نہیں

ج۔ وفات نامے

وفات نامہ	عبدالمطیع	۱۰۷۲ھ
وفات نامہ	عالم تجراتی	۱۰۸۷ھ

د۔ معراج نامے

معراج نامہ	سید بلاتی	۱۰۵۶ھ
معراج نامہ	مفتی بیجاپوری	۱۰۸۰ھ
معراج نامہ	مختار	۱۰۹۴ھ
معراج نامہ	سید میرزا لاشکی	۱۰۹۹ھ

۷۔ نورنامہ

نور نامہ	احمد	۱۰۸۹ھ
----------	------	-------

و۔ منظوم سیرت

نقصہ بے نظیر

صنعتی ۱۰۵۵ھ حضرت تمیم انصاری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ قصہ ذاتِ رسالتؐ کے گرد گھومتا ہے۔

تصنیف الانبیاء قدرتی ۱۰۹۵ھ ۲۱۔ انبیاء کرامؑ کا تذکرہ ہے۔ حضور اکرمؐ کا ذکر ہجرتِ حبش تک ہے۔

اس صدی کے شاعرانہ حسن (المتوفی ۱۰۵۹ھ) کی جگہ بیاں، عبداللہ قطب شاہ کی غزلوں میں نعتیہ شعرا در شاہ امین الدین (المتوفی ۱۰۷۶ھ ہجری) کے نعتیہ دو ٹہرے بھی ملتے ہیں۔

بارہویں صدی ہجری اردو زبان کے مجدد، ولی دکنی (المتوفی ۱۱۱۹ھ ہجری) کے جہلوں میں طلوع ہوئی اور بقول ڈاکٹر ریاض مجید، جس طرح دلی کی شاعری جنوبی ہند اور شمال ہند کی شعری روایات اور زبان و بیان کے اسباب کے درمیان ایک واضح حدِ فاصل قائم کرتی نظر آتی ہے، اسی طرح ولی کے نعتیہ شمار اردو نعت کے ارتقائی سفر میں ایک نئی منزل کی نشاندہی کرتے محسوس ہوتے ہیں۔ دلی کا نعتیہ سرمایہ ان کی غزلوں اور قصیدوں سے ملے کر رباعیوں، مخمس اور مستزاد پر مشتمل ہے، جو ان کے مخصوص رنگ (ریختہ) کی ترجمانی کرتا ہے (مقام اردو نعت ص ۱۶۸) دلی کے دیوان میں چھ مدحیہ قصائد ہیں، جن میں ایک حمد، نعت، منقبت، مغنلت میں ہے، دوسرا نعت رسولؐ میں ہے، تیسری حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی منقبت ہے، چوتھی میں بیت الاحرام کی مدح ہے، پانچواں حضرت میرزا محمد الدین کی مدح میں ہے اور چھٹے میں حضرت شاہ وحید الدین کی مدح مراثی کی ہے۔ دلی کو نعت کے خصوصیت شغف ہے اور اس کی ساری امیدیں بارگاہِ رسالت سے وابستہ ہیں۔ اپنے قلمی تعلق کو یوں ظاہر کرتے ہیں:

ہم کوں شفیق محشر وہ دلی پناہ میں ہے
مشرقتی ہماری حسدِ گناہ میں ہے

(کلیات دلی، مرتبہ انجمن ترقی اردو ۱۹۲۷ء ص ۲۷۴)

نعتیہ قصیدے کا ابتدائی رنگ دکھانے کے لیے دلی کے نعتیہ قصیدہ کے کچھ شروء درج کئے جاتے ہیں:

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے
یا محمدؐ دو جہاں کی غید ہے چھ ذات سول
جس مکاں میں ہے تہا دی فکرِ دشمن جلوہ گر
دیکھ طوبیٰ قدرِ جنس میں اوسے شوقِ سول
عارفانِ بویں گئے جانِ دہل سوں لکھوں گز
ہو فانی اللہ وائم یادِ یزدانی کرے
خلق کوں لازم ہے بنی کوں تجھ پہ قربانی کرے
عقلِ اول آسکدال اقرارِ نادانی کرے
جب گلستانِ ارم کی تو خرامانی کرے
جب دل تیری مدح میں گوہر افشانی کرے

(کلیاتِ دل - ص ۳۶۰ تا ۳۶۱)

قاضی محمد بکری (المتوفی ۱۱۳۰ ہجری) کی صوفیانہ شاعری میں بھی نعتیہ اشعار ملتے ہیں۔ ان کے کلیات میں ایک غیر منقوط نعت بھی موجود ہے، جس کے دو شعر نمونے کے طور پر درج کئے جاتے ہیں :-

محمدؐ گر مدد ہو گا ہمارا
موجود کا متنا کھول محمود
سکل دکھ دردِ رو ہو گا ہمارا
اود احمدؐ گر احد ہو گا ہمارا

(کلیاتِ بکری، مرتبہ ڈاکٹر محمد حفیظ سید ص ۲۷)

سید محمد فراقی بیجاپوری (المتوفی ۱۱۴۳ ہجری) تادمِ آخر نعت، منقبت اور مرثیہ لکھتے رہے۔ غزل کے انداز میں ان کی ایک نعت کا نمونہ پیش کیا جاتا ہے :-

بیتے میں اگر پیدا ہوا ہوتا تو کیا ہوتا
جستِ خواہاں کی نگہیں مین کر دھڑکتے دل
محمدؐ کی گلی بھیر فنا ہوتا تو کیا ہوتا
مدیتے کی زیارت کو گیا ہوتا تو کیا ہوتا
نظر ہے علمِ منطقی ہر مہمانی میں فراقی کو
اگر علمِ حدیثِ مصطفیٰ ہوتا تو کیا ہوتا

(دکن میں اردو - ص ۲۹۱-۲۹۲)

مغلوں کے زوال کے بعد مسلمانوں پر ایلا کا دور شروع ہوا تو نعت میں فریاد کا عنصر بھی شامل ہوا۔ پنجاب کے ایک صوفی شاعر جانی (بعد ۱۱۲۸ ہجری) کی شایعات میں نبی اکرمؐ سے فریاد کا ادغام دیکھیے :-

مجھے غفلت و بایاہ ہے
گناہاں پامیا گھیرا
خلافتِ راہ بھلا یا ہے
ابلی اسرا تیرا
نبیؐ ای اسرا تیرا

(پنجاب میں اردو ۱۳۶۳ / ۱۳۶۴)

شیخ محمد فاضل الدین بٹالوی (المتوفی ۱۱۵۱ ہجری) کی ایک نعتیہ نظم میں مسلمانوں کا تہذیبی اور معاشرتی کرب نمایاں ہے اور مدیلت نے نظم کو اشعار کا رنگ دے دیا ہے :-

تاہیں مرا چھٹ تم کوئی نظر بکالی یا نبیؐ
ہے رین دنِ غفلت کی مٹی نظر بکالی یا نبیؐ

فاضل پکار سے رین دن، شفیق شفیق، فریاد کرتا ہر گھڑی، نظر بھالی یا نہی
 اسی صدی میں مرزا محمد رفیع سودا (المتوفی ۱۱۹۵ھ) کا نام آتا ہے جو شمالی ہند کے شاعروں میں پہلے ممتاز شاعر کہے جاتے ہیں۔
 دلی سے سودا ایک فاضل بہاری شاہراہ ادیب پر ایک پوری منزل کا حکم رکھتا ہے۔ اس عرصہ میں جو تبدیلیاں زبان و بیان میں ہوئیں، ان کا مجموعی
 تاثر سودا کے نعتیہ قصیدے میں بدرجہ اتمیاز نمایاں ہے، اور ڈاکٹر طلحہ رضوی برق کے بقول "اس قصیدے کو شمالی ہند میں اردو کی باقاعدہ
 نعتیہ شاعری کا ابتدائی نمونہ کہا جاسکتا ہے۔" قصیدے کی تیشیب کو اخلاقی مضامین سے سنوار کر نعت کی تمہید کو مدح سے ہم آہنگ کیا
 ہے۔ گریز کی صورت بھی حسن مذاق کی اچھی مثال ہے، یعنی اس میں عشق مجازی سے بیزاری کا اظہار ہے اور اس کفر کو دل سے نکال کر
 دین محمدی میں داخل ہونے کی تلقین ہے۔

نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
 برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیف مسلمان

اس کے بعد دین محمد کی تعریف کے ساتھ نعت کا مضمون شروع ہو جاتا ہے۔

وہے دین محمد پیروی میں اس کی جو ہوتے
 رہے خاکِ قدم سے اس کی چشمِ عرش نورانی
 ملک سجدہ ذکر تھے آدمِ خاکی کو گر اس کی
 امانت عاریہ تو یہ احمدی ہوتی نہ پیشانی

اردو میں نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق، ص ۸۳

اس صدی میں منجم سیرت نگاری کو باجم عروج تک پہنچانے والوں میں نواز شمس ثبیدا اور مولانا محمد باقر آگاہ (المتوفی ۱۲۲۰ ہجری) کے
 نام بہت نمایاں ہیں اس صدی کی سیرت تصانیف ک فہرست نیچے دی جاتی ہے، جس کا بارڈاکٹر ریاض مجید کے مقالے "اردو نعت" پر
 ہے کہ اس میں بیشتر تذکرہ دلوں میں مذکور تصانیف شامل کی جا چکی ہیں۔

مقام تصنیف	مصنف	سن تصنیف	کیسٹ
لورنامہ	عنایت شاہ قاری	۱۱۱۱ ہجری	۱۵۴۰ بیات پر خستل ہے فارسی کے ایک شری رسالہ کا منظر مہم ہے۔
لورنامہ	شریف	۱۱۱۵ ہجری	
لورنامہ	سیدی		
لورنامہ	ملک خوشنود کی امکانی تصنیف		تذکرہ بردو خطوط (ہاشمی جلد اول ص ۱۸۷)
وفات نامہ	امین گجراتی	۱۱۰۹ ہجری	
درد نامہ	شیخ محبوب عالم	جدید عالمگیر	
وفات نامہ، شہر کائنات	علی بخش دیبا	۱۱۱۱ ہجری	

نفت نامہ سرکانات	امام دکن	۱۱۴۰ ہجری
معراج نامہ	امین مجراتی	بجلد ۱۱۰۹ ہجری
معراج نامہ	اعظم دکنی	۱۱۲۰ ہجری
معراج نامہ	اعظم بیجاپوری	۱۱۷۷ھ
معراج نامہ	شاہ ابوالحسن قرنی بیجاپوری	۱۱۸۵ھ
بحر المعانی	محمد بن یحییٰ مہدی	۱۱۸۱ھ
معراج نامہ	شاہ کمال الدین کمال	۱۱۹۱ھ
معراج نامہ	شیخ نقی ازنگ آبادی	۱۲۰۰ھ
چرخیات نصرانی	ماقبل ۱۰۸۳ھ	
قصیدہ معجزہ	بجنونی مجراتی	ماقبل ۱۱۰۰ھ
قصیدہ ہر فی		۱۱۰۰ھ
معجزات رسالت	مخدوم حسینی	
شامل النبی	عبدالمحمد ترین	ماقبل ۱۱۵۰ھ
روضۃ القلوار	ولی دیواری	۱۱۵۹ھ
ریاض السیر	غلام محمد حسرت	
اعجاز زبانی	نوازش علی شیدا	۱۱۸۶ھ
جلد اول	نور محمدی سے نازل وحی تک کے حالات پر مبنی ہے۔	
جلد دوم	بہشت سے ہجرت تک کے واقعات پر مبنی ہے۔	
جلد سوم	ہجرت سے وصال تک کے کوائف پر مبنی ہے۔	
جلد چہارم	معجزات و فضائل کا ذکر ہے۔	
بہشت بہشت	مولانا محمد باقر آگاہ	

بایا گیسو دراز کے مرید
شاہ درویش قادری کے شاگرد

قصیدے کی ہیئت کے ۱۳۴ شعر

ابیات کی تعداد ۱۹ ہزار سے متجاوز ہے۔

۱۔ می دیکھ :	نور محمدی کا بیان تصنیف	۱۱۸۳ھ	۱۶۰۲	ابیات
۲۔ من بہر :	نبوت کی بشارتوں کا بیان		۶۵۱	"
۳۔ من مومن :	ولادت یا سعادت کا تذکرہ	۱۱۸۶ھ	۷۲۰	"
۴۔ چنگ مرین :	۸ سال کی عمر سے وفات تک واقعات	۱۱۸۵ھ	۸۱۷	"
۵۔ آرام دل :	اخلاق و شائستگی	۱۱۸۵ھ	۱۲۵۲	"

۶۔ راحت جاں	خصائص رسالت ۱۱۸۶	۶۰۲ آیات
۷۔ من درپن	مجزاست جوئی ۱۲۰۶	۳۱۶۱
۸۔ من بیجون	ادبِ جوئی اہل تہذیب و عفت ۱۲۰۹	۸۱۸

رسالہ من درپن کے دہائیہ اشعار نمونے کے طور پر درج ہیں

تصدق سے عجز کے الہی مسلمانوں کی قائم رکھ تو شاہی
تصدق سے نبی کے حق و قوم بچا عالم میں اوس کے دین کی دھوم
رکھ اوس کے عشق میں یوں ہم کوئی شہرہ کہ جان و تن کریں ہم اوس پہ بہار

(اُردو میں نعتیہ شاعری، اشفاق ص ۲۱۰)

تیسری صدی ہجری میں حکماء و شاعری کا مرکز شامی خد بن چکا تھا۔ قدما سے لے کر متوطنین بہت شاہر شعرائیں سے قریب قریب بھی نے نعت کہتے کی سعادت حاصل کی، مگر حصولِ برکت کی غرض سے یا پھر حمد و بدعت کہنے کی روایت نبھانے کے لیے میر تقی میر (المتوفی ۱۲۱۵ ہجری) کہتے ہیں سے

جلوہ نہیں ہے نظم میں حسن قبول کا
دیوان میں شعر گر نہیں نعتِ رسول کا

(کلیاتِ میر، مرتبہ ڈاکٹر عیادت بریلوی ص ۲۵۳)

اس صدی کے وسط تک کسی شاعر نے بھی نعت گوئی کو شمار نہیں کیا، مگر اکاؤنٹ کا فقید نظیر ہر کسی نے ہی لی جن میں سے میر کی مسدس، انجیل شہیدہ دہلوی (المتوفی ۱۲۴۶ھ) کی ثنوی سلک نور کے فقیدہ اشعار، کرامت علی شہیدی (المتوفی ۱۲۵۶ھ) کا قصیدہ نغرا، موسیٰ الہوی (۱۲۶۸ ہجری) کا قصیدہ یعقوبان زمرہ منجی طبع بہ مضمون بادخواہی نسیم گلشن نبوت و شمالِ چین رسالت، ثنوی نانام دیگر پلا ساقیا جام کش مجھے، ثنوی بہ مضمون جہاد اور تضمینِ نعت قدسی قابلِ ذکر ہیں۔ شہیدی کے قصیدے میں تشبیب و گریز شامل نہیں پورا قصیدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد و شانِ شفاعت پر مبنی ہے، البتہ آخر میں شاعر نے اپنے والہانہ جذبات کا اظہار کیا ہے۔ نمونے کے طور پر کچھ شعر درج کئے جاتے ہیں سے

رقم پیدا کیا طرفہ بسم اللہ کے بد کا	سر دیواں کھا ہے میں نے مطیع نعتِ محمد کا
ادھر اللہ سے اصل، ادھر مخلوق میں شامل	خواص اس بندِ خیر میں ہے حرفِ شد و کا
بیں گے جس ٹھڑی عشرت کے ساءنِ بزمِ جنت میں	کھیلے گا حلِ اُمت کو ترے انعام بے حد کا
لبِ گوہرِ شاں واہوں گے جب عرضِ شفاعت کو	تاشا گاہِ عشرت میں کیوں گئے یک منہ بد کا
بچیں گے مثلِ تقویم کہیں دیوں ہزاروں کے	ہوا عالم میں شہرہ میر سے اشعارِ محمد کا
تمنا ہے درختوں پر تیرے روختے کے جیٹھے	فخس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ عقید کا

(دیوان شہیدی مطبوعہ نول کشور ۱۲۹۳ھ)

شہید سی نے نہ جانے کس لائقِ قبولیت میں یہ قصیدہ لکھا کہ حج بیت اللہ کے بعد جب مدینہ طیبہ جا رہے تھے تو راستے میں بیمار پڑ گئے اور جب یارِ رسولؐ کے اتنے قریب پہنچ گئے کہ مدغمۂ اقدس نظر نے لگا تو جاں، جاں آفریں کے سپرد کر دی۔ ان کی تمنا کے حرف بہ حرف پورا ہوئے اور ان کے حسنِ خاتمہ کی بدولت اس قصیدے کو یہ شہرت مل کر اُردو نعت کا کوئی تذکرہ ان کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اور یوں آج کا یہ دعوٰی بھی پورا ہوا کہ چھ ہوا عام میں شہرہ میسر ہے اشعارِ مجدد کا اس قصیدے کی مقبولیت کا اعجاز اس حقیقت سے بخوبی ہو جاتا ہے کہ امیرِ مینائی اور محسنِ کاکردی کے ملاوہ کئی نعت نگاروں نے اس قصیدے کی تقلید میں قصیدے یا پھر اس کی تفسیفیں لکھیں۔

مومن کے قصیدے میں علمی شانِ ارتقائے کی بنی کے ساتھ ساتھ روحِ عصر بھی شامل ہو گئی ہے۔

شہنا ستم ہے کہ تیرے میٹھ خواں بہ کرے ہزار گونہ ستم روزگار ناماؤں سے
کچھ انتہا بھی کہ اکب کے قدریے جا کی ہمیشہ ہرے طالع میں اجتماعِ غوس
مٹے ہیں خاک میں کیا یا مرے غموں و غلام خدا کسی کو نہ دے ایسے طالعِ منکوس
اکلیت مومن، جلد دوم، مجلس ترقی ادب لاہور

غزل میں نعتیہ شعر کہنے کی رسم غالب (المتوفی ۱۲۸۵ھ) نے بھی نبھائی ہے۔

مستور تھی یہ شکل تجلی کو تہہ کی قسمت کھل ترے قد درخ سے ظہور کی
اُس کی اُمت میں جو ہیں میرے ہیں کیوں کام بند واسطے جس شہ کے غالبِ غنبد بے در کھلا
(دیوان غالب، نسخہ ظاہر)

انیس (المتوفی ۱۲۹۱ھ) و دیر (المتوفی ۱۲۹۲ھ) کے مرثیوں میں بھی بہت سا نعتیہ عنصر موجود ہے، جو اہلک مضمون کا تقاضا کرتا ہے۔ اُردو نعت نے مستقل فن کی حیثیت بھی تیرھویں صدی ہجری میں اختیار کی اور اسے باقاعدہ فن بنانے والوں کے ہرادل دستے میں شامل ہند کے مولانا کفایت علی کافی، مولانا غلام امام شہید اور حافظ لطف علی خاں لطف بریلوی کے ملاوہ دکن کے کئی نعت نگار بھی شامل ہیں اس مدد کے دکنی نعت نگاروں کا ذکر

”تیرھویں صدی سے دکن میں بڑے اچھے نعت گو پیدا کئے، جن میں فیر محمد خاں ایماق کا نام سرفہرست ہے۔ ان کے علاوہ امیر الدین خاں می متوفی ۱۲۴۰ھ، خواجہ فیاض الدین بدہ متوفی ۱۲۸۵ھ، خواجہ حسین شاہ متوفی ۱۲۸۸ھ، خواجہ عبداللہ خاں خیر محمد حیات خاں حیات مسوری، فیض الدین خاں ادب، شیخ محمد علی ناظم حیدر آبادی اور ذوالدار ع نواب ارسلو جاہ نعت کے ساتھ معروف ہیں مشہور مداح رسول مولوی غلام امام شہید بھی اسی دوران میں حیدر آباد آئے تھے ان حضرات کی مستقل تصنیفات نعت میں ہیں، مگر تفصیل کا یہاں محل نہیں۔“ (نو حصر ۱۳۲۳ سیرت رسولؐ نمبر ۱۹۱۳ ط)

مولانا کفایت علی کافی کا مراد آباد کے برگزیدہ مہمان میں شمار ہوتا ہے۔ ان کی تمام شاعری نعت و نعت کے لیے وقف رہی۔ دیوان کافی کے علاوہ داستانِ صادق، جذبہ حقیق، ثنوی تمجید، دہ بار نبی کریمؐ، حیدر شریف، مولود بیجا، بہارِ خلد (شاعری ترمذی کا ترجمہ)، نسیمِ حقیقت (چل

حدیث کا ترجمہ، خیابان فردوس (ترغیب اہل سعادت از شاہ حمید الحق کا ترجمہ) اور اذونات صرف و نحو آپ کی یادگار تصانیف ہیں آپ نے
نے تحریک آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، تحریک کے دوران گرفتار ہوئے اور پھانسی کا حکم ہوا۔ قتل گاہ کی طرف جاتے ہوئے یہ شعر
پڑھ رہے تھے :-

کوئی گل باقی رہے گائے چمن رہ جائے گا ہر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
ہم صغیر و بڑا ہیں ہے کوئی دم کا چیمپ بلبلین اڑ جائیں گی سنا چمن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کاتی لیکن حشر تک نعت حضرت کا زبانوں پر چل رہے پائے گا
(ارمغانِ نعت مرتبہ شفیع بریلوی نقوش ثانی ص ۱۲۴)

آپ کی شہادت ۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۷ء ہجری میں ہوئی اور اس شہید کا لہو نعت کی روایت کو گل و گلزار کر گیا۔
مولانا غلام امام شہید (انتوفی ۱۲۹۶ھ) اپنی تمام تخلیقی قوتوں کو نعت گوئی کے لیے وقف کر دیا۔ اسی لئے انہوں نے اردو کے
ساتھ ساتھ فارسی کی نعتیہ شاعری میں نہایت دقیق اضافے کئے۔ ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق لکھتے ہیں کہ ایک عرصے کی رسمی شاعری کے
بعد ہم پہلی مرتبہ ایک نعت گو شاعر کو اس اجتہادی اور انفرادی رنگ میں بزمِ سخن میں جلوہ گرہ پاتے ہیں جس سے نعتِ رسول کی نئے ہی
بدلی دی آمد آنے والوں کے لئے ایسا نمونہ چھوڑا کہ جس کی تقلید میں اردو نعتیہ ادب صفا میں اور دلاویز طریقہ بیان سے کام لیا ہو گیا۔
(اردو میں نعتیہ شاعری - ص ۲۷۴)

فارسی میں ضخیم کلیاتِ شہید اور اردو میں مولود شریف شہید کے علاوہ مجرّد خطوط و مضامین انٹائے بہار بے خزاں آپ کی تصانیف ہیں۔
پروفیسر حامد حسن قادری مولود شریف شہید کے بارے میں لکھتے ہیں :-

”یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی ورائی میں مرتبہ تھی کہ اس کی اشاعتوں کا شمار دشوار ہے۔ آج تک رائج و شائع ہے۔
اس کے ایک ایک فقرے، ایک ایک روایت، ایک ایک شعر سے شہید کا عشق و دلولہ جو شوق، سوز و درد منتر ہے
سنا ہے جب شہید خود اس کو محفل میں پڑھتے تھے تو عجب سماں بندھ جاتا تھا، اکثر اہل محفل پر دھڑکتے سے غش جاری ہو جاتا تھا۔ اس طرز
اور اس مقصد کی یہ اردو میں پہلی کتاب ہے۔“ (راستانِ نایب اردو - ص ۲۴۹)

شہید کے نعتیہ کلام میں قصیدہ، مثنوی، غزل اور ترجیع بند سبھی اصناف ملتی ہیں، ایک نعتیہ غزل کے کچھ اشعار بلورِ نمونہ درج ہیں

مذاح ہوں جنابِ رسالت پناہ کا عرشِ بریں پہ گشت ہے میری کلاہ کا
ہے اُس کے حکم کے نہ چیلے لوح پر قلم مالک ہے وہ تمام سپید و سیاہ کا
ہمیش ہے عدم کا سفر سب کو دستر جو نعت کا کلام ہے تو شہ ہے راہ کا
چغیہ برون کا شامِ عادل ہے وہ شہید کیا مرتبہ ہے نامِ خدا اس گماہ کا

[تذکرہ عندلیبِ ریاضِ رسول از نظیر لودھی بٹری]

مطبوعہ شام و سحر نعت نمبر ۱ ص - ۲۷

حافظ لطف علی خان سلف بریلوی (المتوفی ۱۲۹۸ ہجری) غزل میں نعت نگاری کی روایت کے سب سے پہلے بڑے شاعر ہیں۔ انہوں نے غزل کو نعت کے لیے مخصوص کر کے وسیع امکانات دیافت کیے۔ اپنے فکر و فن نعتیہ غزل کے لیے وقف رکھا اور نعت میں غزلیہ دیوال ۱۲۷۰ ہجری میں مرتب کیا جو ان کی زندگی میں متعدد بار چھپا اور ان کی وفات کے بعد بھی اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے دیوان نعتیہ ۱۰۲ نعتیہ غزلوں کے علاوہ ۹۷ شعروں کا ایک طویل سراپا ہے، نیز ایک غمہ اور قطعہ بھی دیوان میں شامل ہے۔ نعت میں منقبت بھی شائی کر لی گئی ہے۔ اردو نعت میں لطف بریلوی پہلے شاعر ہیں جنہوں نے نوآوری اپنے شغف نعت کا اظہار کیا ہے اور ان کا یہ رویہ نعت کو مستقل فن بنانے کے سلسلے میں پہلا شعوری اعلامیہ ہے۔

وصف لکھتے ہوں تہی کے حسن عالم گیر کا کیوں نہ شہروں شہروں شہرہ ہو مری قمریہ کا

اے لطف نعت گوئی میں یہ مرتب ہوا محمد کو حصول عشق حبیب خدا ہو

لطف لکھتا خدا جتنا ہے جس شاعر پر بخدا ہے وہی مدارج پیغمبر ہوتا

ہم سر آستان نبی سے آٹھ نہیں گئے سو گردشیں ہوں چرخ کی لاکھ انقلاب ہو

لطف نے میلادینظموں کے ساتھ ساتھ سراپا نگاری کو بھی موضوع سخن بنایا اور نعت میں داخلی احساسات بھی شامل کیے۔ حضور سے حبسیت و شفاعت اور استمداد و استعانت کے صف میں بھی ان کے ہاں عام ملتے ہیں۔ وہ نعتیں جن کی ردیفیں یا شفیق الورا، یا شفیق المدین، انبیاء، یا رسول اللہ اور یا رسول ہیں اسی انداز نعت سے مملو ہیں۔

کافی، شہید اور لطف کے انفرادی اور اجتہادی رنگ نعت نے نعت رسولی قبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز ہی بدل دیا اور آنے والوں کے لیے ایک ایسا نمونہ چھوڑا جس کی توفیق سے اردو کی نعتیہ شاعری صف میں تازہ اور سخن بیان سے مالا مال ہو کر عروج تک پہنچی۔ نعت نگاروں کے اس ہر اول دستہ کے جلو میں سامنے آنے والے نعت نگاروں میں مفتی غلام سرور لاہوری (المتوفی ۱۳۰۷)، میرا غلام علی شاہ حیدر آبادی (المتوفی ۱۳۱۵)، غلام مصطفیٰ عشق دکنی، سید واجد علی دہلوی (المتوفی ۱۳۱۶)، مولوی محمد حسین قنبرا آبادی، (المتوفی ۱۳۱۶)، سید محمد تقی بیان دیزدانی (المتوفی ۱۳۱۷)، امیر غفرانی (المتوفی ۱۳۱۸)، اور محسن کاکوروی (المتوفی ۱۳۲۲ ہجری) شامل ہیں ان میں سے ہر کوئی اپنی اپنی جگہ پر اہم ہے۔ مگر اس دور کو بحیثیت مجموعی امیر و محسن کا دور کہنا چاہیے، جن کی بدولت اردو نعت اعلیٰ ترین معیارات سے ہمکنار ہوئی۔

مفتی غلام سرور لاہوری جو تاریخ اور نعت فرس کی حیثیت سے بھی ممتاز ہیں کے چاروں دیوان "دیوان کلیات سرور نعتیہ" میں یکجا ہو چکے ہیں، جو مقدار و معیار کے اعتبار سے اردو نعت کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ آپ کا وصال ۲۷ ذوالحجہ ۱۳۰۷ ہجری کو دینہ منورہ میں ہوا۔ تاہم وفات ان کا اپنا کہا ہوا یہ مصرع ہے۔

ابھی سرور نے کی ہے سرور عالم کی پالوسی (۱۳۰۷ھ)

ان کے کلام میں مسدس، مخمس، تریز، ترکیب بند، سی حرفی، سبھی کچھ شامل ہے نوہ کلام۔

ہوا ہے حاضر غلام سرور تمہارے روضے پہ ہر جاکر تفرغیت کی کیجئے اس پر کہ ہے یہ عاجز تمہارا چاکر

نہ مجھ کو پابند گھر کا رکھو، نہ غم اُدھر اور اُدھر کا گھر
سوالی اپنے ہی درکار رکھو، نہ پھر و محروم گھر کا گھر

۱۹۱۰ء

(ص ۳۲، ۳۵ دیوان کلیات سرور نقیہ مطبوعہ اسلامیہ شمیم پریس لاہور)

میرا عظم علی ذل شائق حیدر آبادی کا کلیات پہلی بار ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوا جس میں نقیہ غزلوں کے علاوہ سلام، شہادت،

مجنس، ہمدس اور شہریاں بھی شامل ہیں۔ مضمون عاشقانہ ہیں۔ جن میں داخلی جذبات کا اظہار ہے۔ نمونہ کلام ہے

احمد پاک پہ نائل نہ ہوا تھا سود ہوا
دل مرا عشق میں کامل نہ ہوا تھا سود ہوا

نواب میں رویت احمد ہوئی، سبحان اللہ
محفل پاک میں داخل نہ ہوا تھا سود ہوا

(ص ۳۴ اردو میں نقیہ شاعری از ڈاکٹر سید اشفاق)

دکن کے شاعر غلام مصطفیٰ عشقی کے کئی دیوان ہیں اور یقیناً ڈاکٹر فرمان فتح پوری ان کا اردو نقیہ دیوان محامد محمدی المصروف

یہ توصیفات مصطفیٰ مطہر مطہر شمس حیدر آباد دکن ۱۳۲۲ھ ظاہر کرتا ہے کہ عشقی ایک تہ درسا کلام نعت گو تھے اور جو کچھ کہتے تھے جذبات

میں ڈوب کر کہتے تھے۔ نعت خوان حلقوں میں ان کا کلام بہت مقبول رہا ہے۔ نمونہ کلام ہے

یا شیخ الحدی سلام علیک
یا نبی الہدی سلام علیک

خاتم الانبیا سلام علیک
سید الاصفیا سلام علیک

(ص ۸۷-۸۸ اردو کی نقیہ شاعری از ڈاکٹر فرمان فتح پوری)

سید واحد علی حیدر ہوس کی نقیہ دیوان (مطبوعہ ۱۳۴۸ ہجری) ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے کتب خانے میں موجود ہے۔ نمونہ کلام ہے

یا نبی حلوہ پیر نور دکھایا ہوتا
کوئی دن مجھ کو دینے میں بلایا ہوتا

سوختہ دل چوں کلیمہ مرا ٹھنڈا ہوتا
خجیر روضہ اقدس کا جو سایا ہوتا

(ص ۲۰۷ اردو کی نقیہ شاعری)

مولوی محمد حسین تفسیر آبادی کے نقیہ دیوان المسمیٰ بہ تراثہ ایمانی کا اسلوب عالمانہ اور موزیانہ ہے۔ نمونہ کلام ہے

سعادت محفل بیژن کی تماشا ہے کہ ہر تہ
ہماتے دولت جاوید کا شہر نکلتا ہے

زمین بیژن کی خوبیاں دیکھ کر صحر میں
خیلاں کا شجر بھی سرو سے خوشتر نکلتا ہے

(ص ۲۳۹ مقالہ اردو نعت از ڈاکٹر ریاض مجید)

سید محمد رفیق اردو میں بیان اور فارسی میں بزدانی نکلی کرتے تھے۔ ان کی کئی تصانیف ہیں۔ نقیہ تصانیف "عطر محبوبہ نعت اور ذیل حرم" ہیں

نعت میں تغزل کے بے جا دخل کی وجہ ان کی نعت کو دور جدید میں پسندیدگی حاصل نہ ہوئی۔ نمونہ کلام ہے

نواب میں زلف کو کھڑے سے بٹالے آجا
بے نقاب آج تو لے لے لے لے لے لے آجا

بیکسی پر مری خوں روتے ہیں چپاے آجا
راہ میں چھوڑے قافلے دے آجا

(ص ۴۶، ۴۷ نقوش بیان، مرتبہ ڈاکٹر سید صفدر حسین مطبوعہ ۱۹۷۳ء)

نعت گوئی کے ذریعہ تشکیلیں کی ہیں روایتِ امیر مینائی اور محسن کا کوروی تک پہنچ کر کمیل بن کاوردہ حاصل کر لیتی ہے۔ امیر نے نعت کے علاوہ دوسری اصناف میں بھی شاعری کی مگر محسن کا کوروی کی داستانِ نعت اور کمال بن یحییٰ صنوں میں نعت گوئی کے سلسلے میں اب تک کی جلتے والی کوششوں کا محصل ہے۔

امیر مینائی (المتوفی ۱۳۱۸ھ) ایک مذہبی گھرانے اور سلسلہٴ چشتیہ صابریہ سے تعلق رکھتے تھے اور نعت گوئی کے لئے ان کی طبیعت سازگار تھی۔ ۱۸۵۷ء عیسوی کے ہجرت کے بعد جب وہ لکھنؤ چھوڑ کر کاکوروی میں پناہ گزین ہوئے تو ان کی ملاقات مشہور نعت گو محسن کا کوروی سے ہوئی۔ محسن کی صحبتوں کی بدولت ان کا نعت گوئی کا میلان بہت بڑھ گیا۔ امیر کی متعدد تصنیفات میں سے محکم المصنوع شہزادی نور و جلی و امیر کرم، نعتیہ مسدس صبحِ ازل، شامِ ابد، ایلة القدر اور شاہِ انبیا نعت سے متعلق ہیں۔ نعت میں نین قصیدے بھی ان کی یادگار ہیں۔ خیابانِ آفرینش نثری مولود نامہ ہے۔ غزلیات کے دو این میں بھی بجا نعتیہ اشعار ملتے ہیں نعت میں تخلیقِ فرنی کے باوجود انھیں پاسِ شریعت رہتا ہے اور عشقِ وادب کو ہم قدم رکھنا خوب جانتے ہیں۔ سنوئے کلام سے

موت ہے سر پر کھڑی یا رجمتہ للعالمین

بن مصیبت کی گھڑی یا رجمتہ للعالمین

شوقِ تڑپ جاتی ہے کھیتی ہوئی جاتی ہے نعل

ابو رحمت کی جھڑی یا رجمتہ للعالمین

(ص ۲۰۷، ذکرِ حبیب (امیر مینائی کے نعتیہ کلام کا انتخاب مرتبہ خاندانی)

محسن کا کوروی (المتوفی ۱۳۲۲ھ) وہ شاعر ہیں جن کی سعیِ دلپذیر کی بدولت اردو نعت کو ادبِ عالیہ میں شمار کیا گیا۔ شہر و سخن کا شوق اور مذہبی رنگ بچپن ہی سے طبیعت پر غالب تھا۔ نو سال کی عمر میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ محسن کی نعتیہ شاعری اسی خواب سے شروع ہوتی ہے۔ سب سے پہلی فارسی نظم جو انہوں نے لکھی وہ اسی خواب کی خوشی میں لکھی۔ کلیاتِ محسن میں پانچ قصیدے، چودہ مثنویاں، ایک مسدس سراپائے رسولؐ اکرم۔ اٹھائیس رباعیات، بیس غزلیں اور کچھ نظمیں بطور مناجات شامل ہیں۔ پہلی اور تخلیقِ قصیدہ مکتبہ کلامِ رحمت ۱۲۵۸ھ میں ۱۶ سال کی عمر میں ہوئی جس کی تشبیب بہار یہ ہے۔ قصیدہ لامیہ مدحِ خیر المرسلین جسے سب سے زیادہ شہرت نصیب ہوئی ۱۲۹۳ھ میں تصنیف ہے۔ اس کی تشبیب کو کاشی و مقرر کے مناظر کے ساتھ ساتھ امیرِ پنجاب اور برقِ بنگالہ کی سحر آفرینوں سے جس طرح آراستہ کیا گیا، ان کا اچھوتا بن اس کی بقولیت کا سبب بنی بنا اور موردِ اعتراض بھی ٹھہرا۔ رفیعِ اعتراض کے لئے امیر مینائی کو مصنف کے جواز میں یہ دلیل لانا پڑی حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدے باتِ سعاد کی تشبیب بھی غیر مشروع تھی، جسے سن کر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاعر کو اپنی روانے مبارک بطور انعام دی تھی۔ امیر نے اس قصیدے کا قطعہ تارِ رخ بھی لکھا۔

نعت میں حضرت محسن نے قصیدہ لکھا

جس کا ہر شعر ہے گلزارِ جنات کا، کج

ہاتھ آیا مجھے نازِ رخ کا مصرعہ یہ امیر

مذہبِ محبوبِ رسولؐ، شمعِ سبیل، نامِ سرِ کل

۹۳

۱۲

(حاشیہ ص ۳۶ مکمل مکتبہ حضرت محسن کا کوروی)

اس نادرو لا جواب نصیب کیے کچھ حیرت انگیز طور پر درج ہیں :

نخل خوشترجم رسولؐ ملتی و عربی
نہ کوئی اس کا مشابہ ہے ہمسر نہ نظیر
ادج رفعت کا قمر نخل دو عالم کا شرف
مہر تو حید کی صنو، ادج شرف کا مہر تو
زیب و دامن ابد طرہ دستار اندل
نہ کوئی اس کا مماثل، نہ مقاب، نہ بدل
بحر وحدت کا گہر، چشمہ کثرت کا کنول
شمع ایسباد کی لو، ہزم رسالت کا کنول
(ص - ۱۷۵ - کلیات حسن)

محسن اپنی شہزادیوں پر تقدس و پاکیزگی کی فضا پیدا کرتے ہیں۔ وہ بجائے خود اردو کی نعتیہ شاعری میں ایک گراں قدر نام ہے۔ محسن کا سارا کمال فنِ نعت گوئی میں صرف ہوا ہے، اسی لیے وہ اردو نعت کی پوری روایت میں ممتاز نظر آتے ہیں۔

سخن کو رتبہ ملا ہے مری زبان کے لیے زبان ملی ہے مجھے نعت کے پیاں کے لیے
اردو نعت کے جس قدر کا خاتمہ حسن کا کوہِ دی پر ہوا، اس میں نعت زیادہ تر حصولِ سعادت اور تسکینِ خاطر کا ذریعہ ہی گئی۔ ایک دایہ نہ شیعہ کی جو کسی منطق و نفسیات کی محتاج نہیں اس زمانے کی نعت میں نمایاں ہے رسالتِ مآب کے جمالِ ظاہری کا بیان زیادہ ہے۔ نعت گوئی کے دورِ جدید کی راسخ بل ۱۲۷۱ھ / ۱۸۵۸ء کی جنگِ آزادی کے بعد پڑی، جب طرقتِ اسلامیہ میں فکری انقلاب تیز تر ہو گیا۔ نعت میں نیا طرزِ احساس، اجتہادِ شعری اور تازہ سئے پیدا کرنے والوں میں جدید اردو شاعری کے امام مولانا حالیؒ (۱۸۳۷ء - ۱۹۱۴ء)، مولانا شبلی نعمانیؒ (۱۸۵۷ء - ۱۹۱۴ء)، نظم طباطبائیؒ (۱۸۵۳ء - ۱۹۳۳ء)، مولانا ظفر علی خانؒ (۱۸۷۰ء - ۱۹۵۶ء) اور حضرت علامہ اقبالؒ (۱۸۷۳ء - ۱۹۳۸ء) کے ہم سفر تھے۔ ان بزرگوں کے افکار کی روشنی میں نعت گوئی کے کچھ نئے امکانات بھی سامنے آئے، جن سے بعد میں آنے والے نعت نگاروں نے (بالخصوص قیام پاکستان کے بعد) بہت استفادہ کیا۔ نئے امکانات میں سے کچھ یہ ہیں :

- ۱۔ تذکارِ سیرت کے ذریعے اتباعِ خیرِ الانام کی ترغیب۔
 - ۲۔ عشقِ رسولؐ کو سینوں میں بیدار کر کے مثبت قوت بنانا۔
 - ۳۔ نعت میں حضورِ اکرمؐ کے شائل باطنی اور تعلیمات سے انسانوں کی توجہ دہنی کی عملی ترین اقدار کی طرف مبذول کرنا۔
 - ۴۔ اسلامی اقدار کی تائید و فروغ اور باطل نظریات کا رد۔
 - ۵۔ حضورِ اکرمؐ کی مثالِ سیرت کے حوالے سے اپنے احوال کا جائزہ۔
 - ۶۔ خود شناسی، کائنات شناسی اور خدا شناسی کی جملہ منازل میں حضورؐ کی اپنی رہبری کو فکرِ اقبال کی روشنی میں اجاگر کرنا۔
- مولانا حالی کی نعت میں بقول ممتاز حسن "عشقِ ذات اور شعورِ صفات دو بیک وقت موجود ہیں۔"

(ص ۲۳، مقدمہ خیر البشر کے حضور میں)

حالی کے قصائد میں کہ صدس مدو جزرہ اسلام یا پھر عرفی حال پر خباب سرور کائنات جذباتِ عقیدت اور مقصدیت کا حسین امتزاج

ہر کہیں نظر آتا ہے۔ بارگاہِ رسالتؐ کے آداب کا انہیں گہرا احساس ہے۔ "عزیزِ حال" کے آخری دو شعر عمدتِ نعت نگاروں کے پیشِ نظر نہ چاہئیں۔

ہاتھوں سے ٹپکتا تری اب صاف جگلا ہے
ہے بھیا خبر تجھ کو کہ ہے کون مخلص
یاں حبیبِ لب خارج از آشکِ غلبہ

(ص ۱۲۵۔ ممدسِ حالی مدی ایشین)

مولانا شبلی نے سیرتِ انبیؑ کے کچھ واقعات کو سادہ انداز میں نظم کر کے، چہرِ رسالتؐ کی جھلکیاں دکھائی ہیں۔ ان کے انحصارِ ادبی دردمندی نے ان منظومات کو وہ دل نشینی پیرایہ بخشا ہے جو دل و دماغ کو بیک وقت متاثر کرتا ہے۔ ان نظموں میں ہجرتِ نبویؐ، تعمیرِ مسجدِ نبویؐ، اہل بیتِ رسولؐ کی زندگی، اشیاء کی اعلیٰ ترین نظیر مساجدِ اسلام وغیرہ شامل ہیں۔

نظم طباطبائی نے قصیدے کے نئے نئے اقباس دکھائے۔ قصیدوں میں واقعاتِ تاریخ کو سمونے کا اہتمام حسنِ خوشِ اسلوبی سے نظم نے کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ان کے قصائد کے عنوانات یہ ہیں: ۱۔ ذکرِ بعثت و فتح مکہ - ۲۔ قصیدہٴ معراج - ۳۔ ہجرت و غزوہ بدر - ۴۔ عہدِ جاہلیہ کا کفر اور پیغمبرِ مجاہد - ۵۔ قصیدہٴ احزاب - ۶۔ قصیدہٴ خیبر و قصیدہٴ حنین۔

مولانا ظفر علی خاں کی طبیعت کے تنوع، اُمت کے دردِ کلام کی قدرت اور جذبے کی گیرائی نے اردو نعت کو وہ شوکت و رعنائی بخشی، جو اس کی قبولیت کا سبب بنی۔ بقول مولانا صلح، الدین احمد: ظفر علی خاں نعت کے مجدد ہیں اور انہوں نے اپنی تخلیقات میں جذباتِ عقیدت کے ساتھ ساتھ، گہری حقیقت کو برقرار رکھا ہے اور ایک لذتِ درجہِ بیف اندازِ بیان سے دونوں کا اظہار کیا ہے کہ ان کی نعتیں آج خواص و عوام دونوں میں یکساں مقبول ہیں اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو یہ کیفیت ایک عرصے تک یونہی قائم رہے گی۔ ہمیں یاد ہے کہ جب انہوں نے اپنی پہلی نعت:

"وہ شمع اجالا جس نے کیا چالیس برس تک فادوں میں

لگھی تو ملک بھر میں ایک مرے سے دمرے مرے تک ہجرت و مسرت کی ایک ہر دہ گئی اور اس لہر کا مدوجزہ آج بھی ان کی بے مثال نعتوں میں ابھرتا اور چمکتا نظر آتا ہے۔" (ہفت روزہ حمایتِ اسلام، ص ۱۲)

مولانا ظفر علی خاں سیرتِ محمدیؐ کے بیان میں عمل اور افادہ کی پہلو کو بہرِ صحت ملحوظ رکھتے ہیں اور نعت کے ذریعے حضورؐ کے نام لیاؤں میں جذبہٴ مسرف و شوق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

حضرتِ سلامہ اقبالؒ نے (ابتدائی شاعری کو چھوڑ کر) بابو اسطغریرؒ اور فلسفیاءِ رنگ میں نعتیہ شاعری کی ہے اور غالباً ادبِ نبویؐ کے پیشِ نظر رسالتِ مآبؐ سے براہِ راست خطاب کم کم کیا ہے، کہیں طرابلس کے شہیدوں، کہیں مہدینِ رسولؐ، کہیں جنگِ یرموک کے مجاہد، کہیں حدیبیہ اکبرؐ اور زیادہ تر مردِ مومن کے حوائے سے اپنی داستانی جذب و شوق چھڑی ہے۔ بارگاہِ رسالتؐ میں بارپا نے کئے یے، نگہِ نواحِ کائناتؐ اور کوہِ انجمؐ کے سہارے لیتے ہوئے اُسے بڑھتے ہیں تلخیِ حسِ طبیعت

اور عربی سوزوروں کے امتزاج سے جو جمال نے انہوں نے پیدا کی وہ اردو نعت کا نکتہ شروع ہے اقبال کے نعتیہ افکار سے تا حال بہت کم استفادہ کیا گیا ہے جہاں جوں جوں متقیں کے شعرا اُس کے خزانہ عارف سے بہرہ مند ہوں گے، نعت گوئی کے عظیم مستقبل کے امین بنیں گے۔
شاد عظیم آبادی (المتوفی ۱۳۲۵ ہجری) نے مولانا حالی کے تبع میں ایک میلاد نامہ ”ظہورِ رحمت“ مسدس کی صورت میں لکھا۔ جس میں بقول سید سلیمان ندوی ”وہاں جذبات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، شانِ رسالت، تعلیماتِ اسلامی اور اخلاقی و مکارمِ نبوی کو پیش کیا گیا۔“

اختر کا کوئی عظیم آبادی ”ظہورِ رحمت“ کے مقدمے میں لکھتے ہیں ”میلادِ حق نے نہ تو گرویدہ ہو گئے اور سرسید کو مشتاق نہ کیا، چنانچہ شاد کو علی گڑھ جا کر ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں پڑھا پڑا۔ علامہ شبلی، مشرانہ دغیرہ بھی موجود تھے۔ تعدادِ ازدواج، جہادِ بالسیف وغیرہ کے متعلق جو اعتراضات ہیں، اُن کے تشفی بخش جواب ملتے۔ لوگ سن کر بے حد متحفظ ہوئے۔“
مولانا احمد رضا خان بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) اپنی ذات ہی میں ایک منفرد اور مقبول دبستانِ نعت تھے۔ انہوں نے اردو نعت کے فروغ و ارتقا میں تاریخ ساز کام کیا اور فنِ نعت پر سب سے زیادہ انداز سے اثرات مرتب کئے۔ اُن کا دیوانِ نعت تین جلدوں میں ہے اور اس کا نام ”حقائقِ بخشش“ ہے، جس سے سالِ تحفہ ۱۳۲۵ ہجری نکلا ہے۔
ڈاکٹر ریاض مجید لکھتے ہیں:

”تبحرِ علمی، زورِ بیان اور وابستگی و عقیدت کے عناصر ان کی نعت میں یوں گھل مل اور رچ بس گئے ہیں کہ اردو نعت میں ایسا خوشگوار امتزاج کہیں اور دیکھنے میں نہیں آیا۔“
(مقالہ اردو نعت ص ۲۷۹)

مولانا کی نعت میں قرآن و حدیث سے استفادہ کی نہایت خوب صورت مثالیں ملتی ہیں۔ وہ خود فرماتے ہیں باغی:

میں اپنے کلام سے نہایت محفوظ
بجاسے ہے المنة لله محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی
یعنی رہے احکامِ شریعت محفوظ

(حقائقِ بخشش، حصہ دوم ص ۹۹)

مولانا حسن رضا خاں بریلوی (المتوفی ۱۳۲۶ھ)، مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے چھوٹے بھائی تھے اور غزل میں استادِ داغ سے اصلاح لیتے تھے۔ نعت میں ناضل بریلوی ہی سے استفادہ کرتے تھے چنانچہ ایک نعت کے مطلع میں کہتے ہیں:

بملا ہے حسن کا جنابِ رضا سے

بملا جو الہِ جنابِ رضا کا

(ذوقِ نعت۔ ص ۱۰ مطبوعہ ضربِ الاضاف لاہور)

نعتیہ دیوان "ذوقِ نعتِ معروف" بہ صملہ آخرت" کے مدونہ نمکوں سے دیوان کا سال شاعت ۱۳۲۶ ہجری مقرر ہے اُن کی شاعری کے بارے میں مولانا حسرت مرہاتی کی رائے یہ ہے :

"شاگردانِ مرزا داغ میں حسنِ مرحومِ بریلوی کا یہ شاعری بہت بلند تھا ، وہ بجائے استادِ مستند تھے۔"

(اُردوئے محلی، علی گڑھ جون ۱۹۱۲ء)

اس عہد کے کچھ اُردو نعت نگاروں کے نام درج ذیل ہیں :

شیخ ذریعہ علی غافل مصنف منہر المیلاد مطبوعہ ۱۳۰۲ ہجری

مولوی احمد علی مدرس میسوری مصنف دیوانِ نعتیہ مطبوعہ ۱۳۰۲ء

حضور احمد خاں آثم مصنف منظومِ حق مطبوعہ ۱۳۰۲ء

مولوی ممتاز احمد ممتاز تھاوی - دفتر برکات ۱۳۰۴ء ، رباعیات مستندہ ۱۳۰۴ء

اذکار شوق ۱۳۲۸ء -

مولانا محمد قاسم نازوقی قصائد قاسمی ۱۳۰۹ء

بی بی سیدن فرخ گلشنی فرخ معروف بہ نعت سرکارِ شریب ۱۳۱۱ء

حافظ الہی بخش سہیل غنچہ نذر ۱۳۱۵ء

صوفی محمد اکبر خاں اکبر میرٹھی بانغِ کلامِ اکبر ۱۳۱۷ء، نہالِ روضۃ اکبر ۱۳۲۰ء، روضۃ اکبر، ریاضِ اکبر، گلشنِ اکبر اور میلاد اکبر گزار اکبر

میر سید شائق دہلوی - گلشنِ بہشت ۱۳۲۰ء بار اول

غلام مصطفیٰ عشقی اردو نعتیہ دیوان محمد محمدی المعروف بہ توصیفاتِ مصطفوی ۱۳۲۲ء

خلیفہ احمد حسین احمد حسینی قادری مبارک احمدی ۱۳۲۳ء

سید منظور علی منظور بدایونی مکتبہ سنتہ طرب المعروف بہ شرح عرب ۱۳۲۸ء

مولوی محمد عرفان مدیقہ بخشش ۱۳۲۹ء

حافظ بیل بھیتی آئینہِ پیغمبر ۱۳۳۰ء

سید علی حسین اشرفی شوالف ثلث ۱۳۳۳ء

بیدم دارقی جگر پارہ المعروف بامناں بیدم ۱۳۳۶ء، مصنف بیدم میں شامل نعتیں۔

سید داہد علی دحیرہ سہوی دیوانِ نعتیہ مطبوعہ ۱۳۳۸ء

سید ایوب علی رضوی بانغِ فردوس المعروف گزارِ رضوی ۱۳۵۳ء

نظم اردو محمد مردان خاں رشتا مہر نوت (سال اشاعت درج نہیں)
چودھری دلورام کوثری المتوفی ۱۲۳۳ ہجری اذان بست کدہ مرتبہ محمد دین فون
محمد مظفر الدین معنی المتوفی ۱۳۳۵ م بیاض معنی ۱۳۴۰ م
غنی محمد شمس الدین امیر حمزہ المتوفی ۱۳۲۷ م چشتی حمزہ ۱۳۲۲ م
سید افضل شاہ خاں چشتی طوقان المتوفی ۱۳۳۹ م دیوان نعتیہ ۱۳۵۱ م
بیکس جیل پوری المتوفی ۱۳۴۰ م نعتیہ دیوان -
ممتاز جہاں شکر ہی المتوفی ۱۳۴۷ م نعتیہ دیوان رحمن شائبہ کا -
مولانا غریب سہا پوری المتوفی ۱۳۴۷ م خزینہ رحمت ۱۳۲۰ م مخزن رحمت -
محمد عبدالقدیر صدیقی حسرت رمزات الاشواق ۱۳۵۳ م
میرزا محمد یادی عزیز بکھنوی (المتوفی ۱۳۵۴ م) صحیفہ ولایت و نعتیہ قصیدے اور
م نعتیہ نظمیں شامل ہیں۔

حافظ محمد امجد کیف ٹوکی المتوفی ۱۳۵۹ م - وسیلہ نجات -
مہاراجہ سرکش پرشاد شاد المتوفی ۱۳۵۹ م پیٹ شاد ۱۳۶۹ م یا ساول
مولانا نعیم الدین مراد آبادی المتوفی ۱۳۶۷ م
جیل حسن جیل بکپوری المتوفی ۱۳۶۵ م - معراج سخن ۱۳۴۷ م
مفتی احمد یار خاں سالک محامد پٹنہری ۱۳۵۷ م
نفیس خلیلی قدس ۱۳۶۱ م

جنگ بہادر خاں ہاشم نسیم طیبہ

ان شعرا کے علاوہ بہت سے نعت نگار ایسے ہیں، جن کا کلام، نعت کی انتخابت، برتانی نعت (مرتبہ سیف کلا توری)، سفینہ نعت
(زین حصے) گینہ نعت (دو حصے)، نعت سلطان عرب، نور ایمان، نعت مصطفیٰ، نعت احمد خجینہ نعت، نعت سید المرسلین -
نعت خاتم النبیین، نعت ہی نعت (چار حصے) ارغمان نعت (مرتبہ ساجد صدیقی)، ارغمان نعت مرتبہ شفیق بریلوی میں کتاب ہے،
محمد ان کے کوائف دستیاب نہیں کیونکہ ہاضمی کے ادبی تذکرے نعت نگاروں کے ذکر سے خالی ہیں۔ یہ سب کچھ شعرا نعت نگار کے نام

یہ ہیں :-

احقر بیاری	عزیزہ صفی پوری	راقب تصوری	اختر بریلوی
نواب گینوی	فرحت گینوی	گرہرا پوری	بیچین سہا پوری
رنج سہا پوری	خلیل مرادوی	شفیق بریلوی	شوکت دہلوی
سیر یاد یونی	احقر بیاری	عزیزہ صفی پوری	راقب تصوری
جدال میرٹھی	نواب گینوی	فرحت گینوی	گرہرا پوری
نور میرٹھی	رنج سہا پوری	خلیل مرادوی	شفیق بریلوی

کلیم ، اسد ، جوہر ، طاہر ، میکین ، دنا ، بسمل ، عزیزی ، ابرار ، اید ، گدا ، زہد
طالب ، ثبوت ، ہنر ، آثم ، لشیق وغیرہ ۔
قیام پاکستان تک نعت نگاری میں مقام پیدا کر کے پاکت فی صحت کو بنیادیں فراہم کرنے والے شعرا میں درج ذیل نام
بہت نمایاں ہیں :

اقبال بسمل المتوفی ۱۳۶۳ھ رمضان حرم مطہرہ ۱۹۶۰ء
سیماب اکبر آبادی المتوفی ۱۳۷۰ھ سائرہ مجاہد ۱۹۸۲ء
امجد حیدر آبادی المتوفی ۱۳۸۰ھ ریاضیات امجد حصہ اول و دوم ، ریاض امجد حصہ اول و دوم
نذیر امجد ، خرقہ امجد ، حج امجد ۔

محمد صدیقی المتوفی ۱۳۸۵ھ گلیا ٹیمپ حرم ، بستان حرم
ضیا القادری المتوفی ۱۳۹۰ھ تجلیات نعت ایبائی ۱۹۵۰ء نغمہ ریائی ۱۹۶۴ء
بہزاد کھنوی المتوفی ۱۳۹۷ھ نغمہ نور ، کیف و سرور ، موج طہر ، چراغ نور ، نعت حضور ۔
شکستہ حبیب ، نغمہ روح ، کرم بالائے کرم ، ودانِ علم ۔

ماہر القادری المتوفی ۱۹۷۸ء ذریعہ ابرقعات ماہر ، فردوس میں شامل نعتیں ۔
حقیقہ جالندھری المتوفی ۱۹۸۲ء شاہنامہ اسلام (تین جلدیں) ۔

ان یا قعدہ نعت نگاروں کے علاوہ بیہوش شاہ دارائی (المتوفی ۱۳۶۳ھ) اختر شیرانی (المتوفی ۱۳۶۵ھ) حسرت موہانی (المتوفی ۱۳۶۸ھ) اور شورش کاشمیری (المتوفی ۱۳۹۵ھ) کی نعتیہ منظومات بہت مقبول رہی ہیں ۔ آغا شورش کاشمیری نے ”موج زہم“ مولانا
عبدایوبی محسنی اجمیری نے ”موج تسنیم“ ، آغا محمد صدیق حسن ضیائے ثنوی مقام محمود اور م۔ حسن لطیفی نے ”روضہ رقتہ العالیہیں جلیسی عہد
آفریں اور سرکۃ الہام نہیں نکھیں“۔ لطیفی نے ”روضہ رحمتہ العالیہیں کے بیشتر اشعار ۱۹۳۶ء عیسوی میں گنبد خضرا کے راستے میں لکھے اور حضور اکرمؐ
کی خدمتِ آدمی میں پیش کئے ۔ اس نظم میں عالم اسلام کی ابتری کا حال بیان کر کے التماس دعا کی گئی ہے ۔ آخری جتنے کے کچھ اشعار
درج ذیل ہیں ۔

یار ب اس ایفائے دہہ کا ب آپنیا ہے وقت
میں کی شہرِ عام ہے غصہ و حدِ آخرین
پرچمِ ہجرت پر چکا تھا بلالِ آسا جو سپاند
چودھویں ہجری صدی اس چاند کی ہر چودھویں !
غلبہ تو حید سے کون و مکان سب گونج اٹھیں !
سٹش جہت آفاق ہر اسلام کے زیرِ نگین !

انقلابِ عالم نو گمشدہ بر آواز ہے
مقطرِ نس اک اشارے ہی کی ہے فتحِ مبین

نعت نگاروں کے ایسے معروضات رنگ لائے اور چودھویں صدی ہجری ہی پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

قیامِ پاکستان کے بعد آرزو نعت نے حیرت انگیز ترقی کی ہے اسلام کے نام پر وجود میں آنے والی اس نظریاتی مملکت میں ذکرِ رسولِ گلچن چاہنا قدرتی اور فطری عمل ہے۔ ابلاغِ عامہ کے قومی اور نجی ذرائع کی طرف سے کی حوصلہ افزائی کی بدولت نعت نگار کی رفتار تیز تر ہو رہی ہے اس کا لکینوسس اس کے موضوعات اور فنی تجربات پھیل رہے ہیں۔ نعت میں اس انقلاب کی بازگشت صفِ مٹی دینے لگی ہے، جسے برپا کرنے کے لئے حضورِ اکرمؐ تشریف لائے تھے۔ وہ روحانی، تمدنی اور اخلاقی آشوب بطورِ خاص نعت کا موضوع بنا ہے جس سے اُمتِ مسلمہ اور عہدِ حاضر کا انسان دوچار ہے۔ اس دود کے نعت نگار اپنے ذاتی اور کائناتی دکھوں کا مداوا حضورِ پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ اطہر میں تلاش کرتے ہیں اور حضورِ اکرمؐ کے منہور حیات اور تعلیمات کو نعت میں سمویا جا رہا ہے یوں نعت زندگی سے ہم آہنگ ہو کر، عہدِ حاضر کا سب سے مقبول اور محبوب موضوعِ سخن ٹھہری ہے اور دُرُغْمَنَّا لَتَّ ذِکْرُکَ کی صداقت کا ثبوت ہم پہنچا ہے۔

تمام اصنافِ شعر میں نعت لکھی جا رہی ہے۔ قصیدہ بغیر کسی ظہری تحسین کے مسلسل ارتقا پذیر ہے اور اس کی بہت سے نئی جہات سامنے آتی ہیں۔ پاکستانی دور کے قصیدہ نگاروں میں عبدالعزیز خالد، جعفر طاہر، حافظ مظہر الدین، خالد احمد عبداللہ خاور، حافظ محمد افضل نقیر، حافظہ عدوی، قمر اجاوی، غلام رسول اذہر، حلیم ناصری، سرو سہارن پوری، خالد نبی اور نعیمہ سیانوی کے نام شامل ہیں۔ ثنویاں سید منیر علی جعفری، ملک منظور حسین منظور اور سید زبانی جالندھری نے لکھی ہیں۔ مدرس میں جوش کے بعد محشرِ رسولِ مہر، احسان دانش، صہبا اختر، سیف زلفی، فیصلہ بارہوی، انور مسعود، رحمن کیانی اور آسی ضیائی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

حیثیت کے پیرائے میں تعقیدِ منظومات لکھنے کا امتیاز مظفر وارثی کا حاصل ہوا ہے۔

مختصر پانچ لکھن میں کرم جیدی مجلس عالی اور کئی دوسرے شعرا پیش پیش ہیں۔

منظوم سیرت کے نئے امکانات راجہ عبداللہ خاں نیاز نے دریافت کئے ہیں۔

تفصیل میں منور بلوچی، اختر امجدی، حمید المجید ملک، شورش کاشمیری، ناصر کاظمی، شیر حسین ناظم اور ناصر زیدی نے خوب صورت اضافے کئے ہیں۔ نظم آزاد میں نعتیہ تجربے کرنے والوں میں ممتاز صدیقی، عبدالعزیز خالد، عارف عبدالمتین، جیلانی کاہران، ادا جعفری، نسیم صدیقی، ظہور نظر، قیوم نظر، امین راحت چغتائی، اطہر نفیس، محسن احسان، امجد اسلام امجد، قمر انجمی، رشید قیصرانی، پدین شاہ، صائمہ بخیری، تابید قاسمی، تحسین قرانی، جعفر بلوچ اور الطاف قریشی کے نام شامل ہیں۔ نثری نظم میں تجربہ کرنے والوں میں احمد جمیل کا نام سرفہرست ہے۔

غزل کی روایت میں نعت کہنے والوں میں ہرچھوٹا بڑا شاعر شامل ہے مستقل نعت نگاروں (جن کے درج ذیل مجموعہ ہائے

نعت اب تک اشاعت پذیر ہو چکے ہیں، کے علاوہ احسان دانش، احمد ندیم قاسمی، انجم رومانی، یوسف ظفر، عبدالعزیز قطرت نعیم صدیقی، ادا جعفری، نقیث شنفائی، شہزاد احمد، ظفر اقبال، اختر ہوشیار پوری، کوثر نیازی، سید عالم گیلانی، سید سلیم گیلانی، بشیر منڈر، محمد فیروز شاہ، عطاء الحق قاسمی، امجد اسلام امجد، تحسینی فراقی، جعفر طویح اور کئی دوسرے شعرا نے غزل کی روایت میں اس موضوع سخن کے لامحدود امکانات سمجھائے ہیں۔ نو جوان شعرا کی نعتیہ غزلوں میں جذبے کی فراوانی اور بیان کی حسن کاری نعت کے عظیم تر مستقبل کی نشان دہی کرتی ہے۔

پاکستانی نعت نگار

نام شاعر	مجموعۂ نعت اور سال اشاعت	نام شاعر	مجموعۂ نعت اور سال اشاعت
آغا صادق	شاخ طوبی ۱۹۵۳ء، چشمہ کوثر ۱۹۷۳ء	عبدالعزیز خالد	قار قلیط ۱۹۶۴ء، منحنی ۱۹۶۶ء
اثر صبیان	بھڑور سردر کائنات ۱۹۵۸ء	حطایا	۱۹۷۶ء، ناز ۱۹۷۹ء
دفا ڈیائیوی	نقش وفا ۱۹۵۸ء	طاب طالب	۱۹۸۱ء، عید ۱۹۸۲ء
خلیفات اللہ خان غنیات	والی بلی ۱۹۵۹ء	آنجم نظامی	صہبائے مرینہ ۱۹۶۵ء
عشر بول چری، قمر کوچ، حیدر اہل، جہدوم، جہدوم تینوں جے بکھا	۱۹۵۰ء، ۱۹۵۱ء، ۱۹۵۲ء، ۱۹۵۳ء	سید اختر حسین اختر	ترتیبیل ۱۹۶۵ء
عزیز حاصل پوری	جام نور ۱۹۶۱ء، صیغہ نور ۱۹۸۳ء	سید منیر علی جعفری	تاریخ اسلام (مفلوم) ۱۹۶۲ء
راخ عرفانی	غبار جاز ۱۹۶۱ء، حسن کلام (سال اشاعت دست)	راجہ عبداللہ خان نیاز	یہ جی کار کے رسول خدا کے ۱۹۶۷ء
تہیں	ارمغانِ حرم ۱۹۷۷ء	ادب سیما	شاخ طوبی ۱۹۷۷ء
ذکر غیر	۱۹۷۹ء، حدیث جاں ۱۹۸۲ء	بشیر زواری	قرینہ نعت ۱۹۶۸ء
متر بدایونی	مژد نقیث ۱۹۶۲ء (پہلی بار)	قرینہ دانی	خمنی ز محمد ۱۹۶۸ء
سکندر گھنری	نسکین روح (۱۹۶۳ء) سحابِ رحمت	چہر درخشاں	۱۹۸۰ء
ارمغانِ حرم	۱۹۶۸ء، قاسم محمد	حافظ مختار الدین	تجلیات ۱۹۶۹ء
احمد علی اثر بلوڑی	عطریہ زیات ۱۹۶۴ء	جلوہ نگاہ	۱۹۷۵ء
ساحر صدیقی	جام حیات ۱۹۶۴ء	باب جبریل	۱۹۷۸ء
منظور حسین منظور	جہان اسلام ۱۹۶۴ء، ارمغانِ نصیحت ۱۹۷۰ء	میرزا بابا	(۱) شاعر ضیائے قمر جمہوری ۱۹۷۶ء میں
			(پچھپا -)

نام شاعر	مجموعہ نعت اور سالی اشاعت	نام شاعر	مجموعہ نعت اور سالی اشاعت
رعنا اکبر آبادی	تسبیحِ ربیع ۱۹۶۹ء	قمر میرٹھی	شمس و قمر ۱۹۷۶ء
انجم دزیر آبادی :	مینائے کوثر ۱۹۶۹ء ، جامِ کوثر	عاصی کرناٹی	مدحت ۱۹۷۶ء
مینا زبیری	خجائے زمزم ۱۹۷۰ء	مظفر دارقی	بابِ حرم ۱۹۷۶ء
چودھری فضل حق	آہنگِ مجاز ۱۹۷۰ء - جہرِ عرب ۱۹۷۷ء	محمد عبدالعزیز شوقی	فیوض الحرمین ۱۹۷۶ء
محمد اعظم چشتی	نیرِ اعظم ۱۹۷۰ء	اجد صدیقی	سر و نذر ۱۹۷۶ء
حافظ لدھیانوی	شائے خواجہ ۱۹۷۱ء ، نشیدِ حضوری ۱۹۸۰ء	شمس میسوی	تجلیاتِ شمس ۱۹۷۶ء
	نعتیہ قطعات ۱۹۸۱ء و کیفِ مسلسل ۱۹۸۲ء	اقبالِ عظیم	قابِ توسین ۱۹۷۷ء
محمد اختر کیانی	عقیدت ۱۹۷۱ء	ماجا رشید محمود	ورفضالک ذکرک ۱۹۷۷ء
سازِ صدیقی	سبز گنبد ۱۹۷۱ء	حدیث شوقی	۱۹۸۲ء
اختر الہامی	انوارِ عقیدت ۱۹۷۲ء	انور فیروز پوری	مختارِ کل ۱۹۷۷ء
	نعتِ محل ۱۹۷۳ء	رحمن کیانی	شمسِ ضیا بار ۱۹۷۷ء
خانل کرناٹی	قندیلِ حرم ۱۹۷۱ء	صائم چشتی	روحِ کائنات ۱۹۷۷ء
اعجاز رحمانی	اعجازِ مصطفیٰ ۱۹۷۳ء	آن خٹک شہر	۱۹۷۹ء
	پہلی کرنِ آخری مدشتی ۱۹۸۲ء	سیف زلفی :	روشنی ۱۹۷۸ء
سر و سہاڑچندی	زخمِ دل ۱۹۷۴ء	ماعبی مراد آبادی	مدحت خیر البشر ۱۹۷۸ء
اسحاق دانش	دایرین ۱۹۷۴ء	صابر پوری	جامِ طہور ۱۹۷۸ء
عبدالکریم ٹٹر	شارحِ سادہ ۱۹۷۵ء	قیوم نظر	نعتِ مصطفیٰ ۱۹۷۸ء
	اسنِ تقویم ۱۹۸۲ء	سرور کیفی	چراغِ حیا ۱۹۷۸ء ، تجلیاتِ داؤدی ۱۹۸۰ء
فروغ احمد	نوائے برودہ (ترجمہ قصیدہ شریف) ۱۹۷۵ء	حفیظ تائب	جمالِ حرم ۱۹۸۱ء ، نورِ یزدان ۱۹۸۳ء
عبدالرحمن عاجز	جامِ طہور ۱۹۷۵ء	ظہیر صدیقی	صلواتِ علیہ وآلہ ۱۹۷۸ء
ادیب رائے پوری	اس قدم کے نشان ۱۹۷۶ء	فیاض احمد کادش	خیر الوری ۱۹۷۹ء
	تصویرِ گماںِ محبت ۱۹۷۹ء	میجر محمد عاشق	عقیدت کے بھجور ۱۹۷۹ء
یہ منظور احمد جہور	بیمِ عرش	کرم حیدری	نعم ۱۹۸۰ء

نام	مجموعہ نعت اور سال اشاعت	نام	مجموعہ نعت اور سال اشاعت
شیبہ دارانی	نعت حبیب ۱۹۸۰ء	میزر قصیری	چادر رحمت ۱۹۸۳ء
ذوقی مظفر نگری	نجم سحر ۱۹۸۰ء	حافظ محمد افضل نقیر	جانِ جہاں ۱۹۸۳ء
بیگم نصرت عبدالرشید	آبِ سحر گاہی ۱۹۸۰ء	خلیفہ سعدی	ذکرِ خیر الامام ۱۹۸۳ء
نور الحسن چشتی	ارمغانِ نور ۱۹۸۰ء	عارف عبدالمستین	بے مثال ۱۹۸۳ء
عزیزہ لکھنوی	مصابیح عزیز ۱۹۸۰ء	مفتی انتظام اللہ شہابی	ظہورِ قدسی
صہیا اختر	اقراء ۱۹۸۱ء	شبلیغ سکائی	توسلِ قزح
محمد احمد شاد	صل علی ۱۹۸۱ء	مرتضیٰ خاوند	نغاتِ حرم
قاضی عبدالرحمن	نعت کے پھول ۱۹۸۱ء	محمد علی ظہوری	جہاںِ مدینہ ۱۹۸۴ء
گوہر طیبانی	ہوائے طیب ۱۹۸۱ء	عبدالستار نبیازی	نوائے ظہوری
طفیل دراز	منظیرِ نور ۱۹۸۱ء	طال جعفری	یا حبیبی مرجا
اقبال صلاح الدین	بعد از خدا ۱۹۸۲ء	بدول جیل پوری	جانِ رحمت، طلوعِ سحر
پردیس آسی ضیائی	حدیثِ آشنا ۱۹۸۲ء	محمد ایاس برنی	معراجِ مصطفیٰ
ڈاکٹر فہیمہ الدین علوی	پر دنیسا سی ضیائی حسرتِ نعت ۱۹۸۲ء	اسلم جالندھری	درد کا کوروی
سرور بخنوری	ڈاکٹر فہیمہ الدین علوی چشمہ کوثر ۱۹۸۲ء	صوفی برکت علی	سرور کائنات
طالب حسین تاب	سرور بخنوری حمد و نعت ۱۹۸۲ء	ام مظفر نگری	الوار طیبہ
قرباطی	طالب حسین تاب بچل حمد و نعت کے ۱۹۸۲ء	ادج گیوی	مروضہ
سید یزدانی جالندھری	قرباطی مرسلِ آخر ۱۹۸۲ء	صوفی جیل الرحمن قادری رضوی	حقیقت کے پھول
ماہدندھی	سید یزدانی جالندھری صبحِ سعادت ۱۹۸۲ء		مجددِ مدینہ
خا خا دی	ماہدندھی فیضانِ کرم ۱۹۸۳ء		سندہ و طربا
املاف تریشی	خا خا دی م - ص ۱۹۸۳ء		لمعاستِ ادب

ماخذ

- ۱۔ اُردو کی نعتیہ شاعری ، ڈاکٹر فرمان فتحپوری لاہور ۱۹۷۴ء
- ۲۔ اُردو کی نعتیہ شاعری ، ڈاکٹر طلحہ رضوی برق
- ۳۔ اُردو کی نعتیہ شاعری ، ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق کراچی ۱۹۷۶ء
- ۴۔ اُردو نعت متعلقہ پی ایچ ڈی ڈاکٹر ریاض مجید
- ۵۔ تاریخ ادب اُردو ، ڈاکٹر جمیل جالبی
- ۶۔ دیوان، کلیات اور نعتیہ مجموعے جن کا حوالہ مقالے میں موجود ہے۔
- ۷۔ رسائل و اخبارات
- ۸۔ تصنیفات میں لیے گئے نوٹس

وَأَنْتَ لَعَلَّ خَلْقَ عَظِيمٌ

اور بے شک آپ احسن کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں
(اسم ۱۰۰)



انتخاب
تقریباً
(عربی)

روضہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہہ شریفیہ کی جالیوں پر کندہ

نعتیہ اشعار

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي التُّرْبِ اعْظُمُهُ
قَطَابَ مِنْ طَيِّبِينَ الْقَاعِ وَالْأَكْمُ
نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرِ أَنْتَ سَاكِتُهُ
فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

ترجمہ

اے بہتر اُن سب جن کے اجساد شریفیناک میں مدفون ہوئے ہیں
اور اُن کی خوشبو سے جنگل اور پہاڑ ملک گئے ہیں
میری جان اس پاک قبر پر فدا جس میں آپ سکونت فرما ہیں
اس قبر شریف میں پرہیزگاری ہے اور اسی میں جود اور کرم ہے

ہمنزۃ البوصیری

(المتوفی ۱۲۹۶ھ)

۱. کیف ترقی رقیبتک الانبیاء یا سماء ما طاولتها سماء
۲. رحمة کله و حزم و عزم و وقار و عصمة و حیاء
۳. لا تحل البأساء منه عری الصبر و لا تستخفه السراء
۴. کرمت نفسه فما یخطر السوء علی قلبه و لا الفحشاء
۵. وسع العالمین علماً و حلماً فهو بحر لم تعیه الاعیاء

- ۱۔ آپ کی بلندی کو انبیاء کہاں پہنچ سکتے ہیں، اسے وہ آسمان جس کا بلندی میں کوئی آسمان مقابلہ نہیں کر سکتا۔
- ۲۔ آپ سرِ پادِ رحمت ہیں، توتِ فیصلہ اور توتِ ارادہ کے بادشاہ ہیں۔ وقار، پاک دامنی اور شرم و حیاء کے کامل و مکمل نمونہ ہیں۔

- ۳۔ مصیبتیں آپ کے صبر کی کسی کڑی کو توڑ نہیں سکتی تھیں، مستر میں آپ کو آپے سے باہر نہیں کر سکتی تھیں
- ۴۔ آپ کا نفس وہ نفس بلند تھا جس پر برائی اور بے حیائی کا سایہ بھی نہیں پڑ سکتا تھا۔
- ۵۔ سارے عالم کو آپ نے اپنے علم و بردباری سے سیراب کر دیا، آپ ایک سمندر تھے جس کو کوئی وزنی سے وزنی شے بھی عاجز نہیں کر سکتی۔



ابن حجر الحموی

(المستوفی ۶۸۳۹)

- ۱ لی فی ابتدا مد حکم یا عربی سلم
- ۲ یا لله سر بی فسر بی طلقوا وطنی
- ۳ شدت بکم العشاق لما ترنموا
- ۴ وضاع شذا کربین سلع وحاجر
- ۵ وجزتم یوادی الجزع فاخضر والتوی
- ۶ اوری بذكر البان والرند والنقا
- ۷ تقنعت فی حبی لهم فتعصبوا
- ۸ لهم حسب عالی ببطحاء مکة
- ۹ عسی وقفة او قعدة لابن حجة
- ۱۰ فقد جاء يشکو من ذنوب تعاضمت
- ۱۱ وقد ناله فی عنقوان شبابه
- ۱۲ وعارضه قد شاب فی نر من الصبا
- ۱۳ فیاوردنا الصافي اطيور قلوبنا
- ۱۴ عليك سلام نشرة كأنما بدا
- براعة تسهل السدمع فی العلم
- ورکبوا فی ضلوعی مطلق السقم
- فغنوا وقد طاب المقام وزمزم
- فکان دلیل الظاعنین السیکم
- على خذہ یا لتبت صدغ منم
- وسفح الوادی والجزع والقصد اتم
- على وهم سادات من قد تلثموا
- لأن رسول الله فی الاصل منهم
- على یا بکرم یسعی بها وهو محرم
- وقد رک فی يوم الشفاعة اعظم
- هموم وسيف الهم للظهر یقسم
- عسی بک من ذا العارض الصعب
- عليک اذا ما بها الضیم حوّم
- به يتغالی الطیب والسک یختم

۱۔ اسے ذی سلم کے عربو! مجھے آپ کی مدح خوانی سے، بتدا کرنے میں فنی کمال حاصل ہے، وہ فنی کمال جو آنسو کو پہاڑ کی چوٹیوں پر پھیکا نے لگتا ہے۔

یعنی جب میں اپنا نغمہ شروع کرتا ہوں تو لوگوں کے آنسو بہنے لگتے ہیں اور سامنے کے پہاڑ آنسوؤں کی وجہ سے جھلک کر نہ لگتے ہیں۔

۲۔ خدا کے لیے مجھے چلو، کیونکہ میرے قافلہ والوں نے میرے وطن کو چھوڑ دیا اور میری پسلیوں میں وہ روگ لگا دیا ہے جو بڑھنے اور پھیلنے میں ہر طرح سے آزاد ہے۔

۳۔ عشاق جب لگناے تو آپ کی مدح میں لگناے اور ترنم سے شعر پڑھا تو طہنم اور زمزم جھوم اٹھے۔

۴۔ آپ کی خوشبو سلیح اور عاجز میں پھیل گئی، اونٹوں پر چلنے والوں کو راستہ آپ کی منزل تک اسی خوشبو نے دکھایا۔

۵۔ آپ جب وادی الجوزع سے گزرے تو وہ سرسبز و شاداب ہو گئی، اس کے رخساروں پر ہریالی پھیل گئی اور بیل بوٹوں نے نقش نقش بنا دیے۔

۶۔ یعنی یان، رند اور نقا نامی درختوں صفحہ لوادی اور جوزع نامی مقامات تو صرف بات بنانے اور "تویہ" کے لیے ہیں مقصد تو صرف آپ ہیں۔

۷۔ میں نے اہل حجاز سے اپنی محبت چھپانے کے لیے اپنے چہرہ پر نقاب ڈال لی تو یہ سب میرے خلاف ہو گئے (حالانکہ جس وجہ سے نقاب ڈالی ہے وہ یہی لوگ ہیں) اور یہی اس طرح کی محبت کرنے والوں کے آقا ہیں۔

۸۔ ان کا خاندانی وقار بھائے مگر میں بہت بلند ہے، کیونکہ رسول اللہ دراصل انہی میں سے ہیں۔

۹۔ کیا تعجب ہے کہ ابن حوجہ کا آپ کے درپاک پر ایک "قیام" یا "قعود" کام آجائے جس کے لیے وہ "احرام باندھے ہوئے" (دسمی کر رہا ہے) کوشاں ہے۔

۱۰۔ وہ ان گناہوں کی فریاد لے کر آیا ہے جو بہت بھاری ہو چکی ہیں، لیکن آپ کی شان شفاعت کے دن اس سے بھاری ہے۔

۱۱۔ ابتداء سے جوانی ہی میں اس کو (یعنی ابن حوجہ کو) مصائب نے دبوچ لیا تھا، اور مصائب کی تلوار ریڑھ کی ہڈی کو توڑ دیا کرتی ہے۔

۱۲۔ نو عمری ہی میں وہ بوڑھا ہو چکا تھا، کیا عجب ہے کہ آپ کے صدقہ میں وہ اس سخت عارضہ سے نجات پا جائے۔

۱۳۔ اسے سرچشمہ پاک! ہمارے دلوں کے پریشے جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے آپ کے گرد منڈلانے لگتے ہیں۔

۱۴۔ آپ پر سلام ہو۔ اس سلام کی عطر بیز ہوائیں جب بھی پھیلیں گی تو وہ عطر سے بازی لے جائیں گی اور مشک اس پر مہر کرے گا۔

شیخ عبد الرحیم البرعی

(المتوفی ۱۴۱۰ھ)

۱ اری برق الغُور اذا تری اُی^(۱) باقصی الشام ثم ورنی بصاء

۱۔ یعنی غُور (غور کا مصغر و تشبیہ جگہ، ایک مقام کا نام) کے اُفق پر بھل چکی جس کو دیکھ کر میرے دل پر چوٹ پڑی اور میں رو پڑا۔

۲ وفی اکناف طیبة هاشمی یصرف بالسماحة حیث شاء

۳ امام المرسلین ومنتقاہم حوی الخیرات ختمًا وابتداء

۴ تناهی فخر کل اخی فخر ولن تلقی لمفخره انتہاء

۵ نبی ما رأت الشمس الا وغضت عن محاسنه حیاء

۶ عظیم ان تواضع عن علو کبیر لیس یرضی الکبریاء

۷ وذلک خیر من حملته امر ومن لبس العمامة والرداء

۸ انخر بجناب الانضاء وابذل لزاثره المودة والصفاء

۹ نحن لذكره طربًا وشوقًا فتحسبنا تساقینا الطلاء

۱۰ وما لی لا احق الی حبیب ثملت براح مدحتہ انتشاء

۱۱۔ رسول اللہ اعلیٰ الناس قدرا واکرمهم وأرجہم فنا

۱۲. وَمَنْ لِي أَنْ أَزُورَكَ بَعْدَ بَعْدٍ صَبَاحًا يَاحْتَمَدُ أَوْ مَسَاءً
۱۳. وَأَشْتَمُ تَرَبَةً نَفَخْتَ عَبِيرًا وَأَنْظُرُ قَبْلَةَ مَلَأْتَ ضِيَاءً
۱۴. عَلَيْكَ صَلَاةُ رَبِّكَ مَا تَبَارَتْ صَبَا نَجْدٍ نَسِيمًا أَوْ رَحَاءً

۲۔ طیبہ کے ایک حصے میں ایک ہاشمی ہیں، وہ جس طرح چاہتے ہیں، سخاوت پر حکمرانی کرتے ہیں (یعنی سخاوت میں اس درجہ ممتاز ہیں کہ گویا اس صفت پر ان کو پورا قابو ہے اور جیسے چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں)۔
۳۔ وہ تمام انبیاءِ مرسلین کے امام اور ان سب میں منتخب ترین نبی ہیں، خوبیوں کی ابتداء و انتہا دونوں کو انھوں نے گھیر لیا ہے۔

۴۔ ہر صاحبِ فکر کا سرمایہٴ فخر ختم ہو گیا، لیکن آپ کے لیے جو فخر کی باتیں ہیں ان کی انتہا نہیں ہے۔
۵۔ وہ ایسے نبی ہیں کہ آفتاب نے جب بھی ان پر نظر ڈالی تو ان کے محاسن کو دیکھ کر شرمندہ ہو کر سرنگوں ہو گیا۔
۶۔ وہ عظیم شخصیت کے مالک ہیں لیکن بندیوں کے باوجود عاجزی فرماتے ہیں، وہ بڑے ہیں لیکن بڑائی نہیں جلاتے۔
۷۔ وہ ذاتِ گرامی جن سے بہتر شخص کو کسی ماں نے جنم نہیں دیا اور جباء و عمامہ میں ان سے بہتر انسان کو نہیں دیکھا گیا۔
۸۔ ان کی چو کھٹ پر اوستھیوں کو بٹھاؤ، اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کی خاطر مدارات کرو۔
۹۔ ہم ان کی یاد میں جھومتے اور مست ہوتے ہیں اور اشتیاق میں تڑپتے ہیں، تم ہمیں اس حال میں دیکھ کر یہی سمجھو گے کہ گویا ہم ایک دوسرے کو جامِ شراب پلا رہے ہیں۔

۱۰۔ اور ہم کیوں نہ اس ذاتِ محبوبی کی یاد میں تڑپیں جن کی مدح کی شراب سے شاد کام ہو کر ہم مست ہو رہے ہیں۔
۱۱۔ وہ رسولِ اشر ہیں تمام انسانوں میں بلند و بالا حیثیت کے مالک اور سب سے زیادہ سخی، جن کا صحن سب سے زیادہ وسیع ہے۔

۱۲۔ کون ہے جو مجھے دباؤ لے جائے کہ اس دُوری کے بعد آپ کی اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ! صبح و شام زیارت کروں۔

۱۳۔ اور اس خاک کو چوموں جس سے مشک کی خوشبو پھلتی ہے، اور اس گنبد کو دیکھوں جو نور سے بھرا ہوا ہے۔
۱۴۔ آپ پر آپ کے رب کا درود و سلام ہو جب تک کہ نجد کی نسیم سحر اور بادِ صبا چلتی رہے۔

(۲)

۱۵. إِذَا عَهَدُوا فَلَيْسَ لَهُمْ وِفَاءٌ وَإِنْ وَعَدُوا فَمَوْعِدُهُمْ هِبَاءٌ

۱۵۔ (غالب تشبیب کا مضمون ہے کہ) یہ معشوق اگر عہد کریں تو ان میں وفا نہیں، اور اگر وعدہ کریں تو ان کا وعدہ خوں خاشاک ہے۔

۱۶۔ وان عثرت بك الايام فانزل باكرهم من تظللہ السماء

۱۷۔ نَبِيٌّ هَاشِمِيٌّ اَبْطَحِيٌّ شَامِلُهُ السَّمَاوَاتُ وَالْوُقُوعُ

۱۸۔ اگر تم زمانہ کے ہاتھوں ستم رسیدہ ہو تو اس سنی داتا کے در پر آ جاؤ، جن سے زیادہ سنی انسان پر کبھی آسمان سایہ نکلن نہیں ہوا۔

۱۹۔ وہ نبی ہاشمی ابطحی ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) سما و قافان کی ٹوس ہے۔

۱۸۔ فقل واشفع تری کرما و مجدا و سل تعطی و شیمتک العطاء

۱۹۔ لك الحوض المعین کرامۃ یا محمد والشفاعة واللواء

۱۸، ۱۹۔ (جو بھی طلب ہو) کیے اور شفاعت کیجئے، بخشش اور توقیر لیجئے، مانگیے ملے گا، اور بخشا، دینا تو آپ کا شیوہ ہے آپ کے لیے یہ حوض ہے جو سرچشمہ ہے، اے محمد! آپ کے لیے حوض کوثر، اذن شفاعت اور لواء الحمد انعام ہے۔

۲۰۔ اذا تسبوا المكارم و المعالی فانت لها تمام و ابتداء

۲۱۔ اذا الفخر انتہی شرفا، فحاشا و کلا ما لفخر کم انتہام

۲۰۔ جب سیرت و کردار کی بلندیوں اور خاندانی شرافتوں کا ذکر ہو گا تو اس کی ابتداء اور تکمیل دونوں آپ کی ذات سے غسوب ہوں گی۔

۲۱۔ اگر دنیا کا سرمایہ ختم ہو جائے پھر بھی آپ کے لیے جو فخر کی باتیں ہیں وہ حاشا و کلا کبھی ختم نہیں ہو سکتیں۔

(۳)

۲۲۔ متى يستقیم الظل و العود اوج و هل ذهب صرف یساویہ بہرج

۲۲۔ جب بگڑی ٹیڑھی تو سایہ کب سیدھا ہوگا، کیا زرِ خالص کی برابری کھوٹا سکہ کر سکتا ہے؟

۲۳۔ فیا شوم حظی حین ینکشف الغطاء اذا الم یکن لی من ذنوبی مخرج

۲۴ ولیس معی نراد ولالی وسیلة بلی ہاشمی بالہاء متوج

۲۴، ۲۳۔ ہائے رے میری شومی قسمت! جب پردہ اٹھے گا اور گناہوں کے بارے سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا، نہ میرے پاس کوئی دیک اعمال کا، تو شہ ہے، نہ کوئی سہارا ہے، ہاں البتہ ایک ہاشمی ہیں جن کے سر پر زینتوں کا تاج ہے۔

۲۵ اذا مدح المداح ارباب عصرهم مدحت الذی من نوره الکون یہمج

۲۶ وان ذکر والیل ولبنی فانتی بذکر الحبیب الطیب الذکر الہمج

۲۷ اما ومحل الہدی تد من فحورہا ومن ضمه البیت العتیق الدبج

۲۸ لقد شاقنی زوار قبر محمد فتوفی مع الزوار یسری ویدلج

۲۹ وارتاح من اسر وراح اطیاب طیبہ اذا المسک فی أرجائها یتأرجج

۳۰ بلاد بہا جبریل یسحب ریشہ وینزل من جوال السماء و یعرج

۳۱ نبی تغار الشمس من نور وجہہ بھی نقی الشفراء أحور أ د عرج

۳۲ تزیید بہ الايام حسنا ویزد ہی بہ الدین، والدنیاء بہ تتبرج

۳۳ مکامہ اخلاق وحسن شمائل وشیمہ جود بحرہ متموج

۱۵۔ جب ثنا خوانی کرنے والے اپنے اہل زمانہ کی ثنا خوانی کرتے ہیں تو میں اس ذات کی مدح کرتا ہوں جس کے نوسے کائنات روشن ہے۔

۲۶۔ جب یہ لوگ کسی یسلی یا کسی لبنی کا ذکر کرتے ہیں تو میں اس حبیب پاک کی یاد میں نغمہ خواں ہوتا ہوں جن کا ذکر سرا سر معطر ہے۔

۲۷۔ قسم اس مقام کی جہاں قربانی کے جانوروں کی گردنوں سے خون بہایا جاتا ہے اور قسم ہے ان کی جن کو پر رونق بیت الحرام اپنی آغوش میں لیتا ہے۔

۲۸۔ قبر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کو جانے والوں نے میرے شوق کو بھڑکا دیا ہے، ان زائرین کے

ساتھ میرا شوق بھی رات دن گامزن ہے۔

۲۹۔ میرے دل کو راحت اُن ہواؤں سے ملتی ہے جو طبر کے پاکیزہ کناروں سے چلتی ہیں، جبکہ مشک بنیر لپٹیں اس شہر کے گوشے گوشے میں پھیلتی ہیں۔

۳۰۔ وہ شہر جہاں جبریل بھی اپنے پر سیٹے ہوئے آسمان سے اترتے چڑھتے رہتے تھے۔

۳۱۔ یہ سب اس نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقے میں ہے، جن کے چہرہ انور کی تابانی کو دیکھ کر آفتاب بھی شرما کے جھک جاتا ہے وہ جو بارونق، پاکیزہ رو، کشادہ اور سرگشیں چشم والے ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۳۲۔ زمانہ جوں جوں گزرتا جاتا ہے آپ کا جمال بڑھتا جاتا ہے۔ دین آپ سے سرسبز و شاداب، دنیا آپ سے مزین اور سیراب۔

۳۳۔ اخلاق کی بلندیوں، عادات کی خوبیوں کے آپ مجموعہ ہیں، سخاوت آپ کی عادت ہے اور وہ ایک ایسا سمندر ہے جس میں موج ہی موج ہے۔



ابن نباتہ مصری

(المتوفی ۶۶۸ھ)

شجون نحوها العشاق فاءوا

وصب ماله في الصبر ساء

ہم ایسے رنج و اندوہ میں گرفتار ہیں کہ ان حالات میں بڑے بڑے عشاق کی قاف "ف" ہو کر رہ جاتی ہے، یعنی ان کی کمر جھک جاتی ہے، اور ہمارے دل پر وہ افتاد پڑی ہے کہ میرے "صبر" میں (حرف) "ر" نہیں ہے، صب عاشق، دل گرفتہ، وارفتہ، متعہ و معنوں میں آتا ہے۔

۱ و صعبان غروا بسلا مشلی فوب أصحاب بالاثم باءوا

۲ وعین دمعها في احب طهر كان دموع عيني بثرحاً

۳ ولا چ ماله هاء و ميم له من صبوتي ميم وهاء

۱۔ میرے ایسے اجاب ہیں کہ اگر میرے ایسے انسان کی ملامت پر کسی کو اکسائیں تو بہت سے ساتھی گناہ لے کر لوٹیں گے،

اس شعر میں "ب" و "الوٹنے" کے معنی میں ہے، اور حرف "ب" بھی ہے۔

۲۔ اور ایسی آنکھوں کے آنسو محبت میں پاک ہیں، گویا میری آنکھوں کے آنسو "بثرحاً" بن جاتے ہیں (یہ مینہ منورہ کا ایک

کنواں ہے۔ اور حرف "ر" کی تختی کشش جو آنسو کی ٹیکر کی مانند ہوتی ہے، وہ بھی مراولی جاسکتی ہے)

۳۔ ملامت کرنے والے عشق کے غم سے نا آشنا ہیں، میرا جنون شوق ان سے کتنا ہے "بس" کیجئے۔ (مدہ کے معنی کف اور

کے ہیں)

۱ و ان محمداً لحبيب انس و جن هم لنعليه فداء

۲ نبیؐ تحصل الانباء عند جمال الشمس يجلوها الضحاء

- ۳ داین الشمس منه منا ولولا سناء ما المر بها بهاء
۴ ولولاه لما حجت وعجت وفود البيت ضاق بها الفضاء
۵ اعدلى يا مرجاء نرمان قریب بروضته اعدلى يا مرجاء
۶ ولثم حصی لتریت ذکی کان شذاه فی نفسی کبلاء
۷ صفی الله یا ازکی البرایا بحبک فی عقائد فافضاء
۸ علیک من الملک بکل وقت صلاة فی الجنان لها أداء

- ۱۔ بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن دامنوں کے پیارے ہیں، اور ایسے پیارے ہیں کہ یہ سب کے سب آپؐ کی جوتیوں پر فدا اور قربان ہیں۔
- ۲۔ آپؐ ایسے نبی ہیں کہ آفتاب کا حسن جب ذن چڑھے نمایاں ہوتا ہے تو آپؐ کے رُخ تاباں کی یاد دلاتا ہے۔
- ۳۔ اور کہاں آفتاب میں رونق ہوگی جو آپؐ میں تھی، اگر آپؐ نہ ہوتے تو حُسن و جاذبیت سے وہ محروم ہی رہتا۔
- ۴۔ اگر آپؐ نہ ہوتے تو نہ کوئی حج کرتا اور نہ بیت اللہ کے یہ مہمان ہوتے، جن سے پوری فضا گونجتی رہتی ہے اور نہ کوئی کبھی اللہ کا نام پکارتا۔
- ۵۔ اے امید! پھر ایک بار آپؐ کے روضہ پاک کی حاضری کی آس دلا دے اور حضوری کا زمانہ قریب کر دے۔
- ۶۔ وہ زمانہ قریب کر دے جب ہم آپؐ کی تربت کے اوپر پڑھی ہوئی کھکریوں کو چڑھیں، آنکھوں سے نگائیں، وہ کھکریاں جن میں سے ہر ایک حطر بن رہا ہے اور جس کے لیے میرا قلب خود کی طرح جل رہا ہے۔
- ۷۔ اے اللہ کے منتخب ترین بندے! اے ساری کائنات میں سب سے زیادہ پاکیزہ وجود گرامی! آپؐ کی محبت کے صدقے میں ہمارے عقیدوں میں پاکیزگی پیدا ہوئی ہے۔
- ۸۔ مالکِ حقیقی ہر لمحہ آپؐ پر درود و سلام بھیجتا رہے جس کی جزا ہم کو آخرت میں ملنے والی ہے۔

شہاب الدین محمد ابو الحلیمی

(۱)

اعمل حساب النفس عن هفواتها
واستدرك الطاعات قبل فواتها
واجهد نفسك بالخلاص بكفها
عن غيها والصد عن شهواتها

نفس کی لغزشوں کا محاسبہ کرتے رہو، وقت گزرنے سے پہلے طاعت کے ذریعہ تلافی کرو۔ نفس کی فریب کاریوں سے بچنے کی کوشش کرو تاکہ اس کی سرکشی سے محفوظ رہو اور اس کے اکسانے کو روک سکو۔

- ۱ اسفی علی نر من تقضی امکنت
- ۲ راح الرفاق الی الحمی وتأخرت
- ۳ مع ان ایام الزیارة لم أجد
- ۴ لو نشتری بالعمر ما غیت امرؤ
- ۵ دار یری نور الهدی متالیفاً
- ۶ والروضۃ القیحاء یعبق نشرها
- ۷ والحجرة الغراء بین ستورها
- فیه زیارة دارة لمرأتها
- نفسی التی سکت الی مرأحاتها
- شیئاً الی الذ من اوقاتها
- بذل السنین لمشتری ساعاتها
- یهدی ابصار من جمیع جهاتها
- من جنة الفردوس عن نفحاتها
- أسنی من الاقمار فی هالاتها

- ۸ و تروی مواقف جبرئیل برعہا ومہابط الاملاک فی حجراتہا
 ۹ هل لی الیہا عودۃ اعتدہا لکم ارم الایام خیر ہباتہا
 ۱۰ واملی العین القریحۃ بالذی ایستہ الا فی خداع سناتہا
 ۱۱ و اقول : یا خیر الوری نفسی انت ترجوک فاقبلہا علی علاتہا
 ۱۲ صلی علیک اللہ ما ہبت صبا فاحمالت الاغصان فی عذابہا
 ۱۳ اذ غنت الورقاء فی اوراقہا تدعوا لہدیل بہا الی وکناتہا

- ۱۔ اپنی حسرت کو کس طرح بیان کروں کہ وہ زمانہ گزر گیا جبکہ میں دیر پاک کی زیارت کو جاسکتا تھا، مگر نہ گیا۔
- ۲۔ سب ساتھی اس جگہ پناہ کی طرف کوچ کر گئے اور میں ہی پیچھے رہ گیا اور میرا نفس راحت طلبی میں لگ گیا۔
- ۳۔ حالانکہ زیارت کی گھڑیوں سے زیادہ محبوب شے اس نفس کو کبھی نصیب نہیں ہوتی۔
- ۴۔ دیر پاک پر حاضری کی چند ساعتوں کے لئے جس شخص نے سالہا سال صرف کرتے وہ گھاٹے میں نہیں رہا، کیونکہ یہ سودا اگر پوری عمر دے کر بھی حاصل کیا جاتا تو سستار رہتا۔
- ۵۔ یہ وہ دیر پاک ہے جہاں نور ہدایت فروزاں ہے اور جہاں دل کی آنکھوں کو ہر سو روشنی ملتی ہے۔
- ۶۔ اور وہ کشادہ ریاض الجنۃ جس کی عطر بیز ہوا جنت الفردوس کے جہوں کوں سے سرشار رہتی ہے۔
- ۷۔ اور وہ انوار سے جگمگاتا ہوا حجرۃ شریفہ جن پر پڑے پڑے ہیں اس چاند سے زیادہ روشن ہے، جو اپنے بائے کے اندر رہتا ہے۔
- ۸۔ یہ وہی حجرۃ مبارکہ ہے کہ جس کے کسی گوشے میں حضرت جبرئیل کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے اور انہی حجروں میں فرشتوں کے نزول کی جگہیں ہیں۔
- ۹۔ کاش ! پھر اس دیار پاک میں ایک بار حاضری ہو جائے اور اس سفر کے لیے اپنے عزیز ترین لمحات زندگی کا بہترین سمان یہ تیار رکھوں۔
- ۱۰۔ اور تمنائوں سے پُر اپنی مشتاق نظر کو اس دولت دیدار سے سیراب کروں جس سے مایوسی ہو چکی ہے، اور صرف غراب ہی میں وہ ملتی ہے۔
- ۱۱۔ اور عرض کروں یا خیر الوری ! یہ قلام حاضر ہو گیا ہے، اب یہ جیسا بھی ہے، اس کو قبول فرما لیجئے۔

- ۱۲۔ اللہ کا آپ پر درود و سلام ہو جب تک کہ نسیم سر چلتی رہے اور شاخیں جھومتی رہیں۔
 ۱۳۔ اور اس کی ڈالیوں پر میٹھی قمری گاتی رہی اور کبوتر کو اپنے گانوں سے اپنے گھونسلے کی طرف بلاتی رہی (یعنی ہمیشہ ہمیشہ)۔

(۲)

هل نأرحم الدار بعد البين مقرب

أو هل يؤب الى الاوطان مغرب

کیا گھر سے نکلا ہوا مسافر فرقت کی گھڑیاں گزارنے کے بعد کبھی قریب آئے گا، اور کیا دُور دیس چلا جانے والا
 مسافر اپنے وطن واپس آئے گا؟

- | | | |
|----|--------------------------------|--------------------------------|
| ۱ | فهل ترى اسمع الحادين عن كثر | وهم يقولون لي: قف! هذه الكتب |
| ۲ | وهل صباح اری فيه قباب قبا | کا نہا بین ساحی نخلہ شہب |
| ۳ | وهل تماط وقد جئت الشنية ما | بینی و بین المصلی والتقا العجب |
| ۴ | فانظر الحرم السامی بساکنه | وامطر الارض دمعاً دونہ السحب |
| ۵ | وألثم التراب اجلا لا لیدیہ وهل | لثم التراب یؤدی بعض ما یجب |
| ۶ | هناك تطفأ اشجانی وتبرأ جفانی | وتذهب عني هذه الكرب |
| ۷ | ولا ابالی بفقدانی الحیات وقد | وجدت ما كنت أرجوه وارقب |
| ۸ | مغنی به فاض فضل الله وانبعثت | به الى الخلق طراً للهدی شعب |
| ۹ | وطبقت رحمة الله البلاد به | كانها الغيث يسری وهو منسكب |
| ۱۰ | وسار منه هدی لم یبق شارقة | الا ونور سناها مته مکتسب |

- ۱۔ مغنی بہ خیر خلق اللہ کلہم
- ۲۔ محمد سید السادات اکرم من
- ۳۔ محمد المصطفیٰ الہادی الذی شہد
- ۴۔ ومن طہر البیت الحرام وقد
- و من بہ بلغت اقصى العلا العرب
- علت بمثلہ فوق الوری السرب
- بعثہ انبیاء اللہ والکتاب
- علت علی الکعبۃ الاوثان والنصب

- ۱۔ وہ کیا مبارک ساعت ہو گی جب صدی خزانوں کی آواز قریب سے سنوں گا اور وہ مجھ سے کہہ رہے ہوں گے 'ٹھہرو! دیکھو یہ بستی کے آثار ہیں۔' (کُتِبَ، قریب، کُتِبَ، مٹی کے تودے۔ مراد مٹی سے بنے ہوئے در و دیوار، کسی بستی کی علامت)
- ۲۔ کیا وہ صبح میری زندگی میں آئے گی جب 'قبا' کے گنبدوں پر نظر پڑے گی، جو کجوروں کے جھنڈ کے درمیان چمکتے ہوئے ستاروں کی طرح جگمگا رہے ہوں گے۔
- ۳۔ اور کیا وہ وقت آئے گا جب میری نگاہوں کے سامنے سے پرشہ بٹا دئے جائیں گے اور میں ثنیتہ الوداع پر پہنچوں گا، متصل اور نفا کے سب حجاب دور ہو جائیں گے۔
- ۴۔ پھر میں حرم پاک دیکھوں گا، جو اپنے ملکین کی وجہ سے بلند درجہ رکھتا ہے، اور اس سرزمین پر اس قدر آنسو بہاؤں گا کہ بادل بھی پیچھے رہ جائیں۔
- ۵۔ اور اس خاک پاک کو عظمت و احترام سے چوموں گا، مگر کیا یہ خاک بوسی کچھ بھی حق ادا کر سکتی ہے؟
- ۶۔ وہاں دل کی آگ بجھے گی، پلکیں آنسوؤں سے ٹھنڈی ہوں گی اور دل کے سارے اندوہ کا فور ہو جائیں گے۔
- ۷۔ مجھے اپنی زندگی کے ختم ہو جانے کی کوئی پروا نہیں ہے، کیونکہ مجھے میری مراد مل گئی، میری آرزو پوری ہو گئی۔
- ۸۔ کیونکہ ہم اس آبادی میں پہنچ گئے ہیں جہاں سے اللہ کا فضل اُلتا ہے اور ہدایت کے چشے جہاں سے پھوٹ پھوٹ کر ساری مخلوق کو سیراب کرتے ہیں۔
- ۹۔ اللہ کی رحمت نے ساری دنیا کو اپنی آغوش میں لے لیا جیسے ایک تیز بارش ہو جس سے سب سیراب ہوتے ہیں۔
- ۱۰۔ ہدایت کی روشنی یہاں سے نکلی اور کوئی کرن ایسی نہیں ہے جو اس نور کے فیض سے فیض یاب نہ ہو۔
- ۱۱۔ یہ وہ آبادی ہے جس میں اللہ کے برگزیدہ ترین بندے کی رہائش ہے، جن کے صدقے میں عربوں کو بے مثال عروج حاصل ہوا۔
- ۱۲۔ وہ ذات گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جو تمام سرداروں کے سردار ہیں، اور جن جن پیغمبروں کے نام سے جئے

دین سے دنیا میں روشنی پھیلی ان سب کے امام، ان سب میں عالی مقام۔

- ۱۳۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہادی برحق ہیں جن کی نبوت کی شہادت تمام انبیائے سابقین اور ہر آسمانی صحیفہ نے دی۔
- ۱۴۔ جن کی بدولت بیت اللہ الحرام پاک ہوا، جہاں بتوں اور مجسموں کو اونچا کر کے رکھا گیا تھا۔



شیخ جمال الدین الصرصی

(الستوفی ۱۲۵۸ ۶)

(۱)

- ۱ واصلتہا بطیفہا اسماء
- ۲ قلت انی ولات حین مزار
- ۳ بیننا فی السری و بینک بید
- ۴ این ارض العراق یا ربہ الخدر
- ۵ مالنا مرتبجی سوی وعد موی
- ۶ من اذا قال او تکفل
- ۷ مصطفی اللہ ذی الجلال من الخلق
- ۸ شہدت بالرسالة الصحف الأولى
- ۹ خاتم الانبیاء فاتح باب الرشید
- ۱۰ فأتاہم من ربہ بکتاپ
- حین أرخت ستورها الظلماء
- زرتنا فی الدجی وانت ذکاء
- وفیات دونہا تیہاء
- واین الحجانہ و البطحاء
- ماجد لا یخیب فیہ الرجاء
- فالصدق قرین لوعده والوفاء
- نبی لہ علینا ولا
- لہ والنعوت و الاسماء
- والناس ضلل سفہاء
- هو للناس مرحمة و شفاء

- ۱۔ جب تاریکیوں نے اپنے پرے گراؤ سے، یعنی رات آگئی تو آسمان نے پھر خواب میں اپنا جلوہ دکھا دیا۔
- ۲۔ میں نے کہا تم کہاں اور کیسے آگئیں جبکہ ملنے کا وقت بھی نہیں رہا، تم تاریکی میں آئی ہو حالانکہ خود آفتاب ہو۔
- ۳۔ محرومش شب میں ہمارے تمہارے درمیان صحرا، بیابان، جنگل اور طویل راستے ہیں۔ (تیہاء: زمین)
- ۴۔ کہاں عراق اسے پردہ نشین اور کہاں سرزمین بظلم و حجاز؛

- ۵۔ میرا ٹھکانہ صرف اس آقا کے دامنِ رحمت میں ہے، جو بہت بلند کڑار کے حامل ہیں اور جہاں کسی کی امید ضائع نہیں ہوتی۔
۶۔ وہ ذاتِ گرامی جس نے اگر کوئی قول دیا یا کوئی ذمہ داری لی تو صداقت و وفا شعار رہی ہے ہمیشہ ہمکنار رہا۔
۷۔ خدائے ذوالجلال کے منتخب کردہ اور تمام انسانوں میں سب سے زیادہ محبوب و پسندیدہ شخصیت کے مالک وہ نبی ہیں جن کا وفادار رہنا ہم پر فرض ہے۔

- ۸۔ قدیم آسمانی صحیفوں نے آپ کے اوصاف ذکر کیے بلکہ نام شمار کرائے اور آپ کی رسالت کی شہادت دی۔
۹۔ خاتم الانبیاء، فاتحِ بابِ ہدایت آپ ہیں، جبکہ سارے لوگ جہل و گمراہی میں مبتلا تھے۔
۱۰۔ اس وقت آپ اپنے رب کے حضور سے ایسی کتاب لے کر آئے جو تمام انسانوں کے لیے شفا و رحمت ہے۔

(۲)

سلام

- | | | | |
|----|------------------------------|----|------------------------------|
| ۱ | یا نبی الہدیٰ علیک السلام | ۱ | کلما عاقب الضیاء الظلام |
| ۲ | زادک اللہ رفعة و جلالاً | ۲ | وبہاء و عزة لا ترام |
| ۳ | قد قطعنا لیک فحبا عمیقاً | ۳ | بقلوب بہا الیاء اوام |
| ۴ | نطلب الفضل منک یا خیرہد | ۴ | فقد ینک الاحسان والنعام |
| ۵ | منک بذل اندی و حسن قری | ۵ | الضیف ومن جودک استفاد الکرام |
| ۶ | انت بالبشر و السماح ضلی | ۶ | ولنا بالسنری الیک ذمام |
| ۷ | انت نعم الشفیع فی الموقف | ۷ | الاکبران طال بالامام لمقام |
| ۸ | فجدیر أن لا نجیب لیدیك الیوم | ۸ | مراجہ شعارہ الاسلام |
| ۹ | ان یکن عاقنا القضاء و طالت | ۹ | بالمطایا عن قصدک الایام |
| ۱۰ | فلنا جیئةً الیک و منا | ۱۰ | کل وقت یهدی الیک سلام |

۱۔ اے پیغمبرِ ہدایت! آپ پر سلام ہو، جب جب تاریکی کا تعاقب روشنی کرے۔ (یعنی رات دن، ہمیشہ ہمیشہ)

- ۲۔ بڑھا تا ہے اللہ آپ کی بندی عفت، شکوہ اور اس عزت کو جس کو کوئی چھو نہ سکے۔
- ۳۔ ہم آپ کے در دولت پر بڑی طویل طویل مسافت کاٹ کر حاضر ہوئے ہیں، اور ایسے دل لے کر آئے ہیں، جو مراسم تشنہ ہیں۔
- ۴۔ اے سب سے بہتر بادی! ہم آپ سے صدقہ کے طالب ہیں، احسان بخشی اور انعام دینا آپ کا خاصہ ہے۔
- ۵۔ آپ کی عادت ہے سخاوت فرمانا، مہمانوں کی تواضع کرنا۔ آپ کی سخاوت سے تو بڑے بڑوں نے اپنے دامن بھرے ہیں۔
- ۶۔ بشارت، وسعت قلبی کے تو آپ بادشاہ ہیں، رہے ہم تو ہمارے شب و روز کے سفر کا ایک حق ہے۔
- ۷۔ آپ ہی بہترین شفیع ہوں گے، جب خلق خدا کی حضوری کا کٹھن وقت ہوگا، اور سب بے یار و مددگار کھڑے ہوں گے۔
- ۸۔ لہذا آج ایک امیدوار حجت، اسلام جس کا شعار ہے، اس کا مستحق ہے کہ اس کی امید آپ کے حضور برپا نہ ہو۔
- ۹۔ اگرچہ قسمت نے آپ کے در تک حضوری سے بہت عرصہ محروم رکھا اور سواریوں کی دشواری حضوری میں آٹے آتی رہی۔
- ۱۰۔ مگر آج ایک حاضری نصیب ہو گئی ہے، اور میری جانب سے ہر لحظہ آپ پر درود و سلام ہو۔



عبد الرحمان بن خلدون

(المتوفى ۶۱۴ھ)

- ۱ اسرفن فی هجرى وفى تعذیبی واطلن موقف عبرتی و نحیبی
- ۲ و ابین یوم البین وقفة ساعة لوداع مشغوف الفؤا کثیب
- ۳ لله عهد الضاعنین و غادروا قلبی مرهین صباہة و وجیب
- ۴ غربت رکائبهم ودمعی سافح فشرقت بعدهم بماء غروبی
- ۵ یا ناعماً بالعتب غلة شوقه رحماک فی عذلی و فی تانیبی
- ۶ ما هاجنی طرب ولا اعتاد الجوی لولا تذکر منزل و حبیب
- ۷ أهفو الی الاطلال کانت مطلعاً للبدر منهم اذ کناس و بیب
- ۸ یا سائق الاظعان یعتسف الفدا ویواصل الاساد بالتأویب
- ۹ متهافتا عن رحل کل مذلل نشوان من عطش و من لغروب
- ۱۰ فی کل شعب منیة من دونها هجر الامانی اولهاء شعوب
- ۱۱ هلا عطففت صدورهن الی الی فیها بانه اعین و قلوب
- ۱۲ فتوم من اکنات یثرب مأمناً یکفیک ما تخشاه من تثریب
- ۱۳ حیث النبوة ایها مجلوة تتلو من الاشار کل غریب
- ۱۴ سو غریب کیف یحجبه الثری ما کان سر الله بالمحجوب

- ۱۵ یاسید الرسل الکرام! ضراعةً تقضی منی نفسی و تذهب حولی
 ۱۶ عاقت ذنوبی عن جنابک والسمی فیہا تعللنی بکل کذب
 ۱۷ هب لی شفاعتک الستی اُمر جوبہ صفحاً جیبلاً عن قبیح ذنوبی
 ۱۸ انی دعوتک واثقتُ باجابتی یاخیر مدعو و خیر محیب
 ۱۹ قصرت فی مدحی فان یک طیب فیما لذكرک من اریح الطیب
 ۲۰ ما ذا عسی یبغی المیطیل و قد حوی فی مدحک القرآن کل مطیب

۱۔ مجھے ستانے اور فراق دینے میں ان خواتین نے بہت زیادتی کی اور میری آہ و زاری کرنے اور آنسو بہانے کا سبب جو باتیں ہوتی ہیں ان کو اُنہوں نے اور بھی طول دیا۔

۲۔ جدائی کے دن زرا دیر کے لیے ٹھہرنا بھی منظور نہیں کیا، تاکہ ایک دلگیر غم زدہ "کو رخصت کر لیتیں۔

۳۔ بس اللہ ہی کی دین تھا، وہ زمانہ جو ن کوچ کرنے والوں کے ساتھ گزر گیا، مگر وہ میرے دل کو محبت میں مگرکتا ہوا چھوڑ گئے۔

۴۔ ان کی سواریاں جگا ہوں سے اوجھل ہو گئیں مگر میرے آنسو جاری رہے اور ان کے بعد روتے روتے میری ہچکی بند ہو گئی۔

۵۔ اس کے شوق کی پیاس کو "روٹھ کر" بجھانے والے! رحم کر رحم! خواہ ملامت کرنا ہو یا محروم وصل رکھنا۔

۶۔ مجھے کسی خوشی کی بات نے کبھی بے قابو نہیں کیا اور اگر منزل دوست اور دوست کی یاد نہ ہوتی تو میں غم کا بھی عادی نہ بنتا۔

۷۔ ان پہاڑی ٹیلوں کی طرف میرا دل کھینچتا ہے، جو کبھی اس قافلہ کے "مہرنیر" سے تاباں تھا یا اس "غزال" سے آباد تھا، جو اپنے ٹھکانے پر ہو۔

۸، ۹، ۱۰۔ ان اشعار میں خطاب ہے ساربانوں سے جو سواری کے اونٹ لے کر چلا کرتے تھے کہ، اے ساربانو!

تم ایسے اونٹوں کو چلا رہے ہو جو بیابانوں کا طویل راستہ طے کر رہے ہیں اور قوت میں شیروں سے بازی لے جاتے ہیں، گرتے پڑتے بھاگے جا رہے ہیں، نہ بھوک اور کو لگتی ہے نہ پیاس۔ نڈر ہیں اور ایسے میدانوں پر

چلتے ہیں جہاں ہر موڑ اور ہر گھاٹی میں موت کا سامنا ہے، ایسے اونٹوں کے چلانے والو!

۱۱۔ کیوں نہ تم نے ان سواریوں کے رُخ کو اس سمت موڑ دیا جہاں دلوں اور نگاہوں کی مراد ہے؟

۱۲۔ یہ سواریاں شرب کے ایک گوشہ میں جائے امن حاصل کرتیں، وہ شہر جو ہر افکار کے خون سے تم کو نجات دیتا۔
(تثریب کے لفظی معنی تکذیب کے ہیں، کوئی شخص اگر غدر بیان کرے تو اس کو قبول نہ کیا جائے اور جرم کی سزا دینے پر اصرار کیا جائے تو اس کو تثریب کہتے ہیں۔ لا تثریب علیکم الیوم کا مطلب ہوا کہ تمہارا عسدر آج رو نہیں کیا جائے گا)

۱۳۔ وہ شرب جہاں نبوت کے جلوے روشن ہیں وہاں کی غیر مشہور نشانیاں بھی زبانِ حال سے اپنا قصہ دہرا رہی ہیں۔
۱۴۔ جہاں ایک نادر راز "محفوظ ہے، جس کو مٹی نے چھپا یا کب ہے، اور اللہ کا راز چھپائی جانے والی شے نہیں ہے۔
"سر" روح کو بھی کہتے ہیں، اشارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ آپ حق تعالیٰ کے ایک "سر" تھے اور اس کو چھپایا نہیں جاسکتا۔

۱۵۔ اے سرورِ رسولانِ کرام! خدا کے حضور ایک التجا پیش کر دیجئے جو میری مراد دلی بر لائے اور میرے گناہ بخش دے۔
۱۶۔ میرے گناہ آپ کے حضور آنے کی راہ میں حجاب بن گئے ہیں، اور تمنائیں دل کو جھوٹی تسلیوں سے بہلاتی رہتی ہیں۔
۱۷۔ اپنی شفاعت سے نوازیتے، جس کے ذریعہ مجھے امید ہے کہ اللہ میرے بدترین گناہوں کو معاف فرما دے گا۔
۱۸۔ میں بڑے اعتماد کے ساتھ آپ کے حضور التجا لے کر آیا ہوں، اے وہ بہترین ذات، جس کو پکارا جائے اور جو قبولیت سے نوازے۔ (دوسرے مصرع کی بلاغت کو ترجمے سے ظاہر کرنا ناممکن ہے)
۱۹۔ میں نے آپ کی مدح کا حق ادا نہیں کیا، اگر کچھ اچھا کہہ گیا ہوں تو وہ صدقہ ہے آپ کی عطر بنیاد کا۔
۲۰۔ زیادہ سے زیادہ کہنے والا بھی کیا کہہ سکتا ہے جبکہ قرآن نے ہر بہتر آپ کے متعلق کہہ دی ہے۔

علامہ ابن حجر

(المتوفی ۸۴۸ھ ۱۴۴۸م)

- ۱ ہوی فیہ الملامۃ کالہواء
- ۲ أعاذل ان ناس الشوق تذکو
- ۳ ویبعد طقوها بریاح لوم
- ۴ و ذکرى أرض نعمان بها قد
- ۵ تسلست الروایۃ عن جفوفی
- ۶ لایام الجفا خبر طویل
- ۷ قضیت ہوی بہجرک یا حبیبی
- ۸ وانی ان تشاقر بى فدان
- ۹ بقربک لی المسرة فی صباحی
- ۱۰ ولا انسى غداۃ البین لما
- ۱۱ وقد ذفت لهم نجب تهادی
- ۱۲ فقلت لها خذی جسمی وروحی
- ۱۳ منازل طيبة الفیحاء عرفاً
- فلا یطمع لئاری فی النظماء
- ولم یخمد تلهبها بکائی
- ومن جفنی لم یطفأ بسماء
- روت عینای من ماء السماء
- على ضعف بها من فرط دانی
- ونادۃ لیلیلات اللقاء
- وعاملت الاحبة بالاداء
- ایک وان نوبت نوئی فنائی
- وبعدک لی المساءۃ فی مسائی
- رأى الیاس منقطع الرجاء
- کامثال العرائس للحبلاء
- بطیبة حیث مجتمع الہناء
- منازل طيبة وملاذنائی

- ۱۴ فان مرمدت من التسميد عين
۱۵ وان قنطت من العصيان نفس
۱۶ فبى خص بالمقديم قدما
۱۷ كريم بالحيا من مراحيه
۱۸ ويروى طالب براو عيلما
۱۹ نبى الله يا خير البرايا
۲۰ وأرجو يا كريم العفو عما
۲۱ فكعب الجود لا يرضى فداء
۲۲ ومن بمدحك ابن نرهير كعب
۲۳ فان احزن فمدحك لى سرورى
۲۴ عليك سلام رب الناس يتلو
- قاسم تربها عيت الدوا
فباب محمد باب الرحبا
و آدم بعد ف طين و ماء
يجود و فى المحيا بالحيا
لديه عن يزيد و عن عطاء
بجاهك اتقى فصل القضاء
جنته يداى يا رب الحيا
لنعلك وهو سرا س فى السخا
لمشلى منك جائزة الشنا
وان اقنط فحمدك لى رجاى
صلاة فى الصباح و فى المساء

۱۔ یہ وہ عشق ہے جس میں "ملامت" ایک "یاد ہوائی" کی حیثیت رکھتی ہے۔ میرے سوز و دروں کے بجھنے کی کوئی توقع نہیں کر سکتا۔

۲۔ اسے ملامت کر لے والے! آتشِ شوق اور بھڑکتی ہے میرے رونے سے اس کی تیزی (بھڑک) بجھتی نہیں ہے۔

۳۔ یادِ ملامت سے اس آگ کا بجھنا بہت بعید ہے، اور نہ لپکوں سے گرنے والے آنسو اس کو بجھا سکتے ہیں۔

۴۔ اس سرزمین کی یاد میں جہاں "نعمان" نامی پھول ہوتے ہیں، میری آنکھوں نے وہ جھڑی لگائی کہ آسمان سے پانی برسنے کی روایت زندہ ہو گئی۔

۵۔ میری آنکھوں سے یہ "سلسلہ روایت" مسلسل جاری ہے، حالانکہ میری آنکھ کمزور ہے مگر مرض کی شدت اتنی بڑھی

ہوئی ہے کہ یہ سلسلہ رکتا نہیں ہے (یعنی آنسو مسلسل جاری ہیں)۔

۶۔ زمانہ ستم کی کہانی بہت طویل ہے، ہنگام وصال کی مستر میں ایک نادرا وجود شے ہے۔

- ۷۔ میرے حبیب! میں نے تیری محبت میں فراق کا زمانہ گزار دیا، دوستوں سے مدارات کا معاملہ رکھا۔
- ۸۔ اگر تو وصال پسند کرے تو یہ تیرے لیے فریب ہے، اور اگر فراق کا ارادہ ہے تو اس میں میری ہلاکت ہے۔
- ۹۔ تیرے قرب میں میرے لیے ہر صبح ایک سامانِ مسرت ہے، تیرے فراق میں ہر شام میرے لیے شامِ بلا ہے۔
- ۱۰۔ جدائی کے دن کی ٹھڑی کبھی بھلائی نہیں جاسکتی جبکہ ناامیدی نے امید کا خاتمہ کر دیا۔
- ۱۱۔ وہ قافلہ جس میں محبوبہ تھی اس کے لیے اچھی نسل کی اونٹنیاں اس طرح پیش کی گئیں جس طرح دہنوں کی شبِ عروسی میں رونما کی گرائی جاتی ہے۔
- ۱۲۔ میں نے ان اونٹنیوں سے کہا کہ میرے جسم و جاں کو ”طیبہ“ پہنچا دو، جہاں ہر مسرت کا سامان موجود ہے۔
- ۱۳۔ طیبہ کے وسیع مقامات جہاں سے خوشبوئیں پھلتی ہیں، پاکیزگی کی پناہ گاہیں ہیں اور ہر بکھرے مسافر کے لیے ٹھکانا ہے۔
- ۱۴۔ اگر شبِ بیداری سے آنکھیں آشوب کرائی ہوں تو اس سرزمین کی مٹی حقیقی دوا ہے۔
- ۱۵۔ اگر کثرتِ مصیباں سے کوئی شخص ناامید ہو گیا تو محمدؐ کا بابِ کرم اس کے لیے بابِ امید ہے۔
- ۱۶۔ وہ پیغمبر جو مقدم ہونے کی حیثیت سے سب سے ممتاز ہیں، اور آپؐ کو اس وقت نبی بنایا گیا جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے۔
- ۱۷۔ وہ ایسے سخی ہیں کہ آپؐ کے دونوں ہاتھوں بخشش و عطا کا مینہ برس رہا ہے، اور چہرہ انور پر حیا و شرم نمایاں رہتی ہے (یعنی سخاوت کر کے آپؐ کے اندر نعوذ باللہ کبر نہیں پیدا ہوتا بلکہ جس طرح لینے والی نگاہیں شرم سے جھکی رہتی ہیں، اسی طرح دے کر اور بخشش فرما کر حیا آپؐ کے چہرہ انور سے ظاہر ہوتی ہے)۔
- ۱۸۔ آپؐ کی سخاوت کا طالب آپؐ کے احسان و علم کی حکایت عطا ویزید سے کرتا ہے۔ (عطا ویزید حدیث کے راویوں میں معروف ہیں ”یروی“ کا لفظ بھی حدیث کی مصطلحات میں ہے، مطلب یزید سے مستزید ہے یعنی مزید طلب کرنے والا، اور عطا کے معنی بخشش کے ہیں)۔
- ۱۹۔ اے رسولِ خدا! اے سب سے برگزیدہ انسان! آپؐ کے طفیل اللہ سے حشر کے دن کی رسوائی سے پشاد مانگتا ہوں۔
- ۲۰۔ اے بہترین معاف کرنے والے! امیدوار ہوں کہ میرے کثرت کو آپؐ نظر انداز کر دیں گے اے شرم و حیا کے مالک!
- ۲۱۔ کعب بن عامر جو سخاوت میں بہت مشہور ہے، وہ میرے نزدیک آپؐ کی جو تیریں پر قربان کیے جانے کے لائق بھی نہیں ہے، حالانکہ اس کا شمار سخاوت کے سرداروں میں تھا۔
- ۲۲۔ کعب بن زہیر نے آپؐ کی مدح کر کے ہمارے لیے ایک راستہ کھولا ہے، یہ اس کا احسان ہے، میرے عیبوں کو

- آپ کی شناختی کا انعام پانے کی اُمید بند ہو گئی ہے۔
- ۲۳۔ اگر میں غلین ہوتا ہوں تو آپ کی مدح سامانِ مسرت بہم پہنچاتی ہے، اور اگر کبھی مایوسی چھاتی ہے تو آپ کی مدح سے آسرا ملتا ہے۔
- ۲۴۔ تمام انسانوں کے مالک اور رب کا آپ پر سلام ہو، اور سلام کے بعد درود ہو، اور یہ سلسلہ صبح و شام قائم رہے۔



شیخ عبداللہ شبروی

(المتوفی ١٢٥٨ھ، ١٩٤٦ء)

- ١ مقلتی اقد تلت کل الأرب
- ٢ هذه انوار طه المصطفى
- ٣ هذه انواره قد ظهرت
- ٤ هذه انواره فانتهمزی
- ٥ هذه انواره فابتهجی
- ٦ هذه طيبة یا عین وما
- ٧ طالما كنت تحنین الح
- ٨ هذه انوار ذاك القبر قد
- ٩ ذاك قبر من أتاه نراشراً
- ١٠ وتادب یا أبا الوجد فما
- ١١ واسكب الدمع سروراً فعلى
- ١٢ والحل الاماق من تربته
- ١٣ فهو بحر زاخر من حباءه
- ١٤ أتى جايه مثل جباه المصطفى
- هذه انوار طه العرفی
- خاتم الرسل شریف النسب
- وبدت من خلف تلك الحجب
- فرصه العمرو به انتهی
- طریاً فالوقت وقت الطرب
- بعد من طابث به من طیب
- روية القبر الذى فی یثرب
- اشرقت یا مقلتی فقتربی
- مرة فی عمره لم یخب
- انت إلا فی مقام الادب
- غیرہ ذم مع الہنا لم یسکب
- ینجلی عند جمیع النصیب
- طالباً فاز بأستى مطلب
- معدن المعروف کثر الحب

۱۵ یا رسول اللہ اے مذنّب و من الجود قبول المذنّب
۱۶ یا نبی اللہ مالی حیلتی غیر حبی لك یا خیر نبی
۱۷ و یقینی فیک یا خیر الوری ان حبی لك اقوی سبب
۱۸ عظم الکرب ولی فیک مرجا فیما یارب! فرج کربی
۱۹ و اغثنی یا الہ العرش من نفس سوء فی الهوی تلعب بی
۲۰ و تدارک ما بقی لی فلقد ضاع عمری فی الهوی واللعب

- ۱۔ اے میری آنکھ، تُو نے اپنی ہر مراد پالی۔ یہ رہے انوار حضرت طہ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔
- ۲۔ یہ ہیں انوار حضرت طہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو خاتم الرسل، عالی نسب ہیں۔
- ۳۔ یہ ہیں انوار جو نمایاں ہو رہے ہیں، اور ان پر دلوں کی اوٹ سے چھن چھن کر نکل رہے ہیں۔
- ۴۔ یہ انوار ظاہر ہو رہے ہیں، موقع غنیمت جان، پوری عمر کار اس المال یہ لمحہ ہے، اور یہیں پر اس دولت کو لوٹ لے۔
- ۵۔ یہ انوار سامنے ہیں، هجوم اور مسرت میں جھوم، یہ وقت جھومنے ہی کا ہے۔
- ۶۔ اے آنکھ! یہ طیب ہے، طیبہ جو ذات طیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں سہرا پا پاکیزہ ہے، اس کے بعد اور کیا چاہئے!
- ۷۔ کب سے تجھے اشتیاق تھا، اس قبر شریعت کی زیارت کا! جو کہ شرب میں واقع ہے۔
- ۸۔ لے یہ انوار قبر پاک سامنے ہیں، اے دیدہ حیراں یہ انوار نمایاں ہیں اور قریب ہو جا۔
- ۹۔ یہ وہ قبر مبارک ہے کہ یہاں جو شخص اپنی عمر میں ایک مرتبہ بھی آیا ناکام نہیں رہا۔
- ۱۰۔ مگر مسرت میں جھومنے درست ہونے والے! ادب کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے، تو سب سے برگزیدہ مقام ادب میں حاضر ہے۔

- ۱۱۔ ہاں اشک مسرت بہا، کیونکہ اس مقام کے علاوہ کوئی جگہ نہیں ہے جہاں اشک مسرت رواں ہو۔
- ۱۲۔ اور اس خاک پاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا، ساتھ دُکھ درد کا فور ہو جائے گا۔
- ۱۳۔ رسول پاک! ایک سو پانچ رحمت ہیں دریا جو شش مار رہا ہے جو ان کی خدمت میں آتا ہے، اپنی ہر مراد حاصل کر لیتا ہے۔
- ۱۴۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جاہ و منزلت سے بڑھ کر کس کی جاہ و منزلت ہوگی، جو کہ سخاوت و کرم کے معدن اور خزانہ انی شرافت کا خزانہ ہیں۔

- ۱۵۔ یا رسول اللہ! میں بے چارہ ہوں! سخاوت میں یہ بھی داخل ہے کہ گناہ گار کو شرف قبولیت بخشا جائے۔
- ۱۶۔ یا رسول اللہ! میں بے چارہ ہوں، میرا چارہ اگر کچھ ہے تو آپ کی محبت، اسے تمام نبیوں میں سب سے بہتر نبی!
- ۱۷۔ مجھے آپ پر یقین ہے اسے کائنات کے گل سرسبد! کہ میری محبت ایک بڑا وسیلہ بنے گی۔
- ۱۸۔ میری مصیبت بڑی ہے، اور آپ کی ذات سے میری امید وابستہ ہے اسے ریتِ کریم! ان کے صدقہ میں میری مصیبت دور فرما دے۔
- ۱۹۔ اللہ العرش! فریاد سن لے، میرے نفسِ بد کے شر سے پناہ دے جو ہوا و ہوس میں گرفتار ہے۔
- ۲۰۔ میری عمر کا جو حصہ باقی رہ گیا ہے، اس میں گزشتہ معاصی کی تلافی کرادے، کیونکہ اب تک عمر لہو و لعب میں گزری ہے۔



شیخ حسین دجانی

(المتوفی ۶۱۸۵۲)

(۱)

- ۱ ایلک یا رسول اللہ وجہت وجہتی و ارسیت فی زخار بحر جودک مرکبی
- ۲ فمن رسول اللہ منک بنظرة انرا حریفها الاصفیاء بمنکی

- ۱۔ یا رسول اللہ! میں تے اپنا رخ آپ کی طرف موڑ لیا ہے اور آپ کی سخاوت کے دریا میں اپنا سفینہ شکر انداز کیا ہے۔
- ۲۔ بس ایک نگاہِ کرم سے احسان فرمائیے۔ یہ نگاہ مجھے اس لائق بنادے گی کہ خاصانِ خدا کے شانہ بشانہ کھڑا ہو سکوں۔

(۲)

- ۱ اذا هبت الایریاس من نحو طیبۃ اهاجر فوادى طیبها و هبوبها
- ۲ فلا تعجبوا من لوعتی و صبابتی هوی کل نفس این حل حبیبها

- ۱۔ جب طیبہ کی جانب سے نسیم سرچلتی ہے تو اس کے جھونکے اور اس کی خوشبو میں میرے دل کو بے کل کر دیتی ہیں۔
- ۲۔ میری سوزشیں و رونا اور میری وارفتگی پر حیرت نہ کرو۔ ہر شخص کو وہ جگہ عزیز ہوتی ہے جہاں اس کا محبوب ہوتا ہے۔



شیخ عبد الغنی النابلسی

(المتوفی - ۱۴۳۳ھ)

- ۱۔ ما للقلوب سوى ذلك الحمى طلب ولا العيون لها في غيره أثر ب
- ۲۔ يا كعبة تستجير الطائفون بها نور به تظهر الاشياء وتحتجب
- ۳۔ محمد خير كل العالمين لقد سمحت على الخلق في افضالها بحب
- ۴۔ له مزية جود في الوجود نسبت حتى على العجم استعلت به العرب
- ۵۔ و نراده الله في اسرائه رتباً رفيعه خفضت من دونها الرتب
- ۶۔ و قدر في ليلة المعراج في درج نحو العلا حيث عنه زالت الحجج
- ۷۔ و حبه دين اهل الله قاطبة لهم به نسب ما فوقه نسب
- ۸۔ و انت باب العطا و الجود يا املی بك الاله على طول السدى يهب

- ۱۔ سوائے اُس در کے دل کو کسی جگہ کی طلب نہیں ہے ، اور آنکھوں کو اس در پاک کے علاوہ کسی چیز کے دیکھنے کی آرزو نہیں ہے۔
- ۲۔ اسے کعبہ مراد ! جس کے گرد چکر لگانے والے پناہ حاصل کرتے ہیں ، اس نور سے جس سے چیزیں نمایاں ہوتی ہیں اور چھپتی ہیں۔
- ۳۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام جہانوں کے جملہ مخلوق سے فضل و برتریہ ہیں جن کی بخشش اور سخاوت کا بادل سارے عالم پر پڑتا ہے۔
- ۴۔ سخاوت ان کی عادت ہے ، جس کا سلسلہ عرب سے لے کر عجم تک دراز ہے ، اور عرب اسی سخاوت کے بدولت سرفراز ہوئے۔
- ۵۔ اللہ نے آپ کو اسراء و معراج کے موقع پر وہ بلندی عطا فرمائی کہ اس کے سامنے ہر بلندی کی بلندی پست نظر

آئے گی۔

- ۶۔ شب معراج آپ بلندی کے زینوں پر چڑھے اور اس مقام تک پہنچے جہاں سارے عجائبات دور ہو گئے۔
- ۷۔ آپ کی محبت تمام اہل اللہ کا دین و ایمان ہے، ہر اہل ایمان کا سلسلہ آپ سے مربوط ہے۔ اس سلسلہ سے بہتر کوئی سلسلہ نہیں ہے۔
- ۸۔ آپ ہی بابِ جود و کرم ہیں، اے میرے سہارا! آپ کے توسل سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے بندوں کو نوازتا ہے۔



شیخ احمد تھانیسری

(الستوی ۱۴۱۴ ۶)

- ۱ اطار لبتی حنین الطائر الغرور
- ۲ واذکرتنی عهداً بالحمی سلفت
- ۳ باتت تورقنی والقوم قد هجعوا
- ۴ ما زار طری فی غمض بعد بعد کم
- ۵ لیت الهوی لم یکن بیتی و بینکم
- ۶ کانت مواسم ایاام و غررتها
- ۷ عشنا بها و عیون البین سراقدة
- ۸ والهم منصرع واکرب من دفع
- ۹ والشعب ملتئم والعهد منهزم
- ۱۰ حتی استهل غراب البین فارتحلوا
- ۱۱ کانه لم یکن بین الحمی انس
- ۱۲ صاروا احادیث تروى بعد ما ملأوا
- ۱۳ لا عیش بعد لییلات اللوی مرغداً
- و هاج لوعة قلبی التائه الکمد
- حمامة صدحت من لایع الکبد
- من بین مضطجع منهم و مستند
- ولا خیال سرور دار فی خلدی
- ولیت جبل و دادی غیر منعقد
- ولت سراعاً علی رغیم ولم تعد
- والقلب فی جذل والدهر فی رقد
- والجد مرتفع كالانجم السعد
- والشمل منتظم لم یرم بالبد
- عند الصباح وشد والعیش بالصد
- الی اللوی وکان الحی لم یفد
- مسامع الدهر بالافاظ كالشهد
- ولا وصول الی ذاک الحمی بیدی

- ۱۴۔ خَسَّ الْاِحَادِيثَ عَنْ لَيْلَى وَجَارَتِهَا
۱۵۔ وَلَيْسَ فِي الدِّينِ وَالْدُنْيَا وَآخِرَتِي
۱۶۔ رَبِّ اَنْدَى وَالْجَدَى وَالصَّالِحَاتِ مَعَا
۱۷۔ بِالْعِلْمِ مَكْتَنُفٌ بِالْحِلْمِ مُتَّصِفٌ
۱۸۔ بِالشَّرْعِ مَعْصَمٌ لِلدِّينِ مُنْتَقِمٌ
۱۹۔ بِالْفَقْرِ مُفْتَخِرٌ بِالزُّهْدِ مُشْتَهَرٌ
۲۰۔ خُطَّابُ مَفْصَلَةٍ وَضَّاحُ مَكْرَمَةٍ
۲۱۔ اَعْدَلُ سِيرَتِهِ وَالْفَضْلُ طِينَتِهِ
۲۲۔ وَارْحَلْ اِلَى السَّيِّدِ الْمُخْتَارِ مِنْ اَدَمَ

یسوی جنابِ رسولِ اللہ معتمدی
طفلاً وکھلاؤ فی شیبِ وفی مَرَدِ
باللطف ملتحفٌ بالبر متشد
فی اللہ مجتہدٌ باللہ مقتصد
بالشکر متزددٌ بالحمد منجر
دفاعِ مظلمۃ من کل مضطہد

- ۱۔ غنایبِ نغمہ سرا کی بے تابی شوق نے میرے ہوش بڑا دے اور میرے وارفتہ و زخم خوردہ دل کی سوزش کو ابھار دیا۔
۲۔ ایک بلبل جو جگر کی ٹیس سے بے تاب ہو کر نالہ کنان بُوئی اس نے مجھے وہ زمانہ یاد دلایا جو کبھی اس وادی میں گزرا تھا۔
(حسامہ، کہوڑی۔ ترجمہ میں بلبل قصداً لایا گیا ہے)

- ۳۔ یہ بلبل میری نیند رات بھر اچاٹ کرتی رہی، لوگ سب خوابِ راحت کے مزے لے رہے تھے، کچھ لیٹے تھے، کچھ تکیوں کے سہارے پڑے تھے۔

- ۴۔ تمھاری جدائی کے بعد سے میری آنکھ نہیں چپکی۔ اور نہ دل میں کبھی مسرت کا خیال آیا۔
۵۔ کاش میرے اور تمھارے درمیان محبت کا تعلق پیدا نہ ہوتا اور کاش رشتہ آخرت استوار ہی نہ ہوا ہوتا۔
۶۔ عیش و سرمستی کے دن اور اس کی رونقیں بہت تیزی سے ختم ہو گئیں، میری خواہش کے برخلاف، اور پھر کبھی وہ دن لوٹ کر نہیں آئے۔

- ۷۔ (وہ زمانہ گز گیا) جو ہم نے بسر کیا، جبکہ فراق کی آنکھیں سو رہی تھیں، دل شاداں و فرحاں تھا، ستم روزگار کو نیند آگئی تھی۔
۸۔ غم و اندوہ کا پتہ نہ تھا، مصیبت سے واسطہ نہ پڑا تھا، قسمتِ یادری کر رہی تھی، جیسے خوش بختی کا ستارہ عروج پر ہے۔
۹۔ بھائی بند سب ایک ساتھ تھے، بیگانگی سپا ہو گئی تھی، شیرازہ الفت بندھا ہوا تھا، اس کو منتشر کرنے کا خیال بھی نہیں تھا۔

- ۱۰۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب فراق کا پیامی منہوس پرندہ سامنے آ گیا، لوگ صبح سویرے کوچ کر گئے اور اونٹنیاں

تیز گامی کے ساتھ روانہ ہو گئیں۔

- ۱۱۔ (پھر تو وہ عالم ہو گیا کہ حتیٰ اور لوی کے درمیان جیسے کبھی کوئی تفرق تھا ہی نہیں۔ اور گویا یہ علاقہ کبھی آباد ہی نہیں تھا۔
۱۲۔ یہ سب لوگ اب ایک قصبہ کہانی بن گئے، جن کی باتیں سُنی اور سنانی جاتی ہیں، حالانکہ ایک زمانہ وہ تھا جبکہ ان کی رسید
آوازوں سے دُنیا کے کان گونج رہے تھے۔

۱۳۔ ”لوی“ کی ان مختصر اور جلد ختم ہو جانے والی راتوں کے بعد اور ان عیش و مسرت کے حسین لمحات کے بعد اب زندگی نا کوئی
مزا نہیں رہا، اور نہ اب اس وادی میں پہنچنا میرے بس میں ہے۔

۱۴۔ چھوڑ دیلی کی باتیں اور لیلیٰ کی پُر دستوں کی باتیں، چلو سید مختار کے حضور جو ”اود“ کے خانہ ان سے ہیں (حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا نسب عدنان بن اود تک فتنی ہوتا ہے، ان کے بعد حضرت آدمؑ تک کے اسما محققین کے فلسفے ہیں جن میں
ناموں کا اختلاف ہے)۔

۱۵۔ دین و دنیا اور عزت میں میرے لیے جناب رسولؐ کے سوا کوئی سہارا نہیں ہے (یا رسول اللہؐ کی چوکھٹ کے سوا
کوئی پناہ گاہ نہیں ہے)۔

۱۶۔ وہ (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سخاوت، بخشش اور تمار غویوں کے جامع تھے، پتے بچپن میں، جوانی میں اور
نوجوانی کے زمانہ میں (یعنی ہر زمانے میں آپؐ ان اوصاف کے حامل تھے)۔

۱۷۔ علم سے آراستہ، ہر باری سے ولایت، لطف و کرم آپؐ کا اور حنا چھوٹا اور کرم گستری آپؐ کا شعار تھا (مستند: ایک
لکھنے کی جگہ، یعنی کرم گستری آپؐ کا تکیہ ہے۔ محاورہ کا ترجمہ شعار کر دیا گیا ہے)۔

۱۸۔ شرع کے سختی سے کار بند دین کے لئے (اپنی ذات کے لئے نہیں) انتقام لینے والے، اللہ کی راہ میں کوشاں، اللہ
پر نظر جماتے رکھنے والے۔

۱۹۔ فقر پر غم کرنے والے، دنیا سے بے رغبتی میں مشہور، شکر آپؐ کا باس، محمد باری میں سعادت۔

۲۰۔ ایک ایک لفظ بعد اجداد صاف بولنے والے، کارناموں کو روشن کرنے والے، فریاد رسی کرنے والے اور ہم رسید
لوگوں کی پشت پناہی کرنے والے۔

۲۱۔ مدد و انصاف آپؐ کی سیرت ہے، لطف و کرم آپؐ کی فطرت ہے، عطا بخشی آپؐ کی عادت ہے، خواہ خوش حالی ہو
یا تنگ دستی۔

حضرت ابوطالب بن عبدالمطلب

(المستوفی ۶۶۲۰)

- | | | |
|---|--|---|
| ۱ | وَاللّٰهُ لَنْ يَّصِلُوْا اِلَيْكَ بِجَنَّةِهِمْ | حَتّٰى اَوْسَدَ فِى التُّرَابِ دَفِينًا |
| ۲ | فَاَصْدَعْ بِاَمْرِكَ مَا عَلَيْكَ غَضَاةٌ | وَابْشِرْ وَقَرِّبْ ذَاكَ رَمْنِكَ عِيُونًا |
| ۳ | وَدَعَوْتِنِىْ وَزَعَمْتَ اِنَّكَ نَاصِحِىْ | وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ ثَمَّ اَمِيْنًا |
| ۴ | وَعَوَضْتَ دِيْنًا لَا مُحَالَاتَةَ اِنَّهُ | مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا |
| ۵ | لَوْلَا الْمَلَامَةُ اَوْ حِذَارُ مَسْبِيَّةٍ | لَوْ جَدْتِنِىْ سَمَحًا بِذَاكَ مُبِيْنًا |

- ۱۔ خدا کی قسم وہ اپنی جمعیت کے ساتھ تجھ تک ہرگز نہیں پہنچ سکے جب تک مجھے دفن کر کے مٹی میں ٹیک لگا کر لٹانہ دیا جائے۔
- ۲۔ تو اپنا کام کئے جا تجھ پر کسی قسم کی تنگی نہیں ہے اور خوش رہ اور اس کام کے ساتھ اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیے جا۔
- ۳۔ اور تو نے مجھے دعوت دی اور تیرا خیال ہے کہ تو میرا خیر خواہ ہے تو نے سچ کہا، اور پھر تو تو ایک امانت دار (ایمن) رہ چکا ہے۔
- ۴۔ اور تو نے وہ دین پیش کیا جو یقیناً دنیا کے ادیان میں بہترین دین ہے۔
- ۵۔ اگر ملامت کا خوف اور سبکی کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس دین کو قبول کر لینے میں تو یقیناً مجھے بڑا فراخ دل پاتا۔



حضرت عثمان غنیؓ

(الشہید ۲۶۵۰ھ)

فَيَا عَيْنِي ابْكِي وَلَا تَسْأَمِي
وَحَقُّ الْبُكَاءِ عَلَى السَّيِّدِ

تو اے میری آنکھ آنسو بہا اور نہ تھک
اپنے سردار پر آنسو بہانا تو لازم آچکا



حضرت عسافر فاروقؓ

(الشہید ۶۴۳ ۶۲ھ)

- ۱۔ لَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَظْهَرَ دِينَهُ عَلَى كُلِّ دِينٍ قَبْلَ ذَاكَ حَاطِدٍ
- ۲۔ وَأَسْلَبَهُ مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ بَعْدَ مَا تَدَاعَوْا إِلَى أَمْرِ مِنَ الْغَيْفِ فَسَدَ
- ۳۔ غَدَاةَ أَجَالِ الْخَيْلِ فِي عَرَصَاتِهَا مُسَوِّمَةً بَيْنَ الزُّبَيْرِ وَخَالِدٍ
- ۴۔ فَأَمْسَى رَسُولُ اللَّهِ قَدْ عَزَزَ نَصْرُهُ وَأَمْسَى عَدَاةٌ مِنْ قَتَيْبٍ وَشَارِدٍ

۱۔ کیا نہیں دیکھا تم نے کہ اللہ نے اپنے دین کو غالب کر دیا ہر اس دین پر جو اس سے پہلے تھا حق سے

پھرا ہوا۔

۲۔ اور اللہ نے اہل مکہ کو محروم کر دیا حضورؐ سے جب اُن لوگوں نے گمراہی کے خیالِ فاسد یعنی قتل پر کمر باندھی۔

۳۔ اور پھر وہ صبح، جب گھوڑے اس کے میدانوں میں جولائیاں دکھانے لگے جن کی باگیں چھوٹی ہوتی تھیں، زبیر و

خالد کے درمیان۔

۴۔ پس رسول اللہؐ کو اللہ کی نصرت نے غلبہ بخشا اور ان کے دشمن مقتول ہوئے اور شکست کھا کے بھاگے۔



حضرت ابو بکر صدیقؓ

(المتوفی ۶۳۴ھ)

۱. يَا عَيْنُ قَابِلِكِي وَلَا تَسْأَمِيْ
۲. عَلَى خَيْرِ خُنْدَفٍ عِنْدَ الْبَلَا
۳. فَصَلِّيْ الْمَيْتُكُ وَرَبِّيْ الْعَبَسَا
۴. فَكَيْفَ الْحَيَاةُ لِفَقْدِ الْحَبِيْبِ
۵. فَلَيْتَ الْمَمَاتَ لَنَا كُلَّنَا
- وَحَقِّ الْبُكَاءِ عَلَى السَّيِّدِ
۱. اُمْنِيْ يُغَيِّبُ فِي الْمَلْحِدِ
۲. وَرَبُّ الْعِبَادِ عَلَى اَحْمَدِ
۳. وَزَيْنُ الْمَعَاشِرِ فِي الْمَشْهَدِ
۴. فَكُنَّا جَمِيعًا مَعَ الْمُهْتَدِيْ

- ۱۔ تراسے آنکھ! خوب رو، اب یہ آنسو نہ تھیں، قسم ہے سرورِ عالم پر رونے کے حق کی۔
- ۲۔ خندف کے بہترین فرزند پر آنسو بہا، جو غم و الم کے هجوم میں سرشام گوشہ قبر میں چھپا دیا گیا۔
- ۳۔ مالک الملک بادشاہِ عالم، بندوں کا والی اور پروردگار احمد مجتبیٰ پر سلام و رحمت بھیجے۔
- ۴۔ اب کیسی زندگی جو حبیب ہی بچھڑ گیا اور وہ نہ رہا جو زینتِ وہ یک عالم تھا۔
- ۵۔ کاش موت آتی تو ہم سب کو ایک ساتھ آتی، خرم سب اس زندگی میں بھی تھا ہی تھے۔



حضرت حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشم

(الشہید ۶۶۲۵)

- | | | |
|---|--|--|
| ۱ | حَمِدْتُ اللَّهَ حِينَ فُؤَادِي | إِلَى الْإِسْلَامِ وَالَّذِينَ الْمُتَيْفِ |
| ۲ | يَدِينُ جَاءَ مِنْ تَرِبٍ عَزِيزٍ | خَيْرٍ بِالْعِبَادِ بِهِمْ لَطِيفٍ |
| ۳ | إِذَا تَلَيْتُ رَسَائِلَهُ عَلَيْنَا | تَحْدَرُ مَعَ ذِي اللَّبِّ الْحَصِيفِ |
| ۴ | رَسَائِلُ جَاءَ أَحْمَدُ مِنْ هَذَاهَا | بِأَيَاتٍ مُبَيَّنَّةٍ الْحُرُوفِ |
| ۵ | وَأَحْمَدُ مُصْطَفَىٰ فِينَا مَطَاعًا | فَلَا تَفْشُوهُ بِالنُّقُولِ الْعَنِيفِ |
| ۶ | فَلَا وَاللَّهِ نُسَلِمُهُ لِقَوْمِ | وَلَمَّا نَقُضَ فِيهِمْ بِالسُّيُوفِ |

- ۱۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا جب اس نے میرے دل کو اسلام اور بلند مرتبہ دین کی توفیق بخشی۔
- ۲۔ اُس دین کی جو عظمت و عزت و سزا پروردگار کی طرف سے آیا ہے جو بندوں کے تمام حسابات سے باخبر اور اُن پر بڑا مہربان ہے۔
- ۳۔ جب اُس کے پیغاموں کی تلاوت ہمارے سامنے کی جاتی ہے تو ہر صاحب عقل اور صاحب الرائے کے آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔
- ۴۔ وہ پیغامات جن کی ہایتوں کو احمد نے کرائے واضح الفاظ و حروف والی آیتوں میں۔
- ۵۔ اور احمد ہم میں برگزیدہ ہیں جن کی اطاعت کی جاتی ہے لہذا تم اُن کے سامنے نا طائم لفظ بھی نہ سے نہ نکالنا۔
- ۶۔ تو خدا کی قسم ہم ان کو اس قوم کے حوالے کبھی نہیں کریں گے جن بارے میں ہم نے ابھی تلواروں سے کوئی فیصلہ نہیں کیا۔

حضرت فاطمہ الزہراءؑ

(المتوفی ۶۶۳ھ)

- ۱ مَا ذَا عَلَى مَنْ شَمَّ رُبَّةَ أَحْمَدُ أَلَا يَشْتَمُّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
- ۲ صُبَّتْ عَلَى مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْإِيَّامِ عُدُنَ لِيَا لِيَا

۱۔ جس نے ایک مرتبہ بھی خاک پائے احمد مجتبیٰ سونگھ لی تعجب کیا ہے اگر وہ ساری عمر کوئی اور خوشہ نہ سونگھے۔

۲۔ (حضور کی جدائی میں) وہ مصیبتیں مجھ پر ٹوٹی ہیں کہ اگر یہ مصیبتیں دنوں پر ٹوٹیں تو دن راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔



- ۱ إغْبَرَا فَاثُ السَّمَاءِ وَكُوَسْرَتْ شَمْسُ النَّهَارِ وَأَظْلَمَ الْأَنْهَارُ
- ۲ وَالْأَرْضُ مِنْ بَعْدِ النَّبِيِّ كَثِيبَةٌ أَسْفَاءٌ عَلَيْهِ كَثِيرَةٌ الْأَحْزَانُ
- ۳ فَلْيُبْكِهِ شَرْقُ الْبِلَادِ وَغَرْبُهَا يَافْخُرُ مَنْ طَلَعَتْ لَهُ النِّيرَانُ
- ۴ يَا خَاتَمَ الرُّسُلِ الْمُبَارَكِ صُنُوءَةً صَلَّى عَلَيْكَ مُنْزِلُ الْقُرْآنِ

۱۔ آسمان کی پہنائیاں غبار آلود ہو گئیں اور لپیٹ دیا گیا دن کا سورج اور تاریک ہو گیا سارا زمانہ۔

۲۔ اور زمین نبی کریم کے بعد بے تلاشے درد ہے اُن کے غم میں ڈوبی ہوئی سراپا۔

۳۔ اب اُسو بہائے مشرق بھی اور مغرب بھی اُن کی جدائی پر، فخر تو صرف ان کے لیے ہے جن پر روشنیاں چکیں۔

۴۔ اے آخری رسول! آپ بکرت و سعادت کی جڑے فیض ہیں آپ پر تو قرآن نازل کرنے والے نے بھی درود و سلام بھیجا ہے۔



اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حَضْرَتِ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا صَدِيقَةُ

(المتوفی ۶۴۷ھ)

مَا تَبْدُ فِي الدَّاجِئِ الْبَهِيمِ جَبِينُهُ
يَلُحُّ مِثْلَ مُصْبَاحِ الدُّجَى الْمُتَوَقَّدِ
فَمَنْ كَانَ أَدْمَنَ قَدْ يَكُونُ كَأَحْمَدِ
نِظَامٌ لِحَقِّكَ أَدْنَكَ كَالْمُلْحَدِ

اندھیری رات میں ان کی پیشانی نظر آتی ہے تو اس طرح چمکتی ہے
جیسے روشن چراغ۔
اس حدِ محبت کے جیسا کون تھا اور کون ہوگا حق کا نظام قائم
کرنے والا اور ملحدوں کو سراپا حیرت بنادینے والا۔



ابن العربی ابو بکر محمد الدین (الشیخ الکبریٰ)

(المتوفی ۶۱۲ھ)

- ۱۔ اَلْاَبَّابِيُّ مَنْ كَانَ مَلِكًا وَسَيِّدًا ۚ وَادَمَ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطَّيْنِ وَاقِفًا
- ۲۔ فَذَاكَ رَسُولُ الْاَبْطَحِيِّ مُحَمَّدٌ ۚ لَهُ فِي الْعُلَا فُجْدٌ تَلِيدٌ وَطَارِفٌ
- ۳۔ اَتَى بِزَمَانِ الشَّعْدِ فِيْ اٰخِرِ الْمُدَى ۚ وَكَانَتْ لَهُ فِي كُلِّ عَصْرِ مَوَاقِفٌ
- ۴۔ اَتَى لِاَنْكَسَارِ الدَّهْرِ خَبْرٌ صَدْعُهُ ۚ فَامْتَنَتْ عَلَيْهِ السِّنُّ وَغَوَارِفُ
- ۵۔ اِذَا سَرَامٌ اَمْرًا لَا يَكُوْنُ خِلَافُهُ ۚ وَلَيْسَ لِذَاكَ اَلْمُرِي الْكُوْنُ صَارِفٌ

- ۱۔ سنو میرے ماں باپ قربان وہ فرماں ردا اور سردار کون تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان ٹھہرے ہوئے تھے۔
- ۲۔ وہی رسول الطحی محمد جن کو رفعت میں ہر شرت حاصل ہے قدیم بھی جدید بھی۔
- ۳۔ وہ آخری زمانے کی نیک گھڑی میں تشریف لائے حالانکہ ان کو تو ہر زمانے میں مقام و موقع حاصل تھا۔
- ۴۔ وہ آئے کہ ٹوٹے ہوئے زمانے کی شکستگی کو جوڑ دیں اور اس پر تو زبانیں ثنا خواں ہیں اور عطیات ربانی بھی۔
- ۵۔ جب وہ ارادہ کر لیتے کسی بات کا تو وہ بات ان کے خلاف نہ جاتی اور پھر اس بات کو اس کائنات میں کوئی پھیرنے والا نہ ہوتا۔



حضرت کعب بن زہیرؓ

(المتوفی ۶۶۲ھ)

۱	فَقَدْ آتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ مُعْتَذِرًا	وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ مَقْبُولٌ
۲	لَقَدْ أَقْرَمْتُ مَقَامًا تَوْقِيئًا بِهِ	أَرَى وَأَسْمَعُ مَا تَوْقِيئُ سَمْعُ الْفِيلِ
۳	لَظَلَّ يَرْعُدُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ لَهُ	مِنَ الرَّسُولِ بِإِذْنِ اللَّهِ تَنْوِيلُ
۴	حَتَّى وَضَعْتُ يَمِينِي لَا أَنَا بَرَاءَةٌ	فِي كَفِّ ذِي نَقِمَاتٍ قِيلَهُ الْقِيلُ
۵	إِنَّ الرَّسُولَ لَسَيْفٌ يُسْتَضَاءُ بِهِ	مُهْتَدٍ مِنْ سَيُوفِ اللَّهِ مَسْلُوكُ

- ۱۔ میں اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں عذر خواہ ہو کر پہنچا اور معافی و درگزر تو اللہ کے رسولؐ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔
- ۲۔ میں اس مقام پر کھڑا تھا کہ اگر وہاں ہاتھی بھی کھڑا ہوتا اور ہاتھی وہ دیکھتا اور سنتا جو میں دیکھ اور سن رہا تھا۔

- ۳۔ تو یقیناً کانپنے لگتا اگر اللہ کے حکم سے رسولؐ اللہ کی طرف سے جو دوسرا اور بخشش و عطا نہ ہوتی۔
- ۴۔ یہاں تک کہ میں نے اپنا دایہا بائیں ہاتھ بغیر کسی مناقشے کے اس ہاتھ میں دے دیا جو کئے کی سزا دے سکتا تھا اور جس کا قول قول فیصل تھا۔

- ۵۔ بیشک رسولؐ اللہ وہ سیف ہیں جس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک کھنچی ہوئی تلوار ہیں۔

عشی

- ۱۔ المرتغمض عیناک لیلۃ ارمدا وبت کما بات السلیم مسقدا
 - ۲۔ وما ذاک من عشق النساء وانما تناسیبت قبل الیوم خلۃ مہدا
 - ۳۔ ولکن اری الدھر الذی ہو خائن اذ اُصلحت کفای عادۃ فاقدا
 - ۴۔ شباب وشیب وافتقار وشرورۃ فللہ ہذا الدھر کیف تردد
- ۱۔ کیا اس بے خواب رات کو تیری آنکھیں نہیں جھپکیں اور کیا تو نے ایک مارگزیدہ کی طرح بے چین پوری رات نہیں گزار دی۔
- ۲۔ یہ سوچو کہ ہوا عورتوں کے عشق میں نہیں ہوا، یلاٹوں کا عشق تو کب کے بھول چکے۔
- ۳۔ بات یہ ہے کہ زمانہ بڑا بے وفا ہے، جب میری حالت سدھری اس نے بگاڑ دیا۔
- ۴۔ جوانی، بڑھاپا، تنگی، خوشحالی، کیسے کیسے پٹھے یہ زمانہ کھاتا ہے۔



- ۱۔ فآیت لا ارفی لہا من کلالۃ ولا من وجی حتی تزور محمدا
 - ۲۔ نبیؐ یری ما لا ترون و ذکرہ اُغار لعنری فی البلاد وانجدا
 - ۳۔ لہ صدقات ماتعب ہوناٹل ولیس عطاء الیوم مانعہ غذا
 - ۴۔ متی ماتناخی عند باب بن ہاشم تراخی وتلقی من فواضلہ ندی
- ۱۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ (اپنی اونٹنی کی) کمزوری اور اپنی برہنہ پائی کا اس وقت تک گلہ نہ کروں گی جب تک کہ

- افقاں و خیراں کسی حال میں وہ مجھے محمدؐ تک نہ پہنچا دے۔
- ۲۔ وہ ایسے نبی ہیں جو ان چیزوں پر نظر رکھتے ہیں جن کو تم لوگ نہیں دیکھتے، اور میری قسم! ان کی شہرت ملک ملک پھیل چکی ہے۔
- ۳۔ ان کے احسانات مسلسل ہوتے ہیں، جن میں ناغہ نہیں ہوتا، بلکہ ان کے یہاں سے بٹنے والی خیرات کم نہیں ہوتی۔ کسی عنایت میں کمی اس لیے نہیں ہوتی کہ گزشتہ روز وہ کی جا چکی ہے۔
- ۴۔ جب تم اپنی اوطانی کو ابنِ ہاشمؑ کے در پر بٹھاؤ گے تو ندامت کلفت ٹھول جائے گی، آرام پائے گی اور ان کے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) صدقات تم کو سیراب کر دیں گے۔



محمد جبار اللہ السّمہودی

(قصیدہ ذوقا فیتین)

۱	الصباح بدا من طلعتہ	واللیل دجا من وفرتہ
۲	فاق الرسل، فضلاً و علا	وهدی السبلا بدلالته
۳	کنز الکرم، مولی النعم	ہادی الأمم بشریعتہ
۴	انماکی النسب اعلی الحسب	کل العرب فی خد متہ
۵	سعت الشجر نطق الحجر	شق القمر باشارتہ
۶	جبریل اتی لیل الاسرا	والرب دعاہ لحضرتہ
۷	نال الشرفا واللہ عفا	عما سلفا من امتہ
۸	فوسیلتنا هو سیدنا	والعزلنا باجاہتہ

- ۱۔ ان کے چہرہ مبارک سے صبح بیدار ہوئی اور گیسوئے پاک سے رات سیاہ پوش ہوئی۔
- ۲۔ آپ تمام انبیائے کرام پر فضل و بلندی کے لحاظ سے سبقت لے گئے اور لوگوں کو اپنی رہنمائی کے ذریعہ حق کی راہوں پر لگایا۔
- ۳۔ ذاتِ گرامی ہے خزانہ شرافت و سیر خشی کا، اور مالک و وارث ہے تمام نعمتوں کی، اور آپ ساری امتوں کو اپنی شریعت کے ذریعہ ہدایت دینے والے ہیں۔
- ۴۔ پاکیزہ تر نسب والے، اعلیٰ ترین خاندانی شرف رکھنے والے! سارے عرب آپ کے در یوزہ گر اور خدمت گزار ہیں۔

- ۵۔ آپ کے ایک اشارہ پر درخت دوڑے، پتھر بولے اور چاند دوڑ کر ٹرے ہوا۔
- ۶۔ شبِ معراج جبریلؑ درِ دولت پر حاضر ہوئے اور ربِ کریم نے آپ کو اپنی حضوری میں طلب فرمایا۔
- ۷۔ بلندیاں حاصل کیں اور اللہ نے آپ کی اُمت کے سابق گناہ بخش دیئے۔
- ۸۔ ہمارا وسیلہ ہمارے آقا ہیں، ہماری سر بلندی آپ کے قبول فرمالینے میں ہے۔



حضرت ابوسفیانؓ بن حارث بن عبدالمطلب

(المتوفی ۶۲۱ء)

- | | | |
|---|--------------------------|---------------------------|
| ۱ | ارقت و بات لیلی لا یزول | ولیل انخی المصیبة فیہ طول |
| ۲ | وأسعدنی ابکاء و ذاک فیما | اصیب المسلمون بہ قلیل |
| ۳ | اصبنا بالنبی و قد رزانا | مصیبتنا فحملہا ثقیل |
| ۴ | فلنر مثله فی الناس حیا | ولیس له من الموقی عدیل |
| ۵ | انا ظلم ان جزعت فذاک عذر | وان لم تجز عنی فهو السبیل |
| ۶ | فقبر ابیک سید کل قبر | وفیہ سید الناس الرسول |
| ۷ | صلاة الله من رب رحیم | علیہ لا تحول ولا تزول |

- ۱۔ میری نیند اچٹ گئی، میری رات ختم ہونے پر نہیں آتی، مصیبت زدہ کی رات دراز ہوتی ہی ہے۔
- ۲۔ گریہ سے مجھے سکون ملا، مگر مسلمانوں پر جو مصیبت پڑی ہے اس کے لحاظ سے یہ گریہ بہت معمولی ہے۔
- ۳۔ نبی کی جدائی کا غم پڑا ہے، اس مصیبت نے ہمیں گھیرا ہے جس کا تحمل مشکل ہے۔
- ۴۔ ہم نے کسی زندہ کو ان کے جیسا نہیں پایا اور نہ وفات پانے والوں میں ان کا کوئی ہمسر ہے۔
- ۵۔ غلط! اگر آپ ماتم کرتی ہیں تو آپ معذور ہیں، اور اگر ماتم نہ کریں تو یہ اولیٰ ہے۔
- ۶۔ آپ کے والد کی قبر تمام قبروں کی سردار ہے، جس کے اندر تمام انسانوں کے سردار رسول اللہ آرام فرما رہے ہیں۔
- ۷۔ اللہ جو مالک اور رحیم ہے، اس کی لاکھوں حقیر رسول اللہ پر نازل ہوں اور مسلسل تا قیامت نازل ہوتی رہیں۔



۱ لعمرک اتی یوم أحمل مرایة لتقلب خیل اللات خیل محمد

- ۲ لکالمظلم الحیران اظلم لیلہ فہذا اوانی حین اہدی فاہدی
۳ ہدانی ہادی غیر نفسی ودلنی علی اللہ ما طردتہ کل مطرد
۴ اُصد و انا ی جاہداً من محمد و ادعی وان لمرانتب من محمد (اسد الغالب)

۱۔ تمہاری قسم جب میں وہ جھنڈا اٹھائے ہوئے تھا کہ لات کی فوج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فوج پر غالب آجائے۔

۲۔ تو میں تاریکی میں پڑا ہوا حیران شخص تھا، جس کی رات تاریک ہو۔ مگر اب میرا وقت آگیا ہے کہ مجھے ہدایت مل رہی ہے اور ہدایت پا رہا ہوں۔

۳۔ ہدایت دینے والے (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے ہدایت دے دی ہے۔ وہ ہادی جو میرے نفس کے علاوہ ہے اور انہوں نے مجھے اللہ کا راستہ دکھایا۔ وہ راستہ جس سے میں ہر طرح سے گریز کر رہا تھا۔

۴۔ اب میں پوری کاوش سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدافعت کرتا ہوں اور اگرچہ اپنی نسبت محمد سے نہیں کرتا ہوں مگر انہی کے گروہ میں مجھے بھی پکارا جاتا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ میں خود فخریہ طور پر نہیں کہتا پھر تا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ قریب ہوں اور میرا یہ رشتہ ہے، مگر لوگ انہی کے زمرہ میں مجھے سمجھنے لگے ہیں)



حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

(الممتون ۶۲۹ ۶)

- ۱ یارب لولائت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا
- ۲ فانزلن سکینة علینا وثبت الاقدام ان لاقینا
- ۳ ان الذین قد بغوا علینا اذا امرادوا فتنۃ اُبینا

- ۱۔ اے رب! اگر تُو نہ ہوتا تو ہم ہدایت نہ پاتے نہ تصدیق کرتے نہ عبادت کرتے۔
- ۲۔ ہمارے دلوں پر سکینۃ کا نزول فرما، دشمنوں سے اگر ٹھہر بھیڑ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔
- ۳۔ ہم پر پریشانی کرنے والے اگر فتنہ پر آمادہ ہوں تو ہلک ہو جائیں۔



- ۱ خلوا بنی الکفار عن سبیلہ الیوم نضربکم عن تاویلہ
- ۲ ضرباً یزیل الھام عن مقیلہ ویذھل الخلیل عن خلیلہؑ

- ۱۔ اے کافر بچو! رسول اللہؐ کا راستہ خالی کر دو، آج ہم تمہیں اسلام کے احکام پر عمل کرتے ہوئے تم کو ماریں گے۔
- ۲۔ ایسی مار جو سر کو کھوڑیوں سے جدا کر دے گی، اور جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے بے نیاز کر دے گی۔



- ۱ روحی الفدا لمن اخلاقہ شہدت بانہ خیر مولود من لبشر
- ۲ عمت فضائلہ کل العباد کما عم البریۃ ضو الشمس والقمر
- ۳ لو لم تکن فیہ آیات قبیلۃ کانت بدیہتہ تنبیک بالخبر

- ۱۔ میری روح قربان ہو اس ذات پر جس کے اخلاق اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ بنی نوع انسان میں سب سے بہتر فرد ہیں۔

- ۲۔ ان کے احسانات ساری مخلوق کے لیے عام ہیں جیسے چاند اور سورج کی روشنی ساری دنیا کے لیے عام ہے۔
۳۔ اگر ذاتِ گرمی میں دوسری روشن دیلیں نہ بھی ہوتیں تو خود آپ کا چہرہ انور تم کو حقیقت بتا دیتا۔



- ۱۔ اِنِّیْ تَقَرَّبْتُ فِیْکَ اَخِیْرًا عَرَفْتُہٗ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنْ مَا اَخَانَنِیْ الْبَصَرُ
۲۔ اَنْتَ النَّبِیُّ مِنْ یَحْرُمُ شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْحِسَابِ فَقَدْ اَزْرٰی بِہِ الْقَدْرُ
۳۔ قَبَّلْتُ اللّٰہَ مَا اَتَاکَ مِنْ حَسَنٍ تَثْبِیْثِ مُوسٰی وَنَصْرًا کَالَّذِیْ نَصْرًا (اسد الغابہ)

- ۱۔ میں نے آپ کو دیکھتے ہی تاڑ لیا کہ آپ کے اندر وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جس کا مجھے علم ہے۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میری نظر نے کوئی غلطی نہیں کی۔
۲۔ آپ وہ نبی ہیں جن کی شفاعت سے قیامت کے روز اگر کوئی محروم رہا تو اس کی تقدیر نے اس کو تباہ کر دیا۔ (یعنی ایک محروم اور بد قسمت شخص ہی آپ کی شفاعت سے محروم رہے گا)
۳۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان خوبیوں کے ساتھ ثابت قدم رکھے جو اس نے آپ کو عطا فرمائی ہیں، جیسے حضرت موسیٰ کو ثابت قدم رکھا اور جس طرح اللہ نے حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی اسی طرح آپ کی مدد کرے۔



- ۱۔ وَفِیْہِ رَسُوْلٌ اللّٰہُ یَتْلُوْا کِتٰبَہٗ اِذَا اُنْشِقَیْ مَعْرُوْفٌ مِنَ الْفَجْرِ سَاطِعٌ
۲۔ اِسْمٰنَا الْہِدٰی بَعْدَ الْعَمٰی فِقْلُوْبِنَا بِہٖ مَوْقِنَاتٌ اَنْ مَا قَالْ وَاَقْعُ
۳۔ یَسِیْرٌ یُّجٰفِیْ جَنْبَہٗ عَنْ فِرَاشَہٗ اِذَا اسْتَقَلَّتْ بِالْمَشْرِکِیْنَ الْمَضَاجِعُ (اسد الغابہ)

- ۱۔ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ہیں جو اللہ کی کتاب اس وقت تلاوت کرتے ہیں جب صبح کی روشنی نڈار ہوتی ہے۔
۲۔ انہوں نے ہمیں ہدایت کی راہ دکھائی جس کو پانے کے لیے ہمارے پاس آنکھیں نہ تھیں، چنانچہ ہمارے دلوں کو پورا یقین ہے کہ آپ نے جو بھی فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا۔
۳۔ وہ راتیں اس طرح گزارتے ہیں کہ جسم پاک بستر سے علیحدہ رہتا ہے، جبکہ مشرکین کے بوجھ سے بستر بھی پناہ مانگتے ہیں۔



ابوالعناہیمہ

(المتوفی ۶۸۲ھ)

- | | | |
|---|-------------------------|---------------------------|
| ۱ | یا بنی آدم، صونوا دینکم | ینبغی للدين ان لا یطرح |
| ۲ | واحمدوا الله الذی اکرکم | بنی قام فیکم، فنصح |
| ۳ | بنی فتح الله بر | کل خیر نلتموه و شر |
| ۴ | مرسل لویوزن اناس به | فی التقی والبر شالوا ورجع |
| ۵ | فرسول الله اولى بالعلی | ومرسل الله اولى بالمدح |

- ۱۔ لوگو! اپنے دین کو بچاؤ، دین کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔
- ۲۔ خدا کا شکر کرو جس نے تمہیں ایک پیغمبر بھیج کر عزت دی، جس نے تمہارے درمیان کھڑے ہو کر خیر خواہی کی بات کہی۔
- ۳۔ ایسے پیغمبر کے درجہ تمہیں سرفراز کیا جس کے ہاتھوں اللہ نے تمہارے لیے ہر خیر و برکت کا دروازہ کھول دیا، جس کو تم نے حاصل کر لیا اور اس نبیؐ نے اس کو کھول کر بتا دیا۔
- ۴۔ وہ ایسے فرستادہ (پیغمبر) ہیں کہ اگر دنیا کے سارے انسانوں کو ایک پتے پر رکھا جائے اور ان کو ایک دوسرے پلڑے پر اتوان کا (یعنی رسولؐ کا) پلڑا بھاری رہے گا اور ساری دنیا کا پلڑا ہلکا ہوگا۔
- ۵۔ رسول اللہؐ سب سے زیادہ ستائش اور مدح کے اہل ہیں۔ رسول اللہؐ سب سے زیادہ تعریف کے مستحق ہیں۔



- | | | |
|---|--------------------------|-----------------------------|
| ۱ | سلام علی قبر النبی محمد | نبی الہدی والمصطفیٰ والموئد |
| ۲ | نبی ہدانا الله بعد ضلاله | به، لو نكن لولا هداہ لنهتدی |

- ۳ فكان رسول الله مفتاح رحمة من الله اهداها لكل موحد
 ۴ وكان رسول الله افضل من مشي على الارض، الا انه لم يخلد
 ۵ شهدت على أن لا نبوة بعد : وأن ليس حي بعدة بمخلد

- ۱۔ سدرِ عام، ہادیِ رسل محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر سلام۔
 ۲۔ اس نبی پر سلام جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت کی راہ پر نکایا، اگر وہ نہ ہوتے تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔
 ۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت الہی کی کلید تھے، وہ کلید جو ہر صاحبِ ایمان کو عطا کی گئی ہے۔
 ۴۔ روئے زمین پر آج تک جن لوگوں کے قدم پڑے ہیں ان میں رسول اللہ سب سے برگزیدہ و افضل تھے، البتہ یہ حقیقت ہے کہ وہ ہمیشہ رہنے کے لیے دنیا میں نہیں آئے تھے (یعنی حی و قیوم صرف اللہ کی ذات ہے)۔
 ۵۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، اور یہ کہ کوئی ذی روح ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں ہے (یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ نے اٹھایا تو پھر کون ہے جس کو موت سے تشکاری ہو سکتی ہے)



- ۱ علی رسول الله مني السلام ما كان إلا رحمة للنام
 ۲ أحياء به الله قلوبا كما أحياء موت الأرض صوب لغمام
 ۳ أكرم به للخلق من مبلغ هادوا للناس به من امام
 ۴ وأصبح الحق به قائما وأصبح الباطل دحفا لمقام
 ۵ كان رسول الله يدعوا إلى من درجة الحق ودار السلام

- ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام ہو، آپ سارے جہان کے لیے سرتاپا رحمت تھے۔
 ۲۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ انسانوں کے مژدہ قلوب کو اس طرح زندہ کر دیا جس طرح تیز بارش نے خشک (مردہ) زمین زندہ (ہری بھری) ہو جاتی ہے۔

۳۔ خلق خدا کے لیے کتنے عظیم المرتبت، دعوت حق کے پہنچانے والے ہیں اور لوگوں کے لیے کتنے بڑے رہنما ہیں (یعنی

آپ کی قدر و منزلت کی کوئی انتہا نہیں ہے)

۴۔ حق آپ کی بدولت قائم و دائم ہو گیا، باطل آپ کی وجہ سے پسپا ہو گیا۔

۵۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) راہ حق اور سلامتی کی منزل کی طرف دعوت دیتے تھے۔



حضرت عبداللہ بن زبیریؓ

(۱)

- | | | |
|---|-------------------------------|----------------------------|
| ۱ | یا رسول الملک ان لسانی | مراتق ما شفقت اذا انا بسور |
| ۲ | اذا اجاری الشیطان فی سنن الغی | ومن مال میلہ مشبور |
| ۳ | ان ما جئنا به حق صدق | ساطع نورہ مضی منیر |
| ۴ | جئنا بالیقین والبر والصد | ق وفي الصدق والیقین سرور |
| ۵ | أذهب الله ضلّة الجھل عنا | وأٹانا الرخاء والمیسور |

۱۔ اے خدا سے بتر و حاکم کے پیغمبر! میری زبان آج اس چاک کو رو کر رہی ہے جو میں نے اس وقت چاک کیا تھا۔ جبکہ میں ہلاکت کے راستہ پر تھا۔

۲۔ اور جبکہ میں گمراہی کے راستے پر شیطان کے ساتھ دوڑ رہا تھا، اور جو بھی شیطان کے راستہ پر گامزن ہوگا، ہلاک ہو کر رہے گا۔

۳۔ بلاشبہ آپ جو دین لائے ہیں وہ صداقت و حقانیت کا دین ہے، جس کی روشنی پھیل رہی ہے، اور وہ اُجالا پھیلا رہی ہے۔

۴۔ آپ جو دین لائے ہیں، وہ یقین، بھلائی اور سچائی کا دین ہے، اور سچائی اور یقین میں سرسبز پنہاں ہیں۔

۵۔ اللہ نے آپ کے ذریعہ جاہلیت کی گمراہی ہم سے دور کر دی اور فراغت و خوشحالی عطا فرمائی۔

(۲)

- | | | |
|---|-------------------------|--------------------------|
| ۱ | منع الرقاد، بلائ و هموم | واللیل معتلج الیواق بھیم |
|---|-------------------------|--------------------------|

۲	مَعَاذَ فِی اَنْ اَحْسَدَ لَامَنِی	فِیہ ، نَبِیُّ کَا تَنْی مَحْصُوم
۳	یَا خَیْرَ مَنْ حَمَلْتَ عَلٰی اَوْصَالِہَا	عَیْرَانِہُ سُرُوحُ الْیَدِیْنِ رَسُوم
۴	اِنِّی لَمَعْتَذِرَالِیْکَ مِنَ الذِّی	اَسْدِیْتَ اِذَا اَنَا فِی الضَّلَالِ اُھِیْم
۵	اِیَّامَ تَا مَرْنِی بِاُغْوٰی خَطِّی	سَہْمٍ وَتَا مَرْنِی بِہَا مَخْزُوم
۶	فَا غَفَرَ فِدَیْ لَکَ وَالذِّی کَلَاہُمَا	ذَنْبِی فَا نَکَ سَا حَمَ مَرْحُوم
۷	وَعَلِیْکَ مِنْ اَثَرِ الْمِیْکَ عَلَامَہُ	نُورُ اَضَاءٍ وَخَاتَمُ مَخْشُوم
۸	مَضَتْ عَلٰی الْعِدَاوَہُ فَا نَقَضْتَ اَسْبَابِہَا	وَدَعْتَ اَوَا صِرْبِیْنَا وَحُلُوم

- ۱۔ تشویش اور اندیشوں نے نیند اُچاٹ کر دی ہے، شبِ تاریک کے سیاہ پڑے روشنی کی ایک جھلک بھی اندر نہیں آنے دیتے۔
- ۲۔ یہ کیفیت (غم) اس لیے ہے کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سنا ہے کہ وہ مجھ سے ناراض ہیں، لہذا میری رات گزر رہی ہے جیسے میں تپ زدہ ہوں۔
- ۳۔ اے وہ ذات جس سے بہتر شخصیت آج تک کسی اونٹنی نے اپنی پشت پر نہیں بٹھایا ہے۔ (وہ اونٹنی جس کی ہڈیاں مضبوط، تدم تیز اور اتنے دزنی ہیں جو زمین پر پڑتے ہیں تو زمین میں نشان بن جاتے ہیں)
- ۴۔ میں معذرت خواہ ہوں ان لغزشوں سے جو مجھ سے گمراہی کی حالت میں سرزد ہوئی تھیں۔
- ۵۔ اس وقت جبکہ قبیلہ سہم والے گمراہ ترین چال چلنے پر مجبور کر رہے تھے اور قبیلہ مخزوم والے بھی یہی سازش کر رہے تھے۔
- ۶۔ لہذا معاف فرمادیجئے میرا گناہ 'میرے ماں باپ دونوں آپ پر قربان ہوں، کیونکہ آپ رحم کرنے والے ہیں، اور آپ خود موردِ رحمت ہیں۔
- ۷۔ خدا نے بزرگ و برتر کے حکم کی علامت آپ کے وجود سے ظاہر ہے، آپ کا وجود ایک روشنی ہے، جس نے اجالا پھیلایا اور مہرِ نبوت ہے جو ثبت کر دی گئی ہے۔
- ۸۔ دشمنی ختم ہوئی اور دشمنی کے اسباب ختم ہوئے، ہمارے اور آپ کے درمیان کا وہ دور ختم ہوا جبکہ تعلقات منقطع تھے۔

حضرت کعب بن مالکؓ

- | | | |
|---|-------------------------|-------------------------|
| ۱ | قضینا من تہامة کل سرب | وخیبر ثم اجمعنا السیوفا |
| ۲ | نخیرھا و لو نطقت ، لقات | فواطعن : دوسا او ثقیفا |
| ۳ | وانا قد اتیناھم بزحف | یحیط بسور حصنھم صفوفا |
| ۴ | سئیسھم النبی وکان صلب | نقی القلب مصطبرا عزوف |
| ۵ | سشید الأمر ذو حکم و علم | و حلم لم یکن نرفا خفیفا |
| ۶ | نطیع نبینا و نطیع ربنا | ھو الرحمان کان بنا رؤوف |

- ۱ - جب تہامہ کی طرف سے ہم فارغ ہو چکے، تب دشمنوں کا دباں کھٹکا نہیں رہا، اور خیبر سے بھی فارغ ہو چکے، پھر ہم نے اپنی تلواروں کو اٹھایا۔
- ۲ - ہم اپنی تلواروں کو اختیار دیتے ہوئے ہیں، اگر یہ تلواریں بول سکتیں تو کہیں کہ اب ان کا نشانہ دوس ہوں گے یا ثقیف۔
- ۳ - ہم ایک فوج لے کر ان تک پہنچے ہیں، ان کے قلعوں کے حصار کو صفت بستہ فوج گھرے ہوئے ہے۔
- ۴ - ان جواں مردوں کے سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ایک پختہ کار انسان ہیں، دل کے پاک، صبر کرنے والے، پست باتوں سے بہت بلند۔
- ۵ - جن کا معاملہ بہت سلجھا ہوا ہے، تدبیرِ علم اور بردباری والے، ادھپی باتوں اور ہلکے پن سے بہت دور۔
- ۶ - ہم اپنے نبیؐ کی اطاعت کرتے ہیں اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہیں جو کہ بہت رحم کرنے والا ہے اور ہم پر انہماکِ شفقت فرماتے والا ہے۔

(۲)

- | | | |
|---|---------------------------|---------------------------|
| ۱ | فینا الرسول شہاب ثم یتبعہ | فور مضیٰ لہ فضل علی الشہب |
|---|---------------------------|---------------------------|

- ۲ الحق منطقہ، والعدل سیرتہ فمن یجبہ الیہ ینج من ثبب
- ۳ نجد المقدم ماضی الہم معترم حین القلوب علی سرجف من الرعب
- ۴ یضی ویز مرنا عن غیر معصیۃ کأنہ البدن لم یطبع علی الکذب
- ۵ بدالنا فاتبعناہ نصدقہ وکذبوہ، فکنا سعد العرب
- ۱۔ ہمارے درمیان اللہ کے رسول ایک درخشندہ ستارہ کے مانند ہیں جن سے روشنی کی ایک ٹونکلتی ہے جو سب کو روشن کر دیتی ہے اور دوسرے تمام ستاروں کو روشنی بخشا ہے۔
- ۲۔ ان کی بات حق ہے، ان کی سیرت عدل ہے، جس نے ان کی پیروی کی ہلاکت سے نجات پا گیا۔
- ۳۔ جبکہ (جنگ کی ہولناکیوں سے) رعب سے لوگوں کے دل دھڑکنے لگتے ہوں اس وقت آپؐ بے باکی سے آگے بڑھنے والے، عزم و ہمت کے دھنی اور ارادہ کے مضبوط نظر آتے ہیں۔
- ۴۔ خود آگے بڑھتے ہیں اور ہمیں لگا دیتے ہیں، اور یہ لگایا معصیت کا نہیں ہوتا گویا کہ وہ ماہِ تمام ہیں، جھوٹ سے تو ان کی سرشت پاک ہے۔
- ۵۔ وہ ہم میں ظاہر ہوئے، ہم نے ان کی تصدیق کرتے ہوئے اتباع کیا، دوسروں نے ان کو جھٹلایا، لہذا عربوں میں سب سے زیادہ خوش بخت ہم ہی تھے۔

(۳)

- ۱ یا عین بکی بدمع ذری لخی البریۃ والمصطفیٰ
- ۲ وبکی الرسول وحق البکا علیہ لدی الحرب عند اللقا
- ۳ علی خیر ما حملت ناقۃ وأتقی البریۃ عند التقی
- ۴ علی سید ماجد جحفیل وخیر الأنام وخیر اللہما
- ۵ لہ حب فوق کل الأنام من ہاشم ذلک المرتبجی

۶ نَخَصَ بِمَا كَانَ مِنْ فَضْلِهِ وَكَانَ سِرَاجًا لَنَا فِي السَّادِّجِي
۷ وَكَانَ بَشِيرًا لَنَا مِنْ ذُرَا وَنُورًا لَنَا ضَوْءٌ قَدْ أَضَا
۸ فَأَنْقَذَنَا اللَّهُ فِي نُورِهِ وَنَجَّى بِرَحْمَتِهِ مِنْ لُظَى

- ۱۔ اے آنکھ! آج اتنا رو کہ آنسوؤں کا تار بندھ جائے اس ذات پر جو کائنات میں سب سے برگزیدہ اور منتخب تھی۔
- ۲۔ پیغمبر پر روا، ان پر دناؤا ہے، جب دشمن سامنے آئیں اور جنگ کی کھٹن گھڑی ہو۔
- ۳۔ اس پر روا جن سے بہتر ذات کو کسی اونٹنی نے اپنے اوپر سوار نہیں کیا ہوگا، اور وہ ذات جو خدا کی مخلوقات میں سب سے زیادہ محتاط، پرہیزگار تھی۔
- ۴۔ ان پر روا جو سردار تھے، بلند کردار تھے، عظیم المرتبت تھے، تمام مخلوق میں سب سے اعلیٰ تھے اور سخاوت میں بے مثل تھے۔
- ۵۔ آل ہاشم میں سے تھے اور خاندانی عزت میں ان کا کوئی ہمسرہ تھا، ان سے سب کی امیدیں وابستہ تھیں۔
- ۶۔ ان کی داد و بخش سے ہم سرفراز ہوتے تھے، وہ تاریکیوں میں ہمارے لیے چراغِ راہ تھے۔
- ۷۔ وہ خوشخبری منانے والے، عذابِ آخرت سے ڈرانے والے اور ایسی روشنی تھے جس سے سب ہی روشن تھے۔
- ۸۔ اللہ نے ان کے صدقے میں اور ان کی بدولت ہمیں ان کی روشنی میں لا کر (تاریکیوں سے) نجات دی اور آگ کے عذاب سے بچا لیا۔

حضرت حسان بن ثابتؓ (المتوفی ۶۲۰ھ)

۱. وقال الله: قد ارسلت عبداً يقول الحق ان نفع البلاء

۲. شهدت برافقو موا صدقوه فقلتم: لا نقوم و لا نشاء

۱۔ اور اللہ نے کہا کہ ہم نے ایک بندے کو بھیجا ہے، جو حق بات کہتا ہے، اگر آزمائش نفع بخش ہو (تو اس کی صداقت کو آزمالو)

۲۔ ہم نے اس کی صداقت پر گواہی دی، تم بھی کھڑے ہو جاؤ اور اس کی صداقت پر گواہی دو۔ مگر تم نے یہی کہا کہ ہم ایسا نہ کریں گے اور نہ یہ چاہتے ہیں۔

(پھر چند اشعار کے بعد ابرسفیان کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:)

۱. هجوت محمداً فأجبت عنه وعند الله في ذاك الجزاء

۲. اتهمجوه، ولست له بكفء فشرکما، لخيرکما فداء

۳. هجوت مبارکاً، برّاً حنیفاً امین الله، شیمته الوفاء

۴. فان ابی ووالده وعرضی لعرض محمد منکر وقاء

۱۔ تم نے محمدؐ کی بُرائی کی، میں نے ان کی طرف سے جواب دیا اور عند اللہ میرے اس کام کا صلہ ہے۔

۲۔ کیا تو ان کی بُرائی کرتا ہے؟ حالانکہ تو ان کا ہمسر نہیں ہے، تم دونوں میں جو بُرا ہو وہ اس پر قربان ہو جائے جو تم دونوں میں سے اچھا ہے۔

۳۔ تُو نے ایسے شخص کی بُرائی کی ہے جو بابرکت ہے، نیک ہے، اللہ والا ہے، خدا کے یہاں معتبر ہے، جس کی غصت میں وفا شعار می ہے۔

۴۔ میرا باپ اور باپ کا باپ اور میری عزت محمدؐ کی عزت کے لیے تمہارے مقابلہ میں ڈھال ہے۔

(۲)

- ۱۔ اَعَزُّ عَلَيْهِ لِلنَّبِیَةِ خَاتَمٌ
- ۲۔ وَضَعْنَا لَكَ اسْمَ النَّبِیِّ اِلٰی اسْمِهِ
- ۳۔ وَشَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِيَجْلَلَہُ
- ۴۔ نَبِیُّ اُتَانَا بَعْدَ یَاسٍ وَفَتْرَةٍ
- ۵۔ فَاَمْسِیْ سَرَاجًا مُسْتَنِیْرًا وَهَادِیَا
- ۶۔ وَانْذِرْنَا نَارًا وَبَشِّرْ جَنَّةً
- ۷۔ وَاَنْتَ اِلٰہُ الْخَلْقِ رَبِّیْ وَخَالِقِی
- ۸۔ تَعَالٰی رَبُّ النَّاسِ مِنْ قَوْلٍ مِنْ دَعَا
- سَوَالُکَ اِلٰہَا اَنْتَ اَعْلٰی وَاَمْجَدُ
- لَكَ الْخَلْقُ وَالنِّعْمَاءُ وَالْاَمْرُ كُلُّہُ
- فَاِیَّاكَ نُسْتَهْدِیْ وَ اِیَّاكَ نَعْبُدُ

- ۱۔ آپ پر مہرِ نبوت درخشاں ہے، اللہ کی طرف سے وہ دلیل ہے، چمکتی ہے اور گواہی دیتی ہے۔
- ۲۔ اللہ نے اپنے نبی کا نام اپنے نام سے مربوط کر دیا اس لیے مؤذن پانچوں وقت اذان میں اشہد ... کہتا ہے۔
- ۳۔ اللہ نے اپنے نام سے اپنے پیغمبر کا نام نکالا۔ عرش والا (خدا) محمود ہے اور یہ محمد ہیں۔
- ۴۔ یہ ایسے نبی ہیں جو نا اُمیدی اور انبیاء کے سلسلہ بعثت کے طویل وقفے کے بعد ہم تک آئے اور اس وقت آئے جب میں پرہیزگار پرستش ہو رہی تھی۔
- ۵۔ یہ ایک روشن چراغ، روشنی دینے والے اور ہادی بن کر آئے، جن کی چمک ایسی ہے جیسے ہندی تلوار چمکتی ہے۔
- ۶۔ ہمیں جہنم سے ڈرایا، جنت کی بشارت دی، اسلام سکھایا۔ پس اللہ ہی ہے جس کی ہم حمد کرتے ہیں۔
- ۷۔ اور ساری مخلوق کا معبود میرا رب اور خالق ہے، ہم زندگی بھر اس کی شہادت دیتے رہیں گے۔
- ۸۔ سارے جہاں کے رب! تیری شان بڑی ہے اور تُو بلند ہے اس شخص کے قول سے جو تیرے سوا کسی کو پکارتا ہے، تو بہت بلند اور بڑا ہیوں والا ہے۔

۹۔ حیات نجبی اور نفع رسانی اور ساری حکمرانی صرف تیری ہے، ہم تجھ ہی سے ہدایت خواہ ہیں اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔

(۳)

- ۱۔ واللہ ربی لا نفارق ما جدا عفت الخلیقة ما جدا الأجداد
- ۲۔ متکرمًا یدعوا الی رب العلی بذل النصیحة رافع الأعداد
- ۳۔ مثل الهلال مبارک ذارحمة سمح الخلیقة طیب الاعواد
- ۴۔ ان تترکوا فان ربی قادر امسی یعود بفضلہ العواد
- ۵۔ واللہ ربی لا نفارق امرہ ما کان عیش یرتجی المعاد
- ۶۔ لا نبغی ربًا سواہ ناصرًا حتی نواف صحوة المیعاد

۱۔ بخدا ہم اس ذات گرامی سے روگردانی نہیں کریں گے، جو تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ پاکباز اسلاف کے لیے قابلِ فخر ہے۔

۲۔ احسان فرمانے والے، خدا نے بزرگ و برتر کی طرف بلائے والے، خیر خواہ، بڑے سیر چشم اور ہامروت۔

۳۔ میری نوکی طرح بابرکت، سراپا رحمت، نرم خو، عالی نسب۔

۴۔ اگر تم لوگ ان کو چھوڑ بھی دو گے تو میرا رب قادر ہے، وہ اپنے فضل و احسان سے پھر آپ کی طرف مائل ہے اور اس کا فضل تو بار بار آنے والا ہے۔

۵۔ بخدا ہم ان کے دین کو نہیں چھوڑیں گے ورنہ آخرت میں کسی طرح کی سلامتی کی امید نہ رہے گی۔

۶۔ ہم اللہ کے سوا کسی کو رب بنانا نہیں چاہتے اور نہ کسی کو مددگار سمجھتے ہیں اور حشر تک ہم اس عقیدے پر رہیں گے۔

۱۔ بطیبة رسم للرسول و معہد منیر و قد تعفو لرسوم و تہمد

۲۔ ولا تنمحی الایات من دار حرمة یہا منبرا الہادی الذی کان یصعہ

۱۔ طیبہ میں رسول اللہ کے نشانات ہیں اور آپ کا بصیرت افروز مرکز ہے، دنیا کے نشانات مٹتے رہتے اور پرانے ہوتے رہتے ہیں۔

۲۔ لیکن نشانیاں حرم پاک کی نہیں مٹ سکتیں جہاں ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کا منبر ہے جس پر آپ پڑھا کرتے تھے۔

فبوركتم يا قبرا الرسول وبوركتم بلاد ثوى فيها الرشيد المسدد
اے قبر رسول! تجھ پر برکتیں شب و روز نازل ہوں اور وہ حصہ زمین بابرکت ہے جس میں ستودہ صفات ،
توفیق بخش و توفیق یافتہ ذات کا جسم اظہر رکھا گیا ہے۔

ما بال عينك لا تنام كما نسا كحلت ما قيهما بكحل الأرمم
تیری آنکھ کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ سوتی نہیں، گویا اس کی پتلیوں کو آشوب کا سرمہ لگا دیا گیا ہے۔

- ۱۔ متى يبذل في الداجي البهيم جبينه يله مثل مصباح الدجى المتوقد
- ۲۔ فمن كان أو من يكون كاسماء نظام لحق اذ نكال لملحد
- ۱۔ سیاہ رات میں جب آپ کی جبین مبارک نظر آتی تو ایک چمک ہوتی جیسے تاریک رات میں کوئی روشن شمع ہو۔
- ۲۔ کون احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سا ہوا ہے یا ہوگا، حق کا پاسبان، محمد کے عبرت ناک انجام کا باعث۔

مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی ابن شاہ ولی اللہ

(المتوفی ۱۸۲۴ء)

۱	فَيَارِيحَ الصَّبَا عَطْفًا وَرِفْقًا	إِلَى ذَاكَ الْحَيِّ بَلِّغْ سَلَامِي
۲	وَإِنْ جُرْتُمْ عَلَى قَلْبِي غِيَاثٌ	بِبَابِ الْمُصْطَفَى خَيْرُ الْأَنَامِ
۳	إِلَيْهِ تَوَجَّهِي وَلَهُ اسْتِنَادِي	وَفِيهِ مَطَامِعِي وَبِهِ اعْتِصَامِي
۴	أَجْرُنِي سَيِّدِي مِنْ ضَيِّمٍ سَقِيمٍ	أَشَدُّ عَلَى مَنْ وَقَعَ الْحُسَامِ
۵	وَذِكْرُكَ سَيِّدِي حُزْنِي وَحِصْنِي	أُمِّيَّةٌ بِهِ عَلَى الْجَيْشِ اللَّهُامِ
۶	مَوَاهِبُكَ الَّتِي لَا تَقْصُ فِيهَا	بِهَارِ مَيِّتٍ مِنْ قَبْلِ الْفِطَامِ
۷	فَقَدْ أُعْطِيتَ مَا لَمْ يُعْطَ خَلْقٌ	عَلَيْكَ صَلَوَةُ دَرِيكَ بِالسَّلَامِ

۱۔ اے بادِ صبا! ازراہِ لطف و کرم میرے اُس حامی و پشتیبان تک میرا سلام پہنچا دے۔

۲۔ اے لوگو! اگر تم نے مجھ پر جو بدست تم کیا تو میرا فریاد رس موجود ہے۔ بارگاہِ مصطفیٰ کی صورت میں جو ساری دنیا سے اچھے ہیں۔

۳۔ اُنہیں کی طرف میری توجہ ہے اور انہیں پر میرا اعتماد، اُنہیں کی ذات میری آرزوؤں کا مرکز ہے میں نے انہیں کا امن تھا تا ہے۔

۴۔ مجھے نجات دلائیے میرے آقا، بیماری کے ظلم سے جو مجھ پر تلوار کی ضرب سے بھی زیادہ شدید ہے۔

۵۔ اور آپ کا تذکرہ، میرے سرکار! میرا جز جان ہے اور میرا قلعہ، اسی سے میں بڑے بڑے لشکروں پر ہلاکت برساؤں گا۔

۶۔ آپ پر جو عطایا نے ربانی ہوئے ان میں کوئی کمی نہیں، انہیں سے آپ کی پرورش و تربیت ہمیں سے ہوئی تھی۔

۷۔ آپ کو وہ کچھ دیا گیا جو کسی کو بھی نہ دیا گیا آپ پر آپ کے پروردگار کی طرف سے رحمتیں ہوں سلام کے ساتھ۔

علامه آزاد بلگرامی

(المتوفى ١٢٨٦ هـ ١٩٦٤ م)

- ١ زاد الإله سنا بقیع الفرقد حصیاته یلمعن مثل الفرقد
- ٢ ورعى المهیمن بقعة مرضاضها تحكى جواهر فی نحد الخرد
- ٣ لا غرو أن أسرى العقیق على اثرى فاق الجلامد وهو بعض الجلمد
- ٤ ماء العقیق كرامة صمدیة الفی به المرضی شفاء الاكبد
- ٥ وعلى تذکر ماء هـ وهواءه هجمت مد مع مقلتی وتنهدی
- ٦ اشجارها قامت على ساق الهدی وظلالها مأوى الرجال السجد
- ٧ املاك اطباق السماء طیورها وسفیرها ذكر الاله الشرمد
- ٨ جبریل ثم مهیل و مسیح لله صوت حماها المستغرد
- ٩ قلبی حمام، بالمدينة، طائر كن جسمی موثق فی مضید
- ١٠ قالت لطفاء الفلاة حمامة لم تمر حین وتفخرین، فأمرشدى
- ١١ قالت لها، أو ما ترین مكانتى قد كان متامنبر لمحسبى
- ١٢ غوث الورى غیث الندى غرض المنى كيف الاسرا مل ملجا المسترفد
- ١٣ كحل العیون غبار نعل المصطفى وشراکها متمسك المستنجد
- ١٤ ان الذین عیونهم محبولة متمسكون بحبله المستنجد

- ۱۵ عَطَفَ النَّبِيُّ عَلَى الْعَفَاةِ كَرَامَةً
 ۱۶ أُسْنَى رَسُولُ اللَّهِ مَرْتَبَةً الْهَدْيِ
 ۱۷ شُهِبَ السَّمَاءُ بِأَسْرَها مَصْنُوعَةً
 ۱۸ أَنَرَادِ يَرْجُو مِنْ جَنَابِكَ نَفْلَةً
 ۱۹ أَوْصَاكَ الْغُرَاءُ هُنَّ كَوَاكِبُ
 ۲۰ يَا رَبِّ أَهْدِلْهُ سُلَامًا نَاصِرًا
- نَجْنَى الْجَنَّةِ مِنْ غُسْنِهِ الْمُتَخَوِّدِ
 رَافَتِ جَدَلَتَهُ مَقَامَ السَّوْدِ
 مِنْ نَوْرِ هَذَا الْكَوْكَبِ الْمُتَوَقِّدِ
 أَنْجَحِ مَرَامَ السَّائِلِ الْمُتَوَقِّدِ
 بِأَسْمَائِهَا أَعْيَى لِسَانِ الْمُنْشِدِ
 مَا نَفَقْنَا الْأُمَلَّارِ نَبْتَ إِلَّا نَجْدِ

(ترجمہ انجو طرح ۹ از مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی)

۱۔ جنت البقیع کی چمک اور روشنی کو اللہ نے بہت بڑھا دیا ہے، وہاں کے کنکریں پتھر ایسے چمکتے ہیں جیسے قطب شمالی کی جانب کا روشن تارہ۔

("بقیع الفرقہ" مدینہ منورہ کے اس قبرستان کا نام ہے جس میں صحابہ کرام، اہل بیت اور ازواجِ مطہرات، ہزاروں شہداء، علماء، حجاج اور اہل مدینہ دفن ہیں، اور آج تک وہی قبرستان عام ہے۔ اردو میں لوگ اس کو "جنت البقیع" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ "فرقہ" قطب شمالی کے اس تارے کو کہتے ہیں جس سے لوگ رہنمائی حاصل کرتے ہیں)

۲۔ نگہبانی کرنے والا ملک (اللہ) اس گوشہ زمین کی اپنی جنت کے ساتھ گرانی فرمائے جس کی کنکریاں ان جو اسراست کی مانند ہیں ہر کسی خوب شد کے گلے کی زینت ہوں۔

۳۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ عقیق مٹی سے بڑھ گیا، پتھروں پر فائق ہو گیا اور وہ خود بھی پتھر ہی کا ایک ٹکڑا ہے۔

(عقیق وادی کو بھی کہتے ہیں اور بعل و جواہر کی قسم کا ایک پتھر بھی عقیق کہلاتا ہے۔ مدینہ منورہ کی ایک وادی کا نام "العقیق" ہے۔ اس شعر میں "وادی العقیق" کی رعایت بھی ہے۔)

۴۔ وادی عقیق کا چشمہ خدائے بے نیاز کا ایک کرشمہ ہے، بتلانے الہ مرینیوں کے لیے شفا ہے۔

۵۔ اس وادی کی ہوا اور پانی کی یاد سے میرے چشم و دل سے آنسوؤں کے سونے ابل پڑے۔

۶۔ اس وادی کے درخت ہدایت کے تنوں پر کھڑے ہیں اور ان درختوں کے سائے تلے سجدہ ریز بندوں کا ٹھکانا ہے۔

۷۔ ان درختوں کی شاخوں پر (چھپانے والے) پرندے طبقات آسمانی کے فرشتے ہیں جن کا نغمہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے خدا کا ذکر ہے۔

('اُلاک' ملائکہ کی طرح ملک (فرشتہ) کی جمع ہے، اس کا مصدر 'اُلوک' ہے۔ پیغامِ رسانی کے معنی میں۔ لغت میں دیکھنا ہو تو اس کو 'لاک' کے، وہ میں تلاش کیجئے۔

۸۔ وہیں پر (یعنی اسی وادی میں) حضرت جبریل بھی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے اور اس کی تسبیح کرتے ہیں، اور کیا کہنا ہے ان درختوں پر چھپانے والے بلبلوں کا۔

(جس طرح فارسی اور اردو میں 'بلبل' اور ہندی میں 'کوئل' ایک علامتی پرندہ ہے عربی میں 'حمامہ' (کبوتری۔ جمع 'حمام') ہے)

۹۔ میرا دل دینہ (کی فضا) میں اڑنے والا پرندہ (کبوتر) ہے۔ لیکن میرا جسم شکار گاہ میں قید ہے۔

۱۰۔ ایک بلبل نے ایک صحرائی درخت سے پوچھا: تم کس بات پر اڑتے ہو۔ تمہیں کس بات پر غرور ہے؟

۱۔ اس درخت نے جواب دیا: تمہیں میری حیثیت نظر نہیں آتی؛ میرے ہی تنے سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا منبر بتا تھا۔

۱۲۔ (اور کون محمد) وہ جو کائنات کے لیے ایک رحمت، خشک زمین کے لیے آسمانی بارش، تمناؤں کے کعبہ مقصود، بیواؤں کے سرپناہ اور بے سہاروں کے بلجا و ماویٰ ہیں۔

۱۳۔ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جوتیوں کی خاک آنکھوں کا ٹمر مر ہے، اور ان جوتیوں کا تسیمہ نجات کے طالبوں کے لئے سہارا لینے کی رتی ہے۔

(مُتَمَسِّک اس رتی کو کہتے ہیں جس کو پکڑ کر دریا میں ڈوبتا ہوا آدمی سہارا لیتا اور کنارے آ جاتا ہے۔ مستنجد کے معنی ہیں نجات کا طالب)

۱۴۔ وہ لوگ جن کی آنکھیں (اس سُرمد سے) روشن ہو چکی ہیں وہ آپ کی نہ ٹوٹنے والی رتی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔

۱۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لطف و کرم نوازشوں کا سرچشمہ ہے، ہم آپ کے میوؤں سے لدی ہوئی شاخوں سے پھل توڑتے رہتے ہیں۔

('متخوذ' اس شاخ کو کہتے ہیں جو میوؤں کے بار سے جھک جاتی ہے۔ 'کرامت' یہاں اردو کی کرامت کے معنوں میں نہیں بلکہ احسان و انعام کے معنوں میں ہے۔ مفہوم کا لحاظ کرتے ہوئے "نوازشات کا سرچشمہ" ترجمہ کر دیا گیا ہے)

۱۶۔ رسول اللہ نے ہدایت کا رتبہ روشن کر دیا اور آپ کی عظمت نے سیادت کے مقام کو بڑھا دیا۔

۱۷۔ آسمان کے سب تارے اسی روشن ستارہ کے نور سے بنے ہوئے ہیں۔

۱۸۔ آزاد آپ کے در و دولت پر کھڑا نگاہ و کرم کا غنظر ہے، اس سائل کے مقاصد کو بر لائے ہو آپ کی عنایت کی

طرف تظریں جائے ہوئے ہے۔

- ۱۹۔ آپ کی خوبیاں تاروں کی مانند ہیں، جن کا شمار کرنا مدح خواں کے لبس سے باہر ہے۔
- ۲۰۔ اے اللہ! میرا شاداب سلام اُن کی خدمت میں پہنچا دے اور اس وقت تک سلام رسانی کا سلسلہ جاری ہے جب تک بارشیں نشیبی زمینوں کے پودوں کو تازہ کرتی رہیں (یعنی ہمیشہ ہمیشہ)۔



احمد شوقی

(المتوفی ۱۹۳۲ء)

(۱)

۱. وَلَدِ الْهَدْيِ فَالْكَائِنَاتِ ضِيَاءُ وَفَمِ الزَّمَانِ تَبَسُّمٌ وَثَنَاءُ
۲. الرُّوحِ وَالْمَلَأَ الْمَلَائِكُ حَوْلَهُ لِلدِّينِ وَالْدُّنْيَا بِهِ بُشْرَاءُ
۳. وَالْعَرْشُ يَزْهَوُ وَالْحَظِيرَةُ تَزْدَهِي وَالْمَنْهَى وَالصَّدْرَةُ الْعَصْمَاءُ
۴. وَحَدِيقَةُ الْفَرَقَانِ ضَاكَّةُ الرِّبَا بِالترَّجَمَانِ شَذِيَّةٌ، غَنَاءُ
۵. وَالْوَحْيُ يَقْطُرُ سَلْسَلًا مِنْ سَلْسِلِ وَأَتَوْحُّ وَالْقَلَمُ الْبَدِيعُ رَوَاءُ
۶. نَظَمْتُ أَسَامِي الرُّسُلِ فَهِيَ صَحِيفَةٌ فِي اللَّوْحِ وَاسْمُ (مُحَمَّدٍ) طَفَرَاءُ
۷. اِسْمُ الْجَلَالَةِ فِي بَدِيعِ حُرُوفِهِ اَلْفَ هُنَاكَ وَاسْمُ (طه) بَاءُ

- ۱۔ سرچشمہ ہدایت پیدا ہو گئے، کائنات میں روشنی پھیل گئی، زمانہ کے لبوں پر تبسم اور حمد باری ہے۔
- ۲۔ روح القدس، فرشتے، ملائکہ اعلیٰ، ان کے ارد گرد، دین و دنیا کی سرفرازی کی نویدیں دینے والے ہیں۔
- ۳۔ عرش بریں دمک رہا ہے۔ حظیرۃ القدس، سدرۃ المنتہی (جو اپنی نشانی میں ممتاز ہے) سب جگہ گار ہے ہیں۔
- ۴۔ گلشن فرقان کی پگڈنڈیاں خداں ہیں، شاداب و سرسبز ہیں (اپنے) ترجمان (کی آمد) پر۔
- ۵۔ وحی کی دم جھم بارشس ہو رہی ہے، ازکھی شان والے لوح و قلم کی رونق دوبالا ہو گئی ہے۔
- ۶۔ پیغمبروں کے اسمائے گرامی خوبصورتی کے ساتھ لوح پر جڑ دے گئے ہیں جن سے ایک چوکھٹا تیار ہو گیا ہے اور اس کے وسط میں اسم محمد طغریٰ ہے۔

۷۔ اللہ کا نام بے ظہیر حروفِ تہجی میں اس لوح کا "الف" ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام "طہ" اسی تختی میں "ب" ہے۔ (الف کے بعد "ب" آتی ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام وہاں

درج ہے۔ بعد از خدا بزرگ توئی کا مفہوم ہے)

یا خیر من جاء الوجود تحیتہ

من مرسلین الی الہدی بک جاؤوا

اے وہ ذات گرامی، جو دنیا میں ظاہر ہونے والوں میں سب سے بہتر ہے، آپ پر پیغمبروں کا سلام ہو جو آپ کی ہدایت لے کر آئے تھے۔

- | | | |
|----|------------------------------|----------------------------|
| ۱ | فاذا سخوت بلغت بالوجود المدی | وفعلت ما لا تفعل الانواع |
| ۲ | واذا عفوت فقادرًا ومقدّرًا | لا یستہین بعقولک الجہلاء |
| ۳ | واذا رحمت فانت امّ و ابّ | هذان فی الدنیاہما الرّحماء |
| ۴ | واذا غضبت فانتماہی غضبہ | فی الحق لا یضغن ولا بغضاء |
| ۵ | واذا مرضیت فذاك فی مرضاتہ | وراضی اکثر تحلم وریاء |
| ۶ | واذا خطبت فللمن برہرة | تعروا التدی وللقلوب بکاء |
| ۷ | واذا قضیت فلا اریاب، کانتما | جاء الخصوم من السماء فضاء |
| ۸ | واذا حیت الماء لم یورد، ولو | أن القیصر والملوک ظماء |
| ۹ | واذا اجرت فانت بیت اللہ، لم | یدخل علیہ الستجیر عراء |
| ۱۰ | واذا ملکت النفس قتت بیرہا | وأن ما ملکت بدک الشاء |
| ۱۱ | واذا بنیت فخیّر روج عشرة | واذا ابتیت قد ونک الالباء |
| ۱۲ | واذا صحبت رای الوفاء مجسمًا | فی بردک الاصحاب والخلطاء |
| ۱۳ | واذا اخذت العهد أو اعطیتہ | فجميع عهدک ذمہ ووفاء |

۱۴ وَاِذَا مَشِيتُ اِلَى الْعِدَا فَعَضُّنُفَرٌ وَاِذَا جَرِيتُ فَانَّتِ النَّسَبُ

- ۱۔ جب آپؐ نے سختی کی تو سخاوت کو عروج تک پہنچا دیا اور وہ کر کے دکھایا جو "مانسون" نہیں کر سکتا (سخاوت میں آپؐ بارش سے زیادہ فیض رساں تھے)
- ۲۔ عفو و درگزر سے جب آپؐ نے کام لیا تو (انتقام یا سزا دینے کی) پوری طاقت رکھتے ہوئے اور (دشمن کو) پورا موقع دینے کے بعد معاف کیا، ناواقف لوگ بھی آپؐ کے عفو و درگزر کی ناقدری نہیں کر سکتے۔
- ۳۔ جب آپؐ نے رحم و شفقت کا سلوک کیا تو (ایسا معلوم ہوا کہ) آپؐ ماں ہیں اور باپ ہیں، دنیا میں ماں باپ ہی رحم و شفقت کرنے والے ہیں۔ یعنی دنیا میں شفقت کا مظہر ان باپ ہوتے ہیں۔
- ۴۔ اور کبھی آپؐ غضبناک ہوئے تو محض حق کی خاطر غصہ آیا، اس میں نہ تو کینہ کو دخل تھا اور نہ بغض کو۔
- ۵۔ اور کبھی آپؐ کسی سے غولش ہوئے تو یہ بھی اللہ کی رضا جوئی کے لیے تھا جیکہ بہت سے لوگوں کی رضا مندی بناوٹی برو باری اور دکھاوے کے لیے ہوتی ہے۔
- ۶۔ جب آپؐ نے خطبہ دیا تو منبروں کو وجد آگیا، مجلس جھوم اٹھی، دل امنڈنے لگے۔
- ۷۔ جب آپؐ نے (کسی نفیہ کا) فیصلہ دیا تو شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑی، تنازع گروہوں کو (ایسا معلوم ہوا کہ) آسمان سے ان کے لیے فیصلہ نازل ہوا ہے۔
- ۸۔ جب آپؐ نے کسی چشمہ (یا پانی کی گھاٹی) کی مدافعت اپنے ذمہ لی تو (اس کی ایسی ناکہ بندی کر دی کہ) کوئی وہاں اتر نہ سکا، خواہ بڑے بڑے سلاطین وقت پیاسے ہوں۔
- ۹۔ اگر آپؐ نے کسی کو امان دی تو (گویا) آپؐ بیت اللہ ہیں جس میں پناہ لینے والے پر دشمن حملہ آور نہیں ہو سکتے۔
- ۱۰۔ اگر آپؐ کسی کے آقا (مالک) بنے تو اس سے حسن سلوک کا حق ادا کر دیا، خواہ آپؐ جس کے مالک بنے ہیں، وہ ایک بکری ہی کیوں نہ ہو۔
- ۱۱۔ اگر آپؐ نے نکاح کیا تو حسن معاشرت کے لحاظ سے بہترین شوہر آپؐ تھے، اور جب آپؐ باپ بنے تو سارے باپ آپؐ سے کم تر رہے۔
- ۱۲۔ اگر آپؐ کسی کے ساتھی بنے تو اصحاب و ہمیشیں حضرات نے آپؐ کی چادروں میں (یعنی آپؐ کی ذات میں) وفا کو محترم پایا (آپؐ کو محترم و قاپایا)۔
- ۱۳۔ اگر آپؐ نے کوئی معاہدہ کیا یا کسی کو زبان دی تو آپؐ کے سارے معاہدے یا ذمہ داری، پاس عہد اور وفاداری (کا بہترین نمونہ) ثابت ہوئے۔
- ۱۴۔ جب آپؐ نے دشمنوں کی طرف پیش قدمی کی (تو محسوس ہوا کہ) "ضیفم" ڈکا رہا ہوا نکلا کچھارے، اور جب آپؐ

چلے تو جیسے چلے باو بہاریؑ

(۲)

سلوا قلبی غداۃ سلا و ثابا

لعلّ علی الجمال له عتابا

میرے دل سے (اس کی حالت) پوچھو، جس صبح کو وہ اپنے ہوش و حواس میں آگیا، شاید حُسن کے خلاف وہ شکوہ سنیج ہو۔

و یُسأل فی الحوادث ذو صواب

فہل تترك الجمال له صوابا

مصائب کے موقع پر تو ہوشمند آدمی سے بات دریافت کی جاتی ہے (کہ کیا ہوا، کیا ہوا تھا؟) مگر کیا حُسن نے اس کی صواب دید باقی رکھی ہے؟

۱ تجلّی مولدُ الہادی، و عمت بشاۃ الیوادی والقصاب

۲ وأسدت للبریۃ بنت وہب یداً بیضاء طوّقت الرقاب

۳ لقد وضعته وقاجاً، منیراً کما تلد السماوات الشہابا

۴ فقام علی سماء البیت نوراً یضئ جبال مکة والنقابا

۵ وضاعت یثرب الفیحاء مسکاً وفاح القاع أرجاء وطابا

۶ ابالزہراء قد جاوزت قدری بمدحک بیدان لی انتسابا

۷ فما عرف ابلاغۃ ذوبیان اذا الم یتخذک له کتابا

۱۔ ہادی (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی میلاد (کا دن)، آگیا، اور اس کی خوشیاں شہر شہر، قریہ قریہ ہر جگہ پھیل گئیں۔

- ۲۔ بنتِ وہب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب) نے سارے عالم پر عظیم احسان کیا اور احسان کا قلاوہ ہر ایک کی گردن میں ڈال دیا۔
- ۳۔ انہوں نے (بنتِ وہب نے) حضور کو ایک روشنی بخشے والے آفتاب کی صورت میں جنم دیا، جس طرح آسمانوں سے چمکتے ستارے پیدا ہوتے ہیں۔
- ۴۔ بیت اللہ کی چھت پر ایک نور چمکا جس نے مکہ، اس کی پہاڑیوں اور پہاڑی راستوں کو روشن کر دیا۔
- ۵۔ معطرِ شرب مشک سے مہک اٹھا، وادیوں کے گوشے گوشے عطر بیز ہو گئے اور ان کی رونق بڑھ گئی۔
- ۶۔ پدرِ نہرا! میں نے آپ کی مدح کر کے اپنی حیثیت سے تجاوز کیا ہے۔ ہاں مجھے ایک نسبتِ غلامی ضرور حاصل ہے۔
- ۷۔ اگر کوئی صاحبِ قلم آپ کو اپنا موضوع نہ بنائے تو وہ بلاغت سے بے بہرہ ہے۔

(۳)

- ۱۔ ریم علی القاع بین البان والعلم احل سفك دمی فی الاشهر الحرم
 - ۲۔ رمی القضاء بعینی جو ذرا سدا یا ساکن القاع ادرك ساکن الاحم
 - ۳۔ لمارنا حد ثنتی النفس قائلۃ یا ویح جنبك بالسهم المصیب رمی
 - ۴۔ جحدتھا وکتمت السهم فی کبدی جوح الاحبۃ عندی غیر ذی الیم
- ۱۔ ایک آہو (ہرنی) ! جو "بان" کے درختوں اور ٹیلوں کے درمیان ایک وادی میں ہے اس نے میرے خون کے بہائے جانے کو حرمت والے مہینوں میں حلال کر دیا۔
 - ۲۔ قضا (و قدر) نے ایک ہرنی کی آنکھوں سے ایک شیر کو مار گرایا، اسے وادی کی رہنے والی (یعنی ہرنی) بھاڑی کے رہنے والے (یعنی شیر) پر رحم کر۔
 - ۳۔ جب اس نے ٹکٹکی لگا کر دیکھا تو میرے دل نے کہا: "میرا دل نشانے پر لگ جانے والے تیرے مار گیا۔"
 - ۴۔ میں نے اپنے دل کی بات کو جانتے بوجھتے جھٹلایا، اور پیوست شدہ تیر کو اپنے جگر میں چھپا رکھا، کیونکہ دوستوں کا تیر میرے نزدیک درد دینے والا نہیں ہوتا۔

- ۱۔ ان جل ذنبی عن الغفران، لی أمل فی اللہ یجعلنی فی خیر معتصم
- ۲۔ القی من جانی اذا عزّ المجیر علی مفرج الكرب فی الدارین والغم

۳ اذا خففت جناح الذل اسأله
 ۴ وان تقدم ذو تقوى لصالحية
 ۵ لزمت باب امير الانبياء ، ومن
 ۶ فكل فليل واحسان وعارفة
 ۷ علفت من مدحه حلا اعزبه
 ۸ محمدا صفوة الباري ورحمته

عز الشفاعة لمراسمال سوى امم
 قدمت بين يديه عبقة التكرم
 يسك بمفتاح باب الله يغتنم
 ما بين مستلم منه وملتم
 في يوم لا عز بالانساب واللجم
 ولعنة الله من خلق ومن نسيم

۱ - اگرچہ میری مصیبتیں ناقابل بخشش ہیں، لیکن مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ مجھے اپنی پناہ میں لے لے گا۔
 ۲ - اس دن جبکہ پناہ کا ملنا دشوار ہوگا یعنی روز قیامت میں امید کا سہارا اس ذات کو بناؤں گا جو مصائب اور دردناک صورت حال کو دور کرنے والا ہے (مراد اللہ تعالیٰ ہے)۔

۳ - میں جب عاجزی و درماندگی کے شانے جھکا کر اس سے شفاعت کی سرفرازی طلب کروں گا تو اس کے لئے کوئی بہت بڑی یا مشکل بات نہیں ہوگی (جو وہ قبول نہ کر سکے) (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے)۔

۴ - جب متقی اور پرہیزگار لوگ اپنے اعمالِ صالحہ پیش کریں گے میں اس کے حضور اشکِ ندامت پیش کروں گا۔

۵ - چمٹ گیا ہوں امیر الانبیاء کے در سے اور جو بھی خدا کے بابِ رحمت کی کنجی حاصل کر لیتا ہے دوست (مغفرت) اس کو مل ہی جاتی ہے۔

۶ - ہر قسم کے فضل و احسان اور کرم (سے بہرہ ور ہیں) جو اس دُرسے چٹے ہوئے ہیں یا اس کو چوم رہے ہیں۔

۷ - میں نے ان کی مدح کر کے ایک رتھی پکڑ لی ہے، جو میرے لیے اس دن باعثِ فخر ہوگی جس دن رشتوں اور نسب و حسب پر فخر نہیں کیا جاسکے گا۔

۸ - وہ ”محمدؐ“ ہیں (جن کی مدح میرا سہارا ہے) حق تعالیٰ کی منتخب ترین خلقت اور اس کی رحمت (کا مظہر) ہیں، اور سارے انسانوں اور جمیع مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اور محبوب بندہ ہیں۔

ابو علي محمد بن المستنير احمد قطرب

(المتوفى ٢١٨ هـ)

- ١ اليك رسول الله من تحية
- ٢ فانت رسول الله هادي ومهدي
- ٣ وقد قال (حسان) وفي الشعر شاهد
- ٤ اغتر عليه للنسبة خاتم
- ٥ واعطاه من لفظ اسمه ليجمله
- ٦ فقلت شبيهاً بالذي قال ، اتني
- ٧ فلا يقبل التوحيد الا بذكره
- ٨ وما جاء يدعونا بغير دلالة
- ٩ ومن ذاك جنح حن شوقاً الى الرضى
- ١٠ وقد سمعوا صوتاً من الجنح بيتاً
- ١١ ومن ذاك مثاة خلوة الصرع منها
- ١٢ فقام اليها العالبان ، فاترعا
- ١٣ يد مست الاطباء طابت وبوركت
- وصلى عليك العابد المتعبد
- نبي هدى ، للانبياء مؤيد
- تجدده الايام يروى وينشد
- من الله مشهود يلوح ويشهد
- فدوا العرش محمود وهذا محمد
- به مؤمن حقاً لربي موحد
- ليقرنه عند النداء الموحد
- ولكن بايات تدل وتشهد
- فما زال ساعات يسيل ، ويسند
- فيا عجبا ممن يشك ويلحد
- فدرت بغزير حائل يتزبد
- او انيهما والصرع ريان وابرد
- مؤيدة بالله ، وهو المؤيد

- ۱۴ مطهر التركيب من كل آفة
۱۵ وسار الى البيت المقدس ليلة
۱۶ يُخَبَّرُ بالغير التي في طريقه
۱۷ ومن ذاك اخبار عن الغيب قالها
۱۸ فسوددة بالله اذ كان وحيه
۱۹ قاو في اليه الله من علمه به
۲۰ فظهر بالاسلام دعوة صادق
۲۱ تسلم احجار عليه فصيحة
۲۲ ويسمع من اصواتها في طريقه
۲۳ وانشا ربّي مُزينة فوق رأسه
۲۴ تظللّه من كل حير يصيبه
۲۵ وان سار، سارت لا تفارق رأسه
۲۶ حلیم رحیم لیت متواضع
۲۷ وكان رسول الله فوق صفاتنا
- مباركة الافعال، ما مثلها يد
مسيرة شهر وارداً ليس يطرد
ليوقن اهل الشرك ذاك فيسعد
يعاين منه الصديق فيها ويوجد
اليه وهل فوق النبوة سُودد
وقد كانت الاصنام اذ ذاك تعبد
فضل له قوم، وقوم به هُد
لاذاما خلا في حاجة يتفرّد
تمجده، ان النبي محمد
راهاً بحيرا، الراهب المتعبد
تقيم عليه ما اقام فيركد
فقال لهم: هذا النبي محمد
سخي حَيّ، عابد متزهد
يقصر فيه من يقول فيجهد

۱۔ آپ پر یا رسول خدا! میرا سلام اور عابد شب زندہ دار کا آپ پر درود ہو۔

۲۔ یا رسول اللہ! آپ ہادی ہیں، ہدایت یافتہ ہیں، پیغمبر ہدایت ہیں، انبیائے کرام کے نوید ہیں۔

۳۔ حسان نے کیا خوب کہا ہے، اور اشعار میں جو بات کہی جاتی ہے دلیل بن جاتی ہے ہر زمانے میں اس کی تجدید

ہوتی ہے لوگ اس کو بار بار پڑھتے اور ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔

- ۴۔ نبوت کا نگیں جو اللہ کا عطیہ ہے آپؐ کو زیب دیتا ہے، وہ دمک رہا ہے، دیکھا جا رہا ہے اور آشکارا ہو رہا ہے۔
- ۵۔ خدائے پاک نے اپنے رسولؐ کی قدر افزائی اس طرح کی کہ اپنے نام سے اُن کا نام نکالا۔ صاحبِ عرشؑ "محمد" (تعریف کیا ہوا۔ اللہ کی صفت) ہے اور یہ "محمد" ہیں۔
- ۶۔ میں نے بھی کچھ کہا ہے جو حسان ہی کے شعروں کی مانند ہے (اور کیوں نہ ہو میں ان پر ایمان رکھتا ہوں اور اپنے رب کی وحدانیت کو ماننا ہوں۔
- ۷۔ اور توحید قابلِ قبول اسی وقت ہوگی جب رسولؐ اللہ کا ذکر بھی اس کے ساتھ ہو، اس لیے ایک موقع اذان دیتے وقت ذکرِ رسولؐ کو ندائے توحید کے ساتھ شامل کرتا ہے۔
- ۸۔ (رسولؐ اللہ) ہیں دعوتِ حق دینے بلا دلیل کے نہیں آئے بلکہ اپنی نشانیاں (معجزات)، لے کر آئے جو (آپؐ کی نبوت) کی علامت ہیں اور گواہی دیتی ہیں۔
- ۹۔ انہی معجزات میں سے وہ ستون ہے جو آپؐ کے اشتیاق میں بے تاب ہو گیا اور گھنٹوں گرتا رہا اور اس کو لوگ اپنی جگہ پر جھاتے رہے۔
- ۱۰۔ اور لوگوں نے اس کے رونے، چیخنے کی آواز کو صاف طور سے سنا۔ اس پر بھی کوئی شک کرے یا کچھ روی اختیار کرے تو اس پر حیرت ہے۔
- ۱۱۔ اور انہی معجزات میں سے وہ بکری ہے جس کے تھن دودھ سے خالی تھے، آپؐ نے اس پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو دودھ کے دھارے اس تیزی اور کثرت سے اُبل پڑے کہ برتنوں سے جھاگ نکلنے لگی۔
- ۱۲۔ چنانچہ دونوں دوہنے والے گئے اور اپنے اپنے برتنوں کو دودھ سے بھر لیا، پھر بھی تھن تروتازہ اور ٹھنڈی ہی رہے۔
- ۱۳۔ وہ دستِ مبارک جس نے مٹی کو بھی چھو دیا تو وہ پاکیزہ ہو گئی، اس میں برکت آگئی، اس ہاتھ کو اللہ نے قوت بخشی اور وہ خود ہی اللہ کی تائید سے سرفراز تھے۔
- ۱۴۔ وہ دستِ مبارک سراپا طہارت برعیب سے پاک جس سے باعثِ برکت اعمال ہمیشہ صادر ہوئے، اس کا ہمسر کسی کا ہاتھ نہیں۔
- ۱۵۔ اور آپؐ راتوں رات بیت المقدس کی طرف چلے، جو راستہ ایک ماہ میں طے ہوتا (آپؐ نے پلک چپکتے طے کر لیا) اور ایک باعزت اور باوقار مہمان کی طرح گئے جس کو ٹالا نہیں جاتا۔
- ۱۶۔ (پھر آکر آپؐ) اس قافلہ کی خبر دیتے ہیں جو راستے میں ملا تھا تاکہ مشرکوں کو یقین آئے اور انہیں الطینانِ قلب حاصل ہو۔
- ۱۷۔ آپؐ کے معجزات میں غیب کی خبریں جس کی صداقت ہمیشہ آنکھوں سے دیکھی گئی اور بر ملا پائی گئی۔
- ۱۸۔ لہذا آپؐ کی فضیلت، اللہ کی عطا کردہ فضیلت ہے، جس نے آپؐ پر وحی بھیجی، کیا نبوت سے بلند بھی کوئی بڑائی

ہو سکتی ہے؟

- ۱۹۔ اللہ نے اپنے علم سے آپ کو بھرپور حصہ دیا، اور اس وقت جبکہ میتوں کو پوچھا جاتا تھا۔
- ۲۰۔ اسلام کے ذریعہ آپ نے دعوتِ حق و صداقت کو پیش کیا، کچھ لوگ گمراہ رہے اور کچھ لوگوں نے ہدایت پائی۔
- ۲۱۔ آپ کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ جب آپ پہاڑوں کی اوٹ میں تنہا اپنی کسی ضرورت کے لیے ہوتے تو پہاڑوں کے پتھر آپ کو سلام عرض کرتے۔
- ۲۲۔ آپ آتے جاتے ان کی آواز سننے کو وہ آپ کی ستائش کر رہے ہیں، کیوں نہ ہو پیغمبرِ عظمت کا پیکر ہونا ہی ہے۔
- ۲۳۔ بادل کا ایک ٹکڑا آپ کے سر پر سایہ فلک تھا، جس کو ”بجیرا“ نے دیکھا تھا جو کہ ایک زاہد اور عبادت گزار شخص تھا۔
- ۲۴۔ (بجیرا نے دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا) آپ کو گرمی سے بچانے کے لیے سایہ دیتا ہے اور جہاں ٹھہرتے ہیں ٹھہر جاتا ہے۔
- ۲۵۔ اور جب چیتے ہیں تو ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ چنانچہ بجیرا راہب نے یہ دیکھ کر لوگوں سے کہہ دیا: یہ ہیں پیغمبرِ محمدؐ۔
- ۲۶۔ بردبار، رحمہ دل، نرم خو، مشکسوز، سخی، بندہ نواز، عبادت گزار، دنیا سے بے نیاز۔
- ۲۷۔ رسول اللہ ہماری ان تعریفوں سے کہیں زیادہ بلند تھے، آپ کی تعریف کرنے والا ہزار کوشش کے بعد بھی حق ادا کرنے پر قادر نہیں ہوتا۔





اجتماع میدان عرفات

شاه ولی اللہ دہلوی

(المتوفی ۱۷۹۲ء)

- | | | |
|----|-----------------------------------|------------------------------|
| ۱ | كان نجوماً او مضت في الغياهب | عيون الافاعي اورؤس العقارب |
| ۲ | اذا كان قلب المرء في الامر خاشعاً | فاضيق من تسعين رجب الساسب |
| ۳ | وتشغلني عني وعن كل راحتي | مصائب تفقو مثلها من مصائب |
| ۴ | اذا ما اتاني امر مة مد لهمة | تحيط بنفسى من جميع جوانبي |
| ۵ | تطلب هل من ناصر او مساعد؟ | الوذبة من خوف سوء العواقب |
| ۶ | فلست ارى الا الحبيب محمد | مرسول الله الخلق جتم المناقب |
| ۷ | ومعتصم السكروب في كل غمرة | ومنتجع الغفران من كل تائب |
| ۸ | ملاذعباد الله ملجأ خوفهم | اذا جاء يوم فيه شيب الذوائب |
| ۹ | اذا ما اتوا نوحاً وموسى وادماً | وقد هالهم مصائب تلك الصعاب |
| ۱۰ | هناك رسول الله ينحو لسربه | شفيعاً وفتحاً لباب المواهب |
| ۱۱ | فيرجع مسروراً بنيل طلابه | اصاب من الرحمن اعلی المراتب |
| ۱۲ | سلالة اسماعيل والعرق نافع | واشرف بيت من لوى بن غالب |
| ۱۳ | بشارة عيسى والذى عنه عبروا | لشدة باس بالضحك المحارب |

١٣	ومن اخبروا عنه بان ليس خلقه	يفظ وفي الاسوق ليس بصاحب
١٥	ودعوة ابراهيم عند بنائهم	بكرة بيتا فيه نيل الرغائب
١٦	جميل المحيا، ابيض الوجه، ربعة	جليل كراديس، لزج الحواجب
١٧	صبيح، مليح، ازعم العينين اشكل	فصيح، له الاعجام ليس بشائب
١٨	واحسن خلق الله خلقا وخلقته	وانفعهم للناس عند النوائب
١٩	واجود خلق الله صدرا وناثلا	وابسطهم كفا على كل طالب
٢٠	واعظم حر للمعالي فهو ضمه	الى المجد سامي للعظام خاطب
٢١	توى اشجع الفرسان لاذ بظهرة	اذا احمر باس في شيس المواجه
٢٢	واذاه قوم من سفاهة عقلهم	ولم يذهبوا من دينه بمذاهب
٢٣	فما زال يدعوا ربه لهداهم	وان كان قد قسى اشد المتاعب
٢٤	فيا ويل قوم يشركون بربهم	وفيه صنوف من وخيم المثالب
٢٥	فيا ويل قوم حتر فوا دين ربهم	وافتراب صنوع لحفظ المناصب
٢٦	ويا ويل قوم اطرى بوصف نبيه	فستاه رب الخلق اطرا وخائب
٢٧	ويا ويل قوم قد اخف عقولهم	تجبر كسرى واصصلام الضرائب
٢٨	فادر كههم في ذاك رحمة ربنا	وقد اوجعوا منه اشد المعائب
٢٩	فارسل من عليا قولش نبوته	ولم يك فيما قبل يلوه بكاذب
٣٠	فشهد ان الله ارسل عبده	بحق ولا شئ هناك مرائب

۲۱	واقوی دلیل عند من تم عقله	علی ان شرب الشرع اصفی المشارب
۲۲	مکارم اخلاق و اتمام نعمیہ	نبوة تالیف و سلطان غالب
۲۳	براہین حق او صحت صدق قولہ	رواھا دیروی کل شپ و شائب
۲۴	کم من مرلین قد اشفی دعاوہ	وان کان قد اشقی لوجبة واجب
۲۵	ودرت له شاة اقر معبید	حلیباً ولا استطاع حلیبہ حالب
۲۶	وقد ساخ فی ارض حصان سراقہ	وفیہ حدیث عن براء ابن عازب
۲۷	وقد فاح طیباً کف من مس کفہ	وما حل راساً جش شیب الذوائب
۲۸	وسماہ رب الخلق اسماء مدحہ	بتین ما اعطى له من مناقب
۲۹	جزی اللہ اصحاب النبی محمد	جسماً کما کانا لہ خیر صاحب
۳۰	وال رسول اللہ لا زال امرہم	قویماً علی ارغام النف النواصب

- ۱۔ تاریک شب میں تارے چمکتے ہوئے ایسے لگتے ہیں جیسے اژدہوں کی آنکھیں ہوں یا بچھوؤں کے سر۔
- ۲۔ اگر مصیبت میں کسی کا دل بیٹھ جائے تو بے شمار صحران و بیابان بھی سامنے ہوں جب بھی اس کو تنگ معلوم ہوتے ہیں۔
- ۳۔ بچے درپے مصائب ایسے پڑے جس نے مجھے خود اپنی ذات سے اور ہر راحت و آرام سے بے نیاز کر دیا۔
- ۴۔ جب بھی مجھ پر ایسی افتاد پڑی جس نے ہر طرف سے مجھے دبوچ لیا (اور)
- ۵۔ میں نے (نظر دوڑائی) تلاش کیا کہ ہے کوئی ایسا معاون و مددگار جس کے دامن میں پناہ لوں اور خوفِ انجام سے بچ سکوں۔
- ۶۔ تو مجھے سوائے حبیب (کبریا) محمد کے اور کوئی نظر نہیں آتا ہے، وہ اللہ العلیین کے رسول برگزیدہ اوصاف کے حامل ہیں۔
- ۷۔ اور وہ جو ہر آفت رسیدہ کی کٹھن گھڑیوں میں پشت پناہی کرتے ہیں اور ہر توبہ کرنے والے کے لیے (جن کا گھر) مغفرت کا سرسبز باغ ہے۔

- ۸۔ اس دن جب کہ پُر ہول وقت ہوگا اور جس کی دہشت سے سیاہ بال یکایک سفید ہو جائیں گے اس وقت ڈر سے کانپتے ہوئے بندگانِ خدا کے لیے آپ ہی ملجا و ماویٰ اور سہارا ہوں گے۔
- ۹۔ جب وہ دن آئے گا کہ سارے انسان حضرت نوحؑ کے پاس جائیں گے، حضرت موسیٰؑ سے رجوع کریں گے، حضرت آدمؑ سے مدد مانگیں گے تو یہ سب کے سب اس کٹھن گھڑی کی صعوبتوں سے لرزاں اور خائف ہوں گے۔
- ۱۰۔ اس موقع پر رسول اللہ ہی ہوں گے جو اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں گے، شفاعت کریں گے اور بخششوں کے در کھلوائیں گے۔
- ۱۱۔ پھر وہاں سے اپنی مراد پا کر خوش خوش لوٹیں گے اور خدائے رحمان و رحیم کی طرف سے بلند مرتبہ پر فائز ہوں گے۔
- ۱۲۔ (یہ نبیؑ) حضرت اسماعیلؑ کے خاندان سے ہیں، اور خاندان کا اثر بڑا گہرا ہوتا ہے۔ آپ لوی بن غالب کی نسل میں سب سے بڑے اور شریف گھرانے کے فرزند ہیں۔
- ۱۳۔ آپ وہی ہیں جن کی حضرت عیسیٰؑ نے بشارت دی تھی اور جن کی علامت یہ بتائی تھی کہ وہ (رسولِ خدا) بہادر ہوں گے اور میدان و غامیں بھی مسرور ہوں گے۔
- ۱۴۔ وہ جن کے بارے میں یہ خبر دی گئی (یعنی قرآن کریم میں بتایا گیا) کہ ان کے مزاج میں درستی نہیں ہے اور وہ بازار میں چہینے چلانے والے نہیں ہیں (یعنی متبیین، سنجیدہ، مہذب اور بااخلاق ہیں)۔
- ۱۵۔ آپ وہی ہیں جن کے ظہور کی دعا حضرت ابراہیمؑ نے اس وقت کی تھی جبکہ وہ خانہ کعبہ کی مکہ میں تعمیر کر رہے تھے وہ خانہ کعبہ جو مرادوں کے پوری ہونے کی جگہ ہے۔
- ۱۶۔ خوش رُو، گوری رنگت، میانہ قامت، چوڑے شانے اور گھنے ابرو والے۔
- ۱۷۔ خوش رنگ، چہرے پر ملاحیت، کشادہ چشم، خندہ جبین، زبان کے فصیح، جس میں کفایت یا عجز بیانی کا مشاہدہ بھی نہیں۔
- ۱۸۔ بندگانِ خدا میں حسن صورت اور حسن سیرت دونوں اعتبار سے کامل ترین فرد، اور مصائب کے وقت لوگوں کے لیے سب سے زیادہ کارآمد (سب سے زیادہ قابلِ اعتماد) اور نفع بخش۔
- ۱۹۔ خلقِ خدا میں سب سے زیادہ سخی، دل کے بڑے اور ہر مانگنے والے کے لیے ان کا ہاتھ کھلا ہوا اور بخشش پر تلا ہوا۔
- ۲۰۔ شریف زادوں میں بلند ترین اور بلند حوصلہ طلب امور کو حاصل کرنے کی پوری ہمت و عزیمت کے مالک، بلند سے بلند مرتبہ کے طالب اور حقدار۔
- ۲۱۔ بڑے سے بڑے بہادر شہسواروں کو تم دیکھو گے کہ وہ آپ کی پشت پناہی اس وقت چاہتے ہیں جب گھمان کی جنگ ہو رہی ہو اور سخت ترین آفتوں کا سامنا ہو۔

۲۲۔ آپ کی قوم نے آپ کو اپنی بد عقلی کی وجہ سے بہت مستایا، اور آپ کے دین کے مقرر کیے ہوئے راستوں پر نہیں چلے۔

۲۳۔ پھر بھی آپ ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہے، اگرچہ ان لوگوں کے ہاتھوں سے آپ نے سخت ترین اذیتیں برداشت کی تھیں۔

۲۴۔ بُرا ہوا ایسے لوگوں کا جو (پھر بھی) اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے ہیں، اور ان میں طرح طرح کے لوگ ہیں جو بدترین عیوب رکھنے والے ہیں۔

۲۵۔ بُرا ہوا ایسے لوگوں کا جنہوں نے اپنے رب کے دین میں تخریب کر ڈالی۔ اور ایسے من گھڑت مسائل بتائے تاکہ ان کے مناصب کا بھرم قائم رہے۔

۲۶۔ بُرا ہوا ایسے لوگوں کا جو اپنے پیغمبر کی شان و ہالہ کے ساتھ بیان کرنے رہے اور ایک "مجرم شاخو" بن کر پیغمبر کو خدا کا درجہ دیتے رہے۔

۲۷۔ بُرا ہوا ایسے لوگوں کا جن کو کسری کے جبروت اور سیکسوں کی بھرمار نے عقل سے عاری کر رکھا تھا۔

۲۸۔ (ان آفات و مصائب کے عالم میں) رحمت الہی نے ان کی دستگیری کی، حالانکہ وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے سخت عذاب کے مستحق تھے۔

۲۹۔ (اور یہ دستگیری اس طرح کی کہ) قریش کے اعلیٰ خاندان سے ایک نبی کو اٹھایا جس کو وہ لوگ پہلے ہی سے (سچا سمجھتے تھے) کسی نے ان پر کذب بیانی کا الزام نہیں لگایا تھا۔

۳۰۔ لہذا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو حق لے کر مبعوث کیا، جس کے اعمال میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

۳۱۔ ایک صاحب عقل کے نزدیک سب سے مضبوط دلیل اس بات کی کہ شریعت اسلام کا چشمہ سب سے زیادہ پاک، صاف ستھرا چشمہ ہے، یہ ہے کہ:

۳۲۔ (اس پیغمبر میں) اخلاقی بنیادیں بدرجہ اتم موجود ہیں اور اللہ کی نعمت کی تکمیل ان پر کر دی گئی، ایسی نبوت عطا ہوئی جس نے دلوں کو جوڑا، اور وہ قوت عطا ہوئی جو غالب ہو کر رہی۔

۳۳۔ وہ روشن دلائل ملے جس نے آپ کے قول کی تصدیق کی اور جن کی روایت ہر جان اور بوڑھے نے ایک دوسرے سے کی اور برابر روایت کرتے رہے۔

۳۴۔ کتنے ایسے مریض تھے جنہوں نے آپ کی دعا سے شفا پائی، جو ایک وقت کی خوراک سے بھی محروم تھے۔

۳۵۔ "ام معبد" کی بکری آپ کی برکت سے دودھ کی دھار بہانے لگی جس کے تھن (خٹک تھے) اور ان سے ایک قطرہ دودھ نہیں نکل سکتا تھا۔

- ۳۶۔ سراقہ بن جشم کے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنس گئے، اس بارے میں حضرت برادر بن عازب کی حدیث موجود ہے۔
- ۳۷۔ جس نے بھی آپ کے دستِ مبارک کو چھوا وہ خوشبو سے مہک اٹھا۔ جس سر پر آپ نے دستِ شفقت پھیرا وہ کبھی سفید نہیں ہوا۔
- ۳۸۔ خدائے جہاں نے آپ کو مدح و ثنا کے مجتہد بھرے ناموں سے پکارا جن سے آپ کے اوصافِ حمیدہ اور مناقبِ جلیلہ کا اظہار ہوا۔
- ۳۹۔ اللہ تعالیٰ نبی کریم محمدؐ کے ساتھیوں (صحابہ کرامؓ) کو جزائے خیر دے، سب کے سب بہترین ساتھ دینے والے تھے۔
- ۴۰۔ اور آلی رسول اللہؐ کو جزائے خیر دے، جن کی عظمت ہمیشہ سے قائم ہے، خواہ "خارجیوں" کی ناک خاک آلودہ ہو (یعنی ان کو کتنا ہی برا لگے)۔



حضرت عمرؓ (جن)

- | | | |
|----|---|------------------------------------|
| ۱ | فَتَعَدَّ وَدَعَّ ذَكَرًا لَهُمْ | بَلْ كَيْفَ وَأَنْتَ بِهِمْ نَصَبٌ |
| ۲ | وَارْحُلْ قُلُوصًا يَقْدِمَنَّ عَلَى | دَعْوَةٍ فَتُزَاحَ بِهِ الْكُرْبُ |
| ۳ | فَالْخَلْقُ إِلَيْهِ جَمَاعَتُهُمْ | تُحْدَى بِهِمْ فُسُحٌ تُجِبُ |
| ۴ | لَزَزَ لَغْزٌ نَشْرٌ نَهْرٌ | جَمْرٌ حَضْرٌ ضَمْرٌ شَرْبٌ |
| ۵ | شُخٌّ رُخٌّ مَخْخٌ دُخٌّ | فَتُخَّ شَمَخٌ جُرْخٌ هَلَبٌ |
| ۶ | هَشَشٌ خَشَشٌ عَشَشٌ فُشَشٌ | خُدَشٌ عُمَشٌ بَرَشٌ عَدَبٌ |
| ۷ | بَعَعٌ كُوعٌ وَقَعٌ صَمَعٌ | قُطِعَ كُوعٌ طُمِعَ الْبُ |
| ۸ | فَانِخْ بِنَبِيِّ إِلَهٍ الْخَلْقِ | أَتَتْ بِفَضَائِلِهِ الْكُتُبُ |
| ۹ | لِنَبِيِّ هُدًى وَلَنَبِيٍّ تَقَى | فِيذَاكَ تَدِينُ لَهُ الْعَرَبُ |
| ۱۰ | بِمُحَمَّدٍ الْمُبْعُوثِ وَذِي الْخِزَاتِ | مَنَارِ لَهُ الرُّحُبُ |
| ۱۱ | وَالْحَوْضِ لَهُ الزُّكْنُ مَعًا | وَالْبَيْتِ دَمَكَةٌ وَالْحُجُبُ |
| ۱۲ | نَصْرًا هَزَمَ الْأَحْزَابُ لَهُ | فَتَمَامٌ صَنَائِعِهِ الرُّغْبُ |
| ۱۳ | فَهَدَيْتَ فَأَنْتَ جَلَوْتَ عَمَّا | وَأَضَاءَ بِذَاكَ لَنَا السَّبَبُ |
| ۱۴ | وَالْيَاكَ مُحَمَّدٌ إِنْبَعَثَتْ | جُودٌ بِأَخْشَاتِهَا شُبُودٌ |

دین کا جان نثار اور اُس کے نام کا خدا کا رستہ۔

- ۱۰۔ وہ محمد جو خدا کی طرف سے مبعوث ہے تمام خوبیوں کا مالک ہے جس کے مراتب و مدارج نہایت ہی بلند اور وسیع ہیں۔
- ۱۱۔ حوضِ کوثر بھی اُس کا ہے متحہ رکن و تمام کعبہ و رُاس کے پرست ان سب کا وہی مالک ہے۔
- ۱۲۔ اُسی کی مدد کے لیے تمام قوموں کے جتنے پسپا کر دئے گئے اُس محبوب کے سارے کام پیارے ہیں۔
- ۱۳۔ اے ہمارے محبوب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! تو نے ہدایت کر کے اندھوں کی آنکھیں کھول دیں اسی لیے حقیقت اور کامیابی کے راستے روشن ہوئے، دروازے کھل گئے۔
- ۱۴۔ اے میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تیری ہی خدمت میں ادنیائیں مع اپنی نکیل اور خوجیوں کے با ادب بیٹھی ہوئی ہیں۔
- ۱۵۔ اے میرے آقا! میں بھی حاضر دربار ہوا ہوں۔ اے مولا! تو تمام گزشتہ کتب و ہدایت والوں کا سر تاج ہے۔
- ۱۶۔ اے میرے داتا! میں حاضر خدمت ہوا ہوں کہ تو مجھے اپنی عنایت سے بے عیب شریعت عطا کر دے۔
- ۱۷۔ خدا نے تجھے ہدایت دی ہے اور تو سب کا ہادی ہے۔ تیرے دین کے آگے تمام بہت سڑگوں ہو گئے ہیں۔
- ۱۸۔ تجھ پر خداوندِ عالم کا درود و سلام۔ اور تیرے روضہ مبارک پر رحمتِ الہی کی موسد و عمارت پادش ہو۔



حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب

(المتوفی ۶۶۵ھ)

- | | | |
|---|---|---|
| ۱ | مِنْ قَبْلِهَا طِبْتُ فِي الظَّلَالِ وَفِي | مُسْتَوْدِعٍ حَيْثُ يُخَصَّفُ الْوَرَقُ |
| ۲ | لَمْ تَهْبَطْ الْبِلَادَ وَلَا بَشَرُ | أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقُ |
| ۳ | بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِينُ وَقَدْ | الْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلُهُ الْغَرِقُ |
| ۴ | تُنْقَلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِيمِ | إِذَا مَضَى عَالَمٌ بَدَا طَبَقُ |
| ۵ | وَرَدَّتْ نَارُ الْخَلِيلِ مُكْتَسِمًا | فِي صَلْبِهِ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ |
| ۶ | حَتَّى احْتَوَى بَيْتُكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ | يَخْدَبُ عَلِيَاءَ تَحْتَهَا النُّطْقُ |
| ۷ | وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقْتَ الْكَأَ | رُضٌ وَضَاءَةٌ بِنُورِكَ الْأَفْقُ |
| ۸ | فَنَحْنُ فِي ذَلِكَ الصِّيَاءِ وَفِي النَّ | وَرِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ |

۱۔ آپ اس سے پہلے سایہ خاص میں بسر کر رہے تھے اور اُس منزل محفوظ میں تھے جہاں پتوں سے بدن ڈھانپا گیا۔

۲۔ پھر آپ بستی میں اترے، مگر نہ تو ابھی آپ بشر تھے نہ گوشت پرست اور نہ لہو کی پھٹکی۔

۳۔ بلکہ وہ آبِ صافی، جو کشتیوں پر سوار تھا جب سیلاب کی موجیں چوٹی کو چھو رہی تھیں اور لوگ ڈوب رہے تھے۔

۴۔ منتقل ہوتا رہا صلب سے رحم کی طرف، پھر جب ایک عالم گزر چکا مرتبہ حال کا ظہور ہوا۔

۵۔ آپ آتشِ خلیل میں اترے، چپے چپے، آپ ان کی صلب میں تھے تو وہ کیسے جلتے۔

۶۔ تا آنکہ آپ کا محافظ وہ صاحبِ شوکت گھرانا ہوا جو خدوت جیسی رفیع المرتبت قانون کا ہے جس کا دامن

زمین پر لوٹتا تھا۔

- ۴۔ اور آپؐ جب پیدا ہوئے تو چمک اٹھی زمین، اور روشن ہو گئے آفاقِ سماوی آپؐ کے نور سے۔
۵۔ تو اب ہم لوگ اسی روشنی اور اسی نور میں ہیں اور ہدایت و استقامت کی راہیں نکال رہے ہیں۔



حضرت علی رضی

(الشہید ۶۶۱ھ)

- ۱ اَمِنْ بَعْدِ تَكْفِيْتِ النَّبِيِّ وَدَفْنِهِ
- ۲ خَرَدَانِ رَسُولُ اللَّهِ فَيُنَافِلُنْ تَرَى
- ۳ وَكَانَ لَنَا كَالْحَصْنِ مِنْ دُونِ أَهْلِهِ
- ۴ وَكُنَّا بِمَرْهَ نَرَى النُّورَ وَالْهُدَى
- ۵ لَقَدْ غَشِيَتْنَا ظُلْمَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِ
- ۶ فَيَاخِيرُ مَنْ ضَمَّ الْجَوَاغَ وَالْحَشَا
- ۷ كَأَنَّ أُمُورَ النَّاسِ بَعْدَكَ ضَمِنَتْ
- ۸ فَسَاقَ قَضَاءُ الْأَرْضِ عَنْهُمْ بِرَحْمَتِهِ
- ۹ فَقَدْ نَزَلَتْ بِمُسْلِمِينَ مُصِيبَةٌ
- ۱۰ فَلَنْ يَسْتَقِيلَ النَّاسُ تِلْكَ مُصِيبَةً
- ۱ وَفِي كُلِّ وَقْتٍ لِلصَّلَاةِ يَهْيِي حُبُّهُ
- بِأَثَابِهِ أَسَى عَلَى هَالِكٍ ثَوَى
- يَذَاكُ عَدِيلًا مَا حِينَا مِنَ الرَّوَى
- لَهُ مَعْقِلٌ حَوْزٌ حَرِيْرٌ مِنَ الرَّوَى
- صَبَاحًا مَسَاءً رَاحَ فَيُنَا أَوَاغَتْ دَى
- نَهَارًا فَقَدْ زَادَتْ عَلَى ظُلْمَةِ الدُّجَى
- وَيَاخِيرُ مَيِّتٍ ضَمَّةَ التُّرْبِ وَالتُّرَى
- سَفِينَةٌ مُوجٍ حِينَ فِي الْبَحْرِ قَدْ سَمَا
- لِفَقْدِ رَسُولِ اللَّهِ إِذْ قِيلَ قَدْ مَضَى
- كَصَدْعِ الصَّفَا لَا لِلصَّدْعِ فِي الصَّفَا
- وَلَنْ يَجْبِرَ الْعَظِيمُ الَّذِي مِنْهُمْ وَهَى
- بِلَالٌ وَيَدْعُو أَبَا سَمِيحٍ كُلَّمَا دَعَا

- ۱۔ نبی کو کپڑوں میں کنفن دینے کے بعد، میں اس مرنے والے کے غم میں غلگین ہوں جو خاک میں جا بسا۔
- ۲۔ رسول اللہ کی موت کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی اور اب جب تک ہم خود جی رہے ہیں ان جیسا ہرگز نہیں کہیں گے۔
- ۳۔ رسول اللہ ہمارے لیے ایک مضبوط قلعہ تھے کہ ہر دشمن سے پناہ اور حفاظت حاصل ہوتی تھی۔
- ۴۔ ہم جب ان کو دیکھتے تو سراپا نور و ہدایت کو دیکھتے صبح بھی اور شام بھی، جب وہ ہم میں چلتے پھرتے یا صبح کو کھڑے نکلتے۔

- ۵۔ ان کی موت کے بعد ہم پر ایسی تاریکی چھا گئی جس میں دن کالی رات سے زیادہ تاریک ہو گیا۔
- ۶۔ انسانی بدن اور اس کے پہلو جتنی شخصیتوں کو چھپائے ہوئے ہیں ان میں سب سے بہتر آپ ہیں اور آپ ان تمام مرنے والوں میں جن کو خاک نے چھپایا ہے سب سے بہتر ہیں۔
- ۷۔ گویا معاملہ انسانی آپ کی موت کے بعد ایک کشتی میں پڑ گیا ہے جو سمندر کے اندر اونچی موجوں میں گھری ہوئی ہے۔
- ۸۔ زمین اپنی وسعت کے باوجود تنگ ہو گئی رسول اللہ کی وفات کی وجہ سے جب یہ کہا گیا کہ رسول گزر گئے۔
- ۹۔ مسلمانوں پر ایک ایسی مصیبت نازل ہوئی ہے جیسے چٹان میں شکاف پڑ جائے اور چٹان کے شکاف کی اصلاح کہاں ممکن ہے۔
- ۱۰۔ اس مصیبت کو لوگ برداشت نہیں کر سکیں گے اور وہ کمزوری جو پیدا ہو گئی ہے اس کی تلافی ممکن نہیں ہے۔
- ۱۱۔ اور ہر نماز کے وقت بلالؓ ایک نیا ہیجان پیدا کر دیتے ہیں جب کہ وہ (بلالؓ) ان کا نام لے کر پکار رہے ہیں۔



مولانا محمد فضل حق خیر آبادی

(المتوفی ۱۸۶۱ء)

- ۱۔ فَلَا مَلَاذِ سِوَى خَيْرِ الْوَدَى جَمْعًا فِي الْخَلْقِ وَالْخُلُقِ وَالْإِحْسَانِ وَالْجُودِ
- ۲۔ جَدَاةً نَقْدًا لِمَنْ يَأْتِيهِ مُعْتَفِيًا فَكَمْ هُنَاكَ مَنْ قَسُوهُ لِمَنْقُودِ
- ۳۔ أَحْمَى الصَّنَادِ يَدِ مَأْوَى النَّاسِ مَفْرَعَهُمْ إِذْ يَفْرَعُونَ لِأَهْوَالِ صَنَادِيدِ
- ۴۔ اخْتَارَهُ اللَّهُ مَحْبُوبًا وَارْسَلَهُ بِرَحْمَتِهِ وَارْشَادِ وَتَسْدِيدِ
- ۵۔ فَاقَ النَّبِيِّينَ طَرَا فِي الْكَمَالِ وَفِي الْجَمَالِ وَالْعَزَمِ وَالْإِجْمَالِ وَالسُّودِ
- ۶۔ إِنَّ الرَّسُولَ لَقَدْ فَاقَ وَعِثْرَتُهُ سَفِينَةُ سَوَاهِلِ الْجُودِ لَا الْجُودِ
- ۷۔ أَفْدِيكَ يَا خَيْرَ الْمَوَارِدِ مُخْبِطًا قَدْ طَرَدَتْهُ الْمَعَاصِي أَيْ تَطْرِيدِ
- ۸۔ أَنْشَدْتُكَ فَأَقْبَلَ مَدْحِي كَرَمًا حَتَّى أَفُوزَ بِالنَّشَادِ بِمَنْشُودِ
- ۹۔ لَا شَكَّ أَنَّكَ غَوَتْ الْخُلُقِ أَجْمَعَهُمْ وَلَا نُبَالَى أَبَاطِيلَ الْمَنَاقِيدِ
- ۱۰۔ عَلَيْكَ أَزْكَى صَلَوَاتِ اللَّهِ مَا مَدَحَتْ فِي مَوَرِقِ الْبَيَانِ وَرَقَاءِ يَتَغَرِّدِ

۱۔ تو اب کوئی ان کے سوا نہیں ہے جو تمام مخلوقات سے بہتر ہیں خلقت میں عادت میں، احسان میں اور سخاوت میں۔
 ۲۔ ان کی عنایت ہر اس شخص کے لیے نجات ہے جو توبہ کر کے آئے یہاں مکافات گناہ کی بہترین شکلیں ہیں، پریشان حال کے لیے۔

۳۔ پریشانی اور گھبراہٹ میں سب سے بڑی پناہ ہیں لوگوں کے لیے جب لوگ خوفناک صورتوں سے گھبرا اٹھیں۔
 ۴۔ اللہ نے ان کو محبوب منتخب کیا اور اپنی رحمت بنا کر ارشاد اور درستگی کے لیے بھیجا۔

۵۔ وہ تمام انبیاء پر فوقیت رکھتے ہیں، کمال میں بھی، جمال میں بھی، عزم میں بھی، خوبی میں بھی، سرکاری میں بھی۔

- ۶۔ بلاشبہ رسولِ اکرم سب سے بڑھ گئے اور ان کی عمرت ایک کشتی ہے جس کا مقام جود ہے جو دی نہیں۔
- ۷۔ میں آپ پر فدا اے بہترین پناہ! حیرانی میں۔ خود گناہوں نے اسے دور پھینک دیا اور کتنی دور۔
- ۸۔ میں نے آپ کے حضور یہ مدح پیش کی ہے اپنی گرم گسٹری سے قبول فرمائیے تاکہ میں اس شعرِ خرافی کے ذریعے دامنِ مقصود پھر پاؤں۔
- ۹۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ساری مخلوق کی فریاد سنے والے ہیں اور میں اس سلسلے میں کسی کی ہرزہ سرائی کی پروا نہیں کرتا۔
- ۱۰۔ آپ پر اللہ کی پاکیزہ ترین رحمتیں اس وقت تک برابر نازل ہوتی رہیں جب تک "بان" کہ بری شاخوں پر (اس چمنستانِ عالم میں) طائرانِ خوش الحان چہمپاتے رہیں۔



ابو محمد طاہر سیف الدین

(المتوفی ۶۱۹ھ)

- | | | |
|----|---------------------------------------|--|
| ۱ | صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ رَبِّهِ | حَبِيبِهِ مِنْ حُبِّهِ حُبُّهُ |
| ۲ | صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ رَبِّهِ | مُحَمَّدٍ عَزَّيْهِ حَزْبُهُ |
| ۳ | صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ رَبِّهِ | مَنْ هُوَ بَيْنَ خَلْقِهِ لُبُّهُ |
| ۴ | مُحَمَّدٌ مِّنْ بَيْنِ رُسُلِ خَلَّتْ | شَمْسُ هُدًى وَكُلُّهُمْ شُهْبُهُ |
| ۵ | مُحَمَّدٌ قَرِيبُهُ رَأْبُهُ | حَتَّى كَقَوْسَيْنِ عَذَى قُرْبُهُ |
| ۶ | نُورٌ رُّبُوبِي بِهِ شَرْقُهُ | مُنُورٌ وَمِثْلُهُ غَرْبُهُ |
| ۷ | طُوبَى لِمَنْ يَزُورُ مَغْنَى حَوَى | ضُلُوعُهُ فِي لَحْدِهِ تَرْبُهُ |
| ۸ | خَيْرُ رَسُولٍ مُّصْطَفَى قَدْ صَفَى | مِنْ قَذَرٍ لِّشَرْعِهِ شَرْبُهُ |
| ۹ | مُتَّحِدٌ بِرَبِّهِ سَلْمُهُ | سَلْمٌ لَهُ وَحَرْبُهُ حَرْبُهُ |
| ۱۰ | مَنْ كَظَّهُ مِنْ دَهْرِهِ صَرْفُهُ | فَلَيْسَتْ جِرَّةُ يَنْكَشِفُ كَرْبُهُ |
| ۱۱ | غَوَتْ لِمَنْ قَدْ مَسَّهُ ضَرَّةُ | غَيْثٌ لِمَنْ حَلَّ بِهِ جَدْبُهُ |
| ۱۲ | مُحَمَّدٌ مُّوَحِّدٌ رَّبِّهِ | تَوْحِيدُهُ مِنْ دِينِهِ قُطْبُهُ |
| ۱۳ | مُحَمَّدٌ حَسْبِي فِي شِدَّتِي | طُوبَى لِمَنْ مُحَمَّدٌ حَسْبُهُ |
| ۱۴ | صَلَّى عَلَيْهِ وَعَلَى مَنْ هُمُ | عِزَّتُهُ صِفْوَتُهُ صَحْبُهُ |

- ۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب محمدؐ پر صلوات بھیجے، آپؐ وہ حبیب ہیں جن سے محبت کرنا خدا سے محبت کرنا ہے۔
- ۲۔ رب العزّة محمد مصطفیٰؐ پر درود بھیجے، آپؐ وہ محمدؐ ہیں جن کے سبب سے آپؐ کی اُمت نے عزت پائی۔
- ۳۔ خدا محمدؐ پر صلوات بھیجے آپؐ وہ ہیں جو خلق خداوندی میں خلاصہ مخلوقات ہیں۔
- ۴۔ رسولانِ ماسد کے درمیان محمد مصطفیٰؐ ہدایت کے آفتاب ہیں اور تمام پیغمبرِ نجوم۔
- ۵۔ محمد مصطفیٰؐ کو آپؐ کے رب نے یہاں تک قرب بخشا کہ آپؐ کا قرب دو کمان جتنا رہ گیا۔
- ۶۔ آپؐ پر درودگار کے نور ہیں کہ اُس سے جس طرح اس کا شرق منور ہے اسی طرح اس کا مغرب بھی۔
- ۷۔ خوشخبری اس کے لیے جو اس منزل کی زیارت کرے جہاں کی مٹی نے خود کے اندر آپؐ کے جسدِ مبارک کو حاصل کیا ہے۔
- ۸۔ آپؐ بڑے ستودہ اور برگزیدہ پیغمبر ہیں آپؐ کی شریعت کا ساحل کثافت اور آلودگی سے پاک صاف ہے۔
- ۹۔ آپؐ اپنے رب سے متحد ہیں اس طرح کہ جو آپؐ کا دوست ہے وہ خدا کا دوست ہے اور جو آپؐ کا دشمن ہے وہ خدا کا دشمن ہے۔
- ۱۰۔ جس کو گروہ کشی نماندہ غم پہنچے تو اس کو چاہیے کہ آپؐ کی پناہ طلب کرے اُس کا غم دور ہو جائے گا۔
- ۱۱۔ آپؐ ضررِ سبیدہ کے فریادرس ہیں، آپؐ قحط زدہ کے لیے ابر باراں ہیں۔
- ۱۲۔ محمد مصطفیٰؐ اپنے رب کی توحید کرنے والے ہیں، خدا کی توحید آپؐ کے دین کا مرکز ہے۔
- ۱۳۔ مجھے شدت کی حالت میں محمدؐ کافی ہیں اس کے لیے خوشخبری جس کے لیے محمدؐ کفیلِ کار ہوں۔
- ۱۴۔ خدا تعالیٰ صلوات بھیجے آپؐ پر اور اُن پر جو آپؐ کی آل، آپؐ کے خلاصہ اور آپؐ کے اصحاب ہیں۔

مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی ابن شاہ ولی اللہ

(المتوفی ۸۴۸ھ ۱۴۴۸ء)

۱	يَا أَحْمَدَ الْمُخْتَارِ يَا زَيْنَ الْوَرَى	يَا خَاتِمَ الرُّسُلِ مَا أَعْلَاكَ
۲	يَا كَاشِفَ الضَّرَآءِ مِنْ مُسْتَحْجِدٍ	يَا مُنْجِيَا فِي الْحَشْرِ مَنْ وَالَكَ
۲	هَلْ كَانَ غَيْرُكَ فِي الْأَنَامِ مِنْ اسْتَوَى	فَوْقَ الْبَرَقِ وَجَاوَزَ الْأَفْلاكَ
۳	وَأَسْتَمْسَكَ الرُّوحَ الْأَمِينَ رِكَابَهُ	فِي سَيْرِهِ وَأَسْتَخْدَمَ الْأَمْلَاقَ
۵	فَعَدَّتْ لَكَ الرُّسُلُ الْعِظَامُ تَرْقُبًا	فَعَلَوْتَ مَغْبُوطًا لَهُمْ مَسْرَاكَ
۶	وَأَمْسَتْهُمْ فِي الْقُدْسِ بَعْدَ تَجَاوُزِ	مِنْهُمْ بِأَمْرِ اللَّهِ إِذْ وَلَاكَ
۷	وَتَزَيَّنْتَ جَوْهَرَ الْجَنَانِ بِشَاشَةٍ	بِكَ سَيِّدِي شَوْقًا إِلَى لُقْيَاكَ

- ۱۔ اے احمد مختار! اے زینت مخلوقات عالم! اے خاتم رسولان! کوئی آپ سے بڑھ کر نہیں ہے۔
- ۲۔ اے مصائب سے نجات دینے والے، فریادی کو اے حشر میں رہائی دلوانے والے، اس کو جو آپ سے محبت رکھتا ہو۔
- ۳۔ مخلوق میں آپ کے سوا کون ہے جو سوار ہوا براق پر اور آسمانوں کو عبور کر گیا۔
- ۴۔ اور جس کے رکاب کو روح الامین (جبریل) نے تھا تا اس کے سفر میں اور جس نے فرشتوں سے خدمت لی۔
- ۵۔ انبیائے عظام بیٹھے آپ کی اس ترقی کو دیکھتے رہے اور آپ بلندی کی طرف بڑھے، آپ کا یہ سفر سب کے لیے قابل رشک تھا۔
- ۶۔ اور بیت المقدس میں آگے بڑھ کر آپ نے تمام انبیاء کی امامت کی یہ اللہ کے حکم سے ہوا جس نے آپ کو اس کے لیے مقرر فرمایا تھا۔
- ۷۔ دل کا موتی خوشی سے چمک اٹھا ہے آپ کی وجہ سے اے میرے آقا! آپ کی ملاقات کے شوق میں۔

اما زین العابدینؑ، علی السجاد بن الحسنؑ

(المتوفی ۴۱۲ھ)

- ۱۔ اِنْ يَلْتِ يَا رَوْحَ الصَّبَا يَوْمًا اِلَى اَرْضِ الْحَرَمِ
- ۲۔ مَنْ وَجْهَهُ شَمْسُ الصُّحَى مِنْ خَدَّهٖ بِدُرِّ الدَّجِ
- ۳۔ قُرْآنُهُ بَرَاهِمًا فَتَحًا لِادْيَانٍ مَّقْصُوتِ
- ۴۔ اَكْبَادُنَا مَجْرُوحَةً مِنْ سَيْفِ هَجْرِ الْمُصْطَفَى
- ۵۔ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ كَمَنْ يَتَّبِعُ نَبِيًّا عَالِمًا
- ۶۔ يَا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ اَنْتَ شَفِيعُ الْمَذْنُونِ
- ۷۔ يَا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ اَدْرِكْ لَزِينَ الْعَابِدِينَ
- ۸۔ بَلِّغْ سَلَامِي رَوْضَةً فِيهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَرَمُ
- ۹۔ مَنْ ذَاتُهُ نُورُ الْهُدَى مِنْ كَفِّهِ يَحْرُ لِحَمِّمْ
- ۱۰۔ اِذْ جَاءَنَا اَحْكَامُهُ كُلُّ الصُّحُفِ صَارَ الْعَدَمُ
- ۱۱۔ طُوبَى لِأَهْلِ بَلَدٍ فِيهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَشَمُ
- ۱۲۔ يَوْمًا وَلَيْلَادًا اِيْمًا وَاَرْزُقْ كَذَا اِلَى يَالِكْرَمُ
- ۱۳۔ اَكْرَمُ لَنَا يَوْمَ الْحَرَنِ فَضْلًا وَجُودًا وَاَلْكَرَمُ
- ۱۴۔ مَحْبُوسِ اَيْدِي الظَّالِمِينَ فِي الْمَوْكِبِ الْمُرْدَمِ

- ۱۔ اے بادِ صبا! اگر تیرا گزر سرزمینِ حرم تک ہو تو میرا سلام اس روضہ کو پہنچا جس میں نبی محترم تشریف فرما ہیں۔
- ۲۔ وہ جن کا چہرہ انور مہرِ نیمروز ہے اور جن کے رخسارِ تاباں ماہِ کامل جن کی ذات نورِ ہدایت ہے، جن کی بتحییل سخاوت میں ذریعہ۔
- ۳۔ اُن کا (لایا ہوا) قرآن ہمارے لیے واضح دلیل ہے جس نے ماضی کے تمام دینوں کو غسوخ کر دیا جب اس کے احکام ہمارے پاس آئے تو (پچھلے) سارے صحیفے معدوم ہو گئے۔
- ۴۔ ہمارے جگر زخمی ہیں فراقِ مصطفیٰ کی تلوار سے خوش نصیبی اُس شہر کے لوگوں کی ہے جس میں نبی محترم ہیں۔
- ۵۔ کاش! میں اس کی طرح ہوتا جو نبی کی پیروی علم کے ساتھ کرتا ہے دن اور رات ہمیشہ (اے خدا) یہی صورت اپنے کرم سے عطا فرما۔
- ۶۔ اے رحمتِ عالم! آپ گنہگاروں کے شفیع ہیں ہمیں قیامت کے دن فضل و سخاوت اور کرم سے عزت بخشے۔
- ۷۔ اے رحمتِ عالم! زین العابدین کو سنبھالنے وہ ظالموں کے ہاتھوں میں گرفتار حیرانی و پریشانی میں ہے۔

امام عظم ابو حنیفہ کوفی، نعمان بن شایبہ

(المتوفی ۲۴۰ھ)

- ۱ یَا سَيِّدَ السَّادَاتِ بِشُكِّكَ قَاصِدًا
- ۲ وَاللَّهِ يَا خَيْرَ الْخَلَائِقِ إِنِّي لِفِ
- ۳ أَنْتَ الَّذِي تُولَاكَ مَا خَلَقَ امْرُءٌ
- ۴ أَنْتَ الَّذِي لَمَّا تَوَسَّلَ أَدَمُ
- ۵ وَبِكَ الْخَلِيلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُهُ
- ۶ وَدَعَاكَ أَيُّوبُ لِضُرِّ مَسَّهُ
- ۷ وَبِكَ الْمَسِيحُ أَتَى بِشِيرٍ مُخْبِرًا
- ۸ وَكَذَاكَ مُوسَى لَمَّا نَزَلَ مُتَوَسِّلًا
- ۹ وَهُودٌ وَيُونُسُ مِنْ بَهَاكَ تَجَمُّدًا
- ۱۰ قَدْ فُتَّتْ يَا طَهَ جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ
- ۱۱ وَاللَّهِ يَا لَيْسَ مِنْ مِثْلِكَ لَمْ يَكُنْ
- ۱۲ عَنْ وَصْفِكَ الشُّعْرَاءُ يَا مَدَّ شِرُّ
- ۱۳ بِكَ لِي قَلْبُكَ مُغْرَمٌ يَا سَيِّدِي
- ۱۴ يَا أَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرَى
- أَرْجُو أَرْضَاكَ وَاحْتِمِي بِحِمَاكَ
- قَلْبًا مَشُوقًا لَا يَمُوتُ مِثْلُكَ
- كَأَنَّ الْخَلْقَ الْوَرَى لَوْلَا لَكَ
- مِنْ تَمَلُّكِ بِكَ قَانَرٌ وَهُوَ أَبَاكَ
- بَرْدًا وَقَدْ خَدَعَتْ بِنُورِ سَنَّاكَ
- فَأَنْزَلَ عَنْهُ الصُّرُجَيْنِ دَعَاكَ
- بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَا دَحَا يَعْلَاكَ
- بِكَ فِي الْقِيَمَةِ مُحْتَمِي بِحِمَاكَ
- وَجَمَالُ يُوسُفَ مِنْ ضِيَاءِ سَنَّاكَ
- طَرًّا قَسْبُحْنَ الَّذِي أَسْرَاكَ
- فِي الْعَالَمِينَ وَحَقٌّ مَنْ أَنْبَاكَ
- عَجَزُوا وَكَانُوا مِنْ صِفَاتِ عِلَّاكَ
- وَحَشَاةٌ مَحْشُورَةٌ بِهَوَاكَ
- جُدُّ لِي بِجُودِكَ وَارْضِنِي بِرِضَاكَ

۱۵ اَنَا طَامِعٌ بِاَلْجُودِ مِنْكَ وَلَوْ يَكُنْ لِاِيٍّ حَنِيفَةً فِي الْاَنَامِ سِوَاكَ
۱۶ صَلَّيْكَ اللّٰهُ يَا عَلَمَ الْهُدٰى مَا حَقَّ مُشْتَاَقٌ اِلٰى مَشْوَاكَ

- ۱۔ اے سرداروں کے سردار! میں آپ کے حضور آیا ہوں آپ کی خوشنودی کا امیدوار، آپ کی پناہ کا طلب گار۔
- ۲۔ اللہ کی قسم! اسے بہترین خلقت! میرا دل صرف آپ کی محبت سے لبریز ہے، وہ آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں۔
- ۳۔ آپ اگر نہ ہوتے تو پھر کوئی شخص ہرگز پسندانہ کیا کرتا اور اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو یہ مخلوقات پیدائہ ہوتیں۔
- ۴۔ آپ وہ ہیں کہ جب حضرت آدمؑ نے آپ کا توکل اختیار کیا اپنی لغزش پر، تو کامیاب ہوئے حالانکہ وہ آپ کے جہیز بزرگوار ہیں۔
- ۵۔ اور آپ ہی کے وسیلے سے حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ نے دعا کی تو ان کی آگ سرد ہو گئی، وہ آگ آپ کے نور کی برکت سے بجھ گئی۔
- ۶۔ اور حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری میں آپ کے وسیلے سے دعا کی تو ان کی دعا مقبول ہوئی اور بیماری دور ہو گئی۔
- ۷۔ اور آپ ہی کے ظہور کی خوشخبری لے کر حضرت مسیحؑ آئے انھوں نے آپ کے حسن و جمال کی مدح و ثنا کی اور آپ کے رجب بلند کا خبر دی۔
- ۸۔ اور اسی طرح حضرت موسیٰؑ بھی آپ کا وسیلہ اختیار کیے رہے اور قیامت میں بھی آپ ہی کی حمایت کے طالب رہیں گے۔
- ۹۔ اور حضرت ہودؑ اور حضرت یونسؑ نے بھی آپ ہی کے حسن سے زینت پائی اور حضرت یوسفؑ کا جمال بھی آپ ہی کے جمال باصفا کا پر تو تھا۔
- ۱۰۔ اے ظہارِ لقب! آپ کو تمام انبیاء پر برتری حاصل ہوئی۔ پاک ہے وہ جس نے ایک رات کو اپنے ملکوت کی سیر کرائی۔
- ۱۱۔ خدا کی قسم! اے حسینِ لقب! آپ جیسا تو تمام مخلوق میں نہ کہنی ہو اسے نہ ہوگا قسم ہے اُسی کی جس نے آپ کو سر بلند کیا۔
- ۱۲۔ اے کل دالے! آپ کے اوصافِ جمیل بیان کرنے سے بڑے بڑے شعرا عاجز رہ گئے، آپ کے اوصافِ عالیہ کے سامنے زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔
- ۱۳۔ میرے سرکار! میرا حقیر! آپ ہی کا شیدائے اور میرے اندر تو آپ ہی کی محبت بھری ہوئی ہے۔
- ۱۴۔ اے تمام موجودات سے بزرگ و برتر! اے حاصلِ کائنات! مجھے اپنی بخشش و عطا سے فزائیے اور اپنی خوشنودی کی مسرت بخشے۔
- ۱۵۔ میں آپ کے جود و کرم کا دل سے طلب گار ہوں کہ اس جہان میں ابو حنیفہ کے لیے آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔
- ۱۶۔ اے ہدایت کے علم سر بلند! مشتاقانِ زیارت کے شوق بے حد کے مطابق قیامت تک اللہ کا درود و سلام آپ پر نازل ہوتا رہے۔

فخر الدین گرجانی

الموتی ۴۴۶ و ۶۱۰۵۳

کنون گویم شمسائے پیمبر
چو گمراہی ز گیتی سر بر آورد
بیابان دیو و دام کفر نہاد
ز غمزی هر کس چون گاد و خر بود
یکے ناقوس در دست و چلیپا
گرفته هر یکے رام نگرار
بفضل خورشید یزدان رحمت آورد
بر آید آفتاب راست گویان
چراغ دین ابوالفتاح محمد
پاکی ستیز منور زنده آدم
خدا از آفتابش آفریدش
نبوت را بدو داده و در برهان
سخن گویان ازاں خمیرہ بنامند
کجا در عصر او مردم کہ بودند
بحر در شعرا گفتار ایشان
سخن شان در فصاحت آید راست
کہ مارا سونے یزدانست رہبر
شب بے دانشی سایہ بگسترد
ہمہ گیتی بدان دام اندر افتاد
ہمہ چشمے و گوشے کو رو کر بود
یکے آتش پرست و زند و ادا
کہ آن رہ را بدوزخ بودہ ہمار
ز رحمت نور و گیتی بگسترد
خجستہ رہنمائے راہ جویان
رسول خاتم و یاسینی و احمد
ہر نیکی رہنمائے خلق عالم
ز پاکان و گزینیان برگزیدش
یکے شرفان و دیگر تیغ تیران
ہمہ جویان بدین جان ہر فشانند
فصاحت با شجاعت می نمودند
بین در نامہسا کردار ایشان
ہمہ نشان در شجاعت ہیشا رست

وَأَنَّا لَعَلَّكُمْ خُلُوفَ عَظِيمَةٍ

اور بے شک آپ احسان کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں
(انعام، ۴۱)



انتخاب
تقریباً
(فارسی)

چنان تو سے بدان کردار و گفتار
 چو بشنیدند فرقان از پی میر
 بدانستند کائنات هر دو خدا نیست
 مگر آن تا کام بسر بر خط نبی آوند
 نور دین زودده گشت ظلمت
 پاس و شکر ایزد چون گزاریم
 بدین دین همایوں کا و ہما داد
 رسول آمد رسالت ہا رسانید
 چہ بخشایند و مشفق خدایت
 کہ بر یحییٰ رگی ما بنجشود
 اگر شمشیر بار و بر سر ما
 نگہ داریم دین تا روح داریم
 خدایا آنچہ بر ما بود کردیم
 ز پیغمبر پذیر فیتہ و نیت
 و تو شکست فضل و بر و باری
 ترا احسان و رحمت بیکرالت
 چنان شان در نثار و تیغ خونبار
 بدیدند شش بجنگ بدر و خیر
 پذیرفتش جان را روشنائیت
 و وال از بند گیتی برکشادند
 و ز ابر حق سر و بارید رحمت
 مگر جان را بشکر او سپاریم
 بدین رھبر کہ بہر ما فرستاد
 جہانے را ز خشم او رہانید
 چہ نیکو کار و چہ رحمت نماییت
 رسولے داد و براہ نیک و نمود
 جزین ویشے نباید در خور ما
 بیزدان روح و دین با ہم سپاریم
 تن و جان را بفرمانت سپردیم
 بیفزودیم شکر و آفریت
 چنان کرنا جفا و زشتکاری
 شفیق ما ہمیشہ ن مہربانست

چو پیش رحمت آید محمد

امید ما ز فضلت کے شود زد

حکیم ابوالمجد مجدود دین آدم سنائی غزنوی

وفات ۵۳۵ھ - ۶۱۱ھ

اے سنائی مجرہمی جوئی ز لطف حق سنا
عقل را فتر بان کن اندر بارگاه مصطفیٰ
مصطفیٰ اندر جہاں، آنگہ کے گوید کہ عقل؟
آفتاب اندر ملک آنگہ کے جوید سہا
در خدای آبادیابی امر و نہی و دین و کفر
واحمد مرسل خدای آباد را بس پادشا
چون بناشی خاک در گاہ سر لائے را کہ بہت
پاسبان بام روح القدس و دیان مرتضا
رحمۃ للعالمین آمد طبعیت زو طلب
چہ ازیں عاصی و زان عاصی ہی جوئی شفا
در حریم مصطفیٰ بود بحر ثوار اندر حسام
نایب روئی جفا بینی و خوش خوئی وفا
صورت احسنہ ز آدم بدو یک اندر صفت
آدم از احمد پدید آمد چو ز آصف برخیا
خاک آدم ز آفتاب جو د آواز گشت از ایک
خاک آدم را چنان بود او کہ مس را کیمیا
مقتداے عالم آمد مقتدی در دین حق
من غلام مقتدی و خاک پائے مقتدا

روشن آن بدری که کمتر منزلش عالم بود
این جهان رخسار او دارد ازاں دلیر شد دست
صد هزاران جان فدائے آن سوارے کز جلال
از رخ گردو منور گر همه جنت بود
فرش با سر بر کشد تا عرش را زیر آورد
از گریبان زمین گر صبح او سر بر کشد
خوش سخن شایسته کز اقبال کفش در پیش او
چرخ را از کاف و لاکش کمر زین بود
خاک زاید گوهرے کز گوهران بر تاز شود
در شبے کو "عذرا" اخطانا" همی خواهد ز حق
"حکم" "الا اله" بر فرق رسول الله بین
باد را غنیمت سیماں را چراغ دست کنی

خرم آن صدرے که قبلش حضرت اعظم بود
در بختان انوار او دارد ازاں خستم بود
غاشیه اش بر دوشش پاک عیسیٰ مریم بود
وز لبش یابد طهارت گر همه زمزم بود
دست آن دارد که از زلفش مراد شام بود
تا شب حشر از جمالش صد سپیده دم بود
کشت بریان زبان یابد که در وے ستم بود
خاک را با باد احماشش قبا مسلم بود
بچسب زاید آدمی کو خواسته عالم بود
جبریل آنجب چو طفل الکن و ابکم بود
راستی زمین تکیه گاه آدمی را کم بود
گفت از آن کش نام احمد نقش بر خاتم بود

لے سنائی از ره جان گوی مدح مصطفی
تا ترا سوسے سپهر برترین ستم بود

چون بصرا شد جمال بنید کون از عدم
آفتاب کل مخلوقات آنک از بهر جاه
نیست اندر بهشت جنت کس چو یا قدر و جاه
بر سر چرخ گردان جاه او بینی نشان
رایت "نصر من الله" چون بر آمد از عرب
خاک پایے بود زش از یک جهان نور و یس
بهمو "لا" شد سرنگون آن کس که او گفت "لا"
چرخ اعظم آمد پیش قیامش در رکوع

جاء کسرا زد ببالم بایے عز و اندر قدم
یاد کرد ایزد بجهان او بقرآن در، قسم
نیست در بهشت آسمان دیگر چو یک محتشم
بر نهاد عرش یزداں نام او بینی رقم
آتش اندر زد بجهان شهسواران عجم
در ز لعلین بلال او به از صمد رستم
وز سعادت ما نعم شد آنکه گفت او را نعم
طایر کسری از او کسرو ز جاد او نعم

عالم ارجمند ہزار و صد ہزار است از قیاس
 با قلم باید علم تمام کار با میر و نظم
 از ریا حین سعادت و کمال تحقیق و دانش
 مہتر اولاد آدم خواجہ ہر دو جهان
 از جلال و جاہ و اقبالش نہائے ذوالجلال
 سرور ہر دو جهان و کار ساز حشر و نشر
 مصطفیٰ و مجتبیٰ آن کز برائے خیر حال
 در سخن مجرب نام او گفتن خطا باشد خطا
 پیش علم و علم و مجرب او کجا دارند پاسے

نہست اندر کل عالم با چنوبیک مختتم
 او علم بفرخت اندر کل عالم بے قلم
 صد ہزاران جان بدعت کرد چون باغ ارم
 آنکہ یزدانش امامت داد بر کل آدم
 نام او پیش از ازل بانام خود کرد رقم
 آفتاب دین محمد، ستید عالی، محکم
 در ادائے وحی جبریش ندیدے مہم
 در ہر جز لغت او گفتن ستم باشد ستم
 عالمان عالمین و کور و قات و ابرویم

اے سنانی مجرم و مجرم این چنین سید مگوی
 تا توانی جز بنام نیک او کشای دم

انوری

وفات ۵۸۷ / ۱۱۹۱ء

انوری چون خدا سے راہ نمود
مُصطفیٰ را بتویر بوسینا

برد قدرش بدولتِ فرقان
پائے بر فرقِ گمنامِ مینا

نورِ عرشش بعرش سایہ نمکند
چون تجلی بسینہ سینا

مکین روح و تقدس شد دلِ او
نے دلِ گنگِ بوملِ سینا

سخن از شمعِ دین احمد گو
بے دلا، اہلبا و بے دینا

چشمِ در شمعِ مُصطفیٰ بکاشی
عکسِ تو بمقتلِ نابینا

استاد جمال الدین اصفہانی

وفات ۵۵۸ / ۱۱۹۲

اے از بر سرِ شاہراہیت
 دے قبتہ عرشِ نیکیہ گاہیت
 اے طاقِ نہسم رواقِ بالا
 بشکتِ دگوشہ کلامت
 ہسم عقلِ دودیدہ در رکابت
 ہم شرعِ عزیزہ در پناہیت
 اے چرخِ کبودِ ژندہ دلتے
 در گردنِ پیسہ خانقاہیت
 مر خاکِ گردنِ سمندت
 شبِ طرہ پرچمِ سیاہیت
 جبریلِ مستقیم آستانیت
 انداکِ حریمِ بارگاہیت
 چرخِ ارچہ رفیع، خاکِ پائیت
 عقلِ ارچہ بزرگ، طعنِ رابیت
 خوردست خدا ز رویِ تعظیم
 سرگندہ بروے، بچو ماہیت
 ایزد کہ رقیبِ جانِ خود کرد
 نامِ تو ردیفِ نامِ خود کرد

اے نام تو دستگیرِ آدم
وی حلقِ تو پایہِ عالم

فرزِ شری درت یحییٰ عمران
چاوشِ رہبت مسیح مریم
از نامِ محنتیتِ بیمے

حلقہ شدہ ایں بلند طارم
تو در عدم و گرفتہ قدرت

اقلعِ دجورِ زیرِ خاتم
در خدمتِ انبیاءِ مشرف

وز حرمتِ آدمی مکرم
از امر مبارکِ تو رفتہ

ہم بر سرِ حرفِ خودِ آدم
تا برونہ بوقتِ غلبتِ تو

نہ عشرش و نہ جبرئیلِ محرم
نایافتہ عزِ التفاتی

پیشِ تو زمین و آسمان ہم
نہ کونینِ فراتہ و نہ جودت

افسوسِ طفیلِ جودت

ای مسند تو درای افلاک
 صدر تو د خاک توده عا شاک
 هر چه آن سمت حدوث دارد
 در دیده همت تو خاشاک
 طغی ای جلال تو "لعمرك"
 منشور ولایت تو "لولاک"
 ز حقه و هفت مهر پیش
 دست تو و دامن تو زان پاک
 در راه تو زخم محض مرهم
 بر یاد تو زهر عین تریاک
 در عهد نبوت تو آدم
 پوشیده هنوز غرقه خاک
 تو کرده اشارت از سر انگشت
 مر فسطاط پر نیان زده چاک
 نقش صفاست رایت تو
 لولاک لما خلقت الافلاک
 خراب تو "لَا يَنْتَظِمُ بَلَدِي"
 خوان تو ایشیت خند ربی

حکیم خاقانی شروانی

۱۱۳۹/۵۲۰ - ۱۱۹۹/۵۹۵

زیرین صدق جواهر افزای	در بحر کف محبت جای
هر چند روانے ز زنجاری	تارے زرد لے مصطفائی
میخ زری از پی پیسارا	مرعۃ درج مصطفیٰ را
در دامن درج آن مظفر	نہ چرخ ز علقہ ایست کمتر
هر درج کہ دست کبریا یافت	خاص از پیے قد مصطفیٰ یافت
در دست رعائے آن مظفر	دستبوسے ست غلہ انور
بر صیپ کمال آن مقدس	گویی آنکرا ایست چون اطلس
بر ملک بقاست شاہی اورا	دایست جهان دایہی اورا
تا احمد ملک دار شریعت	در مملکتش دو خط قرعست
در دارالملك بہر فتہ آن	خطبہ ابدی بہ نام اودان
شد غاشیہ دوز عالم پاک ..	اندکیمخت کبود افلاک
نہ غاشیہ است چرخ اختر	چار ابرکانش نہسادہ بر سر
و ایزد کہ قسم بجانش خورداست	سجادہ اش اویم خاک کردہ است
بر شب کہ محمود صبح شد راست	خاص از پی کوی کف خاست
در صحن بقا ستانہ دارد	وز لغت رضا خزانہ دارد
مگردون و ہم ستانہ دوست	فردوس ہم خزانہ دوست
خیمہ زدہ شرع در بنا بش	جل اللہ المتین طنائش
عجرفہ نہان و ہفت مقفش	پس کردہ برفق شرع و قفش

از خشک سالِ حادثه در مصطفیٰ گریز
بودند تا نبود نزولش در این سرای
شایسته است احمد مرسل کساخت حق
آن قابلِ امانت در قالبِ بشر
چون زبنت نبوت او در عرب زدند
او رحمتِ خداست جهانِ خدای را
لے بہتہا زمینی ذاتِ تو عاریت
کاینک بفتح بابِ ضمان کرد مصطفیٰ

این چارہ مادر و سہ موالید بینوا
تا جہ ازل کلاہش و درج اہدقب
وان عامل ارادت در علم جزا
از جود می و آند صلوات آمدش صدا
از رحمتِ خدای شوی خاصہ خدا
خاتالی از عطای تو ہست آیت ثنا

مرغے چنین کہ دانہ و آبش نہاتے تست
پہند کو نشین عالم کشہ جہن

ہر بجم سبز گشن سودا بر آورم
امسال اگر ز کعبہ مرا باز داشت شاہ
حکومت باز پر در کعبہ رساندم
سی سالہ فرض بر در کعبہ قضا کنم
زمزم نشام از شرہ در زیر تاودان
در بایستہ سینہ موج زند ز آبِ آتشین
بر آستانِ کعبہ مصفا کنم ضمیر
ویباچہ سراپہ کل خواجہ رسل
سلطانِ شریع و خادمِ لائتہ اوبلال
در بارگاہِ صاحبِ معراج ہر زمان
وز صورِ آہ بر ملک آوا بر آورم
زین حسرت آتشے ز سوید بر آورم
کا حرام حج و عمرہ ثنا بر آورم
تبخیر آن منہ یضیہ ببطا بر آورم
طوفانِ خون ز صخرہ صفا بر آورم
تا پیش کعبہ تو لوسے لالا بر آورم
زو نعتِ مصطفائے مزکی بر آورم
کز خدمتش مراد ہست بر آورم
من سر بیای بوسی لالا بر آورم
معراجِ دل بجنبتِ مادی بر آورم

تا قریب "قابِ قوسین" بر خاکِ دگرش
 آوازہ "دنا فستہ" بر آدم
 گردِ نقشِ بنجاکِ سرانہ پیاواکنم
 کوثرِ زخاکِ آدم و حوا بر آدم
 کے باشند ان زمان کہ رسمِ تاجِ فقرش
 آوازہ "یا مغیثِ اغثننا" بر آدم
 زان غمتہ ما کہ دارم ز آلودگانِ دہر
 غفلِ وہ آنِ خطیرۃ علیا بر آدم
 دندانم ز شگِ غراست شکستہ اند
 وقتِ تناسے خواہ شنایا بر آدم
 سو گند خوردہ مادرِ طبعم کہ دژناش
 از یک شکم دو گانہ چو جوا بر آدم
 فرداہم از شناعیتِ او کارِ آن سراہی
 در حضرتِ کریم نقالی بر آدم

آن شاہِ لعلک و شاگردِ فاستقم
 مخصوص "قم فاندہ" و مقصود کن فکان
 در دین شفا سے ملتِ عالم رائے خلق
 زمی حق شفیع زلتِ آدم پی جان
 ہم عیب را بعاملِ اشدار پردہ پوش
 ہم غیب را ز عالم اسرار ز جهان
 او سر و جو یسارِ الہی و نفس او
 چن سر و در طریقت ہم پیرو ہم جہان
 او آفتابِ عصمت و از شرمِ ذوالجلال
 لگندہ بر بیانِ قلم سایہ بان
 مرا دوزیم کردہ بہت چو آفتاب
 جنت ز شرمِ طلعتِ او گشتہ غایت
 غور شید بر عمامہ او برفشانہ تاج
 دوزخ ز گردِ ابلق او گشتہ گلستان
 بر جیس بر رواجِ خاکِ کردہ طلیسان

یارب دل شکستہ و دین درست دہ
 کائنجا کہ این دوزیست و بالیست بکیران

نظامی گنجوی

(۵۳۰/۱۱۳۹ء - ۶۱۴/۱۲۱۷ء)

تشنه اول که قلم نقش بست	بر در محبوبه احمد نشست
حرفش جهان حلقه کش میم اوست	خود دو جهان حلقه تسلیم اوست
اتی گویا زبان فصیح	از الف آدم و میم سیح
لغظه روشن تر پرکار کن	نکته پر کار ترین سخن
عصمتیان در حرفش پردگی	عصمت ازو یافته پروردگی
غاشی او سخن در لغت دوز	دوستی او هنر عیب سوز
بر همه سرخیل و سر خیر بود	قطب گران سایه یک سیر بود
چشمه خورشید که محتاج اوست	نیم بلال از شب معراج اوست
شمه نه مندر هفت اختران	ختم رسل حق تم پیغمبران
احمد رسل که خود خاک اوست	هر دو جهان بته فتر اک اوست
کرد جدا سنگ ملامت گرش	گوهر از رگبند گوهرش
بر گهر سه کز دین سنگ غاست	بالش از جمله دندان بهاست

طبع نظامی که گله تازه ایست

بر گل او نغز نوا بلبل است

اے تن تو پاک تراز جان پاک
نقطہ نہ خامہ رحمت تویی
روح تو پروردہ "روحی فداک"
قائمہ بر نقطہ رحمت تویی
اے شب گیسوی تو روزِ نجات
آتش سودائے تو آبِ حیات
خاک تو از بادِ سیلمان بہ است
روضہ چکویم کہ ز رضوان بہ است

سایہ نداری تو کہ نورِ مہی
بلکہ تو خود سایہ نورِ الہی

امی مدنی برق و مکی نقاب
منتظران را برب آمد نفس
سایہ نشین چند بود آفتاب
اے ز تو فریاد بہ فریاد رس
سوے عجم ران منشین در عرب
زردہ روز اینک شبید شب
ناک تو بوسے بولایت سپرد
باز کش این مند از آسودگان
بادِ تفاق آمد و آن بوسے برد
غافل وہ این منبر از آلودگان
غافل غولند پیردانشان
در غلہ دان عدم اندازشان
کم بکن اجرے کہ زیادت خوراند
خاص کن اقطاع کہ غارتگر اند
ماہرہ جسمیم بیاتو جان باش
شعنہ تویی قافلہ تنہا چراست
از طرفہ رختہ دین می کنند
یاسینے در صفت میدان فرست
خیزد بفرمای سرافیل را
تا بدہ این دوندہ قنیل را

خلوتی پردہ اسرار شو
ماہرہ خفیتم تو بیادار شو

فرید الدین عطار نیشاپوری

۵۳۷/۱۱۳۲ هـ — ۶۲۷/۱۲۳۰ م

فداک ابی دانی، این آتشی ؛	براق آمد، مگر بر عزم عرشی ؛
ترا چه عالم و چه عرش و چه فرش ؛	که صد عالم در ای عرش و فرشی
کنون روحانیان عرش را بین ..	چو سر بر خط نهاده انس و وحشی
تویی سلطان مطلق در دو عالم	که خط دادند انس و جان و وحشی
ز بس گامه می جبریل نزومت	شده چون وحیۃ الکلب قریشی
چو اندر عالم جان اوفتادی	از آن بی سایه دایم می درخشی
چو دایم رحمته للعالمین	از آن مجرم دو عالم را بخششی
نگردد مطلع بر نقش تو مطلع	که تو برتر ز نه طاق بنفششی
چو تو برتر ز افلاک، بجز عشق	که داند تا چه نوری و چه نقشی ؛

فیهان الذی اسری لبعده

الی الجیروت و الملکوت کل

زهی ! روز قیامت روز یارت	خلاق سر بسور انتظارت
گنه گاران که بر جان خورده زنهان	همه جان برکت اند زینهارت
کجا پیغمبری دانی ؛ که آن روز	بسوزاند سپند روزگارت
تویی محنت ریکل آفرینش	که حق بی علتی کرد اختیارت
چو تو برباد دیدی ملک عالم	بملک فستد آمد افتخارت

بصورت چرخ از آن فوقِ تر افتاد که چرخ آمد طبعش سئو ثبات
 ملک زان می رود با تشنه بحر شید که هست از دیر گاهی تشنه دارت
 بفراشی از آن می آید ست ابر که از خاکی ترا بنود غبارت
 ترا چون خاکس و چون صاحب آمد مرد و خورشید در لیل و نهات

زهی دارای طول و عرض اکبر

شناخت خواه مطلق روز محشر

زهی با خاک ورت تر بایک اعظم طفیلی وجودت کل عالم . .
 زهی ! موسی عسمران بر در تو بهار دنی میان در بسته محکم
 زهی ! دربان تو بختی افلاک شده چوبک زنت عیسی مریم
 ترا شیطان مسلمان گشته جاوید دل پیچیده سراز پیش آدم
 اگر بانام حق نامست نگرینه کرا باشد مسلمان مسلم
 نیاید خسته ای، که مکتوت شد بجز خاکستر خود بیخ مرهم
 مددگر بنمرد در تو بانگاره نماند مردمش در دیده محکم
 نغین میخواست از مهر تو گردون از آن شد طند کوش ماتند غاتم
 نغینش چون بشد مهر نبوت لباس خویشتن را کرد بی غم

اگر در نطق آیم تا قیامت

نیارم گفت یک صفت تمامت

قطب الدین نختیار کاکی

وفات : ۱۳ ربیع الاول ۶۳۳ / ۲۵ دسمبر ۱۲۳۵ء

اے از شعاع نور تو خورشید تابان راضیا
در بارگاہ عزت بہر علو مرتبہ
گرچہ بصورت آدمی بعد از ہمہ پیغمبران
تو پر دگنی و لبری از ہر چہ گویم بہتری
او عالم پاک آدمی مقصود و لولاک آدمی
جانہا فدائے نام تو مستان ہر از جام تو
اے مہتر آفر زمان ہستی تو مارا جان جان
اے پادشاہ معنوی دروین و دنیا خرد می
تا روئے خوبت دیدہ ام مہراز ہمہ بریدہ ام
شاہان عالم پاکرت تابندگان خاک درت
ہرگز نخواندی یک ورق خلقے گرفت از تو سبق
روز قیامت بے گمان باشی شفیع امتان
یا ران تو چار آمدند پاکیزہ کردار آمدند

آنی کہ ہستی از شرف بالاتر از عرش علا
جبریل و میکو خادمان نقشہ است یک دم ز پا
لما بہ معنی بودہ امی سہیل جملہ انبیاء
دروین و دنیا سرور می ہستی تو دائم با خدا
بس خست و چالاک آدمی جانہا فدایت مرجا
ما بہ بنہ انعام تو، تو بادشاہ و ما گدا
اے پیشانی انس و جان ہستی سپہ سالار ما
چون جانب حق می روی گداز تو مارا بیجا
بنشین، بیا و رویدہ ام اے نور بخش دیدہ
نور ہدایت رہبر ت اے شمع جمع انبیاء
انگشت مرا کردش اے خواجہ معجز نما
رضوان مثال خادمان خدمت کند از جان ترا
گھماتے بے خار آمدند از خویش فانی، با خدا

گر تو بدی ختمِ رسل ایشان بند جز و تو کل بے حُبِ شانِ فردا ز پل کس نگذرو با دعا
چون قطبِ دین نعتِ تو گفت در سخن بہرِ تو سفت
خندان شود چون گلِ تنگفت بگر تو این اخلاص را

آنجا کہ آفتابِ تقائے محمد ست	خورشیدِ ذرۂِ رضائے محمد ست
موسیٰ کہ معجزاتِ وے اندرِ محاش بود	خود با عصائے خورشِ عصائے محمد ست
روحِ الامین صدرِ نشینِ راعی الدوام	وردِ زبانش وردِ ثنائے محمد ست
از گرمیِ زبانہِ خورشیدِ آتشین	روزِ جزای پناہِ لوائے محمد ست
آن موسیٰ کہ مُرد بہ شرحِ شریفِ اد	مستوجبِ عطاءے خدائے محمد ست
راضی بود خدایِ ازان بندہ کہ او	کارے کہ می کند برضائے محمد ست

اگر دو دلِ دیدہ ہر آن کہ چہ قطبِ میں
او را دو دیدہ برکتِ پائے محمد ست

اوحدی کرمانی

وفات : ۱۳۳۵ / ۳۸ / ۱۲۳۵

دست در دامن پیمبر زن	عاشقی خیز و حلفت بر در زن
نظر او دوائے دردِ توبس	حُب این خولجہ پامیر و توبس
پنہتہ او بود و این دگر حُسن نام	اوست معنی و این دگر حُسن نام
در رہِ مصطفیٰ کم از خاک اند	آنکہ از اصطفایِ افلاکند
دیگران را بہل بر این در و بام	از در او توان رسید یکام
او خداوندِ دین و صاحبِ درد	اوست در کائنات مردم و مرد
ہر شب ہائے اوشبِ معراج	بر سر او ز نیک نامی تاج
او چراغِ آنجکے شکایتِ شب	پیش او خود مکن حکایتِ شب
اختر پنج رکن و نہ بُرجِ اوست	گو ہر چار عقد و نہ دُرجِ اوست
ملک از زمرہ غلامانش	شقہ عیشِ حطبت و امانش
آفتابش چہ باشد اندر مُشت	آنکہ مریش کند بنیم انگشت
پایش آسان رود بر او ملک	و آنکہ در دستِ اوست ہر ملک
خیمہ بر تارکِ پہرہ زدہ	شبِ معراج کوسِ پہرہ زدہ
بییقین خود احد بماند راست	میم احمد چہ از میان برعاست

راہ دان اُست، جبرئیل ساز	مسد چ او آورد، دلش ساز
اے فلک مویک ستارہ حشر	وے زبشرت کشادہ رے بشر
قلم نصرت ز عالم نور	یزک شکر صبا و دبور
چرخ ز پایہ پائے منبر تو	بسر عرش جائے منبر تو
معجزت بگ زبان بخشہ	بوسے خلقت بقرہ جان بخشہ
روز محشر کہ بار عام بود	از تو یک آمتی تمام بود
بگرفتہ بنو شرع یقین	چار یار تو چار حد زمین

نایزد و ما درود چون باران

بروان تو باد و بریاران

خلاق المعانی کمال الذین اسمعیل

دفات : ۶۳۵ / ۶۳۸

اے مجزبا حرامِ خدایتِ نبیرہ نام
از آتشِ سنانِ تو یک شعله نورِ صبح
اصورتِ تو رحمتِ عالمِ نیامد ہے
اے نقشبِ کردہ بر صفحاتِ وجودِ خویش
اے سبکِ انبیازِ وجودِ تو با نظام
از پرچمِ سپاہِ تو یک تارِ زلفِ شام
از حضرتِ خدایِ کہ دادی بپایم
عرشِ مجیدِ نامِ ترا از برائے نام
روحِ القدسِ منسدلِ الا لہ المقام
در موبِ جلالِ تو از عجزِ باز ماند
در دیکِ تو چہ تنحفِ فرستیم باز دور

عیسیٰ ز مقدماتِ چو در ایامِ شرودہ داد

از یمنِ این سخنِ نفسش جانِ برودہ داد

اے کردہ خاکِ پائے تو با عرشِ مہری
بر معرضِ ظهورِ نکرد از علوتِ در
در بایتِ وحیِ راشدہ خواصِ جبریل
نوکرہ از تواضعِ درویشی اختیار
ختمت بر کمالِ تو ختمِ پیبیری
با آفتابِ سایہِ شخصیتِ برابری
جو ہر کلامِ حق و زبانِ تو جو مہری
وز بہتِ تو یافتہ وریا تو انگری
چون تیر برگزشتہ ز افلاکِ چنبری
تا جز فرازِ دیدہ ادکامِ نسیری
جاستے کہ جبریلِ ندانست رہبری
تو برگزشتہ فارغ و آزاد از ہمہ

برہانِ معجزہ تو کلامِ الہی ست
نہ چون کلیم و ذوالنون از ما وہی ست

اے از فراز سدرہ برافراشته علم	اے صورتِ شفا سے تو درمورثِ الم
پروازِ مرغِ ہمت تو در فضائے قرب	خلوتِ سرائے شکرت تو عالمِ قدم
چشم و چراغِ ہر دو جہانی و ہر شبے	تا روزِ ایستادہ چو شمعے بیک قدم
گسترده در سرائے نبوت بساطِ تو	آدمِ ہنوز رختِ نیا و رده از عدم
روحانیان در آرزوے خاکپاستے تو	با خاکیان نشسته تو از غایتِ کرم
نورِ تو پیش از آدم و سایہ پس از رسل	زالست نورِ سایہ پیش و پستِ چو ہم

از بیمِ آبرو سے تو در روزِ رستخیز
آتشِ نمودہ پشتِ و گرفتہ رہ گریز

اے با علو ہمت تو آسمانِ زمین	اے گامِ اولین تو بر چرخِ ہفتمین
ظلمتِ زواے عالمِ جانی از انکہ ہست	لفظِ تو آفتاب و نفسِ صبحِ راستین
پیروژہ فلک نہ بسوے کفِ وجود	نامِ محمد از بندے نقشِ آن نگین
آدم کہ دائرہ زیہشتش بدرنگند	از خمِ شفاعتِ تو بہت خورشیدین

انگشتِ معجز تو کہ تینے است آبدار	یک زخمِ او کند سپرِ ماہ را و دیم
مخلوق در ثنائے تو تا خود کجارسد	خاندہ خدائے با عظمتِ خلق تو عظیم
تشریفِ ادواتِ ترا از صفاتِ خویش	گا ہے کریم و گاہ رون و گہے رحیم

عکس ز نور رُے تو خورشیدِ انور است	ہٹھے ز قلمِ کرمِت حوضِ کوثر است
اندر ریاضِ وحی زبانِ تو بلبے است	واندر بجا رفتہ آن خلقِ تو حنبر است
چون عینِ ہر کہ یافت ز خلقِ تو شیر	خندان لبِ دقیقِ دل و خوب محضر است
ہر کو ز سوزِ دل نفیے سر و بر کشید	در زیرِ دامنِ کرمِت ہمو بحر است

آنجا کہ قدرتِ ملک را مدار نیست	و آنجا کہ قہرِ تست زمین را قرار نیست
گر چہ شمارِ خلقِ جہان از عطائے تست	در عالمِ عطائے تو رسمِ شمار نیست
تا تہمتِ جنونِ نمنہ کفرِ سرزہ گوی	انگشتِ خطِ نگارِ تو بر نئے سوار نیست
ہر چہ آمدتِ بدستِ بادی و پیشِ ازاں	دینِ جوہرِ آنکس است کش از فقرِ عار نیست
نہ انبیائے مرسل و نہ حبیبِ میل را	در پردہِ ہائے خلوتِ خاصِ تو بار نیست
اے انبیا بسایہ تو کردہ التجاء	آن کیست کش بسایہ جاہ تو کار نیست
در پائے مدحتِ تو ز پہناوری کہ ہست	در وے شناسانِ سخن را گذار نیست

مولانا جلال الدین محمد زوی

۶۱۲۰۴/۶۰۴ ————— ۶۱۲۴۳/۶۰۳

سید و سرور محمد، نور جان مہتر و بہتر شفیق مجسم جان

اے نادۂ دورانِ ازمات سلام اللہ
اے محرمِ رازِ حق دانستہ حق از مطلق
اے واروی درِ دِل و سے جل بہہ مشکل
اے آنکہ تو سلفانی و سے آنکہ تو خاقانی
اے عارفِ دیرینہ و سے خازنِ گنجینہ
اے آدمِ مشتاقان و سے عیسیٰ غمناکان
اے مہترِ شہبازان و سے شاہِ سرفرازان
اے بنجتِ سعیدین و سے وعدہ و وعیدین
ہم صدق و صدا داری ہم عدل و فاداری
ہم جو دوستِ خاداری ہم لطفِ خدا داری
ہم مردِ خدائی تو ہم راہِ نبائی تو
ہم جان و جہانی تو ہم امن و امانی تو
ہم راحتِ روحی تو ہم فتنہ و فتوحی تو
ہم آبِ حیاتِی تو ہم دفعِ مہماتی تو
ہم مسجد و محرابی ہم ہادی صحابی
ہم شوروی و ہم سرور ہم سروری و ہم عزور
اے میرِ جہانِ بخت و سبے خاکِ درتِ ختم

اے یوسفِ مصر جان ازمات سلام اللہ
شک نیست درین الحق ازمات سلام اللہ
و سے فاضل و سے عاقل ازمات سلام اللہ
اے آنکہ تو چون جانی ازمات سلام اللہ
اے سینہ بے کیسہ ازمات سلام اللہ
و سے مہدی ہر پاکان ازمات سلام اللہ
اے سرورِ جانبازان ازمات سلام اللہ
و سے دُورے تو عیدِ من ازمات سلام اللہ
ہم حلم و حسیا واری ازمات سلام اللہ
ہم ملکِ بخت واری ازمات سلام اللہ
ہم درد و دوائی تو ازمات سلام اللہ
ہم گنجِ نہائی تو ازمات سلام اللہ
ہم بامِ صبوحی تو ازمات سلام اللہ
ہم قدرِ براقی تو ازمات سلام اللہ
ہم مونسِ احبابی ازمات سلام اللہ
ہم حُسنِ و مسمِ زیور ازمات سلام اللہ
و سے دولتِ لے بختم تو ازمات سلام اللہ

مہر تو نشانستم از مات سلام اللہ
 دریاب کہ غم خوارم از مات سلام اللہ
 اے طالع فیروزم از مات سلام اللہ
 با جان پُر آہم من از مات سلام اللہ
 پیوستہ غریبم از مات سلام اللہ
 در و طرہ و عنبر قائم از مات سلام اللہ

اکدن کہ بدانستم چندانکہ توانستم
 دریاب کہ بیمارم دریاب کہ افکارم
 در ہجر تو می سوزم تاریک شدہ روزم
 بانالہ و آہم من بازوے چو کاہم من
 باویدہ گریانم با سیرتہ بریانم
 چون چشمم تو در خوابم چون زلف تو در تانم

و سے از ہمہ حاضر تر از مات سلام اللہ
 احسنت زہے منظر از مات سلام اللہ
 اے از دور جہان بزر از مات سلام اللہ
 بر مومن و بر کافر از مات سلام اللہ
 اے مہر پراز شکر از مات سلام اللہ
 عالم و توشہ انور از مات سلام اللہ
 اے ماموزا چاکر از مات سلام اللہ
 و سے مستی تو در سر از مات سلام اللہ
 از ہر دو توفی خوشتر از مات سلام اللہ

اے غایب ازین محضر از مات سلام اللہ
 اے نور پسندیدہ و سے روشنی دیدہ
 اے رحمتِ رحمانی و سے نعمتِ یزدانی
 اے صورتِ روحانی و سے رحمتِ ربانی
 ہم چشمہ انواری ہم لذتِ اسرارِی
 ہم معنی اسرارِی ہم پر تو انواری
 چون ماہ تمام آتی انگار بہ بام آتی
 اے شاہد بے نقصان و سے روحِ زکوٰۃ و قضا
 ہم جوششِ فے از تو ہم شکر نے از تو

شمس الحق تبسری می بالخلعہ آمیز می
 ہم مشکلی و ہم عنبر از مات سلام اللہ

شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی

۱۲۱۳/۹۱۰ — ۱۲۸۹/۹۸۸ھ

ای رختِ بجمعِ جمال شد	مطلعِ نورِ ذوالجلال شد
ذروہِ عرش و قبةِ ملکوت	نیرِ پای تو پاتمال شد
ہرچہ آن خواستہ شدہ موجود	آنچہ نا خواستہ محال شد
بہر تو نیستی شدہ ہمہ ہست	ہمہ ہست از تو ماکمال شد
سایہ از تابِ آفتابِ رخت	در نہایتِ زوال شد
عقل در مکتبِ ہدایت تو	دیو بودہ ملکِ خصال شد
ز العکاسِ شعاعِ طلعت تو	آفتابِ آئینہ مثال شد
تا معطر کند ریاحینِ قدس	از سرگرمی تو شمال شد
ہر سحرِ مقبلانِ تدسی را	رویِ خوبتِ نخبۂ قاتل شد
حلقہ دارانِ چرخِ بر در تو	حلقہ درگوشِ چون بلال شد
ز آبِ رویت خیلِ را آتش	گلشن و منبعِ زلال شد
از مدیکِ تو عاجز آمدِ عقل	ناطقہ و زبانت لال شد
قدر تو در جهانِ مہنجیہ	نعتِ تو یزیدِ از مثال شد
نظرے کن بظلمے عورے	دل و دینِ فہم جاہ و مال شد
مُسر در ناخوشی بسر بردہ	عیش بے خوشی و ہال شد

کرده در شرع تو شرع دیک نفس بر پائے ادعقال شده
 بر در شرب تو چگونہ پرد مرنگے سر شکستہ بال شده
 راہ دہ پرورت عسراقی را
 لے ورت جملہ را اہال شده

(۲)

قبلہ روی صوفیان پاکیزہ صفای او
 سرمہ چشم قدسیان خاک و سرای او
 گوہر بحیرہ اجتناب سر پہر اصطفای
 یافتہ نور انبیا روشنی از صفای او
 تافتہ حسن ایزدی از رخ خوب احمدی
 خضر بقای سرمدی یافتہ از بقای او
 بردہ زمرسلان سبق خاتم ابلیار بحق
 طینت او ز نور حق طلعتش از بہای او
 حضرت عزت و وطن خلوت اور در انجمن
 خاص و ندیم ذوالمنن ہر دو جان برای او
 چاکہ در گمش جان بندہ اوست انس و جان
 عرش مجید آسمان ساخت قرب جایی او

شیخ سعدی شیرازی

۱۰/۶۰۶ - ۱۲۰۹ - ۶۹۰/۱۲۹۱ء

ماہ فتنہ و ماند از جمال محمد
قدر فلک را کمال و منزله نیست
وعدہ دیدار هر کسی بقیامت
آدم و نوح و عیسیٰ و موسیٰ و عیسیٰ
عرصہ گیتی مجال بہت اذیت
و آنہم پیرایہ بستہ جنت فردوس
شمس و قمر بر زمین حشر نہا بند
ہیچو زمین خواہد آسمان کہ بیفتد
شاید اگر آفتاب و ماہ نہا بند
چشم مرا تا بخواب دید جمالش

سر و نیاز شد با عتدال محمد
در نظر فتنہ با کمال محمد
لیلہ اسرہی شب وصال محمد
آمدہ مجسموع در ظلال محمد
روز قیامت مگر مجال محمد
بو کہ قبولش کند بلال محمد
نور نہت باید مگر جمال محمد
تا بدہد بسند بر لعل محمد
پیش دو ابروی بلال محمد
خواب نمی گیرد از خیال محمد

سعدی اگر عاشقی کنی و جوانی

عشق محمد بس است و آل محمد

(۲۲)

اے چشم و چراغ اہل بنیش
صاحب دل "لاینام قلبی"
در وصف تو لابی بعدی
اے عرش مجید بارگاہت

مقصود وجود آفرینش
مہمان "ابیت عند ربی"
خود وصف تو و زبان سعدی؟
ومی کعبہ و قبلہ و ریاضت

اے بر سر حسن خلق سایہ تو

ومی چہ رخ کینہ پایہ تو

(۳)

امید رحمت آریے خصوصاً از آنکه در خاطر
محمد کز ثنائے فضل او بر خاک هر خاطر
چو دولت باید تمجید ذات مصطفی گویم
زبان را در کش ای سمدی ز شرح علم او گفتن
اگر تو حکمت آموزی بدیوان محمد رو
که بود جمل آن بود که خود بدانش بوالحکم گردد
شنائے سنیہ مرسل نبی محترم گردد
که بار و قطره در حال دریائے نعم گردد
که در در یوزہ صوفی گردد اصحاب کرم گردد
تو در علمش چه دانی باش تا فردا علم گردد
که بود جمل آن بود که خود بدانش بوالحکم گردد

ز فقر جاودانی رست و صاحب مال دنیا شد
هر آن درویش صاحب دل کزین در محشم گردد

(۴)

کریم السیایا جمیل الشیم
امام رسل پیشوائے جمیل
شفیع الوری خواجہ لبث و نشر
کلمے کہ چرخ فلک بکوی است
شفیع مطالع نبی کریم
یقینے کہ ناکر وہ قرآن رست
چو عزمش بر ایخت شیر بیم
چو بیتش در افواہ دنیا فساد
بر لا قامت لیت شکست خود
مذلات و عزیزی بر آورد گرد
نبی البرایا شفیع الامم
امین حشدا حبیب جبریل
امام الہدی صدر دیوان حشر
ہمد نور با پر نور دوست
قسیم جیم نسیم و نسیم
کتب غامہ چند ملت شمسیت
بمعجز میان قمر زود و نیم
تزلزل در ایوان کسری فساد
باعزاز و بین آب عزیزی بہرود
کہ توریت و انجیل منسوخ کرد

شبے پرشت از فلک برگزشت
 چنان گرم در تیرِ قرینت براند
 بدو گفت سالارِ بیتِ اکرام
 چو در دوستی مخلصم یافتی
 بجنتِ فناء از عالم نماند
 اگر یک سرِ موی بر تر پرم
 نماند بعضیان کے در گرد
 چو نعتِ پسندیدہ گویم ترا
 درودِ ملک پر روان تو باد
 چو کم گرد و اے صدرِ فرخندہ پی
 کہ باشند مشتے گدایانِ خیل
 خدایت ثنا گفت و تجلیل کرد
 بلند آسمان پیشِ قدرتِ نجل
 تو اصلِ وجودِ آدمی از نخست
 ندانم گداین سخن گویت
 تو اعترافِ ولایتِ تمکین بست
 بنمکین و جاہ از ملک برگزشت
 کہ بر سرِ جبرئیل از دوازمانہ
 کہ اے حاملِ وحی بر تر خرام
 عنانم ز صحبتِ چسرا تافتی
 بماندم کہ نیروے عالم نماند
 وند و غنچِ تجلی بسوزد پرم
 کہ وار و چنین سیدی پیشرو
 علیک السلام اے نبی الورا
 بر اصحابِ بر پروان تو باد
 ز دستِ رفیعیت بدر گاہِ حی
 بہمان وارِ سلامت طفیل
 زمین بوسِ قدر تو جبرئیل کرد
 تو مخلوقِ آدم ہنوز آب و گل
 و گر ہر چہ موجود شد فرحِ تست
 کہ والاتزی زانچہ من گویت
 شلتے تو طے و "یلین" بست

چو دصفت کند سعدیِ ناتمام؟

علیک الصلوٰۃ اے نبی السلام

مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری

۱۱۹۶/۵۹۲ — ۱۲۹۱/۶۹۰

بنما جمال خود را یک دم من نگارا	تا در رخ تو بینم نور حشا نهارا
پروہ بر افکن از رخ من یا فتم ز رویت	در ذات تو بویدا انوار کبیرا
من هیچ غم ندارم در روز محشر از ذوق	دیدم بچشم حق بین سلطان انبیا را
سوئے خدا دم من از هر درے که خواهم	دارم بدست عرفان دامن مصطفیٰ را
بوسے ز زلف مشکین با هر کسے رساند	یارب بده تو را سہے در کوئے اوصیا را
عالم کشی و گونی اینها ہم از قضا شد	راہے کجاست جانان در کوئے توقفا را

عالم زماہ رویاں گر پُر شود نہ بینم
جھو تو، بہ تو ز اول دارم رو وقارا

ما عاشقِ ظہورِ جمالِ محمدیم	سرست از شرابِ وصالِ محمدیم
از آفتابِ حشر نداریم غم کہ ما	در زیرِ ظلِ ہر جلالِ محمدیم
اہلِ سلامتیم از ان رُوز صدقِ دل	در قول و فعل مالِ جمالِ محمدیم
از بہر کار سازی ما اینقدر بسست	کز صدقِ خاکپاستے بلالِ محمدیم
با صد ہزار شوق و طرف تا بروزِ حشر	مانندہ جمالِ جمالِ محمدیم

صابر ز فرق تا بقدم گشتے ایم گوش
از ذوق در ہوائے متالی محمدیم

خواجہ بہاء تبریزی

وفات : ۷۱۳ / ۱۳۱۳ء

دلم ز عہدہ عشقت برون نمی آید
بجائے ہمد میر مونسے مراد لے باید

بہانے ہر سرِ مروت نہ سادہ ام جانے
زہے معاملہ گر دیگرے نیفزاید

شہید تیغ تو جاننا بندگان بخش
گرائے کوسے تو بر خردان بخش یہ

بنحمتہ کہ رساند نسیم بوسے خوشنت
اگر در آتش سوزان بود بیاساید

روان شود ز لبم چشمہ ہائے آبِ حیات
چو نام دوست مرا بر سر زبان آید

ہزار بار بستم دہن بکشک و مگلاب
ہنوز ہم تو برون مرا نمی شاید

نظر بدستے تو کردن مستم است آزا
کہ دیدہ را بحسب مال و گر نیالاید

دو زبوسے تو یابد نسیم فصل بہار
کہ چون بہشت چمن را بگل بیاراید

زہے نختہ صبا سے کہ وقت بیداری
بہائم روئے تو بیند چو دیدہ بکشاید

امیر خسرو دہلوی

۱۲۵۳/۶۵۱ - ۱۳۲۵/۷۲۵

اے دل و جان ماندہ خیزرہ سوے جان طلب	در نفسِ اسل درو مایہ در مان طلب
پروہِ اسلی ست فقر کز ملکہ این کشای	لجہ در یاست عشق کز گہرے آن طلب
مخت تاج و سریر گر بقفایت دود	تو بجا یان گریز دولت از ایشان طلب
ہر کہ بجے زندہ داشت ہمدم روح اللہ است	نان چربائی ز خوالش چاشنی جان طلب
مست شولے ہوشیار یک آزیں بادہ تیز	از قدحِ مصطفیٰ جرعت احسان طلب

احمد مرسل کزو چرخ علو یافتہ

نامہ تلمک الرسل فضل ازو یافتہ

سنتِ عشاق نیست دل ہوس داشتن	قالبِ خاکی چو باد ہمرہ خس داشتن
زندگی مردِ پیت خواب نہادن ز سر	پس چو برون رفت خواب پس نفس داشتن
سنگ نکلدن بود در صفتِ مردان عیب	دانہ تسبیح را دام ہوس داشتن
ہمت درویش لبِ خلد، می و انگبین	بدر زر آنکہ دروشیر مگس داشتن
گندم آدم مجوی کز صفتِ مصطفیٰ ست	ہیچو یتیم خلیل طاسِ عدس داشتن

میم کہ در احمد ست چون بخرد بگری

ہست بنقشِ احد خاتمِ پیغمبری

اے زدمِ زندگی جسم تو حبان ہمہ	خلق ہمہ گوہر مند سنگ تو کان ہمہ
از ظلماتِ عدم راہ کہ بُرے برون	گر نشدے نور تو شمع روان ہمہ
بر درقِ کاف و نون از سرِ کلکت چکید	ہر چہ ز آیاتِ لطف بود نشان ہمہ
تا بہ فیضانِ رسید گوہرِ لفظ تو شد	رخنہ ز دندانہا تیغِ زبان ہمہ
تینغِ ید اللہ توئی با گہرِ اقلوا	زائد ترا بر کشید حقِ زمین ہمہ

بر سر مر بر زود جز تو کے تیسرا ازانکہ
 نیست زنون والقلم تیر و کمان ہمار
 باو گناہ چو کوہ ہر دم و غم فی کہ ہست
 بر کشت نازکت بار گران ہمار
 طرفہ کہ چو آفتاب سایہ نداری ہست
 از لفت خود شید حشر از تو امان ہمار
 گر چہ بخوانی بظلف و رچہ برانی بقہر
 با ہمار زان تو نیم این تواز آن ہمار

باتو دل کافران گر ز درون راز گفت

نہست عجب زانکہ شک باتو سخن باز گفت

بر احم از عون تو رحمت حق بیش باد
 ہشت در خلد باز ہفت درک پیش باد
 مایہ عصیان مابست ز اندازہ بیش
 در حق با عاصیان عون تو زان بیش باد
 باتو چہ زہرہ مرا لاف محبت دلے
 دوستی بند گاشت بر دل من خویش باد
 چون سفر افتد مرا در رہ تار یک گور
 پر تو دین تو ام مشعلہ در پیش باد
 از بد و لغو و دروغ کام و لبم ہست ریش
 ہم تو ام بر زبان مرہم این ریش باد
 نوش شنایت مرا کرد زبان بیش گل
 شہد شہادت مدام در سر این بیش باد
 لغت تو گنجینہ ایست نقد دو عالم قدو
 طعنے زان تا ابد خسرو درویش باد

گم شدہ ام در تو خواست راہ یقین میکنم
 رہ سوئے فتنہ آن بس ختم برین میکنم

محمّد است چو دریائے رحمت اندر پیش
 پیش کجا رسد آتش بامت مسکین
 شمار حسن تقویم را بتختہ خاک
 ولیست حرف مہین و آدم بجہلیت زین
 مکنونات ز تقدیر جملہ معلومند
 صحیح ذات رسولست و علتش تہکومین
 ہرست شمع شبستان کمن ز نور نخت
 کہ بہت دودے از ان نہ پیراوج نشین
 شد ندان ہر تن روح قدس روح اللہ
 کہ کے بخت دو و میر ہر پیش آن یسین

در آن زمانکہ بر ندیم بسوئے ظلمت کور

ز نور دین و تقویم باد شمع راہ امین

می دالم چپ منزل بود شب جائے کہ من بودم
 بہ ہر سو رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم
 پری پیکر نگارے سر و قدے لالہ رخسارے
 سراپا آفت دل بود شب جائے کہ من بودم
 رقیباں گوشت بر آواز، او درناز، من ترسان
 سخن گفتن چپ بود شب جائے کہ من بودم
 خدا خود میسر مجلس بود اندر لامکان خسرو
 محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

خواجہ کرمانی

وفات : ۱۳۲۹ ر

صلی علی محمد و آلہ تاج الاصطفیٰ صاحب حبش الابداننا ظم عقد الالقاء
بلبل بوستان شریع اختر آسمان دین کوکب وری زمین وری کوکب سما
تاج ده پمیران باجستان قیصران کارگشای سرسلین راهبستهای ابناء
نیداولین رسل مرسل آخرین زمان صاحب بختمین قران خواجہ ہشتمین سرا
ہستی امرکن فکان مقصد حرفت کافنون برق رو براق ران خاکی عرش متکا
شمع سراچہ ابیت اختر برج لودنوت تبارک دینی دنی مالک ملکوت دنی
رحمت بورطہ بلا تحت بدرودہ علا خانہ بگوشتہ فنا وادہ خوشہ بقا
تازی شیرینی لقب مکی ہاشمی نسب متکلف سراپی وحی امی امینی سرا
طیب طیبہ استان طائر کعبہ آشیان گوہرکان لامرکان تختہ برج کبریا
روضہ آدم صغی آدم روضہ رضا صوفی صفہ صفا سر و حدیقہ وفا
زبروی چون بلال او تافہ نعل ماہ نو وز رخ مہ مثال او یافتہ مشتری بہا
مشتعل از جبین او شمع سراچہ ہدی مستم از نسیم او غنچہ باغ اہتدا
خوردہ باب رومی او نور و رود گر قسم کردہ بنجاک کوی او آدم خاکی التبا
منہم از عروج او قبہ قصر قیصران منہزم از عروج او خسرو خطہ خطا
ابطنی کہ چون علم بر جسم وجود زد از پی پای برس او گشت نہ آسان دوتا
صومندی کہ نیستش زمزمہ درود از دہست چو دیر موبدان لائق نفت و پوریا
چون ورا کہ یتیم شد بود بہای او فزول زانک خرد فزون نہد در یتیم را بہا

مسز دیان شام بین از هوس روانی او
 برده چو زهره از شرف پاره عطف دامنش
 ای ز مضیق کن فکان سوی مکان مکان
 روی تو قبله ملک کوی تو کعبه فلک
 صدر تو مصدر امان زخم تو مرهم روان
 شاه نشان قدسیان تخت نشین شهر قدس
 آئینه پیر را مهر رخ تو صیقلی
 روح این چو عرض کرد آب رخ تو بریل
 شاه فلک چو بگرد طلعت ماه پیکرت
 ای شده آب زمزم از خاک در سمری تو
 عقل چو دید کاسان پیش تو در رکوع شد
 دست عنایتی که ما منتقریم دگر دست
 پیش رواق نیگون بسته غشاوه عشا
 بهر طراز آتین چرخ زمر دین قبا
 رانده و باغ سدره را دیده بیدر مستنهی
 مختلف تو قدح ملک معتقد تو دست نهجا
 ورد تو موجب دوا رنج تو علت شفا
 ای شه ملک اصطفاوی لقب تو مصطفی
 دیده آفتاب را خاک در تو توتی
 در تبه چاه آب شد یوسف مصری از حیا
 ذره صفت در اذقته بر سر بامست از بهوا
 کعبه زلست با شرف مروه زلست با صفا
 نزد قیام قامتت داد صسلوه راصلا
 خوان شفاعتی که ما مشتبهیم و ناشتا

خواجو اگر نداشتی برگ بهار عشق تو

بیل باغ طبع او هیچ نداشتی نوا

ضیاءِ نخبشی بدایونی

وفات : ۱۳۵۰ / ۶۱۳۵۰

پیامی دارم و لبس خوش پیامی
 که خواهم برد از مایک سلامی
 بسوی روضه پاک رسولی
 که بی او عرش را نبود قبولی
 بدمر محمدت محمود عالم
 محمد آن که شد مقصود عالم
 جهان را راه حق بنموده او
 مکان و لامکان پیموده او
 سرودش از خاشیه داران آن در
 رواق بی ستون ایوان آن در
 سواد النسی و جانی گرفت
 بقیع خضر سلطان گرفت
 کشاده کاربائے پیچ در پیچ
 بچشم همتش عالم همه پیچ
 به پیشش شیر شرزه میش پیشه
 دوعالم را شر درویش پیشه
 ضیای نخبشی باشد غلامش
 جهان زد سکه شاهی بنا مش

عماد فقیر کرمانی

وفات ۱ / ۴۴۳ / ۶۱۳۷۲

مقصود آب گل چو وجود محمد است	از طینتش مہانی ہستی شینہ است
بر قائم ثبوت او مسہر لایزال	بر صفحہ رسالت او نقش سرمد است
عرش مجید پایہ معراج مصطفیٰ است	بدر منیر آیت اعجاز احمد است
نعل سمند اوست کہ در گوش آسمان	پائے جلال اوست کہ بر فرقہ قد است
گر دید آب از آتش رنگ از حدیث او	لولوی شاہوار کہ آب معتد است
گمگونہ کرد از عرق رے چون گلشن	ہر شاہد چین کہ عذارش مورد است
ہر دل کہ پشت گرمی از مہر او نیافت	در زہریر و دوزخ ہنقم منکد است
دنیش بنصرت محمدیت کمال گیر	شرعش بقوت احدیت وزید است
لے از چراغ روئے تو قندیل کردہ باز	شمع فلک کہ مشعلہ ہفت میع است
کردہ اشارتت سپر ماہ را دو نیم	برمان قاطع تو ز تیغ مجسود است
جان را کہ با تو عہد قدیمت در میان	ہر دم بر آستان تو شوقی مجدد است

شد بندہ کینہ در گاہ تو عماد

آزاد بندہ کہ غلام محمد است

خواجہ جمال الدین سلمان ساوجی

۶۱۳۰۹/۴۰۹ - ۶۱۳۴۶/۴۴۸

ہر دل کہ در ہوائے جمالش مجال یافت
 عنقائے ہمتش در چہان زیرِ پال یافت
 ہر جان کہ با بلائے ولایت گرفت انس
 از نعمت و نعیم و عالم ملال یافت
 جبریل را تہمتی شمع جمال او
 پروانہ وار سوختہ بسے پرو بال یافت
 اے منہی کہ ناطقہ خوش سرانے او
 در حصرِ نعمت تو خرد گنگ دلال یافت
 یک ذرہ از لواحقِ نورت عنالہ را
 یک شمش از روایحِ خلقت غزال یافت
 بسے دگر و دامنِ لطفت دماغ باغ
 در جیب و آستین صبا و شمال یافت
 ہر آفتاب کز افقِ عزت تو یافت
 نہ غلِ کست دید و نہ نقش زوال یافت
 از ملکِ ہمت و بہت لب لعل آسمان
 یک گرشہ از ولایتِ باد و بلال یافت

مگر نخل را جلالِ تو تشنه یست و وحی داد
 مگر نخل بر بساطِ تو منشورِ فتال یافت
 چون زلفِ شادمان، ز تو هر کس که سر یافت
 خود را یہ گیم و پراگندہ حال یافت
 بیاوت از در آتش سو زندہ شد کسی
 آتش ذہاب و چشمہ آبِ زلال یافت
 سلفِ تو با عروسِ جهان یک کرشمہ کرد
 زان یک کرشمہ ایں ہمہ غنچ و دلال یافت
 در حضرتِ تو روستے سفید آمد آن کہ او
 بر روستے دل ز فقر یہ رومی قال یافت
 کلام نمی رسد بصفاتِ کہ وصفِ تو
 بروست و پائے عقل ز حیرت عقل یافت
 فکرِ ہوائی بشریت گجا و کے
 دربارِ گاہِ وصفِ ہر ایت مجال یافت
 نیک اخترے بمنزلِ وصلت رسد کہ او
 بابر و فتد و صدر و شرف اتصال یافت
 سلطانِ مہر و ذکون کہ کوہین در ازل
 بر سمنہ نوالہ مجروش نوال یافت

ادنیٰ مقامِ او شبِ معراجِ روحِ قدس
 اعلیٰ مراتبِ ورجاستِ کمال یافت
 خلقتِ پیارِ عالمِ لطیفِ الہی است
 زانِ رو مزاجِ عالمِ اُزداعتدال یافت
 چلِ صبحِ دہشتِ خلدِ بنامِ محمدست
 خود مختلِ حادِ میمِ برینِ حال یافت
 منشورِ خلعتِ ارچہ بتوفیقِ احمدی
 مشہور گشت، مُہرِ ولادتِ بآل یافت
 سلمانِ بدمِ آلِ نبی درجِ سینہ را
 همچونِ صدفِ خندینہ عقدِ لال یافت
 جز در ثنائے ایزدِ بیچونِ حرام گشت
 شہرِ رہی کہ رونقِ سحرِ ملال یافت
 یاربِ بے‌اشقِ شبِ اسرا کہ با حبیب
 در خلوتِ "وفاقتِ دلی" وصال یافت
 بر حالِ این شکستہ درویشِ دانگمیر
 دینِ یک نظر کہ ہر دو جہاںِ نوال یافت

ابن عماد شیرازی

وفات : ۸۰۰ / ۱۳۹۸ھ

اے برحمتِ خلقِ را در مجمعِ محشر شفیع
 پادشاهانِ جهانِ حکمِ مطاعتِ را مطیع
 کارِ کفر از صولتِ همچونِ مناکِ خاکِ پست
 قدرِ دینِ از دولتِ چونِ طارمِ اعلیٰ رفیع
 دیدہ است از کحلِ "ما زاغ البصر" آمد بصیر
 گوشِ توازا استماعِ سرِّ "ما ادھی" سمیع
 بر سرِ کرسیِ چو پائے عرشِ فرسایتِ رسید
 پایہ اش افزود ازان شد عرصہ گاہش بس رفیع
 پیشِ علمِ تو کہ شد جبریل را آموزگار
 باہمہ دانشِ بود پیہِ خود طفلِ ضعیف
 چونِ بر افرازیِ لوا در روزِ حشر آید جمع
 آدمِ دینِ دومِ در غلِّ مدّتِ جمیع
 آمد از ثمنِ جوارِ رخصتِ طوبیٰ لها
 پیشِ گاہِ از ریاضِ گلشنِ رضوانِ تفتیح
 در گلستانِ ثنایتِ روزِ مشبِ ابنِ عماد
 با ہزارِ آوا بود مانسبِ بل در بر جمع
 در بیانِ رحمتِ آورد این معافی را بنظم
 مگر کنی گستاخیش عفو از کرمِ نبود بدیع

مولانا نور الدین عبدالرحمن جامی

۸۱۷/۱۴۱۴ء — ۸۹۸/۱۴۹۳ء

ای خاکِ رہ تو عرش را تاج	یک پایہ ز قد برتست معراج
تو دُرّ قیمتی و ترا حبّاسی	بتر زہرہ چو دُرّۃ السّاج
فخر تو بفتہ و تاجداران	آوردہ بعشقِ بدورت باج
در تیرہ شبے ضلال و خذلان	نہ تو شدہ سراج و دُعا ج
آیات تو در زمانہ روشن	چون شبگون خط ز صفحہ عا ج
مشتاق رہ ترا مفسدان	در زیر قدم مرید و بیبا ج
جامی کہ زہنہ بلبلِ عصیان	شد حنہ من طاعتش بتاراج

اکنون رہ مہذرت گرفتہ

مکین بشاعت تو محنت ج

بر ہر کہ تافت پر تو انوارِ مہر تو

شد شرفِ فردی در ہمہ آفاق چون شفق

جسمت نہ داشت سایہ والحق چہین سزد

زیرا کہ بود جوہرِ پاکت ز نورِ حق

زینسان کہ شد کلام تو دیباچہ کمال

با منطق تو ناطق را کے رسد منطق

در بزمِ اختتام تو سیارہ ہفت جام

وز مطنخ نوال تو املاک نہ طبق

بر دفترِ جمال تو تو ریت یک رستم

وز مصحفِ کمال تو انجیل یک مرتز

گل را زمانہ از عرقِ عارضت گرفت

بر عکس این زمانہ بگیرد ز گلِ عسق

جامی کجاست نعت تو اما بکلمہ شوق

بر لوحِ صدق ز در حقے کیت ما تفق

حبلِ متین رقبۃ والاہی محمد

خلقتِ نوع بشر برائے محمد

برترِ ثعلینِ عرش سائے محمد

جان من صد چمن فدائے محمد

نیست مرا دیگر بجائے محمد

من کہہ و اندیشہ شنائے محمد

ماہِ معینِ چیت خاک پائے محمد

خلقتِ عالم برائے نوعِ بشر شد

سودہ ہمہ قدسیانِ جبینِ ارادت

جانِ گرامی درینِ نیست ز عشقش

جائے محمد درونِ خلوتِ جانست

حدِ شنائش بحسبِ خدا کہ شناسد

پس کلامی یعنی بمعنی کمالہ

صلی اللہ علیہ وسلم

اے شہسوارِ حسن کہ جانم فدائے ثُست
 ہر جا سریت خاک رو باد پائے ثُست
 بچپارہ عاشق تو کہ بادِ درِ تھنار
 شد در ریت غبار و مہوش ہوائے ثُست
 یک خندہ کردی و دل ماسد ازان تو
 بارِ دگر بخت کہ جاں ہم پرائے ثُست
 دل چوں توانم از تو بریدن کہ در ازل
 آب و گلیم سرشت بہرہ و فائے ثُست
 جامی گر آن صنم ز تو بیگناہ شد مرغ
 این بخت بس ترا کہ سگش آشنائے ثُست

مراشد جامہ جاں از غمت چاک
 بیا اے آرزوئے جاں غمت ک
 زفت از لوح دل ناست اگر چہ
 ز لوح آب و گل شد نقش من پاک
 نہانی ہر شب آیم من بگویت
 گریبانے دریم و لمنے چاک
 گئے از درد ریزم خاک بر سر
 گئے از شوق عالم رُوسے بر خاک
 ز حسرت بادِ در و دیوار گویم
 اَلَا یا رَبِّعِ سَلَمَے زین سَلَمَاک

مولانا معین الدین معینی

(مکتوبہ) دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی عیسوی / ہجری ۱۳۹۳

اے زترم رویِ ماہیت در غرقِ غرقِ آفتاب
 وز فروغِ ماہِ رخسارِ تو ماہِ اندرِ نقاب
 آفتاب از خاکِ راہیت یافت حشمتِ لاہرم
 ورفضائے آسمان زو خیمہ زریں طناب
 گردِ انوارِ رُختِ بہ شعلہ تابد بر فلک
 از جہا مستور گردد آفتاب اندر نقاب
 نورِ حق ست آن مجسم گشتہ در ذاتِ نبی
 پیمو نورِ ماہِ کز خورشیدِ کردست اکتساب
 منظرِ ذات و صفات آید کہ منشیِ قصص
 گویا از دفترِ حق نسخہ کرد انتخاب
 نقرہ خنگِ چرخ را از مہ کشد زریں لگام
 در شبِ اسری چو آرد پائے ہمت و رکاب
 از فلک بگذر کہ فوق العرش منزلِ نگاہِ اوست
 چون کند عزمِ سفرِ آن خواجہ عالی جناب
 بسترِ ما اوجی "نگیند در ضمیمہ جبریل
 کشفِ اسرارِ لدنی کے کند ام الکتاب
 در مقامِ "لی مع اللہ" از کمالِ اتصال
 از خدا نمود جدا ہجمن شاع از آفتاب

یا رسول اللہ شفاعت از تومی دارم امید
 با وجود صد هزاران جرم در روز حساب
 اندر آن روزی که بهر انتقام عاصیان
 آتش دوزخ بر اندر دوز علم از التهاب
 در خیال من نمی گنجد تمنائی بهشت
 دارم از فضل امت امید رستگاری از عذاب
 هر چه خواهی با معیتی پیش بر از قمر و لطف
 لیکن از درگاه مران واللہ اعلم بالصواب

در جان چو کرد منزل جانان ما محمد	صد در کشاد و در دل از جان ما محمد
ما ببلیم نالان در گلستان احمد	ما لولو نیم و مرجان ، عثمان ما محمد
مستغرق گنا بیم هر چند عذر خواهیم	پشمرده چون گیا بیم ، باران ما محمد
از درد زخم عصبیان مارا چه غم چو سازد	از مرهم شفاعت درمان ما محمد
امروز خون عاشق در عشق اگر بدرشد	فردا ز دوست خواهد تاوان ما محمد
ما طالب خدایم بر دین مصطفایم	بر در گش گدایم سلطان ما محمد
از آستان دیگر ما آمدیم بر سر	وان را که نیست باور بران ما محمد
لے آب و گل سر دے لے جان و دل دے	تا بشنود پر شرب افغان ما محمد

و باغ و بوستانم دیگر خوان معینی
 با غم بس ست قرآن بستان ما محمد

فغانی شیرازی

المتوفی: ۱۲۵۵ / ۱۵۱۹

اے ادیب تو خطبہ کلامِ قدیم را

باعثِ رسومِ شرع تو امید و بیم را
اولِ عظیم داشتہ شانِ ترا خدای

وانگاہ بر منداشته عرشِ عظیم را
چرخِ عظیم چون شرف از گوهرت نیافت

در ہم بر بخت این ہمہ وزیرِ یتیم را
بر شاہِ برام عقل نہادی چراغِ شرع

تا حلقِ پئی بر بند رہِ مستقیم را
اے خواندہ بے سواد کلامِ قدیم را

تا خواندہ ختم کرد الف لام و میم را
قولِ تو ہر کجا کہ دلیل آورد فقیر

دیگر بجاں بحث نہاند حکیم را
دارو چنان دے کہ بمعجز نہ و برد

شیرِ خطبہ تو عصائے یلیم را
آن دم کہ فخر داشت بدان سالہا مسیح

در گشتِ تو گشتِ کرامت نسیم را
روی تو در سلامتِ خلق است این سخن

روشن بود چو آئینہ طبعِ سلیم را
بر حرفِ زلف و خال فغانی قلم کشید

وز دفتر تو خواند الف لام و میم را

جمالی و طوی

۸۶۲/۱۲۵۸ء تا ۸۶۴/۱۲۵۸ء

(مثنوی مہر و ماہ)

دے، گاہم میانِ ما و طین یود	محمدؐ، خسروِ دُنیَا و دینِ یود
خداوندِ دو عالمِ البطلی نام	خدا را زو خدائی شد سرانجام
شے، کو برفِ نازِ تختِ افلاک	بسر داشت وایم تاجِ لولاک
ز قدرِ او قباۓ "لی مع اللہ"	بشمارِ بلندش بود کوشا
ما انبیاء، آن عالی القدر	کہ شد در وصف "بحان الذی" صد
ہم از نورِ شرارِش آتشے بود	کہ موسیٰ را بوا دمی راہ بنمود
ملک را از کرمِ تعسیم وادہ	فلک را از سیاستِ بیم وادہ
زہے شاہجے کہ تختش فرقِ کرین	نشانِ ابروئے او "قابِ توسین"
پہدارے کہ دادِ شرعِ او داد	اساسِ دینِ باستحکام بہاد
الا! اے پادشاہِ عالمِ عشق	شدارِ لعلِ لبِ پیدادیم عشق
دے کہ لعلِ جانِ بختِ بردن شد	ہمہ پیغیان را رہنمون شد
خضر را زندگی ہرگز نمی شد	اگر را بہت نصیبِ او نمی شد
ترگنجی جسمِ عالم شد ظلمت	تو روحی جانِ آدم گشت جہمت
ترشمی پیروانت ہچو موم اند	تو بہابی، "صحابہ کالنجوم" اند

فلکِ قصرِ تو، کیوانِ پاسبانت
 اگرچہ شہپرِ روحِ الاین است
 تو آن شاہی کہ از آوازِ نامست
 زبانِ در وصفِ ذاتِ گنگِ لالست
 میانِ امت از یحییٰ یحییٰ
 چون نعت می سراپد ایزدِ پاک
 ولیکن چون من از خیلِ سگاف
 منم در ہر دو عالم بے سرو پائے
 ز سرتاپا اگرچہ پر گشت ہم
 یقینِ رافق کہ در روزِ قیامت
 در اینجا دولتِ جاوید دارم

طلایک خاکِ دوبرِ آستانست
 بدرگاہِ تو جاروبِ زمین است
 ہزاران قیصر و خاقانِ ملامت
 کہ وصفِ چون تویی کردن محالست
 چہ باشم من بہ کہ در نعتِ تو پیچم
 چہ باشد در صفاتِ زمرہٴ خاک
 ز ادصافتِ چہرا خاموش نام
 پناہِ من تویی ایجا و نہجائے
 بحمدِ تویی پشتِ و پناہم
 ہزاران ہجو من ناز و بنامت
 بلطفِ و افرتِ امید دارم

ز روئے دلفروخت پر وہ بکشتائے
 جہالی را جمالِ خویش بنمائے

مولانا وحشی بافقی

۱۵۸۳/۹۹۱ - ۱۵۲۲/۹۳۰

چراغی طلبی مہر در زہر وجود
مستعد عربی منشاء حکایت کن
قمر بچند چرخ از عروس معجزہ اش
جہانیاں ز عطایت چنان شند سخی
تو آن براق سواری کہ در شب اسری
مجزہ باز شبے خولہ آن چنان عمرے
اشارہ تو اگر نور ساعدش بخشہ
گزنہ دیدہ تو مارِ جرم را تو علاج
کجا بہ ملک کمال تو پائے عقل رسہ
بسوے من نگر از لطف یا رسول اللہ
شود چو چشم پر آبم ہزار کشتی غرق
در آتشیم چو وحشی ز سوز سینه دلے

کہ ہست زینت بحرِ جہان بہ گوہر پاک
کہ کردہ زیب قدش را بہ جامہ لولاک
نمود گرد گریبان بہ یک مشاہدہ چاک
کہ نیست در دگرے جز مہ صیام اساک
گزشتہ امی ز بیابان لامکان چالاک
کہ در رکاب تو افتادہ بود چون فزاک
بہ نیزہ گاو سمنگ از زمین کشد بہ سماک
چنانکہ علتب افعی گزیدہ را تزیاک
کہ عالمیت از آن سوے کشور ادراک
بین باین دل پر خون و دیدہ فناک
وے کہ قلم خونماں دل نند کولاک
چو بہت قطرہ فشاں ابر رحمت تو چہ پاک

سحاب لطف بیاران بیا یہ کاران

کہ حرف ہمہ عقیان مالشود پاک

مولانا کمال الدین محتشم کاشانی

المتوفی: ۹۹۶ / ۱۵۸۸ء

از بیکه چہرہ سودہ ترا برد آفتاب
اد بہر دیدنت چو سراپیمہ عاشقان
گر پانہی زخانہ برون بارخ چو مہر
آئینہ نہفتہ در آئینہ دان شود
گر ماہ در رخت بخیانت نظر کند
نعلے زپائے رخس تو افستہ اگر برہ
از رشک خانہ سوز تو اے شمع جانفروز
در آفتاب رنگ ز شرم رخت نماند
در روز ابرو باد گر آئی برون ز فیض
ترتیب چون بساط نشیب و فراز چید
اے خامہ نیک در ظلمات مداو زد
بنکار شرح گنت و شنیدے کہ میکند
مہر تلکین حسن تو اش خواندے نہ مہر
عکاز تنور حسن تو انکشت ریزہ اے

بگرفتہ آستان ترا بر زر آفتاب
گا بہ ز روزن آید و گاہ از در آفتاب
از خانہ سر بدر تکتہ دیگر آفتاب
گیرد اگر بعنصر من ترا در بر آفتاب
چشمش برون کند بسر خنجر آفتاب
بوسہ بوسہ نیاز دہند بر سر آفتاب
آخر نشست بر سر خاکستر آفتاب
مثل گل پنجیدہ کہ ماند در آفتاب
از ابر ماہ بارو و از صرصر آفتاب
شد زورق جمال ترا لنگر آفتاب
گر ذوق آیدت بزبان خوشتر آفتاب
بر آسمان طراز سر دفتر آفتاب
کردی اگر خوشامد من با در آفتاب
بر آسمان بند بچہ بہ در آفتاب

در روضہ اے اگر بنشانی بدست خوش
نخنہ شگوفہ اش بود انجم بر آفتاب

هنگام باد مدعی توبر بر زمین که یافت
 مه افسر غلامیت از مهر اگر نه
 بهر قلاوه های سگان تو از نجوم
 یزد و پائے امت او اشک حضرت
 سلطان بارگاه رسالت که سواد است
 شاه رسل وسیله نکل بودی سبیل
 "یثرب حرم" محکم بطیقی آنکه بست
 بالائیان چه خط فلامی بوسه دهند
 نعل سم براق و سوسه آماده ماکند
 بے سایه بود زانکه در اوضاع معنوی
 از بهر عطر بارگاه کبریا سوسه اوست
 هر شب بے شرف زده غرب می برد
 از خاک نور بخش بهت این صفا نور
 یاسید الرسل که سپهر وجود را
 یا مالک الامم که بدعوی بندگیت
 آن ذره است مختصم اندر پناه تو
 غل جانیتش بر افکن که ذره را
 گلهای زرد را همه کرد اهر آفتاب
 همچون زنان کنه بسرش مچر آفتاب
 دائم کشته برشته زر گوهر آفتاب
 بر حشرگاه گرم بتابد گر آفتاب
 بر خاک پاکش ماهیه نور آفتاب
 که بهر نعت اوست برین منبر آفتاب
 یک بنده بودش رو یک چاکر آفتاب
 خود را نویسد از همه پائین تر آفتاب
 زده بدره بدره رنجیده در آفتاب
 بود از علو مرتبه مشرف بر آفتاب
 بمر فروز بال ملک بمهر آفتاب
 خاک مدینه تا بدر خادر آفتاب
 آدره ذره ذره بیکه بیکر آفتاب
 ایشان کو اکب اندو تو دین پرور آفتاب
 بنوشته از مبالغه صد محضر آفتاب
 کاوینخته بدست تو رسل در آفتاب
 ره گم شود گرش بنو رهبر آفتاب

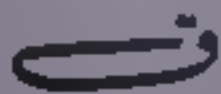
تا در صف کو اکب و در حبس عترت

گاهی نماید اکبر و گاه صفر آفتاب

محمد جمال الدین عرفی شیرازی

المتوفی: ۳۶ برس ۹۹۹/۱۵۹۱ء

دوران کہ بود تا کند آرایش مسند
 آرایش ایوان نبوت کہ ز تعظیم
 روزے کہ شمر دند عدیش ز محالات
 آنجا کہ سبک روحیش آید بہ تکلم
 تارایت عفو و غنیش سیہ نیکنند
 تا شاہد علم و علمش چہرہ نیفر وخت
 تاثیر بردہم تو از حکم کو اکب
 انعام تو بر دوختہ چشم و دہن آرز
 زان گریہ دہد روشنی دل کہ بیاوخت
 در کوسے تو تبدیل کند مردک چشم
 از بس شرف گوہر تو، منشی تقدیر



تا حکم نزول تو درین دار نشد است
 گر جوہر اول بحسبیم تو در آید
 تا کن ترا اصل مہمات نخوانند
 تقدیر یک ناقہ نشانیہ دو محمل
 تا نام ترا افسر فرست نخوانند
 عرفی مشتاق ایران، رہفت ست دست

صدرہ بعثت باز ترا شہیدہ قلم را
 تن در نہد قامت تعظیم تو خم را
 تشنہ قضا تر جسمہ لفظ اہم را
 سلماتے حدوشت تو ویلائے قدم را
 شیرازہ مجسموعد نہ بستہ کرم را
 آہستہ کہ رہ بردم تیغ ست قدم را

ہشدار کہ نتوان یک آبگ سردون
نعت شہ کونین و مدح کے وجم را
شایستہ بدست آر کہ بیند دین شہر
شایستگی جنس چہ بسیار وچہ کم را
ہیرم کہ خود حصر کند مایہ نقوش
آن حوصلہ آفرز کجا نطق و رقم را
شامہ عطایت کہ ازان کام کو دانی
نرمید مہل عرفی محسوم و ڈرم را
از باغ نعیمش مدہ انعام و میامیز
با مطلب او مطلب اصحاب شکم را
آسائش ہمسائیگی حق ز تر خواہد
او ہمہ دوزخ نکند مانع ارم را
و انم زسد ذرہ بخورشید و یکن
شوق طیران میکشد ارباب ہم را
ہر چند طبعی بود این مس تو بفرمای
من ہم بسوالے لب نخلت نخلیم
کد گاہ کہ در مدح بلغزم تو بنجشای
تعمیل تو اب و شرف نسبت نعت
تا نعت تو آمد زمشیت بہ نوشتن
دانش نکشاید بسرا عقدہ نعت
زین گاہ کہ اندیشہ بگون کرد علم را

مدح تو ز اعلیٰ کنم جہیزہ از علم
از بیکدہ چون آورم آہوسے صرم را

اے مہر تو جان آفرینش
نعت تو زبان آفرینش
لعل تو یمن طراز امکان
خشیم تو خندان آفرینش
جودت ہمہ بخش عالم کون
علت ہمہ دان آفرینش
بتائے تر بہترین خطابش
بے نام و نشان آفرینش
تا گوہر فطرت تو گردید
آئین تو کان آفرینش

تیزی بگذاشت تیشہ صنع
 در ضمن شمرود عطایت
 اندیشہ احتمالِ شانت
 شمشیرِ کمالِ تو نیامد
 امکانِ وجودِ دشمنِ تو
 عیسیٰ مگر تکلمِ تو
 صافی شکرِ شفاعتِ تو
 تعلیمِ تو تاجِ قلوبِ قوسین
 با علمِ تو آشنا نیفتاد
 بامستی شوقِ توست عرفی
 در مفسدِ دماغِ او خبر نیست
 دعویٰ کن لغتِ لائقِ تو
 دارد به عنایتِ تو عرفی
 در کاوشِ گمانِ آفرینش
 افلاجِ بنانِ آفرینش
 ز آنسوے گمانِ آفرینش
 محتاجِ فسانِ آفرینش
 ز تارِ میانِ آفرینش
 حلوائے دکانِ آفرینش
 قوتِ مگسبانِ آفرینش
 تمکینِ توشانِ آفرینش
 یک مسئلہ دایِ آفرینش
 از بے خبرانِ آفرینش
 از عنبر و بانِ آفرینش
 رسوائے جهانِ آفرینش
 حرفے ز زبانِ آفرینش

برخیز کہ شورِ کفر بر خاست

اے فتنہ نشانِ آفرینش

حکیم ابوالفیض فیضی

۱۵۴۶/۹۵۳ - ۱۵۹۶/۱۰۰۴

آن مرکز دور هفت جدول	گرداب نشین موج اول
چاکر قدیم بساط افلاک	والا گهر محیط لولاک
قدش بزمانه ماه و اکیلیل	نورش بفلک چراغ و قندیل
با شرح و کتاب نور ساطع	باتیغ و زبان و لیل قاطع
از رایت کبریا مژد	سرشکر انبیاء محمد
مصباح پیر گوهر او	معراج ستاره بر در او
خاک و برادج حرش منزل	آفتی و کتاب خانه در دل
با حبل متین و دوسوے بسته	زنجیر خسرو و سوسے بسته
هم مطلع اول سباعی	هم مصرع آخر رباعی
نورش چو بر آسمان علم زد	روزش هزار صبح دم زد
زان پیش که پانده برین فرش	می بود بگاہواره عرش
سرچشمه فیض گرد راهش	پیشانی صبح سجد گاهش
قصر جبروت آشیانش	بهم حکومت آستانش
هم از دو جهان تہی و ہم پر	هم ساحل و ہم محیط و ہم در

اسرارِ ازلِ عزیزِ او	محرابِ ابدِ مدینہٴ او
بر بامِ ایدِ صدائے کوشش	پیشانیِ عرشِ خاکِ برکش
گیسو بہ دوسو سے بر شکستہ	کونینِ بتارِ موسے بستہ
ہر گیسو سے او ببا و شبِ گیر	آدینختہٴ عرشِ را بزنجیر
جو لنگرِ لامرکانِ فضائش	نعلینِ دو کونِ زیرِ پائش
از چرخِ بلندِ پایِ او	دُ چرخِ بزیرِ سایہٴ او
عالمِ کہ سمر از عدم کشیدہ	ادسایہٴ دوستِ آفریدہ
چون بہرِ جهانِ جزا و سببِ نیست	گر سایہٴ نباشدش محبِ نیست
نوریتِ ز چشمِ کوتھانِ دور	عالمِ ہمہٴ سایہٴ اذانِ نور
یک نور و دو کونِ روشنائی	یک گوہر و صد جهانِ روانی
اے شادِ روانِ عشرتِ او	شادابِ ز بختِ فطرتِ او

ظلمتِ زباطِ قربِ شانِ دور
در خانہٴ ہزار شمع و یک نور

خواجہ باقی باللہ

۱۵۶۳/۹۶۱ - ۱۶۰۳/۱۰۴۳

گرم فیض ازل بخشد دل دوست
 ازیں اقبال یایم احمد سلائے
 سرشک افشان زمیں بوس ثنا گو
 چو در نظارۂ روشن کنم رائے
 تماشا را جب مگر بخشم کہ می جوش
 بدل محرم سعادت ہم نشین است
 جمال خواجہ مسراج وجود است
 نسیم راحتش پیک امین است
 سہی سروے زیستان خدائیت
 سرانے کون دارد نور بنیشش
 کلام زندگی بخشش شیر است
 خوش مرآت، نور لا مکان را
 بیک یک ذرہ اش صد گرد از دست
 ہمینم بس کہ بعنہ ستم سلائے
 درین حسرت رو بہبود یایم
 کہ درسم ریزم این بت خانہ ہمت
 کنم خاصان احمد سلائے
 بسطان رسالت آورم رُو
 درین نظارۂ جاوید انتم از پاسے
 تمنا را دہن گیرم کہ غارش
 مقام "قاب قرین" تو این است
 قبول قوتہ الستاج وجود است
 زمین خدمتش عرش برین است
 ستون بارگاہ کبریائیت
 ازیں فانوس شمع آفرینش
 کہ روح القدس ازوے بہرہ گیر است
 صلاور دادہ بینائی جہان را
 فردا خامہ کین منہل درازست
 کہ کارم تحمید ازوے انتظامے
 ردائش را ز خود خوشنود یایم

بہمن گزمتہ یا ذالمکارم
 علی خیر الوری صلی و سلم

محمد حسین نظیری

المتوفی: ۱۰۶۳ / ۱۶۱۳ء

لے کردہ خراب خانہ را ہر قسم زدہ آستانہ را
 صیاد و شان بدام زلفت در یافتہ صید حنا ہا را
 کردہ بہ بیان دلربا شرط بردہ بگردنشانہا را
 در بہر تو صد مزار صیاد آراستہ دام و دانہا را
 نشان بفضاحت تو دادہ مفتاح درِ خزانہا را
 در عقدہ جمعہ نیم ثابت مشاطہ شکستہ شانہا را
 تاشہ غمزہ تو کروم بر ساختہ ام ہسانہا را
 زائد شدہ مزار و مبد فرسودہ ام آستانہا را
 شیرازہ نظم خویش بندم منسوخ کنم فسانہا را
 صوٹے ہوائے نورِ آرام برباد دهم ترانہا را

گر دید ندیم غم نظیری
 خواری ز سہ یگانہا را

زبہ شہ آفرینش جمالت
 بکمت یاب محسوس کل خیالت
 بظہرت فروزن نگاہ و نوبت
 ز غفلت بروئی نباشد زوالت

همیشه حق از قول و ماسک تو روشن

پوشیده موج حوادث زلالت

بکده خروبهست پر دانه سرتن

تو رومی خرد پند از پند و بالوت

همه دیده با صوفیا را از قولت

همه مالها قدسیان راز حالت

با عجز قولت که ایمان نیارد

حالات بود خون مسکرات

بساطن ترا دیده آدم مقدم

ز صدر جنان شد بصفت لغالت

پیرامنت سایه ظاهر بگردو

که خورشید طالع فراز نهالت

بحسن تو نقاش نقش نیارد

که صنعت گرمی ختم شد بر کالت

توان گفت "لیس کشند" بشانت

که در غیب نبود مثال مثالت

نغمه‌ی چنان ساز صافی سخن را

که روح نبی خوش شود از مثالت

مکتبی شیرازی

الترقی ۱۳۳۱

شاهنشاه انبیا محمد
 عنوان صحیفه الهی
 آن بکمل اذلین مفصل
 آن سایه رحمت الهی
 زان مهر ازل که در نگین داشت
 زان از همه سایه اش نهان بود
 عقل از کلمات اوست محفوظ
 او پیش قدم تر از جهان بود
 کرم که شدست لوح تصویر
 سجاده شریع او که بکشد
 باخین خلیل از در آمد
 هر یک ز رگزار آن نور
 برفته ز خاک راه آن تاج
 هر سبزه شریعتش نبود
 در غنچه لب ز برکشاده
 حکمش که سر از ازل کشیده
 درفش که قلم بچوب بسته
 بر لوح جهان که خوش رقم بود
 زان لوح و قلم چه امتحان کرد
 ماه افسر آفتاب مسند
 سرخیل پیمیدی و سیاهی
 خورشید پلین و صبح اول
 فیروزه نگین مهر شاه
 اقبال ابد در آستین داشت
 کش سایه فزون ازین جهان بود
 دل عرش و زبانش لوح محفوظ
 زان پیشرو جهانیان بود
 زان صورت خوب شد جهانگیر
 در کشتی نوح بادبان بود
 ز آتشکده سرخ رو بر آمد
 بارون و کلیم را بود طور
 ادریس و مسیح راست معراج
 طوفان بلا جهان رلود
 از باغ جهان گلے نزاد
 تینے است که تا آب کشیده
 در دست بدان قلم شکر
 انگشت شهادتش قلم بود
 بر ناخن ماه شوق عیان کرد

کرد او همه را سواد شوقی مایافت سخن پدید روی

غواصی فتنم سما کرد

تا راو مجبور بست کرد

چوب غلت ستون عالم	لے سر علم تو چرخ اعظم
ز آب عرق تو سترگشت ست	زیبا چمن جان کدشت ست
چو گان تومی رسد بد انگوی	کے حیر تو بر فلک زند ہوی
بر کنگرہ فلک نہ گام	عقل تو ز زردبان ایام
تینخ تو فلک تنگافت جاوید	گر ابرشگافت تینخ خورشید
بحر و گہر آب و دانه دوست	مرغے کہ دید تو خانه دوست
زان عطر فروش زو بہارست	بر فرق تو ابر سایہ وارست
بر حرف ہمہ قلم کشیدی	بعد از ہمہ انبیا رسیدی
غیر از تو پیمرے نبود می	پیش از ہمہ گر تو رخ نمودی
شیرینی جلد و در تو افتد و	چرخ از تو نہال یک شربود
ملک ہمہ زیر رایت تست	حانی ہمہ در حمایت تست
بر نقطہ ذات تست قائم	و دائرہ پہرہ قائم
بر صدر چہار یار از آبی	خورشید چہارم آسمانی
بخشای بہ مکتبی دور نور	زان چارستون بیت مہمور
از گرمی آفتاب محشر	فرما کہ زمین شود چو آغور

از ابر کف شفاعت انگیز

آبے بدان خشک مایز

میرزا جلال اسیر

المتوفی : ۱۰۴۹ / ۱۶۳۹ء

جوش بہار وفا مفت تماشاخان

سینہ گلستان درد چاک خیابانِ او

درچمنِ امتحان چون گلِ آتشِ گراخت

پنجرہ خورشیدِ راحتِ دلانِ او

گرد و جودِ عدم رفت بسا و فنا

نقشِ دو عالم نشست درِ جولانِ او

در سفرِ جستجو توشہِ حسرت کم است

دل بہ تلم می حسرتِ آبلہ پایانِ او

ریک بیابانِ عشقِ ضامنِ دلمائے ما

نائبِ شرمگانِ کیتِ غدرِ فیضانِ او

زود فراموشیش کے زود از خاطر م

شبِ نیم گل می چکد از گلِ نیاںِ او

دوری و نزدیکیم سرِ چشمِ خیال

شکوہِ فراموشش تر دشتِ بہرِ بجرانِ او

مطلع ثانی

جام شرر میند شبنم بستان او	خند نخ می یکد آتش پنهان او
گرو جدائی بس است آینه قرب را	صل بصری قوود در هر حرمان او
شرفی صیاد عشق در پی صید خود است	مقارنه از دام ما سایه شرکان او
عشق ز بهر ناله ام یوسف دیگر خرید	عمری باز از او زینت در گمان او
قطره در دمع عشق شبنم گلخانه راز	پر تو خورشید حسن موجب طوفان او
حلقه زنجیر با دانه نسیم شکر	موشه چشم دفا گوشه زندان او
لطف تغافل طراز جوهر مرزوت نواز	کرة مرص گداز خاک اسیران او
شرم سخن از لبش کلام خوشی گرفت	آئینه طوطی شود در شکرستان او
قطره نیمان عشق تشنه خریدار بود	گشت جواهر فردش خاک شهیدان او
گشت غبار فنا سر مر کشش انتظار	دل بنگا چه نه داو چشمه سخندان او

مطلع ثالث

جلوه شمشاد و سرو نایب جولان او	جوش گل و یاسمن سایه دامان او
میسکه کبریا ساعده عرفان او	قافله انبیا رگب بیابان او
گلشن غم ریشها، مستی دل شیشها	بوی گل در گلب نه خانه بهشتان او
گل سرو نایب خود صرف تنگتن کند	گر بگستان رود بے سرو سامان او

موج ابد نشکند کشتی ایجاد را

جام بقا گر کشد قطره همان را

حاجی جان محمد قدسی

المتوفی : ۱۰۵۶ / ۱۶۴۶

مرحبا سید مکی مدنی العسری

دل و جان باد فدایت چہ عجب خوش لقی

من بے دل بحال تو عجب حیرانم

اللہ اللہ چہ جمال است بدین بوالعجبی

چشم رحمت بکشا، سوی من انداز نظر

اے تبریشی لقب و ہاشمی مطلبی

نسبتے نیست بذات تو بنی آدم را

بہتر از آدم و عالم تو چہ عالی نبی

ماہر تشنہ لبانیم و توتی آب حیات

رحم فرما کہ زخم می گزرد تشنہ بی

نسبت خود بہ سگت کردم و بس منغلم

زان کہ نسبت بہ سگ کرتے تو شد بے لوبی

ما میانیم ز مائیکہ اعمال میرس

سوئے ماروے شفاعت بکن از بے سببی

سنیدی انت حبیبی و طیب قلبی

آمدہ سوی تو قدسی پل در مان طیبی

سعد اللہ میحائے پانی پتی

المؤلف: محمد رفیع صدیقی / ۱۷ دسمبر ۱۹۵۱ء

بنعتِ مصطفیٰ نامیت نامم	کزین معنی بہ یزدان ہسم کلام
دل از عشق محمد ریش دارم	رقابت با خدائے خویش دارم
حقیقت ناز دارد بر مجازم	بمشوقِ خدائے عشقبازم
درین میدان نیاید بہومن مرد	بہشتم عاشقہا می توان کرد
چو خورشیدِ نختیں شد گل اندود	محمد نام کردش سجتِ محمود
محمد نیست جز آئینہٴ ہمیش	تو در دے می نہائی جلوہٴ خویش
بدان حبسہ بجان خاطر نہادی	بداہ حسن خود انصاف دادی
بہین آئینہ و بر خویش می ناز	جہان قربان ازین ہم بیش می ناز
ز عشق خود شدی شرمندہٴ خویش	کہ خود را نام کردی بندہٴ خویش
و گرنہ کے پسند عقل محسود	کہ خالق عاشق و مخلوق معشوق
ترا بشناسہ آن کو حق شناس ست	خدا یا این چہ تغیر لباس است
کشایم چند رازِ دل چوستان	من و نعت تو چون ظاہر پرستان
مہین پیغیرے از نسلِ آدم	جہان رحمت از یزدان مجتم
معمائے خود نازان بنا مش	دو عالم جسرعہ از درو جاش

فقر سے پشت پا بر تاج شاہی	یتیمے تاز پرورد . الہی
گہر پیرائے تاج کن فکافی	سریر آراے تخت لامکانی
طفیش گنج ہستی بل نثارش	رواج نقد توجید از عیارش
خدا طفرائے عرشش خواند لولاک	زمین در زیر کفشش عرش افلاک
زخیل آفرینش ادست مقصود	زبان ہر ستائش گشت موجود
مہار از پیش دستی پاسے بالا	نشان پائے ادبر دست موسیٰ
زہے نقشے کہ ہر نقاشش نازد	خدا وندا جہان عشق تو بازو
ادب باید درینجا گر چہ مستی	میخ از خام طبعی لب ز بستی

خدا نعتِ محمد داند دیس

نیاید کار یزدان از دگر کس

محمد اکرم غنیمت کنجابی

المترنی : ۱۱۱۰ / ۱۶۹۸ء

جبینم سجده مشتاقِ جنابی
 جنابِ قبلہ دل کسبِ جان
 جنابِ سستہ ویر ممتازِ عالم
 محمد شاہِ دین جانِ ایمان
 بہارِ بہشت جنتِ رنگِ دلِ بویں
 فلک سا از جنابِ او سرِ خاک
 چو در حرفِ شفاعت لب کند باز
 فنا نم را شنیدنِ گر نصیب ست
 پند و آتشِ عاجزِ نواز
 نیام گفت حالِ دل کہ چون ست
 ہوس از بیکہ ہر سو جوش دارد
 اسیرم کرد کافرِ ماجراجوی
 مرا لے جانِ جان از روئے ایمان
 عجب نبود نہ لطفِ دینِ پناہم
 شنیدم وعدہ دیدارِ فردا ست
 ازین حرفم دل و جان در گداز ست
 بیابِ جلوہ سرورِ خود بر افراز
 اسیر طرز و اندازِ جلالم

کز دھسہ ذرہ گرد و آفتابی
 چہ سراغِ آفرینشِ روحِ ایمان
 جنابِ شانِ عزتِ فخرِ آدم
 محمد رحمتِ حقِ لطفِ یزدان
 بہشتِ نہ فلکِ خاکِ ز کوشش
 سجدہ از آستانشِ سرِ بر افلاک
 سزد بر رحمتِ ارحمیانِ کنتِ ناز
 بہارِ بہشتِ غلہِ عمتِ لبِ ست
 جہان را جان و جان را پارہ ساز
 دہنِ ہنگامِ گفتنِ زخمِ خونِ ست
 دلم بیتِ خانہ در آغوشِ دارد
 رہائی یا نبی اللہِ ہائی
 مسلمان کن مسلمان کن مسلمان
 کہ گرد و فحشہ آرزوشِ گناہم
 حصولِ مدعا موقوفِ استغناست
 قیامتِ بس رہ دور و دراز ست
 سرتِ گرمِ قیامتِ جلوہ گر ساز
 کہ خواہ از شوقِ بیتی حسبِ عالم

بر افکن پرده از رخِ بے محابا
 یکے کن وعدہ امروز و فردا

میرزا داراب بیگ جو یا تبریزی

التوتی : ۱۱۱۸ / ۶۱۷۰۶

در غزل گوئی شنیدی آفرین از همگنان
 نعت گو جو یاد بشنوا از ملائک مرحبان
 پاک تر از موج کوثر کن زبان خویشتن
 تا توانی بود زین پس نعت سنج مصطفی
 افتخار دوده آدم حبیب ذوالجلال
 سرور دنیا و عقبی شافع روز جزا
 آنکه جبریل امینش می کشیدے نغاشیه
 آن که بد فرمان برش شاه منشی چون مرتضی
 آن شهبه کز شش جهت سوی حریم درگش
 نینک چشم است اولوالابصار را قبله نما
 رتبه قربش تماشا کن که مقدار دو قوس
 بلکه هم نزدیکتر به با جناب کبریا
 از عناصر در تن آدم برای خلق او
 گشته اند اصدا و با هم چار یار با صف
 کبریا بنگر که شاه اولیا خود را بغفر
 گفته عبیدے از عبیدے سرور برود سرا
 از ادب شوید وین را خضر با هفتاد آب
 تا تواند برد نام نامی آن پیشوا
 بار علم او زمین را داده تکین و قرار
 برده شوق طوب خاک پاکش آرام از سما

میرزا عبد القادر بیدل

۱۰۵۲/۱۶۴۳ - ۱۱۲۳/۱۷۱۴

مثنوی محیطِ اعظم

محمد شہِ محفلِ قدس ذات	محیطِ حشمِ ہستی کائنات
شبے کانِ شہِ کشور بے غل	قدمِ رودِ معراجِ فیضِ ازل
بسرعتِ چنانِ بردِ عشرتِ پیام	چو آمد شد موجِ صہبا بجم
چو خورشیدِ برداشتِ انوارِ پاک	اگر سایہِ دیدِ بر رویِ خاک
چرخِ حشمِ بہارِ علاماتِ او	کرمِ ہچو حقِ لازمِ ذاتِ او
گر از قبابِ تو سینِ جویِ نشان	وجودش نماید رہِ این بے گمان
وہینِ بزمِ غیر سے ندارد مقام	بود موجِ مے بر رخِ خطِ جام
زلفِ محمدِ گر آگہ شوی	ادا فہمِ محمدِ اللہ شوی
وجودِ آیتِ فیضِ اظہارِ او	عدمِ پردہِ نقشِ اسرارِ او
کمالش بر انگندہ بر رُسے ذات	ذاسمِ محمدِ نقابِ صفات
شیوناتِ ذاتِ اللہ افعالِ او	ظہورِ کلامِ اللہ اقوالِ او
زبانے با اسرارِ حقِ ترجمان	دہانے ز غیبِ ہریتِ نشان
ز فیضِ کعبِ دستِ دریا گہر	یدِ اللہ بچشمِ یقینِ جلوہ گر

ز گیسو سوادِ خطِ کثرِ تشش	ز ابرو کیسہِ در و عدش
خطِ جہدِ اش موجِ جامِ شہود	لبش گوہرِ آرائے درجِ حدود
ہمہ مستِ در یوزہٴ آسِ نجاب	چہ مینا چہ خمِ چنسہ چہ شراب
بود پستِ افلاک تا حشرِ خم	بہ تعظیمِ آن پادشاہِ کرم
جبینِ ادب شد سراپائے اد	زمین تا دبدبوسہ بر جانے اد
بصہ چشمِ گردِ آبِ حیرانِ اوست	دلِ بھرِ بیتابِ احسانِ اوست
مدم کیسہٴ نفتِ ہستی کشود	ز شوقِ نثارش بہزیمِ وجود
یہ بھرِ خیالش ہمہ موجِ زن	نفسہائے خاموشِ گرمِ سخن
ز نورِ قماشائے اد کا میاب	ز آئینہٴ ذرہ تا آفتاب
وزوِ راحتِ بیقرارِ ہی ماست	از دستی و ہوشیارِ ہی ماست

دماغِ قدحِ باز بر روئے اوست

دردِ ہر حاجی ہمہ سوسے اوست

میرسید علی مشتاق اصفہانی

۱۱۱۱/۱۶۹۰ - ۱۱۴۱/۱۷۵۸ء

خسرو کشورِ دولاک محمد کہ نہاد..
 پادشاهِ مدنی شہسوارِ مکی..
 نورِ اوزار نہ بدایت نہ نہایت باشد
 ز ادلش پستِ پیرس آنچه ندارد آخر
 از غلامانِ در او کہ بود پایہ شان
 لے دلت آئینہ شاہِ مکتا سے ازل
 بود خلعتِ کمرِ منحلِ عالم زان پیش
 ناگهان نورِ ترازو غیب درخشید و زود
 شبِ معراج کہ بہر قدمِ خلوت دست
 آنچه وہ پروہ اسرارِ نہان بود ایزد
 انبیاء کہ بہر جہ شرف ازاختہ شد
 ہمہ نوزند و لے نسبتان بہت بتو
 سرِ کو سے تو بہشت است کہ یابند و راو
 تاج و تختِ جم و کسے پیش گدایانِ تو بہیت
 نکتہ در نظر بہت مردانِ حقیر

ایزدش تلج رسالت بسر از روزِ ازل
 راسخ دینِ بین ناسخِ ادیان و ظل
 کہ بود نورِ خداوندِ جہان غرورِ جل
 ز آخرش پیچ گویا آنچه ندارد اول
 از غلو طعنہ زن پایہ شامانِ اجل
 ہر کہ جو بایستہ خدا گشت ترا جہت ازل
 کہ شود مہرِ جہان تاب تو سرگرم عمل
 رنگ از آئینہ تاریکِ جہان چون ضعیف
 بہر فردوس برین گشت مزین بحسل
 گفت در گوشت الی آخرہ من اول
 علم شمشہ چون ہمسہ در ایوانِ حمل
 نسبتِ ذرہ و خورشید و چراغ و مشعل
 عاشقانِ پاشنی بہت معشوقِ ازل
 کاہندانِ خطہ کہ سلطانِ توئی اے میرِ اجل
 خرم ہر دو جہان جلوة مشتہ غرور

بر نیاید ز کسے وصف شناسے تو که هست
 وقت احسان تو یک قطره چه دریا چه غدیر
 دست لطف از نیکنی بهر شفاعت بیرون
 زاهد از زهد نه بیند بر و عابد ز صلاح
 هر که برگیردش از خاک مذلت لطف
 در دم از رفت اقبال زند چون کیوان
 دیده و خوانده ام از دفتر ارباب سخن
 زان میان خاصه نعت تو بود کهست فیض
 من که باشم خود آنگاه چه باشد سختم
 که بر آدمی شناسے تو صد افلاطون را
 سروراء، تاجوراء، وادستان، داوگرا
 منم آن سوخته کز آتش آهیم هر دم
 روزگار است که از سیل غم و دوری پیر
 اے تو در جود ز صد حاتم طائی انم
 گاه انعام تو یک ذره چه اکثر چه اقل
 ز آستین روز جزا نزد خداوند ازل
 عالم از علم نه چینه گل و عامل ز عمل
 اے بامداد تو داریست ذیلان ز ذل
 رایت شوکت و شان بر سر این بهت کتل
 چه حدیث زود چه کهنه و چه مستعمل
 نه در ریخته لاله و گل فوم و بصل
 تا شوم مدح سراسے تو باین لیت و صل
 پائے اندیشه بود با همه سرعت ارجل
 که شود مل ز تو هر عتده مالای نخل
 می کشد سر بنک وود چه وود مشعل
 در شناسے طرب و عشرتم انگنده مل

این جفا پیشه که هست از پے استیصال
 پسند اینک جفایش کنم متصل

شیخ محمد علی حنین

۱۱۰۳/۱۲۹۲ء - ۱۱۸۰/۱۲۶۹ء

دل و دیدہ با فرش در راہِ کیت
 فروزندہ بدرِ عرفان کہ شدہ
 بروع بشر سرفراز می کہ دادہ
 ز فیض کہ این مُشتِ گل جان گرفتہ
 ملک چاکر لا مکان پایہ کیت
 دوان در رکاب کہ جبریل رفتہ
 زمین مکن آسمان آستان
 محمد سرفرازِ خیل رسل
 امام الہدی اشرف المصطفین
 سر و سرور یکہ تائان عشق
 شفاعت گر جوقِ بے حاصلان
 سبیل گدایان او سلسبیل
 شد از شان او شوکتِ کفر پست
 صبا ہمدم غنچہ اش نا شدہ
 زند بحسبِ رحمت چو موجِ ظہور

جہنما زمین سایہ در گاہِ گیت
 فزایندہ قدرِ انسان کہ شدہ
 کعب فاک را بے نیازی کہ دادہ
 فروغ از کہ رخسارِ ایمان گرفتہ
 قدم بر ملک سائبہ پیایہ کیت
 کہ حکمش بتورات و انجیل رفت
 فروغِ زمین قبلہ راستان
 امان البرایا وسیل السبل
 مفیث الوری طہاء الخافضین
 بلند افسر سرفرازان عشق
 ملاوت وہ فوق صاحبان
 جنبیت کش مرکبش جبریل
 بسیلاد او قصر کسری شکست
 پردہ بگمب گنار آتش کدہ
 شود خشک دریا چہ تلخ و شور

بهدش عبادت روانی گرفت	جبین منم جبهه سائی گرفت
بهنرم ازل محسوم راز اوست	بروی دو عالم در باز اوست
کلید دل تنگ بر بسته کار	در رحمت خاص پروردگار
چه دولت سرایت جنت اساس	ازو مخزن سینه حق شناس
چه نعمت کز و قسمت خاک نیست	چه رفعت کز و خاص افلاک نیست
بمراج بنشد فلک راعی ج	بلند آسمانیت ذات البروج

سپاس و سلامی سزاوار اوست

بر و باد بر آل اطهار اوست

(۲)

لئے زاوۂ اقلین قدرت	قدر تو در لئی فهم و فکر
آدم ز تو یافت سر مندی	نوح از تو طسرا ز ارجندی
در طور حکیم یک شبانت	کونین نواله خوار خوانت
خاتم توفی و توفی شیمان	جبریل تراست بدبده از جان
کی در خور تست عرش بقیس	اول قدمت بعرض تقدیس
لے صدر نشین بزم لولاک	در خاک مذلت تو افلاک
مرکز زرخ تو نور می یافت	کے مشعل مہر نور می یافت

طوبی بود از دست تو سایہ

سببہ نہ درت نخست پایہ

حکیم قاضی

۱۲۲۲/۱۸۰۶ء — ۱۲۷۰/۱۸۵۳ء

اصل کرم، ولد نعم، فتاویٰ اہم
سطح حیات، خط بقا، نقطہ وجود
نفس بید، عقل مجرود، روان صرف
مصدق لوح، معنی نون، منظر سہ قلم
منہاج عدل، تاج شریعت، راج دین
فیض نعمت، صادر اول، ظہور حق
معنی بار بہندہ، مسند نشین، کُن
پائندہ دولتی است بدو جتن آفتاب
بیجے کہ از حمایت لَو، بہتر از امید
شیطان بیک ترجہ از بہترین ملک
ملکے ز لوح حکمت او ہرچہ در زمین
بالنسبت وجود شریعت تو ممکنات
خورشید و سایہ، روز و چراغ، آفتاب و شمع
اصل و طفیل، شخص و شبہ، تعدد و امتحان
فیاض و فیض، علت و معلول، نور و ظل
معنی و لفظ، مصدر و مشتق، مفاد و حرف
ذات تو سہ فراز بہ تجبید ذواللمنن
از گور تو عالم ایجاب را شرف ..
اخلاف را شدین تو گنجینہ شرف
نفس تو برسانے مملو و دل نشین

کھنکھ درمی، اہم ہدی، آیت تفت
قطب نہایت، قوس صفا، مرکز و ف
مصباح فیض، راج روان، روح اتقیا
نور ازل، چراغ ابد، مشعل بقا
مفتاح صنع، دُرُج سخن، گرم سر سخا
مرآت وحی، رایت دین، آیت ہدا
مصدق نفس کاملہ، عزلت گزین لا
فرخندہ نعمتے است بدو کردن اقتدا
خوفی کہ با عنایت او، خوشتر از رجا
سلطان بیک تصرض از کمترین گدا
نقشہ ز ملک قدرت او ہرچہ در سما
اے ممکنات را بوجود تو التجا
دریا و قطرہ، فز و خرف، برد و بوریا
بود و نبود و ذات و صفت عین اتقنا
نقاش و نقش، کاتب خط، بانی و بنا
عین و اثر، عیان و غیر، صدق و افترا
نفس تو بے نیاز نہ تقدیس اصغیا
از ہستی تو وحشہ ابرار را نما
اسلاف را بدین تو آیت صفا
ذات تو گھٹانے مطبوع و جانفزا

غلیس شود بهر چه تو غمگین شوی، جهان
 خورشید گردن کور شد از شرم رمی تو
 شرعی که بدلائے تو حاصل شود، و غل
 مهر ترا ثواب محض بود مهر
 باشوکت تو چرخ اسیر است منحنی
 خرم بهشت اگر تو بر او نگذری، تحسین
 از فرستی تو بود عفتل را فروغ
 گویا شود جسد اگر گویش "بگو"
 مردود پیشگاه تو مردود کائنات
 جسم ترا بسند تا موت مستقر
 بگنجه که بد سگال تو بنشیند، کم از خرف
 خست تو گر عدوست بجان می خرم عدو
 خار سکه که از غلیل تو، می خوانش رطب
 دل با تو گر دو دوست ز دل می برم امید
 خوفی که از دیار تو باشد به از امان
 میسم نه با دود تو از آتش جیم
 در روز حشر جوشن جان سازم آن دود
 تا آنجا اگر چه دعا و شناسه شاه
 ز آن به فراز عرش سرافیل را سرور
 یکن ترا مجال بیان نیست در درد
 سبب دعا و وسیع و صمد تو تا توان

شادان شود بهر چه تو شادان شوی، خدا
 دارد چرا ز خط شناسی بکف عصا
 وحی که بے رضای تو نازل شود و فنا
 قهر ترا عذاب موبد بود جزا
 باهت تو هر فقیر است بنوا
 رخشان بهیل، اگر تو بر او ننگری، سها
 از نور گهر تو بود نفس را بهیسا
 پویا شود نبات اگر گویش "بی"
 مقبول بارگاه تو مستبول ماسوا
 روح ترا ز بالش لاهوت متکا
 رنج که نیک خواه تو خواهد به از شفا
 مهر تو گر بلاست بدل می برم بلا
 درد سکه که از صیب تو، می دانمش دوا
 جان با تو گر عدوست ز جان می کنم ایا
 فقر سکه که در جوار تو باشد به از غنا
 باکم نه با دلائے تو از سوزش جزا
 در وقت نشره نشره تن سازم آن دلا
 این دیو را اذی بود آن روح را عذا
 زین بر فرد فرشتگان زیل را عزا
 یکن ترا قبول سخن نیست در ثنا
 بام ثنا رفیع و کعبه تو نارس

زین پیش در طبق چرخ منی جنس ناپسند
 این عرصه ایست صعب بدو بر منته قدم
 گیرم که در کلام تو تاثیر کیمیاست
 گیرم که عنبرین سنجست ناز خطاست
 کرمان وزیره به بصره و خرما به بخش و لعل
 هر رایت از مدین شناسائی است و بس
 در مقصد از دعا طلبت نیل مدعاست
 نه راه را آنچه باید و شاید مقرر است
 آن را که افتخار دعا داشت بدوست
 یارب بیادشاه رسل ماه پاشی
 فضل که از شداید پر زخ شوم خدص

زین پیش بر محک چه زنی نفت بر تاروا
 دین نجه ایست ژرف بدو بر سخن شناس
 دانا بکان زر نکند رخ سیمیا
 کس نافر ارمتان نبرد جانب خطا
 عثمان و ذر به حدیقه دکان به جنت و گیا
 خود را شناسی تا کنی مدح نامسرا
 خود را دعا کن از پی تحمیل مدعا
 بے منت ستائش و بے منت دعا
 ناپدرشنا مقوده و مجود دعا روا
 یارب بر بناسی بل شرف لافش
 رسد که از مهالک و دوزخ شوم را

بر انهم از وراوس این نفس و دن پرست
 دریا بم از کشاکش این طبع خودستا

اسد اللہ خان غالب دہلوی

۱۸۹۶ء تا ۱۹۶۱ء وفات سوموار ۱۵ فروری ۱۹۶۹ء

حق جلوہ گر ز طرز بیان محمد ست	آرے کلام حق بزبان محمد ست
آئینہ دار پر تو مہرست تاب	شان حق آشکار ز شان محمد ست
تیر قضا ہر آئینہ در ترکش حق ست	اما کشد آن زکبانی محمد ست
وای اگر بہ معنی لولاک و ارمی	خود ہر چہ از حققت از آن محمد ست
ہر کس قسم بدہنچہ عزیز ست می خورد	سو گندہ کردگار بجان محمد ست
واعظ حدیث سایہ طوبیٰ فرد گذار	کاینجا سخن ز سرور روان محمد ست
بگر دو نیمہ گشتن ماہ تمام را	کان نیمہ جنبش زہان محمد ست
وز خود ز نقش قہر نبوت سخن رود	آن نیست نامور ز نشان محمد ست

غالب شنائے خواجہ بہ یزدان گذاشتم

کان ذات پاک مرتبہ دان محمد ست

بہشت ریزوم از گوشہ ردا کہ مرا	ز خوان نعت رسولت ز تہ پروادی
مطالع آدم و عالم محسنہ عربی	وکیل مطلق و دستور حضرت باری
شہنشاہی کہ دبیران پو فتر جاہش	بہ جبریل نویسند عزت آثار می
افاضہ شکر مش در حقائق افتاق	بسان روح در اعنائے جانود ساری

آفاده اثرش بر قائم افلاک
 متاع او به تماشا سپرد ارزانی
 نشان ز تبه ذاتش بعالم توحید
 چنان بود که به میتة بخراب کس خود را
 علیر ایزد یکتا بصورت خاصش
 چنین که می نگرم جلوه حجاب گراز
 مے مشاهده پر زور و من ز ساده ملی
 بمطلع که ز غیبت رساندم بحضور
 به شکل رسته بر اندام آدمی طاری
 حدوث او بقدم داد گرم بازاری
 دو پای برتر از افعالی و ز آثاری
 از مشاهده حق بعین بیداری
 نهاده در ره اعیان چرخ غمخواری
 چه شکل ست و گر خویشتن نگهداری
 خرم چو پیش کنم مرص بیشتر خواری
 کشم نوائے نیایش بناله و زاری

زهی ز حرف تو اندیشه را مدد گاری

خود بسایه شریعت ز قفله زنهاری

تو دیکتم و کفش ابر آستان روی
 اسیر دام ترا خلد در هوا خواهی
 دم از تراز غوبے تو در اثر بنی
 بمطرسائی موج نسیم نور زنی
 اگر ز خاصه ز بهر بساط عزت تست
 چاست این که خمش کرده کار فرمائی
 سخن ز من تو باله بخیش کن تنعیم
 بن دیری که فرو ریزد از زبان چو گرفت
 تو دیکم و دوش اُجرت هرا داری
 مریض عشق ترا حور در پستاری
 دل از فناء موی تو در نشانداری
 بشک زانی ناف غزال تاتاری
 بنائے کعبه درین کعبه چار دیواری
 چاست ای که غیثش نموده معماری
 بعد هزار زبانی ستوده باری
 شکایتی که ز گنبد بدل ز بسیاری

بدادوری سر و کارم بہ جیسے افتادہ است
 چو فتنہ جامع قانون عالم آشوبی
 فتنہ دود و رسن را بچاہ و بر سر چاہ
 بسا گشتہ و ہم بر پے نخستینم
 اگرچہ ز آشتیم بخت می زینم ناکام
 دے باین ہمہ در ماندگی چو یاد آرم
 ز ہم فرو گسلد بند بند فتنہ اگر
 تا لم از ستم غیر بر تو باد کہ تو
 کہ برگزیدہ چرخند در ستم کاری
 چو غمزه صاحب فرہنگ مردم آزاری
 شکستہ اند سبوسے مرا بسر شاری
 بسان گاو خراس اندرین طلبگاری
 بدان صفت کہ کسے جان دہد بد شواری
 نہ رحمتے کہ بحال جہان بیان داری
 بقدر فوقی بسالم دریں گرفتاری
 مرا بدست من دیوسار نگہ داری

بہ جنبش اثر لا الہ الا اللہ

مبارہستی غالب ز پیش برداری

نواب مصطفیٰ خاں حسرتی شیفۃ

المؤلف: ۱۲۸۶ / ۱۸۶۹ء

اول باب چشمہ کوثر دھو کم
 وانگہ نفس بختِ مزکن بر آورم
 آن کز چین طسرازی بسانِ مدحِ او
 ماوانے خود بختِ مادا بر آورم
 آن کز ترانہ سخی گلزارِ نصیبِ او
 اندیشہ چوں بہارِ مظرِ بر آورم
 سلطانِ دین امامِ رسل شامِ انبیاء
 کز بندگیِش پایہ والا بر آورم
 خاکِ درش کہ سرمہ ابلِ بعیر تست
 گوید کہ کام دیدہ اعسی بر آورم
 حرفے گر از فتنہ رخ جمال تو سر کم
 مگر داز نہادِ صخرہ صہا بر آورم
 گامِ شنائے غایہ حشوقِ دل کشت
 ز انگونہ بوسے عنبرِ سارا بر آورم
 از یک حدیث لطف کر بامن کنی بخراب
 مضمون صد ہزار تسلی بر آورم
 عمرِ بخت بر درِ توبہ و سجدہ ہائے شوق
 نے از جہیں کہ از ہمد اخفا بر آورم

خواہم بر آستانِ رفیعت نہادنے
 تاسر ز ساقِ عرشِ معلیٰ بر آورم
 شاید منتِ نگاہِ بایوانِ حبّیہ تو
 خود را فتنہ از بامِ ثریا بر آورم
 خطِ غلامی تو بدستِ عملِ نگار
 امروز شد سپردہ کہ فردا بر آورم
 از داغِ بندِ گیتِ جہیں را گریز نیست
 خواہم کہ آفتابِ زیبا بر آورم
 دستم نگار بندِ عروسِ مدحِ تست
 نبود عجب اگر یربیتا بر آورم
 طبعم ترانہٗ سنجِ شنائے کمالِ تست
 نشکست گرنشید بدعوئی بر آورم
 بر عرضِ حسنِ خاتر خستم سخنِ کمنم
 زان پس کہ یک دو معرفتِ ثنا بر آورم
 شامِ پہر بارگما بندہ پرورا
 خواہم کہ نامِ کھنہ ز دنیا بر آورم
 آتشِ بکار و بارِ منانِ عجمِ زخم
 دزدیر بہند موجبِ دریا بر آورم
 ہم غنہ آورم نہ پے انکسارِ نفس
 ہم ہیہ کسرِ کفرِ سراپا بر آورم
 گو زادہ ام بہند ولے روزِ رشتہ خیز
 یارب کہ سر ز شرب و بطحا بر آورم

مخمر حسن شعری

التوفی ۱۲۹۸ / ۱۸۸۱

توئی که بهر خودت از جهان گزیده خدا
بمیرقم که تو در آینه چه می دیدی
شد از نهایت تعظیم مورد قسمش
در قیامی و والا بها از آن ز خودت
ببین تو بود آنکه جبهه اش از فروخت
نهاد پیش تو از گنج نطف دست بست
سواد چشم تو از فرد سحره مازاغ
بود بیض زمین چون طبقه از دوسه

لباس ناز بقدر تو خود بریده خدا
که در زان مثلت نیا فریده خدا
به کلک صنع چون نقش ترا کشیده خدا
بمنح رحمت بے انتها فریده خدا
که روح در تن آدم بخود دیده خدا
بر آنچه وقت طلب از لبث شیده خدا
نیده دیده تو غیبه را، چو دیده خدا
بساط دعوت عامت که گسترده خدا

محدث شده شافع ز محنت شعری

که آفریده اش از سیرت حمیده خدا

(۲)

عرش می بوسد زمین خاک سرکوی ترا
از اشارت ایمی شرکانت بر نوک زبان
کرده با صد زیب زینت در ریاض اصطفای
صورت شان نزول سورة و الیل گفت
کرده و آتش خود پیرا بن یوسف ز پاک
شمر گفتن ز خلقت کی بود مستبشر
شد مکمل چشم نور العین تا روشن شود

سجده می آرد حرم محراب ابروی ترا
سحر مازاغ ایض چشم سخنگوی ترا
فیض باری آبیاری سرود لجوی ترا
چون ید الله شانه کش گردید گیسوی ترا
تا کنده عطسه گریبان نافه بوی ترا
چون لسان قدس و صفای کند خوی ترا
در شب اسری سواد دفتر موی ترا

جان شعری بلبل و تنان سری نعت تست

جنت المادوی شمار و گلشن کوی ترا

نواب ضیا الدین احمد خان نیر خاں (رئیس لوہارو)

المترن : ۱۸۸۳ء

ہر نفس آید بگوشش باگمبِ درائے رحیل
 ناقہ خود را چہ را حکم چریدن و بیم
 سال طرازِ غزل دادہ پیغمبری است
 شیر بیان را چو فرس لطف شنیدن و بیم
 خارِ ریش، دیدہ را رخصت چیدن و بیم
 در دلِ رضوان ز رشک نیش خلیدن و بیم
 لب تبکلم کشادہ ز انکاس زاد
 دل بشنیدن و بیم جان بشنیدن و بیم
 بر سرِ عرش بریں طرف کلا بشکنیم
 بہر قدم بوس سناۃ سر بخمدن و بیم
 بندہ آن خواجہ ایم کز پے چلش بہشت
 معصیت خویش را برگِ حسدین و بیم
 روحی و قلبی نہ اک، درد تو دل را خوراک
 در تن زار از غمت جان بدیدن و بیم
 شایعہ گردہ، پچشم، کحلِ رانی کشیم
 صبحِ ارنی گویے را نیردے دیدن و بیم
 بُوکہ بہ نیر خورد بادِ خوش روضہ را
 سوسنہ چمن زار بند موج و ندیدن و بیم

خواجہ بہمن شاہ کابل

اشراقی . ۴ . ذیحده ۱۳۲۰ ، ۹۰۳ .

آئندہ نیا حسن تو در کعبہ صنم را	عشق تو بہ لبیک رساند اصل حرم را
چشم زود از غمزہ رہ گوشت نشینان	شرکان تو بر قتل جهان بستہ حشم را
ابروت کمان بر سر خورشید کشیدہ است	خط تو در سنبیل زود بہ ماہ رستم را
استاد ازل از قلم صنع نوشہ شد	در مصحفِ رُسے تو حیاں زن و قلم را
شد بندہ حکمت ز کتب آسمات	از ملکِ قدم چون زوی بر کون قدم را
چون پیرو دین تو ہمہ اہل عرب شد	زو میجرِ حسن تو ز ہم ملکِ عجم را

مستانہ از دوسے یقین گشت چو عارف
در کعبہ خدا جوید و در دیر صنم را

سے نہ تعلق کس تعالیٰ	سردارِ دو کون شاہِ اعلیٰ
تا منہجرِ اسم تو جهان شد	شد منہجِ ہر ذات از مستی
عالم بہم نہان چنان بود	گزود تو می نہ گشت پیدا
"ذالیل" بگینوسے تو سو گند	و الشمس بر ویت لے دل آرا
ظہرِ جبین تست طعنا	منقوش بہ باز ویت فتحنا
تولاک بقتہ تو قبا سے	قرآن بہ وصف تست یک با
آدم بر جود شد طہیلت	از مسد تو مر بگشت حوا

چون تافت فروغ عارض تو	مسجود ملک بگشت بابا
از لعل لب تو قطره چون یافت	احیا بنموده مرده عیسی
از مهر رخت چو ذره گرفت	تابیده به طور ماه موسی
آن مجله پیمبران پیشین	گشتند ز نور تو هویدا
سرخیل جمیع انبیاء تو	سرد فتر کائنات شام
مستانه شد است است تو	بنمائی بوشه جمال ترینا

میرز بکام او مسجود می
کز خویش خبر نباشد امانا

همه گوید برخاسته صلوات	لب لعل گه بار محمد صلوات
بجمال ملج خواجه نه لالاک درو	بدو کیسوسه قنار محمد صلوات
بشیر ملکیت تخت تدلی است ثنا	بر گل رفته سخن بار محمد صلوات
حق نمودار شد از عارض آن فخر عرب	برخ آئینه کردار محمد صلوات
خوش فرامان بشد از وهر قاسوسه بقا	بقه وقامت رفتار محمد صلوات
بهر این امت ماضی دیش خواب شے	بدل و دیده بیدار محمد صلوات
از الم نشرع ملک صدک تابید هر مهر	بشق سینه انوار محمد صلوات
شب معراج یقین و جبرحت دادند بید	بدو چشمان پر اسرار محمد صلوات

هر شب مدد بگو از دل و جان متان شاه
لب چشم و در رخسار محمد صلوات

علامہ شبلی نعمانی

المتوفی: ۱۸۵۰-۱۹۱۳ء

بگر کہ باچندین ہنر از جورِ چرخِ بہفت سر
 چون لالہ ام خون شد بگزنا ساری، بنجم نگر
 کا ندر چنین مال بتر، ہر دم دہد داغی و گر
 از من کہ بگذرد خبر در بزم آن شاد و زمن
 آن خسرو عرش آستان آن دادِ گیتی ستان
 آن قبلہ گاہِ انس و جان، آن خاتمِ پیغمبران
 دانائے اسرار نہان روح الامینش پاسبان
 گردون بزمِ بچاکر ان خاکِ رش را بوسہ زن
 بیش از ہر شائش گھر، عیسیٰ شناخانش نگر
 چرخ از غلامانش نگر و آن قدر ایوانش نگر
 برتر دکیوانش نگر، جبریلِ مدبانش نگر
 در بندِ احسانش نگر آباستے علمی بہفت تن
 عالم ہمہ خاکِ ریشِ قصرِ ملکِ عشرت گش
 دین با گاہِ ز تہش گشتہ کمینہ خرم گش
 گیتی درین بہفت و تہش باشد غبارِ در گش
 در جلوتِ نورِ ہمیش روشن شدہ این نہ انجمن
 آن تاجدارِ ملک و دین، واریِ اعلیم یقین
 دانائے علمِ اولین فرمان برش روح الامین
 عالم شدش زیرِ نیگین، چرخش ہی بوسہ زمین
 آدم همان در مار و طین، او گشتہ میرِ انجمن

غلام قادر گرامی جالندھری

الموتول : ۱۸۵۶ء - ۱۹۲۴ء

آنکھ را سجہ بہ نہا سخاۃ جانت اورا بے نشانت و بہر ذرہ نشانت اورا
 معنی احمد بے میم پیر کس از جبریل سجدہ اوجہ سیر کل مرتبہ دانت اورا
 منم از حلقہ بگوشتان رسول عربی کر زمین بوس ادب کون و مکانت اورا
 کرد از نیم نظر خیر کمنم بدو نیم آن یک زایش کرتیغ دوز بانست اورا
 معنی : کجاست سہر بیتہ قلندر داند
 آنچہ بر شیعہ شانت عیانت اورا

بگیرم دامن آن سید دولاک در محشر کہ عشرینتا بدتاب حسن بے حجابش را
 شے در خاۃ زین آن امام انبیا آمد قضا گیر و عنانش را قدر گیر و رکابش را
 قضا گیر و قدر گیر و ازل گیر و ابد گیر رکابش را، عنانش را، عنانش را رکابش را
 سوار برق شد ماسجے فلک آہ عنان گیرش رکابش بوسہ بر پا زد ملک بوسہ رکابش را
 گرامی در قیاست آن نگاہ مغفرت خواہد
 کہ در آغوش گیر و جگر ہلے بے حسابش را

علامہ اقبال

الترقیہ : ۱۸۷۶ء - ۱۹۳۸ء

سے تڑپا بیچارگان را ساز و برگ
سوختی لالت و مناسبت کہنہ را
در جہان ذکر و فکر انس و جان
لذت سوز و سرور از لا الہ
نے خدا ما ساقیتم از گاو و حشر
این ہما از لطف بے پایان ثست
ذکر تو سرمایہ ذوق و سرور
سے مقام و منزل حشر را ہرو

دار بان این قوم را ترس مرگ
تازہ کردی کائنات کہنہ را
تر صلوٰت صبح، تو با نغمہ اذان
در شب اندیشہ نور از لا الہ
نے حضور کا بہان انگشتہ ہر
فکر ما پروردہ احسان تست
قوم را وارو بہ فقر اندر عینور
جذب تو اندر دل حشر را ہرو

اے ظہور تو شب باب زندگی
اے زمین از ہلکا ہمت ارجہ نہ
شش جہت و شن ز تابِ رُسے تو
از تو بالا پایہ این کائنات
در جہان شمع حیات از دختی
بے تو از نابود مندیہا نجل
تا دم تو آتشے از گل کشود
ذرہ دامن گیر ہر دماہ شدہ

ملوہ ات تبیرِ خواب زندگی
آسمان از بوسہ بامست بلند
ترک و تابیک و عرب ہند رُسے تو
فقر تو سرمایہ این کائنات
بندگان را خواہی بگی آموختی
پیکران این ہراسے آب و گل
تو وہ ہاسے خاک را آدم نمود
یعنی از نیرو سہ خویش آگاہ شدہ

تا مرا افتاد بر رُیت نظر
از اب و ام گشتہ امی محبوب تر

سید منظور احمد مجبور (مکانِ شریفی)

التوفی: ۱۳۲۳/۵-۱۹ - ۸ محرم الحرام ۱۳۸۹/۲۴ رجب ۱۹۶۹ء

اے مژدہ درجِ عصمت واسے گوہرِ ہدی
اے ماہِ اوجِ عفت واسے مہرِ اصطفی
خلقِ عظیم، تقدیرِ حنیہ جمال
فضلِ عظیم، تقدیرِ احسنِ صفی
فرشِ در تو، عرشِ دل و جانِ قدسیان
دلہیزِ بارگاہ تو دیہِ عظیمِ اصفیاء
ابرِ شفاعت تو بہانے بہارِ خلد
بحرِ عنایت تو، یمِ لطفِ پر عطا
خوبانِ قدس، غاشیہ دارانِ حُسن تو
حُورانِ عین، آئینہ بردارِ اجتناب
احسانِ مدد و جود، منشِ وجود تو
خوشے تو اسوۂ ہمد اصحابِ اتقا
ہر حرفِ مصحفِ رخ تو آیۂ نجات
مہرِ خال و خطِ عارف تو چشمِ سنا
مہجورِ راخیال وصال تو روزِ عید
در دیدہ و دلش تو فی ہر صبح و ہر نما

جگر مراد آبادی

المترن : ۱۹۶۰ء

اے از لب صداقت شنیدہ نادیدہ خدا خدا سے دیدہ
اے مثل تو در جہاں نگاہے یزدان دگر سے نہ آفریدہ
اے آنکہ بہ امتزاج کامل در جملہ صفات برگزیدہ
تو پر تو حسن ذات و از تو یک شمع بہ دیگران رسیدہ
اے بے ہر خلق و با ہر خلق اے از ہر خلق برگزیدہ
آن خیمہ کہ بود در زمانت بعد از تو زمانہ مسم ندیدہ
در عشق و وفا یکے مثالے نئے دیدہ دسے ز کس شنیدہ
امروز بھیں کہ مرد ماں را کار سے بہ بلا کتے رسیدہ

مشرق ہمہ پُر زلفہ و شر

مغرب ہر مست و سر کشیدہ

اے آنکہ در شوق بے نہایت حق را ہر آشکارہ دیدہ
طے کردہ مرآسل و منازل ہمسارہ بہ سلسلے رسیدہ
وز سدرہ بہ منتہائے قوسین اعظمت خاصرہ بریدہ

اے آنکہ درون پردہ ملاذ

از خویش بہ خویشمن رسیدہ

کے عقل تو اں رسد بہ پایاں	ہم عشق ہمنوز نہا رسیدہ
رواک لما خلقت الافلاک	در مدح تو جان ہر قصیدہ
اے اسم تو عزیز جان عشاق	اے ذکر تو نور قلب و دیدہ
اے بر تو شمار، شرم عصیاں	اے بر تو خدا دل تپیدہ
یک گوشہ چشم التفاتے	بر اقیان عشم رسیدہ
رحمت بہ اشارۃ توجرتاں	جنت بہ نگاہت آرمیدہ
استادہ بہ پیش بارگاہت	پیرے بہ رُخ استیں کشیدہ

شاید جگرِ حزیں ہمیں است
از ہارِ گندِ کمرِ خمیدہ

وَأَنَّا لَعَلَّوْا خَسَلًا عَظِيمًا

اور بے شک آپ احسن کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہیں
(اسطر، ۲)



انتخاب
تقریباً عری

(اردو)

امیر مینائی لکھنوی

المترنی ۱ ۱۹۰۰ء

خلق کے سرورِ شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم
 مرسلِ واد، خاصِ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم
 نورِ مجسم، نیرِ اعظم، سرورِ عالمِ مومنِ آدم
 نوع کے ہمد، خضر کے رہبر صلی اللہ علیہ وسلم
 فخرِ جہاں ہیں عرشِ مکاں میں شاہِ شہاں ہیں سیفِ بیاں ہیں
 سب پر عیاں ہیں آپ کے جوہر صلی اللہ علیہ وسلم
 قبلۂ عالم کعبۂ اعظم سے مقدمِ راز سے محرم
 جانِ مجسم، روحِ منصور، صلی اللہ علیہ وسلم
 دولتِ دنیا خاکِ برابر، ہاتھ کے خالی دل کے نوگر
 مالکِ کشور تختِ بانس صلی اللہ علیہ وسلم
 رہبرِ مروتی، ہادیِ مینائی، تارکِ دنیا، مالکِ عقیقی
 ہاتھ کا تکیہ خاک کا بستر صلی اللہ علیہ وسلم
 سرورِ خدائے چہرہ گلستانِ جہہ تاباں، مہرِ درخشاں
 سنبلِ پیچاں، زلفِ منبر صلی اللہ علیہ وسلم
 مہر سے ملو ریشہ ریشہ نعتِ امیرِ اپنا ہے پیشہ
 وردِ ہمیشہ دن بھر شب بھر صلی اللہ علیہ وسلم

اسماعیل میرٹھی

المتوفی : ۱۹۱۴ء

ادوار العزم تجھ سانہ آئے نہ آیا	علیک السلام اے شفیع البرایا
کہا جو خدا نے وہ تو نے نہ سنایا	علیک السلام اے امین الہی
کسی نے نہیں تیرے رتبے کو پایا	علیک السلام اے رفیع المدارج
فدا خلق پر تیرے اپنا پرایا	علیک السلام اے ستودہ خصائل
جواد و رؤف و کریم البھایا	علیک السلام اے جمیل الشائل
ترا دامن لطف ہے سب پر چھایا	علیک السلام اے امان دو عالم
نہ تھا تیرے جسم مطہر کا سایہ	علیک السلام اے جمال معانی
ترے حلم نے بارِ اُمت اٹھایا	علیک السلام اے محبِ غریباں
ہے سلطان اور جملہ عالم رعایا	علیک السلام اے نرا نورِ اقدس
جو اول بنایا تو آخر دکھایا	علیک السلام اے تجھے ذاتِ حق نے
کہ توحید کا تو نے سکر بٹھایا	علیک السلام اے شہنشاہِ وحدت
دلوں میں جو تھے روگ سب کو شایا	علیک السلام اے طیبِ نہانی
عجب تو نے صحت کا نسخہ پلایا	علیک السلام اے شفا سے مجسم
کسی نے تری گردِ رہ کو نہ پایا	علیک السلام اے سوارِ یکِ رو
خدا کا ہمیں تو نے رستہ دکھایا	علیک السلام اے رسالتِ پناہی
تجھے حق نے انسانِ کامل بنایا	علیک السلام اے ہدایتِ مرکز

درود و سلام و صلوة و تحیت

یہ لایا ہے حامد تحف اور ہدایا

عبدالباری آسی (الدنی) لکھنوی

المؤلفی : ۱۹۲۹ء

وہی ہیں طاہر وہی مطہر وہی ہیں شافع وہی پیغمبر وہ سب سے افضل وہ سب سے بالا وہ سب کے رہبر وہ سب کے بزر

تحت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

شفیق سب کے ادیب سب کے اہل سب کے خلیل سب کے رفیق سب کے حبیب سب کے رئیس سب کے کفیل سب کے

تحت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

مہ منور ہیں وہ عرب کے نہ ابران پر نہ کوئی ہالا جہاں کے حق میں سبب طرح کے بہ لطف بزر بہ خلق اعلا

تحت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

حکیم امت رحیم و یرت کریم سیرت عظیم ہیبت شریف طینت قیم جنت دلیل ملت رفیع رفعت

تحت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

شہیر عالم بہ خوش کلامی عرب کے والی عجم کے حامی جہاں کے مولا جہاں میں نامی بہ دل مکرم بہ جاں گرامی

تحت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

بلا نہ اب یہ بلے کا وجہ ہوا ہے ایسا نہ کوئی ہوگا اسی سے ظاہر ہے ان کا رتبہ کہ خود شاگو ہے حق تعالیٰ

تحت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

وہ ساتھ شمع بدی جولائے تربیت ہوئے خیرہ سر بھگائے چراغ ملت کے یوں جلائے کہ فرسے دنیا کے بھگائے

تحت ان پر درود ان پر صلوٰۃ ان پر سلام ان پر

کہاں تک آتی یہ ہرزہ کوشی کہاں تک آخر یہ سخت جوشی کہاں تک اتنی سخن فروششی یہ کہہ کے جو مائل خموشی

بیدم شاہ وارثی

المترلی ۱۹۴۴ء

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کھینے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کعبہ ہمارا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 مصحفِ ایمان روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 لے کے مرادِ دل آئیں گے مر جائیں گے مٹ جائیں گے
 پہنچیں تو ہم تا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 طوبیٰ کی جانب تھکنے والو! نکلیں کھولو، ہوش نہالو
 دیکھو قدِ دل جوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 نام اسی کا بابِ کرم ہے دیکھ ہی محرابِ حرم ہے
 دیکھ خیمِ ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 بھینی بھینی خوشبو مہکی، بیدم دل کی دنیا مہکی
 کھل گئے جب گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حسرتِ موبائی

المثنوی : ۱۹۵۱ء

منظرِ شانِ کبریا صلی علی محمد
آئینہٴ خدا نما صلی علی محمد
موجبِ نازِ عارفان، باعثِ فخرِ صائفان
سرور و خیرِ انبیاء صلی علی محمد
مرکزِ عشقِ دل کشا، مصدرِ حسنِ جاں فزا
صورت و سیرتِ خدا صلی علی محمد
مونسِ دل شکستگان، پشتِ پناہِ خستگان
شافعِ عرصہٴ جزا صلی علی محمد
حسرتِ اگر رکھے ہے تُو بخششِ حق کی آرزو
وردِ زبانِ ہے سدا صلی علی محمد

بہزاد لکھنوی

المترن: ۱۹۵۵ء

آنکھ فدا ئے رے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 قلب نثار کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 خوشبوئے کونین سے بہتر، پھولوں سے بزرگیوں سے بڑھکر
 خوشبوئے گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 دنیا میری ذکرِ مدینہ، دین مرا دینِ شہِ بطحا
 ایماں مرا رستے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 چشم و نظر کا ذکر ہی کیا ہے ذکر ہی کیا ہے نکر ہی کیا ہے
 کہتا ہے دل چل سوتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 روح ہے لرزاں دل ہے پشیاں آنکھ ہے تمچہٴ افسرہ
 لاتی صبا پھر بجے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 رنج و الم کب ہیں مرے ثیاں کیوں رہو بہزاد میں داں
 بن کے گدا ئے کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اقبال سہیل

المجلد : ۱۹۵۵ء

موج کوثر

منظہر اقل مرسل خاتم صلی اللہ علیہ وسلم
 حسن سراپا، خیر مجسم صلی اللہ علیہ وسلم
 خلقت جس کی سب سے مقدم صلی اللہ علیہ وسلم
 جس کے مبشر عیسیٰ مریم صلی اللہ علیہ وسلم
 لہبرایا توحید کا چہم صلی اللہ علیہ وسلم
 پھر سے سنوارا گلشن آدم صلی اللہ علیہ وسلم
 اس نے کیے سب آکے منظم صلی اللہ علیہ وسلم
 رہ نہ گیا کچھ تفسر قد باہم صلی اللہ علیہ وسلم
 شرک کی مفضل کردی برہم صلی اللہ علیہ وسلم
 تلات حدود اللہ میں منظم صلی اللہ علیہ وسلم
 جس کا تفوق سب پر مستم صلی اللہ علیہ وسلم
 جس کی دعوت اسلم تسم صلی اللہ علیہ وسلم

احمد مرسل فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 جسم مزکن، روح مصور قلب مجلی، نور مقطر
 طینت جس کی سب سے مظہر بعثت جس کی سب سے موفر
 جس کی ہر اول فوج سلیمان جس کے منادی موسیٰ عمراں
 کفر کی ظلمت جس نے مٹائی دین کی دولت جس نے لٹائی
 باغ جہاں کا عارس نامی جس نے مٹائی رسم غلامی
 بچم ملتی تھی نظم سے خالی بھرے ہوئے تھے حق کے لالی
 پٹھوے ہوئے گلے کو ملایا نسل و وطن کا فرق مٹایا
 وہم کی ہرزخی کو توڑا، رشتہ ایک خدا سے جوڑا
 حفظ مراتب پاس اخوت سخی و توکل رفیق و فترت
 جس پہ تصدق وحی الہی کنکریاں دیں جس کی گواہی
 خلق خدا کا راعی آخر، دین ہدی کا داعی آخر

ارض و سما میں آیہ رحمت روز جزا میں سایہ رحمت
 راہ میں کانٹے جس نے بچائے کالی وہی پیغمبرِ رسالت
 سم کے عوض وارثے شفا دہی طعن سے اونیکے عادی
 جس کا نام اچھالے وارث آپ رفعتا تک فرما کر
 فقر و غنا دونوں کا سلطان روح و جہ دونوں کا دریاں
 دلق میں جس نے سلطانی کی جنگ میں جس نے جہان پانی کی
 قبلہ نمائے سیدہ گزاراں شعلہ سیٹا جلوہ فاراں
 عالم ناسوتی کا مجاہد، شاہد لاہوتی کا مشاہد
 عمر بسر کی نان جو میں پر، سکتہ چلایا پھر رخ و زمیں پر
 وہ مصداق "ذائقہ فتنی" جس کی منزل عرشِ مثل
 نظم میں جسکی نعت مظہر انا اعطینک الکدر
 شرح "الوفشخ" وہ سینہ بقی تجلی کا گنجینہ
 چتنے فضائل چتنے محاسن ممکن میں ہو سکتے تھے ممکن
 علم لدنی، شانِ کریمی، خلقِ خلیلی، نطقِ کلیمی
 آپ اگر مقصود نہ ہوتے کون و مکان موجود نہ ہوتے
 نور میں تن کبسل میں چھپاتے، بادل میں بجلی لہراتے
 المذثر المزل ذات اس کی کریمین کا حاصل
 بندہ اور خدا سے وصل، خاکی اور انوار کا مال
 لعل شرف کا بدروہی ہے بزمِ رسل کا صدرِ دہی

اس کے لوائے حمد کا پرچم صلی اللہ علیہ وسلم
 اس پر چھڑکی پیار کی شبنم صلی اللہ علیہ وسلم
 زخم ہے اور بخشا مرہم صلی اللہ علیہ وسلم
 بزمِ تجلی جس کا مختیم صلی اللہ علیہ وسلم
 دین کا اور دنیا کا سنگِ منیم صلی اللہ علیہ وسلم
 زہد و سیاست کر دیتے توام صلی اللہ علیہ وسلم
 صبح بہاراں جس کا مقدم صلی اللہ علیہ وسلم
 شان میں ارفع، صبر میں اقوم صلی اللہ علیہ وسلم
 فقر میں استغنا کا یہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 نکتہ "ما ادحی" کا محرم صلی اللہ علیہ وسلم
 اللہ اللہ شانِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم
 جگمگ جگمگ چم چم چم صلی اللہ علیہ وسلم
 حق نے کیسے سب اس میں فراہم صلی اللہ علیہ وسلم
 زہد و سہما، عفت و مریم صلی اللہ علیہ وسلم
 اور مسجود نہ ہوتے آدم صلی اللہ علیہ وسلم
 نور کا مینہ برساتے یم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 خاک پر سجدہ عرش پر پرچم صلی اللہ علیہ وسلم
 اُمی اور اسرار کا محرم صلی اللہ علیہ وسلم
 بدرِ منور صدرِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

صدرِ اہم سلطانِ مدینہ، وہ جس کے کف پا کا پسینہ
جن کا پیارا نام محمدؐ، فیضِ موندِ فوزِ محسنہ
حظہ اور یسین کا مورد، قبلہ ایسا جس کا مولہ
بعدِ خدا ہر ایک کے افضلِ اشرف و اکملِ لطیفِ اجل
شافعِ محشر، حاجیِ عصیانِ حامیِ مضطر، عاریسِ گہاں
سیدِ بطنی، مخبرِ صادق، عروہ و ثقی، مصحفِ ناطق
باطن و ظاہر، طبیبِ طاہرِ خسروِ قاہر، کوکبِ باہر
جس کا بذلِ عطاء شامِ حیرت کا فضلِ شفا عجل
حسنِ ازل کا جلوہ رنگیں، بحرِ قدم کی موجِ نخستیں

گل کدہٗ فردوس کی شبنمِ صلی اللہ علیہ وسلم
حسنِ مجنوں، نورِ مقدمِ صلی اللہ علیہ وسلم
دولتِ سرمدِ جس کا مقدمِ صلی اللہ علیہ وسلم
اصدق و اعدلِ اجودِ احکمِ صلی اللہ علیہ وسلم
ساقیِ کوثر، وارثِ زمزمِ صلی اللہ علیہ وسلم
برزخِ کبریٰ، آیہٗ محکمِ صلی اللہ علیہ وسلم
جانِ مظاہر، مرکزِ عالمِ صلی اللہ علیہ وسلم
جس کا حکمِ قضائے مبرمِ صلی اللہ علیہ وسلم
اوجِ ابد کا نیتِ عظیمِ صلی اللہ علیہ وسلم

مہرِ رسالت، مہرِ جلالت عینِ عدالتِ خضرِ دلالت
لے بجمالتِ ناطقہٗ اکمِ صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا مناظر احسن گیلانی

المؤلف ۱۹۵۶ء

پیارے محمدؐ جگ ساجن تم پر واروں تن من دھن
تم ری صورتیا من موہن کبھو کرایتو تو درشن

جیا کنھڑے دلواترے
صلی اللہ علیک نبینا

تم ری دھریا کیسے چھوڑوں تم سے توڑوں کس کے جوڑوں
تم ری گلی کی دھول بٹوؤں تم سے نگریں دم بھی توڑوں

جی کا اب ارمان یہی ہے
آنکھوں پر اب دھیان یہی ہے
صلی اللہ علیک نبینا

مولانا حامد حسن قادری (پنچراپوتی)

المترن : ۱۹۶۳ء

هو آفصح بمقاله هو آكمل بنواله
هو آعظم بجلاله هو افتد بمثاله

بلغ العلى بكماله
كشف الدجى بجماله
حسنت جميع خصاله
صلوا عليه وآله

هو حامد ومحمد هو ماجد وممجد
هو امجد هو احمد هو مرشد هو ارشد

بلغ العلى بكماله

وہ بشیر بھی وہ تیز بھی وہی آپ اپنی نظیر بھی
وہ زمیں پہ شاہ و امیر بھی وہ فلک پہ عرش میر بھی

بلغ العلى بكماله

وہ قیسم بھی وہ جیم بھی وہ نیم بھی وہ دیم بھی
وہ رقت بھی وہ رحیم بھی وہ خلیل بھی وہ کلیم بھی

بلغ العلى بكماله

وہ رفیع اپنے کمال میں وہ حسین اپنے جمال میں
وہ عزیز اپنی خصال میں وہ فنا خدا کے وصال میں

بلغ العلیٰ بکمالہ

وہی ارفع الدرجات بھی وہی اکمل البرکات بھی
وہی جامع الخسائت بھی وہی جہا بھی واصلات بھی
بلغ العلیٰ بکمالہ

جسے انہیں کافیض جہان میں وہ نماز میں وہ اذان میں
وہ یگانہ آن میں شان میں وہ گئے ملک پر اک آن میں
بلغ العلیٰ بکمالہ

یہ جو قصر سبز رواق ہے یہ جو چرخ ہفت طباق ہے
یہ انہیں کے قصر کا طاق ہے یہ انہیں کے زیر براق ہے

بلغ العلیٰ بکمالہ

وہ ورستے ہفت ملک گئے کہ جہاں نہی نہ ملک گئے
وہ مقام قرب ملک گئے جہاں تھے نور جھک گئے

بلغ العلیٰ بکمالہ

انہیں بے حجاب خدا ملا انہیں مرتبہ یہ بڑا ملا
انہیں کیا دیا انہیں کیا ملا جو دیا دیا جو ملا ملا

بلغ العلیٰ بکمالہ

کشف الدجی بجمالہ
حسن جمع خصالہ
صلوا علیہ والہ

مولانا احمد رضا خان بریلوی

المتوفی : ۱۹۲۱ء

مُصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	فتحِ یزیم ہدایت پہ لاکھوں سلام
مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود	گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام
شہرِ یارام تاجدارِ عزم	نورِ بہارِ شفا عمت پہ لاکھوں سلام
شبِ اسرمی کے دُہا پہ دائم درود	لوشہ یزیم جنت پہ لاکھوں سلام
عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود	فرش کی طیب و نہت پہ لاکھوں سلام
نورِ عینِ لطافت پہ الطف درود	زیب و زینِ لطافت پہ لاکھوں سلام
سردِ نازِ قدم مغزِ رازِ حکم	یکہ تازِ فضیلت پہ لاکھوں سلام
نقطہ ستر و حدت پہ یکتا درود	مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام
صاحبِ رجعت شمس و شفق القمر	تائب و مست قدرت پہ لاکھوں سلام
چس کے زیرِ لوا آدم و من سوا	اس منزلِ سیادت پہ لاکھوں سلام
عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نجس	اس کی قاہرِ ریاست پہ لاکھوں سلام
فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود	ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام
شرقِ انوارِ قدرت پہ نوری درود	فتقِ ازارِ قربت پہ لاکھوں سلام
بے بہیم و قسیم و عدیل و شیل	جوہرِ فردِ عزت پہ لاکھوں سلام
منہرِ غیبِ ہدایت پہ غیبی درود	عطرِ جیبِ نہایت پہ لاکھوں سلام
ماورائے خلوت پہ لاکھوں درود	شاوہِ ماسوتِ جلوت پہ لاکھوں سلام
اصلِ ہمد بود و بہبودِ نغمہ و جود	قاسمِ کثرِ نعمت پہ لاکھوں سلام

کنز ہر سیکس و بے نوا پر درود
 پر تو اسیم ذات احد پر درود
 خلق کے داورس سب کے فریاد رس
 مجھ سے بیکس کی دولت پر لاکھوں درود
 شمع بزم دنا ہو میں گم کن انا
 انتہائے دوئی ابتہائے یکی
 کثرت بعد قلت پر اکثر درود
 رب اعلیٰ کی نعمت پر اعلیٰ درود
 ہم غریبوں کے آقا پر بے حد درود
 فرحت جان مومن پر بے حد درود
 سبب ہر سبب منتہائے طلب
 مصدر منظر نیت پر اظہر درود
 جس کے جلوئے سے مرجھاتی کلیاں کھلیں
 قریبے سایہ کے سایہ رحمت
 طائران قدس جس کی ہیں قمریاں
 وصف جس کا ہے آئینہ حق نما
 جس کے آگے سرسورداں خم رہیں

حر زہر رفتہ طاقت پر لاکھوں سلام
 مقطع ہر سیاوت پر لاکھوں سلام
 کہف روز مصیبت پر لاکھوں سلام
 مجھ سے بے بس کی قوت پر لاکھوں سلام
 شرح متن ہر بیت پر لاکھوں سلام
 جمع تفریق و کثرت پر لاکھوں سلام
 عزت بعد ذلت پر لاکھوں سلام
 حق تعالیٰ کی منت پر لاکھوں سلام
 ہم فقیروں کی ثروت پر لاکھوں سلام
 غنی قلب ضلالت پر لاکھوں سلام
 علت جملہ علت پر لاکھوں سلام
 منظر مصدر بیت پر لاکھوں سلام
 اس گل پاک نقبت پر لاکھوں سلام
 غل ممد و درافت پر لاکھوں سلام
 اس ہی سر و قامت پر لاکھوں سلام
 اس خدا ساز طلعت پر لاکھوں سلام
 اس مترجح رفت پر لاکھوں سلام

وہ کرم کی گھٹا گیسو سے مشک سا
 لَيْلَةُ الْقُدْرِ میں مَطْلَعِ الْفَجْرِ حق
 لخت لخت دل ہر جگر پاک سے
 دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
 چشمہ مہر میں موج نور جلال
 جس کے ماتھے شفاعت کا سہارا
 جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
 اُن کی آنکھوں پر وہ سایہ افکن شرہ
 آشکارا ہی شرکاں پر برے درود
 مَعْنَى قَدْ نَامَى مَقْصِدُ مَا طَلَبَا
 جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
 پیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
 جن کے آگے چراغِ قر جھللائے
 اُن کے خد کی سہولت پر بسے درود
 جس سے تار یک دل جگمگانے لگے
 چاند سے منہ پر تاباں درخشاں درود
 شبنم باغِ حق یعنی رُخ کا عسرق

لکھ آبرِ رافت پہ لاکھوں سلام
 مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام
 شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام
 کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام
 اُس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام
 اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
 اُن بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
 غلظہ قصرِ رحمت پہ لاکھوں سلام
 سلکِ دُر شفاعت پہ لاکھوں سلام
 زر گیس باغِ قدرت پہ لاکھوں سلام
 اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
 اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
 اُن عذاروں کی طلعت پہ لاکھوں سلام
 اُن کے قد کی رفاقت پہ لاکھوں سلام
 اُس چمک الی گمت پہ لاکھوں سلام
 نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام
 اُس کی سچی براقیت پہ لاکھوں سلام

خط کی گرد و دہن وہ دل آرا پھلین
ریش خوش معتدل مرہم ریش دل
پتلی پتلی گل قدس کی پشیاں
وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
جس کے پانی سے شاداب جان و جان
جس سے کھار ہی کنوئیں شیرہ جاں بنے
وہ زباں جس کو سب گُن کی کہنی کہیں
اُس کی پیار ہی فصاحت ہے بے حد درود
اُس کی باتوں کی لذت ہے لاکھوں درود
وہ دعا جس کا جوین بہار قبول
جن کے گچھے سے لچھے جھڑی نور کے
جن کی تسکیں سے روتے ہوئے منہس پریں
جس میں نہریں ہیں شیر و شکر کی رواں
دوش بردوش ہے جن سے شان شرف
جہر اسود کعبہ جان و دل
روشنے آئینہ علم پشت حضور
ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا

سبزہ نہر رحمت ہے لاکھوں سلام
ہالہ ماہِ ندرت ہے لاکھوں سلام
اُن لبوں کی نزاکت ہے لاکھوں سلام
چشمہ علم و حکمت ہے لاکھوں سلام
اُس دہن کی طراوت ہے لاکھوں سلام
اُس زلال حلاوت ہے لاکھوں سلام
اُس کی نافذ حکومت ہے لاکھوں سلام
اُس کی دلکش بلاغت ہے لاکھوں سلام
اُس کی خطبے کی ہیبت ہے لاکھوں سلام
اُس نسیم اجابت ہے لاکھوں سلام
اُن ستاروں کی نزہت ہے لاکھوں سلام
اُس جسم کی عادت ہے لاکھوں سلام
اُس گلے کی نصارت ہے لاکھوں سلام
ایسے شانوں کی شوکت ہے لاکھوں سلام
یعنی مہر نبوت ہے لاکھوں سلام
پشتی قصر ملت ہے لاکھوں سلام
موج بحر مساحت ہے لاکھوں سلام

جس کو بارِ ودعالم کی پروا نہیں
 کعبہ دین و ایمان کے دونوں ستون
 جس کے ہر خط میں ہے موجِ نورِ کرم
 نور کے چشتے ہسرا میں دریا بہیں
 عیدِ مشکل کشائی کے چمکے حلال
 رفعِ ذکرِ جلالت پہ ارفعِ درود
 دل سمجھ سے دراپے مگو یوں کہوں
 گل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
 جو کہ عزمِ شفاعت پہ کھینچ کر بندھی
 انبیاء کریں زانو ان کے حضور
 ساقِ اہلِ قدمِ شاخِ شعلِ کرم
 کھائی قرآن نے خاکِ گرز کی قسم
 جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
 پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے درود
 زرعِ شاداب و ہر ضرع پر شیر سے
 مجاہدوں کے لیے ترکِ پستان کریں
 مہرِ والا کی قسمت پہ صد ہا درود

ایسے ہازد کی تڑپ پہ لاکھوں سلام
 سادینِ رسالت پہ لاکھوں سلام
 اس کعبہ بھرِ جہت پہ لاکھوں سلام
 انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
 تاجوں کی بشارت پہ لاکھوں سلام
 شرحِ صدرِ صدارت پہ لاکھوں سلام
 غنچہٴ رازِ وحدت پہ لاکھوں سلام
 اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
 اس کمر کی حمایت پہ لاکھوں سلام
 زانوؤں کی وجاہت پہ لاکھوں سلام
 شمعِ راہِ اصابت پہ لاکھوں سلام
 اس کعبہٴ پاکیِ حرمت پہ لاکھوں سلام
 اس دلِ افروزِ ساعت پہ لاکھوں سلام
 یادِ گامیِ امت پہ لاکھوں سلام
 برکاتِ رضاعت پہ لاکھوں سلام
 دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام
 بُرجِ ماہِ رسالت پہ لاکھوں سلام

اللہ اللہ وہ نیچنے کی پھسبن
 اٹھتے بوٹوں کے نشوونما پر درود
 فضل پیدائشی پر ہمیشہ درود
 بے بناوٹ ادا پر ہزاروں درود
 بھینی بھینی ملک پر مہکتی درود
 میٹھی میٹھی عبارت پر شیریں درود
 سیدھی سیدھی روش پر کردروں درود
 روزِ گرم و شبِ تیسرہ و تار میں
 جس کے گھیرے میں ہیں انبیاء و ملک
 اندھے شیشے جھلا جھل دیکھنے لگے
 لطف بیدار ہی شب پر بے حد درود
 خندہ صبحِ عشرت پر نوری درود
 نرمی خوشے لینت پر واثم درود
 جس کے آگے کچی گردنیں جھک گئیں
 کس کو دیکھا یہ موسیٰ سحرِ لہجے کوئی
 گروہ و دستِ انجم میں رختاں ہلال
 شورِ تکبیر سے تھر تھرائی زہیں

اس خدا بھائی صورت پر لاکھوں سلام
 کھلتے غنچوں کی نکمت پر لاکھوں سلام
 کھیلنے سے کراہت پر لاکھوں سلام
 بے تکلف ملاحٹ پر لاکھوں سلام
 پیاری پیاری نفاست پر لاکھوں سلام
 اچھی اچھی اشارت پر لاکھوں سلام
 سادی سادی طبیعت پر لاکھوں سلام
 کوہ و صحرا کی خلوت پر لاکھوں سلام
 اُس جہانگیرِ بخت پر لاکھوں سلام
 جلوہ ریزی و دعوت پر لاکھوں سلام
 عالمِ خوابِ راحت پر لاکھوں سلام
 گرمیہ ابرِ رحمت پر لاکھوں سلام
 گرمی شانِ سلطنت پر لاکھوں سلام
 اس خداداد شوکت پر لاکھوں سلام
 آنکھوں والوں کی بہت پر لاکھوں سلام
 بدر کی دفعِ ظلمت پر لاکھوں سلام
 جنبشِ جیشِ نصرت پر لاکھوں سلام

نعرائے دیسداں سے بے گونہ نختے
 وہ چٹا چاق خنجر سے آتی صدا
 اُن کے آگے وہ حمزہ کی جانتا زبیاں
 الغرض ان کے ہر مو پہ لاکھوں درود
 اُن کے ہر نام و نسبت پہ نامی درود
 اُن کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود
 پارہائے صفِ غنیہائے قدس
 آبِ تطہیر سے جس میں پودے جھے
 خونِ خیرِ الرسل سے ہے جن کا خمیر
 اُس بتولِ جگر پارۂ مصطفیٰ
 جس کا آنچل نہ دیکھا مرد مہرنے
 سیدہ زاہرہ طیبہ طامرہ
 وہ حسنِ مجتبیٰ سیدِ الامنیہ
 امج مہرِ ہدیٰ موجِ بحرِ ندی
 شہدِ خوارِ لعابِ زبانِ نبی
 اس شہیدِ بلاشاہِ گلگوں قسبِ
 قدِ درجِ نجف مہرِ برجِ شرف

غرشِ کوسِ جرأت پہ لاکھوں سلام
 مصطفیٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام
 شیرِ غزانِ سلطوت پہ لاکھوں سلام
 اُن کی ہر خُودِ خصلت پہ لاکھوں سلام
 اُنکے ہر وقتِ حالت پہ لاکھوں سلام
 اُن کے اصحابِ عترت پہ لاکھوں سلام
 اہل بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
 اُس ریاضِ نجات پہ لاکھوں سلام
 اُن کی بے لوثِ طینت پہ لاکھوں سلام
 حمدِ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
 اُس دانےِ نزاہت پہ لاکھوں سلام
 جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام
 راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
 روحِ رمخِ سخاوت پہ لاکھوں سلام
 چاشنیِ گیرِ عصمت پہ لاکھوں سلام
 بیکیں دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام
 رنگِ رویِ شہادت پہ لاکھوں سلام

اہلِ اسلام کی ماورائے شفیق
 جلو گیتانِ بیت الشرف پر درود
 یثما پہلی ماں کہتے امن و امان
 عرش سے جس پہ تسلیم نازل ہوئی
 منزل من قصبت لا نصبت لا صفت
 بنتِ صدیق آرام حبانِ نبی
 یعنی ہے سورۃ نور جن کی گواہ
 جن میں روح القدس بے اجازت نہ جائیں
 شمع تابانِ کاشائے اجتہاد
 جاں نثارانِ بدر و احد پر درود
 وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا
 قاص اس سابق سیر قرب خدا
 سایہ مصطفیٰ مایۃ اصطفیٰ
 یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل
 اصدق الصادقین سید المتعین
 وہ عمر جس کے اعدا پر شید استقر
 فاروقِ حق و باطل امامِ الہدی

یانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام
 پر و گیانِ عصمت پہ لاکھوں سلام
 حق گزارِ رفاقت پہ لاکھوں سلام
 اس سرسبزِ سلامت پہ لاکھوں سلام
 ایسے کونک کی زینت پہ لاکھوں سلام
 اس حریمِ برآت پہ لاکھوں سلام
 ان کی پر نور صورت پہ لاکھوں سلام
 اس سرادق کی عصمت پہ لاکھوں سلام
 مفتی چار ملت پہ لاکھوں سلام
 حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام
 اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام
 اودھ کا میلست پہ لاکھوں سلام
 عترت و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
 شامی آئینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام
 چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام
 اس خدا و دستِ حمزہ پہ لاکھوں سلام
 تیغِ مسلولِ شدت پہ لاکھوں سلام

ترجمہ ان بنی ہمدان نبی
 زاہد مسجد احمدی پر درود
 در منشور تہران کی سک بھی
 یعنی عثمان صاحب قیص ہر نے
 مرتضیٰ شیر حق اشبح الاشبحین
 اصل نسل صفا وجہ وصل حشر
 اولیں دافع اہل رفض و خرچ
 شیر شمشیر زن شاہ خیر شکن
 ماحی رفض و تفضیل و نصب و خرچ
 مومنین پیش قدمی فتح و پس فتح سب
 جس مسلمان نے دیکھا انہیں اک نظر
 جن کے دشمن پہ لعنت ہے اللہ کی
 باقی ساقیان شراب طہور
 اور جتنے ہیں شہزادے اُس شاہ کے
 ان کی بالاس شرافت پہ اعلیٰ درود
 شافعی مالک احمد امام حنیف
 کاملان طریقت پہ کامل درود

جان شان عدالت پہ لاکھوں سلام
 دولت جیش عشرت پہ لاکھوں سلام
 زوجہ و نور عفت پہ لاکھوں سلام
 علم پوش شہادت پہ لاکھوں سلام
 ساقی شیر و شربت پہ لاکھوں سلام
 باب فصل ولایت پہ لاکھوں سلام
 چارمی رکن ملت پہ لاکھوں سلام
 پرتو دست قدرت پہ لاکھوں سلام
 حامی دین و سنت پہ لاکھوں سلام
 اہل خیر و عدالت پہ لاکھوں سلام
 اُس نظر کی بصارت پہ لاکھوں سلام
 اُن سب اہل محبت پہ لاکھوں سلام
 زین اہل عبادت پہ لاکھوں سلام
 اُن سب اہل مکانت پہ لاکھوں سلام
 اُن کی والاسیادت پہ لاکھوں سلام
 چار باغ امامت پہ لاکھوں سلام
 عاملان شریعت پہ لاکھوں سلام

عجوبہ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام	غوثِ اعظمِ امامِ التقی والنقی
محیِ دین و ملت پہ لاکھوں سلام	قطب و ابدال و ارشاد و رشدِ ارشاد
فردِ اہلِ حقیقت پہ لاکھوں سلام	مردِ خیلِ طریقت پہ بے حد درود
اُس قدم کی کراست پہ لاکھوں سلام	جس کی منبرِ ہوتی محمدؐ اور لب
نوبہارِ طریقت پہ لاکھوں سلام	شاہِ برکات و برکاتِ پشینیاں
گلِ روضِ ریاضت پہ لاکھوں سلام	سینہٴ آلِ محمدؐ امامِ رشد
زینتِ قادریٹ پہ لاکھوں سلام	حضرت حمزہ شیرِ خدا و رسول
سب میں اچھے کی صورت پہ لاکھوں سلام	نام و کام و تن و جان و حال و مقال
میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام	نورِ جاں عطرِ محبوبِ آلِ رسول
احمد نورِ طینت پہ لاکھوں سلام	زیبِ سجادہ سجادہ نورِ ہی نہاد
تا ابدِ اہلِ سنت پہ لاکھوں سلام	بے عذابِ عذابِ حسابِ کتاب
بندۂ جنتِ خلقت پہ لاکھوں سلام	تیرے ان دوستوں کے طفیل اے خدا
اہلِ ولد و عشرت پہ لاکھوں سلام	میرے استادِ ماں باپ بھائی بہن
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام	ایک میرا ہی رحمت پہ دھوئی نہیں
بھجیں سب اکلی شوکت پہ لاکھوں سلام	کاش عشر میں جب اُن کی آمد ہو اور

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

میکھی اعظمی

المترن : ۱۹۷۲ء

سلام اُس پر ہوئی جس سے منور بزم امرکائی
سلام اُس پر لقب تھارحمتہ للعالمیں جس کا
سلام اس پر کہ تھا ہمدرد غم نصیبوں کا
سلام اُس پر یتیموں کا ہمیر جس نے غم کھایا
سلام اُس پر کہ خود الفقر فخری، جس نے فرایا
سلام اُس پر دیا عدل و اخوت کا سبق جس نے
سلام اُس پر عدو پر جس نے رفیق و لطف فرماتے
سلام اُس پر جو بن کر رحمتہ للعالمیں آیا
سلام اُس پر مٹایا جس نے فتنہ خواجه دہولا
سلام اُس پر فقیری میں تھی جس کی شانِ سلطانی
سلام اُس پر ہے حق کے لیے رنج و محن جس نے
سلام اُس پر صفت و انیس جس کے رُے انور کی
سلام اُس پر کہ تھا نورِ قدم کا پیکرِ آخر
سلام اُس پر خدا تھا صاحبِ عرش بریں جس کا
سلام اُس پر کہ تھی جس کی صفت منزل و نیس
سلام اُس پر رگِ فطرت کو بخشی زندگی جس نے
سلام اُس پر کتابِ قدس ہے نعت و ثنا جس کی
سلام اُس پر ہیں جلوہ گاہیں جس کی یثرب و یثرب

سلام اُس پر رنجِ اقدس تھا جس کا شمع نورانی
سلام اُس پر کہ خود اک نامِ نامی تھا میں جس کا
سلام اُس پر کہ تھا غمِ خوار مسکینوں غریبوں کا
سلام اُس پر جو دل سوزی سے یواؤں کے کام آیا
سلام اُس پر دلوں کو سوزِ حق سے جس نے گرمایا
سلام اُس پر سنایا دہر کو پیغامِ حق جس نے
سلام اُس پر عوضِ پتھر کے جس نے پھول برسائے
سلام اُس پر جوازِ ستر تا قدمِ لطف آفریں آیا
سلام اُس پر اٹھائی جس نے رسم بندہ و آقا
سلام اُس پر شتر بانوں کو دی جس نے جہانِ بانی
سلام اُس پر خدا کی راہ میں چھوڑا وطن جس نے
سلام اُس پر شہستانِ جہاں جس نے منور کی
سلام اُس پر کہ تھا حسنِ ازل کا مطلبِ آخر
سلام اُس پر جمالِ افروز تھا روحِ الایمیں جس کا
سلام اُس پر بتائے جس نے دیں کے حکمت و آئیں
سلام اُس پر رنجِ ہستی کو دی تا بندگی جس نے
سلام اُس پر زبانِ وحی ہے رمزِ آشنا جس کی
سلام اُس پر کہ جس کی خراب گاہ ہے گنبدِ خضرا

سلام اس پر جوارِ پاک جس کا رشکِ سینا ہے

سلام اس پر دیارِ محترم جس کا مدینہ ہے

یوسف ظفر

المتوفی : ۱۹۷۲ء

حایلِ شہ آں، نورِ مجسمِ صلی اللہ علیہ وسلم
 شاعرِ عرب، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 ظاہر و باطن نور کا مامن ظاہرِ انساں باطنِ قرآن
 دہر میں وہ اللہ کا چہیم صلی اللہ علیہ وسلم
 بیتِ خانے برباد ہوئے اور کفر سے دل آزاد ہوئے
 اس سے خدا کا دین ہے محکم صلی اللہ علیہ وسلم
 عصمت و عفت کا رکھوالا، درسِ اخوت دینے والا
 عظمت کے اسرار کا محرم صلی اللہ علیہ وسلم
 بے کس و ناکس کا وہ حامی رحمتِ ایزد کا وہ پیامی
 بارگاہِ حق میں ہے منکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 لاکھوں سلام لے لے ہادیِ برحق: انت پھر محتاجِ ہمتیری
 جس کی زباں پر اب بھی ہے ہر دم صلی اللہ علیہ وسلم

آفا شورش کاشمیری

الترقی، ۱۹۷۵ء

ہم پہ ہو تیری رحمت جم جم صلی اللہ علیک وسلم
تیرے ثنا خواں عالم عالم صلی اللہ علیک وسلم

ہم ہیں تیرے نام کے لیوا لے دھرتی کے پانی دیوا
یہ دھرتی ہے برہم برہم صلی اللہ علیک وسلم

تیری رسالت عالم عالم، تیری نبوت خاتم خاتم
تیری جلالت پرچم پرچم صلی اللہ علیک وسلم

دیکھ تری امت کی نبضیں ڈوب چکی ہیں ڈوب رہی ہیں
دھیرے دھیرے مدھم مدھم صلی اللہ علیک وسلم

دیکھ صدف سے موتی ٹپکے دیکھ حیا کے ساغر چھلکے
سب کی آنکھیں پُر نم پُر نم صلی اللہ علیک وسلم

ستریتہ رستی بستی دیکھ مجھے میں دیکھ رہا ہوں
نوحہ نوحہ ماتم ماتم صلی اللہ علیک وسلم

اے آقا اے سب کے آقا ارض و سما ہیں زخمی زخمی
ان زخموں پر مرہم مرہم صلی اللہ علیک وسلم

نصر اللہ خاں عزیز

المکتوب : ۱۹۶۹ء

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فخیر رسالت ہادی اکرم مبطرتِ آں رحمتِ عالم
سب مکرم سب معظّم ماہِ منورِ نیّرِ اعظم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

پیائے پیائے ناموں والا اچھے اچھے کاموں والا
جنت کے انعاموں والا مرسلِ برحق، نازشِ آدم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس کی سیرت خلیقِ قرآن جس کی صوتِ آیہِ رحماں
راہِ ہدیٰ کی شمعِ فروزاں پیکرِ خوبیِ حسنِ مجہم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ماہر القادری

المقولات: ۱۹۷۸ء

سلام اُس پر کہ جس نے بکیسوں کی دستگیری کی
 سلام اُس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیرمی کی
 سلام اُس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے
 سلام اُس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے
 سلام اُس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبا تیں دیں
 سلام اُس پر کہ جس نے گالیاں کسن کر دعائیں دیں
 سلام اُس پر کہ دشمن کو حیاتِ جاوداں دے دی
 سلام اُس پر ابوسفیانؑ کو جس نے اماں دے دی
 سلام اُس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
 سلام اُس پر ہوا مجروح جو بازارِ طائف میں
 سلام اُس پر وطن کے لوگ جس کو تنگ کرتے تھے
 سلام اُس پر کہ گھر والے بھی جس سے جگ کرتے تھے
 سلام اُس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی وہ سونا تھا
 سلام اُس پر کہ ٹوٹا بویا جس کا نہ پھونا تھا
 سلام اُس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
 سلام اُس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اُس پر جو اُمت کے لیے راتوں کو روتا تھا
 سلام اُس پر جو فرشِ خاک پر ہارے میں سوتا تھا
 سلام اُس پر کہ جس کی ساوگی درہن بصیرت ہے
 سلام اُس پر کہ جس کی ذاتِ فخرِ آدمیت ہے
 سلام اُس پر کہ جس نے جھولیاں بھرویں فقیروں کی
 سلام اُس پر کہ مشکیں کھولیں جس نے اسیروں کی
 سلام اُس پر کہ تھا "الفقر فخری" جس کا سرمایہ
 سلام اُس پر کہ جس کے جسمِ اطہر کا نہ بخت سایا
 سلام اُس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
 سلام اُس پر بدوں کو جس نے فرمایا "یہ میرے ہیں"
 سلام اُس پر کہ جس کی چاند تاروں نے گواہی دی
 سلام اُس پر کہ جس کی لگپاروں نے گواہی دی
 سلام اُس پر کہ جس نے چاند کو دو ٹکڑے فرمایا
 سلام اُس پر کہ جس کے حکم سے سورج پلٹ آیا
 سلام اُس پر فضا جس نے زمانہ کی بدل ڈالی
 سلام اُس پر کہ جس نے کُفر کی قوت کچل ڈالی
 سلام اُس پر شکستیں جس نے دیں باطل کی زجوں کو
 سلام اُس پر کہ سلکن کر دیا طوفان کی موجوں کو
 سلام اُس پر کہ جس نے کافروں کے نور کو توڑا
 سلام اُس پر کہ جس نے پنجبہ بیہاد کو موڑا

سلام اُس پر سرشاہنشاہی جس نے جھکایا تھا
 سلام اُس پر کہ جس نے کفر کو نیچا دکھایا تھا
 سلام اُس پر کہ جس نے زندگی کا راز سمجھایا
 سلام اُس پر کہ جو خود بدر کے میدان میں آیا

سلام اُس پر کہ جس کا نام لے کر اُس کے شیدائی
 اُٹھ دیتے ہیں تختِ قیصریت اور جادوئی
 سلام اُس پر کہ جس کے نام لیوا ہر زمانے میں
 بڑھا دیتے ہیں ٹکڑا سرفروشی کے فنانے میں
 سلام اُس پر کہ جس کے نام کی عظمت پہ کٹ مرنا
 مسلمان کا یہی ایمان یہی مقصد یہی شیرا
 سلام اُس ذات پر جس کے پریشان حال دیوانے
 بنا سکتے ہیں اب بھی خالد و حیدر کے افسانے
 درود اُس پر کہ جس کا نام تسکینِ دل دجاں ہے
 درود اُس پر کہ جس کے خلق کی تفسیر قرآن ہے
 درود اُس پر کہ جس کی بزم میں قسمت نہیں سوتی
 درود اُس پر کہ جس کے ذکر سے سیرمی نہیں ہوتی
 درود اُس پر تبسمِ جس کا گل کے مُکرا نے میں
 درود اُس پر کہ جس کا فیض ہے سائے زمانے میں

درود اُس پر کہ جس کا نام لے کر پھول کھلتے ہیں
 درود اُس پر کہ جس کے فیض سے دود دوست ملتے ہیں
 درود اُس پر کہ جس کا تذکرہ عین عبادت ہے
 درود اُس پر کہ جس کی زندگی رحمت ہیِ تحت ہے
 درود اُس پر کہ جو تھا صدرِ محسنِ پاکبازوں میں
 درود اُس پر کہ جس کا نام لیتے ہیں نمازوں میں
 درود اُس پر مکیں گنبدِ خضرا جسے کہتے
 درود اُس پر شبِ معراج کا دلہا جسے کہتے
 درود اُس پر جسے غمِ شبتانِ ازل کہتے
 درود اُس پر ابہ کی بزم کا جس کو کنول کہتے
 درود اُس پر بہارِ گلشنِ عالم جسے کہتے
 درود اُس ذات پر فخرِ بنی آدم جسے کہتے
 رسولِ مجتبیٰ کہتے محمد مصطفیٰ کہتے
 وہ جس کو ہادیِ دُخ ماکدِ خذما صفا کہتے
 درود اُس پر کہ جو ماستر کی اُمیدوں کا ملہا ہے
 درود اُس پر کہ جس کا دوزنِ عالم میں سہارا ہے

حفیظ جالندھری

المترنی : ۱۹۸۲ء

سلام اے آمنہ کے لال اے محبوبِ سبحانی
 سلام اے فخرِ موجودات فخرِ نوعِ انسانی
 سلام اے نخلِ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
 ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی
 سلام اے سترِ وحدت اے سرِ سجِ بزمِ ایمانی
 زبے یہ عزت افزائی زبے تشریفِ ارزانی
 ترے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
 شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فصلِ ربانی
 سلام اے صاحبِ خلقِ عظیمِ انساں کو سکھلا دے
 یہی اعمالِ پاکیزہ یہی اشغالِ روحانی
 تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
 "بستم، گفتگو، بسندہ نوازی، خندہ پیشانی
 اگرچہ فقو فخرِ ہی رتبہ ہے تیری قناعت کا
 مگر قدموں تلے ہے سنہِ کسرائی و خاقانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
 بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی
 زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
 ترے پر تو سے مل جائے ہر اک فزے کو تابانی
 حقیقت بے نوا بھی ہے گدا سے کوچ الفت
 عقیدت کی جہیں تیری مرقت سے ہے نورانی
 تراور ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو، ترا گھر ہو
 فنا مختصر سی ہے مگر تہیہ طولانی
 سلام اے انہیں زنجیر باطل توڑنے والے
 سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

مرزا محمد رفیع سودا

الوفی: ۱۴۸۰

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
ہنر پیدا کر اڈل ترک کیجو تب لباس اپنا
فراہم زر کا کرنا باعثِ اندوہ دل ہووے
خوشامد کب کریں عالی طبیعت اہل دولت کی
عروج دستِ ہمت کو نہیں ہے قدرِ بیش و کم
کھے ہے کلفتِ ایام ضائع قدرِ مردوں کی
اکیلا ہو کہ دنیا میں اگر چاہے بہت جینا
اذیتِ فصل میں دنی جاتی سے ہو عاشق کو
موقر جان اربابِ ہنر کو بے لباسی میں
برنگ کوہِ رخاموش حرفِ ناسزا سن کر
یروشن ہے برنگِ شمعِ رابطِ باد و آتش سے
نہیں غیر از ہوا کوئی ترقی بخش آتش کا
کھے ہے دہرِ زینتِ ظالموں پر تیرہ روزی کو
طلوع مہر ہو پامالِ حسرتِ آسماں اوپر

نہ ٹوٹی شیخ سے زتارِ تسبیحِ سیمانی
نہ ہو جو تیغِ بے جوہر و گر نہ ننگِ عریانی
نہیں کچھ جمع سے غنچہ کو حاصل جز پریشانی
نہ جھاڑے آستینِ کمکشاں شاہوں کی مثنائی
سدا خورشید کی جگہ پر مساوی ہے زرافسانی
ہوئی جب تیغِ زنگ آلود کم جاتی ہے سہانی
ہوئی ہے فیضِ تنہائی سے عمرِ مختصرِ طولانی
بہت رہا ہے نالاں فصلِ گل میں مرغِ بستانی
کہ ہو جو تیغِ باجوہر اسے عزت ہے عریانی
کہ تابد گو صدائے غیب سے کھینچے پشیمانی
موافق کرنے ہووے دوست ہے دشمن جانی
نفس جب تک ہے داغِ دلِ فرصت کیونکہ پانی
کہ زیبِ ترکِ چشمِ یارِ سرور ہے صفایانی
لکھوں گا پھر غزلِ گراس زمیں میں مطلع ثانی

عجب نادان میں جن کو ہے عجب تاجِ سلیمانی
نہیں معلوم اُس نے خاک میں کیا کیا بلا دیکھا
ہماری آہ دل تیرا نہ زیادے تو یا قسمت
ترسی زلفوں سے اپنی رو سیاہی کہہ نہیں سکتا
زمانہ میں نہیں گھلتا ہے کا رستہ حیراں ہوں
جنوں کے ہاتھ سے تر قدم کا ہیدہ اتنا ہوں
نہ رکھا جگ میں رسم دوستی اندوہ روزی نے
سب بختی میں اے سودا نہیں طولِ امل لازم
سمجھ اے ناقباحت فہم کب تک یہ بیاں ہوگا
خدا کے واسطے باز آتو اب ملنے سے خواباں کے
نظر رکھنے سے حاصل اُن کے چشم و زلف و ابرو پر
نکال اس کفر کو دل سے کہ اب وہ وقت آیا ہے
زبے دین محمد پیری میں اس کی جو ہویں
ملک سجدہ نہ کرتے آدمِ خاکی کو گر اس کی
خیال خلق اُس کا اگر شفیع کافراں ہوئے
زباں پر اُس کے گزریں حرف جس جاگہ شفاعت کا
رکھا جب قدمِ ہند پہ اُن نے شریعت کا
اگر نقصانِ پر خس کے شہر رکھا ملک ارادہ ہو

فلک بالِ ہما کو پل میں بجتے ہے مگس رانی
کہ چشمِ نقشِ پا کی تا عدم نکلی نہ حیرانی
وگر نہ دیکھ آئینے کو پتھر ہو گئے پانی
کہ ہے جمعیتِ خاطر مجھے اُن کی پریشانی
گر غنچے کی کھوٹے ہے صبا کیونکر با سانی
کہ اعضاءِ دیدہ زنجیر کی کرتے ہیں مڑگانی
مگر زانو سے اب باقی رہا ہے ربطِ پیشانی
نمطِ خامرہ کے سر کٹوائے گی ایسی زباں دانی
اوائے چینِ پیشانی و لطفِ زلفِ طولانی
نہیں ہے اس سے برگزنا تہ غیبِ ایشیانی
مگر بیار ہوئے صعب یا کھینچے پریشانی
برہمن کو صنم کرتا ہے تکلیفِ مسلمانی
رہے خاکِ قدم سے ان کی چشمِ عرشِ نورانی
امانتِ دارِ نورِ اسمٰدی ہوتی نہ پیشانی
رکھیں بخشش کے سرشتِ یہودی اور نصرانی
کرے اُن نازِ آمرزش پہ براک فاسق و زانی
کرے بے موج بحرِ معدلت تب یہ طغیانی
گرہ کو آگ کے دوہیں کے غرق آن کر پانی

موافق گر نہ ہوتا عدل اُس کا آب و آتش کو
یہ کیا انصاف ہے یارو کہ طیر و وحش تک جگ میں
پلے ہے آشیاں میں باز کے بچپہ کہوتر کا
ہما آسا ہے پروازِ طخ اوجِ سعادت پر
کھلے ہے غنچہ گل باغ میں خاطر سے بلبل کے
جہاں انصاف کے ہر گاہ اے سمور ہے اتنا
ہزار افسوس لے دل ہم نہ تھے اُس وقت دنیا میں
نہ ہونے سے جداسا یہ کے اس قامت پیدا ہے
جسے یہ صورت و شیرِ کرامت حق نے کی ہو
معاذ اللہ یہ کیا حرف بے موقع ہوا سرزد
کہ طرب فہم ناقص لے گیا مجھ کو نہ یہ سمجھا
جو صورت اُس کی ہے لاریب وہ ہے صورتِ ایزد
حدیث مَن رَآنی دال ہے اس گفتگو اُپر
غرض شکل ہیں ہوتی کہ پیدا کر کے ایسے کو
تو کوئی سنگ سے بندھتی نہ شکلِ عملِ ربانی
اس امن و عیش سے اپنی بسرِ اوقات لے جانی
شباں نے گرگ کو گلہ کی سوچی ہے نگہبانی
کسے ہے مور چڑھ کر سینہ دو پر سلیمانی
جواب اور ارقِ جمعیت کو ہوتی ہے پریشانی
تو اُس کے آگے ہوگی عدل کی کیا کچھ فراوانی
وگر نہ کرتے یہ آنکھیں جمال اُس کے سے نورانی
قیامت ہوئے گا دلچسپ وہ محبوبِ سبحانی
بجا ہے کہیے ایسے کو اگر اب یوسف ثانی
جو اس کو پھر کہوں تو ہوں میں مردودِ مسلماتی
کہ وہ مہرِ الوہیت ہے یہ ہے ماہِ کنعانی
جو معنی اوس میں ہیں بیشک وہ ہیں معنی ربانی
کہ دیکھا جن نے اوس کو اونے دیکھی شکلِ یزدانی
خدا گریہ نہ فرماتا نہیں میرا کوئی ثانی

بس آگے مت چل اسو آئیں دیکھا فہم کو ترے
کو استغفار اس منہ سے اب ایسے کی شناختی

حکیم مومن خاں مومن ہلوی

الترنی ۱ ۱۸۵۱ء

چمن میں نعمتِ بلبل ہے یوں طرب مانوس
 ہے اس طرح فرح انگیز کو کوئے قمری
 نوائے طوطی شکر فشاں کی لذت سے
 خباہِ صحنِ چمن کھیا ئے عیش و نشاط
 صفا سے وہ در و دیوارِ باغ کا عالم
 زہے فریب صفا خاک نیز ہے گل چیں
 ہجومِ سبزہ نے کی بسکہ رنگ آمیزی
 ہوئی ہے سقفِ فلک مانعِ قدِ انسر و زری
 ہو کیوں کہ ایسی رطوبت پہ سنگ راہِ نسیم
 خزانہ خاک میں ہر تنگ دل ملاتا ہے
 نزدیک مالکِ گلزار کو کہ زر کی حبسگہ
 یہ رنگ و آب کہاں لعل اور زمرد کا
 چمن کی خاک سے گلگونہ اب بناتے ہیں
 غمیدہ شاخ سے یوں رنگِ گل چکاتا ہے

اگر جیسے صبحِ شب ہجر، تالہائے خروس
 کہ جیسے فوجِ مظفر میں شور و غفلِ کوس
 سماع و رقص میں اہل مذاق جوں طاؤس
 بہارِ لالہ و گل سیمائے عرضِ شمس
 کہ آشیانے میں دشوار طائروں کا جلوس
 پڑے جو وسعتِ گل زار میں گلوں کے عکوس
 زمیں پہ چادرِ مہتاب بن گئی ہے سدوس
 و گرنہ بید کہاں اور ترقیٰ معکوس
 بنا ہے شبنمِ گل آب گیند فائوس
 زمیں کہ لفظِ خنداں جانتے ہیں سب منوس
 ہر ایک کا سنہ گل میں ہے گنجِ دقیاؤس
 مگر دیا ہے گل و سبزہ نے انہیں ملبوس
 شگفتہ تا دمِ رخصت بھی ہو عذارِ عروس
 کہ جس طرح سے بھڑک اٹھے مشعلِ مشکوس

پٹھے ہے مرغِ گلستاں وہ مطلعِ رنگیں
 مشائی زبانِ لال کہاں اور مدیحِ تاجِ خرد کس
 ہزار داغ ہو پروائے آفتاب کے
 شگفتہ تر ہے چمنِ روضہ ہائے جنت سے
 غلّی پذیرِ رطوبت ہوا داغِ بہار
 ہے دشتِ بزمِ طرب کثرتِ نتائج سے
 ہوائے حیر چمنِ زار کی وہ مستی ہے
 عجب نہیں ہے گل رنگ کی ہوس سے اگر
 مزاجِ دہریہ را اعتدال آیا ہے
 عجب نہیں کہ بسانِ مگسِ حل اُگلے
 نمو کا محبِ نہ وصلِ علی کہ پھر گندم
 رطوبت ایسی نظر آئی داغِ لالہ میں
 قبائے گل کو گر اطلس سے دیجیے تشبیہ
 قوائے نامیہ کو ناگوار ہے کتنا
 ہوا ہے اب تو یہ سرمایہٴ لطافتِ آب
 کہیں جہان میں کائی نظر نہیں آتی
 سرایتِ نیمِ آبِ وضو سے دور نہیں
 بعید کچھ نہیں شادابیِ زمیں سے اگر

کہ سن کے بس رہ سن ہی ببلِ طوس
 گرا ہے خاک پہ کیا غسلِ افسر کا دوس
 پرستشِ گلِ خورشید میں ہے گرم مجوس
 ہنسی کی جا نہیں گر صومعہ نشیں ہے عبوس
 عجب کہ سبزہٴ خوابیدہ کو نہ ہو کا بوس
 نہ کیوں ہو شکلِ جاری کو نازِ شکلِ عروس
 کہ خلق کو ہوئی مشکلِ حفاظتِ ناموس
 خود آ کے شیشہٴ خالی میں ہو پری مجوس
 کہ جس نبات کو وہ صالح الیکموس
 گر ان دنوں ہو کوئی مبتلائے ایلاؤس
 ہوائے جنبشِ غربال سے بنے ہے بسوس
 کہ چاک چاک حسد سے ہوا دلِ افیوس
 سیاہ پوش "جعل" ہو درونِ ماتمِ سوس
 کہ مضیمِ رابعہ محتاج ہو سوئے کیلوس
 کہ پشتِ ماہی پہ گل ٹائے اشرفی میں خلوس
 کہ صرفِ رنگِ زار ہو گئی بجائے "ایوس"
 جو سبزہٴ زار بنے ریشِ زاہدِ سالوس
 زیادہ تر کرے سیلانِ خوں گلِ شاموس

گرا اس بہار کی یعقوب کو ہوا لگ جائے
 ہوا سے بس کہ گل شمع بھی ہے عطسہ آگیں
 یہ گل کھلاتی ہیں آب و ہوا کی تربتیں
 ہوائے جنبش اور ارق سے ہیں عطسہ فروش
 فسون گرمی دم مشاطہ نسیم کی دیکھ
 صفات آئے جو آئینہ ہوا میں نظر
 صدا نکلتی ہے مل کر ہوا سے کیا ہو فرق
 عجب ہوا ہے کہ فیض ہوا سے ہوتا ہے
 غریب آبِ خجالت ہوا کے فیض سے ہوں
 ہوا ہے کون سی ایسی مگر مدینے کی
 شرفِ مدینے کو جس سے ہے ہونہ ہو وہ ہو
 جو خواب میں بھی کبھی دیکھتی جمال اس کا
 جو شمعِ بزم کوں اُس کے روتے تاباں کو
 وہ کون؟ احمد مرسل شفیع ہر دوسرا
 جہاں مطاع، شہنشاہِ آفتاب نشان
 سیاہ چشموں کو مشکل نگاہِ دزدیدہ
 نگاہِ بانیِ عصمت سے ہے رواجِ حیا
 مئے ہے دورِ عدالت میں اس کے شیرِ غریں

شمیم جا مہ یوسف کبھی نہ ہو محسوس
 عدیلِ طبلہ عطار بن گئی فانوس
 کہ ہے پیازِ کولات و منافعِ بلبوس
 لغاتِ ورد کہ ہیں ثبتِ صفحہ قاموس
 کہ مشک نافہ ہوتے خنچہ ہاے زلفِ عروس
 لگا خواص و عوارض کو اعتبارِ نفوس
 کہ بانگِ خذہ گل ہے کہ نالہِ ناتوس
 شکم میں خستہ کے نشوونمائے اصل السوس
 کہ گل ہوا ہے مرا غنچہ دلِ مایوس
 دمِ مسیح کو ہے جس کی حسرتِ پابوس
 جسے بتاتے ہیں محبوبِ حضرتِ قدوس
 تو دیتی دل وہیں یوسف کو دخترِ طیموس
 کتان و ماہِ بنے نورِ شعلہ و فانوس
 جو خلق کا سبب اور باعثِ معادِ نفوس
 فلکِ سریر، قمرِ طلعت و ملکِ ناموس
 یہ اس کے حفظ ہے ملکِ معدلتِ محروس
 کہ چارچشم نہ ہوں زرخس اور ادا فیوس
 شبان کی ضرورت ہے جا سے ناشِ جاموس

کرم میں دلوں سے نیساں سے کس طرح تشبیہ
کہ جس کی بخشش ایک روزہ کو فنا نہ کریں
یہ جی میں ہے کہ پڑھوں اور ایک وہ مطلع
ترے ہے فیض سے ہر قطرہ آبِ حیاتِ حوس
ہمیشہ عفو ترا طالبِ گنہ گاراں
ترے حسود کی نسبت سے جل رہی ہے کیوں
تری غلامی کی دولت سے خاک پائے بلال
خمیہ کس لیے نہ آسماں بنے تھے بھلا
بہا میں دیتی ہے ماہی دھینہ پائے زمیں
ہے احتساب ترا مانعِ لباسِ حسیر
ترا وہ خوف کہ رک جائے تا گلو آ کر
یہ مے کوئی جہاں سوز نے جلایا ہے
زبس شراب کو بھی آفتاب کہتے ہیں
فریبِ وعدہ پہ پھوڑی بُتوں نے جھوٹ قسم
دمِ مصاف ترے دشمنوں سے لشکر میں
دونیم ہوں تری کشمیر کے تصور سے
طاغی گاؤں میں گاؤں چرخ سے تیز
اگر کئے مددے یا مستبدِ عربی !

مطلع ثانی

کروں میں جان کے کیونکر ترقی معکوس
ہزار سالہ گھبراہٹے قلم و قلموس
جو ہر ہر اک قنفس کی طبع سے مانوس
ترے ہے نور سے ہر ذرہ جلوہ زارِ شمس
مدام جسم ترا در دستِ کاسوس
ہجومِ شعلہ سے دوزخ ملے کفِ افسوس
سفیدہ رُخِ فغفور چہیں و خسرو روس
نہ تھا ازل سے جو مدِ نظر ترا پابوس
یہ بڑھ گئی ترے سکتے سے قد ربابہ فلوکس
نہ پھینک دیئے کہیں چرخِ اطللسِ لبوس
نہ نکلے معبدِ ترسا میں نالہ نا قوس
کہ مخ نہ کر کے فرقِ صراحی و فانوس
نہ آسماں کے واڑوں رہے مدام کیوس
سنا زبس کہ زباں سے تری وعیدِ غوس
صدائے نوحہ و شیون ہے شور و غلغلِ کوس
بہ سان ساغرِ خورشید کا سہ پائے روس
بٹھا دے خاک پہ شیرِ سپہر کو دوس
صغیر مرگ ہو رستم کو نعرہ اکلوس

مخائفوں کو ترے دو جہاں جہنم ہے
 براقِ اسپ ترا بروئے فرشتہ رکاب
 نہ جس کے دھیان میں مضمونِ قباب تو سین آئے
 ترے عہد کی خرابی کا کچھ علاج نہیں
 ترے خیال سے اصحابِ کھف کھبے یہ چین
 ظہور میں ہوئی تعظیمِ انبیا کہ نہ تھا
 شہاستم ہے کہ تیرے مدیح خواں پہ کرے
 کچھ انتہا بھی کواکب کے دورِ بے جا کی
 جو اپنی حسرت و ارباب میں بیان کروں
 جفا کو آئے مری دل شکستگی پر رسم
 ملے میں خاک میں کیا کیا مرے فنون و علوم
 حکیم وہ ہوں کہ جانتے رہیں جو اس اگر
 طیب وہ ہوں کہ ہو سوزِ سینہ بلبلی
 جو ہوں معالجِ مبطلوں تو قابضِ ارواح
 ورم ہو چارہ گر قبضِ تابہ دستِ لئیم
 کروں جو گردشِ انجم کی میں رصد بندی
 عکواہِ عصمتِ مریم ہو کثرتِ اولاد
 طلسمِ ماہِ لکھوں گر پتے زباں بستن

کہ تابِ مہر سے جلتے رہے ہیں یاں بھی جو بس
 کہاں ہو چشمِ بشر ایسے پاؤں سے مسوس
 وہ دیکھ لے تے زین و کمان کا قریب بس
 نہ ہو قبولِ دعا سے بھی رفعتِ بستوس
 وگر نہ خواب کہاں اور زمانِ دقیانوس
 ترے وسادۂ دولت پہ احتمالِ جلوس
 ہزار گونہ ستم روزگار ناما تو بس
 ہمیشہ ہے مے طالع میں اجتماعِ نحوس
 نہ تاب لائے دل سخت زاہد سالوس
 بلا کرے مرے احوالِ زار پر افسوس
 خدا کسی کو نہ دے ایسے طالع منکوس
 کرے معارضہ سر دفترِ عقول و نفوس
 نظارۂ رُخِ گلشنِ نام سے مجھے محسوس
 کرے دعائے رواجِ طسیرِ جالینوس
 کیا ہو میں نے جو تجویزِ وزنِ مغنہ فلوس
 فدا ہو حبد میں آکر روانِ بطلموس
 عقیرِ مجھ سے سنے گریبانِ شکلِ عروس
 بنائے مہر دہنِ چہرِ بخِ نکشہ جاسوس

یقین کہ زہرہ و خورشید میں مقابلہ ہو
جو میری نثر کے دیکھے لاکھ غنچہ
ہر فرض گر کر خاک کو کہوں دائر
فنونِ نظم میں میں نے نکالی ایسی راہ
مرے کلامِ ثریا نظام کا منکر
جو دیکھیں میری طبیعت کی گوہر افشانی
وہ ہیں میرے حسد نے زبس ہزاروں داغ
قماش دیکھ کے رنگینی سخن کا مرے
خدا کے واسطے گرم دعا ہو بس مومن
ہے جیب تک گل و بر قسمت نہال و شجر
پڑھوں جو میں پئے دوری دعائے بدریغوس
اٹھائے مسندِ حشمت حجاب سے کاؤس
شکستہ اسپ گلی ہوئے پیش تازہ قدوس
طریقہ شعرائے سلف ہوا مظلوس
وہ تیرہ روز جو جہیز کو کئے منجوس
شریک درد ہوں محمود و نکلتے پر در طوس
روا ہے باندھے گر عنایب کو طاؤس
حریر لالہ و گل شرم سے ہوا مدروس
کہ منظر ہے ازل سے اجابت قدوس
ہے جیب تک دل لالہ میں داغِ حسرت و بوس

مدام پھولے پھلے دوستوں کا نخلِ مراد

رہیں داغِ عدد کا رہے دل مایوس



میر تجلی دہلوی

المترن : ۱۷۹۸ء

حضرت خیر البشر سید عالی جناب
پیش رو انبیا راہمیر اصفیا
حاکم ملک و رمی بلکہ شہ و دوسرا
اس کا ہے رود میان شاہر تحقیق کو
جلوہ اس کی ذات چو نمک پڑا نیند سے
مرکز اظلاک بود کمرہ ارض وجود
بکر میں قدرت کے گرتی بھی ہو خواص تو
ماہ کو ہر رات ہے رو کے تمہاری تلاش
احمد بے میم تم صاحب تعظیم تم
لیس کشی کی نص تم یہ ہوئے ہے ثبوت
وہ ترے ہر کام کو جانے ہے کار خدا
بحر ازل اور ابرق طرہ تیرے وصف میں
ایسا میں عاجز سخن تس یہ ہو اگفت کئے
جذبہ خورشید سے اس کو ہے بال و پر
بھائی تمہارا علی کاشف رمز جلی
حق کے تیش بو تراب ہوتا نہ منظور اگر
صلی میک الرسول بعد مصلی و بتول
پنج تن با صفت ہادی راہ خدا

صورت بحسب کرم معنی گنج صواب
ناشب ذات خدا صاحب وحی کتاب
صلی علی مصطفیٰ شافع یوم حساب
کرتا ہے ہر اک کوہ وعدہ رفیع نقاب
ورنہ خدا کے تیش تری راحت خواب
شاہد یزیم شہود گو ہر فیض انتساب
ہونہ سکے اس پہ پھر ایسا اگر انتخاب
مہر کے بھی دل میں ہے ذرہ نمط اضطراب
تم ہو تشبہ جناب تم ہو تنزہ مآب
تم ہو تنزہ لقب تم ہو تشبہ خطاب
نص رمیت اذویت جس نے کر لی انتخاب
ہوش عیطہ و کون نعت میں تری سراب
پشتہ بے بال و پر ہو سکے کیونکر نقاب
خیم بے پر ہوں میں ذات تری آفتاب
منظر آیات حق شہر کا علموں کے باب
خاک کے پتیلے کے تیش ہوتا نہ آدم خطاب
بعد حسین و حسن سید عالی جناب
قاضی روز جزا شافع یوم الحساب

اے صمد بے نیاز خاک تجلی پہ رحم
کیونکہ وہ آئینہ خاک رہ بر تراب

راسخ عظیم آبادی

المجلد ۴۴ ۱۸۲۲ء

خلقِ عالم کا نہیں تیرے سوا کوئی معین
اے شفیعِ عاصیاں اے بادشاہِ نیمروز
اے طبیبِ علتِ ارواح اے فخرِ بشر
عاصیوں کی کس سے ہو اصلاحِ باطن تجھ سوا
صالح و طالح کی مزاج ہے تیری ذاتِ کریم
واہ کیا شانِ کریمی ہے کہ جس عاصی کا تو
حکمِ حق پہنچے کہ کر دیں محسبِ اعمال زشت
یا نبی اللہ یہ تیرا ہی رتبہ ہے کہ ہے
ہے یہی قولِ انا احمد بلا ميم اس پر وال
باعثِ رونقِ ہوا عالم کا تیرا ہی ظہور
آفرینشِ حدقہ بے چشمِ رہتی تا بہ حشر
عینِ رحمت ہے تو اے انسانِ عینِ انبیا
وہ تراجمِ مقدس تھا حلاصہِ رُوح کا
عرش کا پایہ کیا معراج نے تیرے بلند
طے کیا یہ نو طلسمِ بستہ تو نے آن میں
تو ہے وہ اُمتِ نواز اے سرپرستِ عاصیاں
میں وہ عاصی ہوں کہ ہوتا گرنہ تو میرا شفیع
ایسا عاصی ہوں پر امیدِ شفاعتِ تجھ سے ہے

رحمِ کرمِ عالم پہ اب رحمتہ للعالمین
خواجہ ہر دو سوارِ پشتِ پناہ اہلِ دین
باعثِ ایجادِ عالم اے یقینِ اولین
ذاتِ تیرے ہی رکھتے ہیں توقعِ مجسرتین
موجِ دریا ئے کرم ہے گی جبیں کی تیرے چین
عذرِ خواہِ جُرم ہو اے افتخارِ اکرمین
نامہ اعمال سے اس کے کراماتِ تہین
وقفِ امت کا ترے سرتاسرِ خلدِ برین
ذاتِ تیری ذاتِ حق ہے اس میں کچھ شبہ نہیں
نامِ تیرا خاتمِ ہستی کا ہے نقشِ نگین
گر نہ پیدا کرتا تجھ کو ایزدِ خلقِ آفرین
خاکِ ور ہے تیرے کھلِ دیدہ رُوحِ الامین
ہاتھ تھا جبریل کا خضر کی تیرے آئین
دستیں کُرسی کی جو عقیں اور افزوں ہو گئیں
وہ جو سب سے دُور تھا سو ہو گیا تیرے قرین
وہ شفاعتِ پیشہ ہے تو اے پناہِ طالبین
کرتے روزِ حشر مجھ کو پیشِ خیلِ فاسقین
سرپرستِ امت ایسا کوئی پیغمبر نہیں

کیا شنا ہو آ کے اب راسخ سے تیری جز درود

طول دینا حرف کا سورۃ ادب ہے بعد ازین

ناسخ لکھنوی

المعروف: ۱۸۳۸ء

اُلتی! ہوں بہت مشتاق دیدار محمد کا
توحد بیلِ دل کو ہے فصلِ گل کی آمد کا
بسانِ سایۂ احمد نشانِ تصویر احمد کا
امامِ آخری ہے مثلِ اپنے جدِ امجد کا
لیا ہر چند ظاہر میں نہ درسِ اک حرفِ ابجد کا
محکم ہے اس کا سنگِ آستانہ نیک اور بد کا
زمانے میں رہے گا نامِ بلند کا نہ مرتد کا
نہیں موسیٰ سے کم رتبہ ترے جلوہ کی بے خود کا
بیابانوں میں ہوگا ایک مسکنِ وام اور ود کا
نہیں حدِ بشر کمنا ترے اوصافِ بے حد کا
سب خانہ نظر آتا ہے یہ گنبدِ زبرجد کا
سریرِ سلطنت تکیہ ہے گویا تیری مسد کا
جو پشتِ بیاں تو ہوتا نہ ذوالقرنین کی حد کا
وہی رتبہ ہے تیرا بھی جو رتبہ تھا ترے جد کا
کہ جد و جسم کو رتبہ ہے مسترد آنِ مجلد کا
سوا اس کی کہ پایا مرتبہ چوبِ مستند کا

دکھا اس کو جہاں میں غل ہے جس کی آمد آمد کا
بہارِ گلشنِ دینِ محمد اب دکھا یا رب!
گئی مثلِ قلمِ پائے طلبِ یکن نہ ہاتھ آیا
شجاعت میں کرم میں عدل میں صوفت میں سیرت میں
عبور اللہ نے اس کو دیا ہے علمِ باطن پر
نفاق اس سے نہاں کیا ہو چھپے شرکِ خفی کیونکر
کرے گا جبکہ وہ اتمامِ آکر حجتِ حق کو
میسما بہر بیعت آئے گا چرخِ چہارم سے
جو نزدیک اس سلیمانِ زماں کا دور آئے گا
خدا تیرا معرفت ہے ملک تیرے موصف ہیں
بنا اے ہر تاباں تصر یا قوت اپنے جلوہ سے
نہ سوئے جان دنیا منہ کیا اے شاہِ دیں تو نے
گرا تے رُکنِ دیں یا جوجِ ماجوج آکے دنیا میں
نمازوں میں میسما یسیر مقتدی ہوگا
بھرا تجھ میں یہ حق نے علمِ رطب و یابسِ عالم
جو کندے نارا شیدہ ہیں اُن کو فیضِ صحبت کیا

معانی قل هو اللہ احد کے ہیں عیاں ناسخ

برائے قافیہ رکھا ہے میں نے میمِ احمد کا

کرامت علی شہیدی

المتوفی ۱۸۴۰ء

رقم پیدا کیا کیا طفسہ بسم اللہ کی مدد کا
 طلوع روکشی جیسے نشان ہوشہ کی آمد کا
 دبستان ازل میں وہ معلم عمتل کل کا تھا
 چمن پیرائے کن فراش جس کی بزم رنگیں میں
 عجم میں زلزلہ نوشیرواں کے قصر میں آیا
 شرف حاصل ہوا آدم اور ابراہیم کو اس کے
 شب و روز اس کے صاحبزادوں کا گوارہ بنال تھا
 وہ اس عالم میں رونق بخش تھا عوروں کی تسکین کو
 شب معراج چڑھ کر عرش پر دم میں اتر آیا
 رواں تسنیم و کوثر ایک قطرہ آب سے جس کے
 کشادہ عقدہ باطن میں کافی نام حق اس کو
 ادھر اللہ سے واصل ادھر عن لوق میں شامل
 گزر وحدت سے کثرت میں نہ ہوتا ذات مطلق کو
 خدا بن مانگے کیا کیا نعمتیں دیتا ہے بندوں کو
 بیس گے جس گھڑی حشرت کے سماں بزم جنت ہیں
 لب گوہر فشاں و اہوں گے جب عرض شفاعت کو
 رہا کعبہ میں تیرے رونق کے در پر نہ جا پائی
 عدد کو حشر تک انکار ہو میری رسالت کا
 تری تعریف میں میری زباں میں آئی جو تیزی
 کبھی نہ دیک جا کر آستانے پر سلوں آنکھیں
 فراخ دل سے گرواں زندگی کا کوئی دم گزرے
 مدینہ کی زمیں کے گرنہ لائق ہو مرا لاشہ
 تناس ہے درختوں پر تیرے رونق کے جیٹے
 خدا منہ چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے

سر دیواں لکھا ہے میں نے مطلع نعت آمد کا
 طور حق کی حجت ہے جہاں میں نور احمد کا
 نہ تھا نام و نشان جن روزوں اس لوح زیر جد کا
 بہار آفرینش ایک بوٹہ اس کی مسند کا
 عرب میں شور تھا جس وقت اس کی آمد کا
 نے تنہا فخر عالم فخر تھا اپنے اب وجد کا
 عجب ڈھب یاد تھا روح الامین کو بھی خوشامد کا
 گیا جنت میں طوبی بن کے سایہ اس سہی قد کا
 بیاں اس قلم زم معنی کی ہو کیا جسزرا اور مد کا
 کروں کیا وصف اس دور یتیم بھر سرمد کا
 کھلا کرتا ہے بن کنجی ہمیشہ قفل العبد کا
 خواص اس بزرخ کبریٰ میں ہے حرف مشد کا
 نہ بنتا صفر گر نقش احمد پر میم احمد کا
 ترا دست دعا ضامن ہے جیسے کل کے مقصد کا
 کھلے گا حال امت کو ترے انعام بے حد کا
 تماشا گاہ محشر میں تکیں گے نیک منہ بد کا
 اسی اندوہ سے ہے رنگ تیرہ سب اسود کا
 محسں باقی رہے اللہ کے قول موکد کا
 صفا ہاں تک مسخر ہوگا اس تیغ مہند کا
 کبھی گر دور بھٹیوں میں گردوں نظارہ گنبد کا
 حصہ ہر خضر و عیسیٰ کو مرے عیش مخلد کا
 کسی صحرایں واں کے طعمہ ہوں میں دام ابد کا
 فتن جس وقت ٹٹے طائر روح مقید کا
 زباں پر میری جس دم نام آتا ہے محمد کا

بہادر شاہ ظفر

المقولات ۶۱۸۶۲

اے سرورِ دو کون شہنشاہِ ذوالکرم
موجبِ ترا ملائکہ و مرکبِ ترا براق
رنگِ ظہور سے ترے گلشنِ رُخِ حدیث
ہوتا کہیں نہ قالبِ آدم میں نفعِ روح
نورِ جو کھنجرِ قوتِ اسلام سے ترے
تو منتھا سرِ اسجِ رسالت چیلو ہر
کرتا تھا تیرے اسمِ مبارک کو دلِ نقیض
اے معدنِ کرم تری ہمت کے دہر
محرومِ تیرے دستِ مبارک سے رہ گیا
عالم کو تیرا نور ہوا باعثِ ظہور
و ایلِ تیرے گیسوے خشکیں کی بہشتِ آ
قرآن میں جبکہ خود ہوئے انوارِ خدا
سمیری جنابِ پاک میں ہمہِ ظفر کی عزم
صیقل سے اپنے لطفِ عنایت کے دورِ کر
پہنچاؤ آستانِ مقدس کو تیرے میں

سرخیلِ مرسلین و شفاعتِ گرامم
مولد ہے تیرا مکتہ و منبہ ترا عزم
نورِ وجود سے ترے روشنِ دلِ قدم
بھرتا اگر خدا نہ محبت کا تری دم
صد جاے سے شکت ہے نارِ موجِ عیم
آدمِ جہاں ہنوز پس پردہِ دم
اس واسطے عزیزِ جہاں ہو گیا دم
کتر ہے سنگریزہ سے قدرِ نجینِ جم
کیونکہ نہ چاک اپنا گریباں کرے قلم
آدم ترے ظہور سے ہے مظهرِ اتم
دائشس ہے ترے رُخ پر نور کی قسم
کیا تاب پھر قلم کو جو کچھ کر کے قسم
صدقے میں اپنی آل کے اے شاہِ مہتم
آئینہِ ضمیر سے میرے غبارِ غم
اس غم سے مثلِ چشم ہوئی میری چشمِ غم

پر خاکِ آستان کو تری اپنی چشم میں

کرتا ہوں سرمدِ سیل تصور سے دمِ دم

خواجہ الطاف حسین حالی

(۶۱۸۳۴ ————— ۶۱۹۱۲)

بنے ہیں محبتِ سلطانِ دو جہاں کے لیے
وہ شاہ جس کا عدو جیتے جی ہستم میں
وہ شاہ جس کا محب امنِ عافیت میں مدام
وہ چاند جس کی ظلمتِ جہاں معدوم
وہ پھول جس سے ہوتی سعی باغیاں مشکور
ہلالِ منہ کا ماہِ دو ہفتہ شرب کا
گھر اس کا موردِ قرآن و مہبطِ حبسِ ریل
سپہرِ گرمِ طوافِ اس کی بارگاہ کے گرد
وہ لحظہ لحظہ تفقد وہ دمبدمِ الطاف
وہ گونہ گونہ مدارا وہ بات بات میں سر
گر افتخارِ مقابل میں اہلِ نخوت کے
کہیں ہلاک میں تاخیرِ قوم سرکش کے
صفائے قلبِ حصوانِ کینہ خواہ کے ساتھ
سخنِ زباں کے لیے اور زباں وہاں کے لیے
عداوت اس کی عذابِ الیم جاں کے لیے
محبت اس کی حصارِ حصیں اماں کے لیے
رہانہ تفرقہ روز و شب زماں کے لیے
رہی نہ آمد و رفتِ چمنِ خزاں کے لیے
فروغِ قوم کے اور شمعِ دُوداں کے لیے
در اس کا کعبہ مقصود انس و جاں کے لیے
زمینِ سر بسجود اس کے آستان کے لیے
رضائے خاطر یارانِ جانفشاں کے لیے
کشائشِ گرہ کین دشمنان کے لیے
گر انگسارِ مدارِ استِ میہماں کے لیے
کہیں نماز میں تعمیلِ ناتواں کے لیے
دعائے خیر بہ اندیش و بدگماں کے لیے

کہیں مقدمۃ الجیشِ انبیاء و رسل
 مدینہ مرجع و مآولئے اہلِ مکہ ہوا
 اسی شرف کے طلبگار تھے کلیم و مسیح
 بس نہ اب ہول نہ کھٹکا نہ راہزن کا خطر
 شفیع خلقِ سراسر خدا کی رحمت ہے
 شفاعتِ نبویؐ ہے وہ برقِ عصیاں سوز
 خدا کی ذاتِ کریم اور نبیؐ کا خلقِ عظیم
 اُسی کا دیں ہے کہ ہے گلشنِ ہمیشہ بہار
 عبورِ لجۂ عصیاں سے کس طرح سے ہوا اگر
 مریضِ عرصہ ہوا پائے کب شفا جب تک
 نہ حرفِ دُشو میں سعت نہ کامِ دل میں سکت
 ارادہ عرش پہ اک آن میں پہنچنے کا
 کرم کا دیکھیے دامن کہاں تک ہو فراخ
 زمیں پہ پھیرا ہے مآولئے شاہِ عرش نشیں
 اسی سے ہوتا ہے ظاہر عیارِ استعداد
 اگر نصیب ہو یشرب میں جا کے ثبوتِ مرگ
 اگر بقیع میں گز بھر زمیں میں سر ہو
 سایا اس کا جو نقشِ قدم تصور میں

کہیں وہ خاتمۃ الباب داستاں کے لیے
 مکیں سے تربہ حاصل ہوا مکاں کے لیے
 نویدِ امتِ معینِ مبرزہ ماں کے لیے
 ہوا وہ قافلہ سالارِ کارواں کے لیے
 بشارتِ اُمتِ عاصی و ناتواں کے لیے
 کہ حکمِ خس ہے جہاں کفر و جہاں کے لیے
 گز کریں تو کریں خستِ انس و جاں کے لیے
 و گرنہ ہر گل و گلزار ہے خزاں کے لیے
 وہ ناخدا نہ ہو اس بحرِ بیکراں کے لیے
 وہ چارہ گرنہ ہو اس درِ وجانتاں کے لیے
 حقیقتِ شبِ محسوسِ کجیاں کے لیے
 کیا تھا عزمِ الوالعزم نے کہاں کے لیے
 ہو میزبانِ خدا جب کہ میسماں کے لیے
 رہی نہ اب کوئی فوقیت آسماں کے لیے
 محکم ہے حُبِ نبیؐ دل کے امتحاں کے لیے
 پیوں نہ آبِ بقا عسرِ جاوداں کے لیے
 کروں نہ طولِ املِ روضہ جہاں کے لیے
 ہجومِ عشق میں بوسے کہاں کہاں کے لیے

حریفِ نعتِ پیغمبر نہیں سخنِ عالی کہاں لائیے اعجاز اس بیاں کے لیے

نبیؐ کا نام ہو ورنہ زبان ہے جب تک

سخنِ زبان کے لیے اور زبان وہاں کے لیے



امیرِ مینائی

(المتوفی ۱۳۱۸ھ)

تفکر امتیازِ جان و جاناں میں ہے کیا حد کا
نَفَحْتُ قَبِيضٍ مِّنْ رُّوْحِيْ كَے معنی سے ہوا اثبات
گیا شبہ سمجھ میں آیا حَبْلُ الْوَرِيدِ آیا
سمٹتا تھا بھنور کا جو وہی تھا موج کا بھڑنا
کلیدِ فہم و ندانِ طمع کیا تیز کرتی ہے
لحاظِ ضبطِ معنی چاہیے مشتاقِ معنی کو
جباب آسا ہیں آنکھیں بند تیری در نہ ظاہر ہے
ادھر نالہ کیا دل نے ادھر مقصود حاصل تھا
نہ کیوں سوئے مقدم ہو رجو عِ دل موخر کا
مٹا دے زندگی میں نقشِ ہستی کو کہ ہو جائے
وہ مقصود کا پھر تجھ کو پا تھا آنا ہے کیا مشکل
نہ رکھ تاجِ تکبر سر پہ تیرے حق میں کسم ہو گا
خیالِ دولتِ دنیا کبھی دل میں جو آ جائے
وہ ہیں مقبولِ حق جو ناقبولِ اہلِ عالم ہیں

عروض اب تک نہ آیا ہا تھا اس بیتِ معقد کا
غزانہ ہے محیط اس چشمہٴ روحِ محبت کا
رگِ گردن مقامِ خاص ہے محبوبِ سرمد کا
کھلیں آنکھیں تو عالمِ ایک دیکھا جزر کا مد کا
کبھی ممکن نہیں ہے کھولنا اس قفلِ ابجد کا
جدا کرنا ہے بے جا لفظ میں حرفِ مشدود کا
کہ ہر موجب ہے اس دُریا میں جاوہِ راہِ مقصد کا
دعا سے تا اجابتِ فاصلہ ہے تیر کی زد کا
کہ مرکز ہے ہر اک مستدالیہ اسنادِ مسند کا
بہشتِ جاوداں میں سا منا عیشِ مغلد کا
ہوا خواص جب تو قلمِ اسرارِ سرمد کا
میرافنی ہے اس میں جو آویزہٴ زرد کا
سمجھ اس کو کہ ہے یہ دوسو کسہِ الجیسِ مرتد کا
طلبِ منزلِ مقصود سے جباوہ خطِ رد کا

فرشتے اُن کو ڈالی میں لگا کر نذر کرتے ہیں جو پھل تازہ اُترتا ہے نہالِ لطفِ سرمد کا
فنا و فقر کے مضمون باندھے اے امیرِ اچھے
سنا کوئی غزل بھی اکبِ دلِ مشاق ہے عد کا

غزل

خدا جانے کب آنا ہو چمن میں اُس سہی قد کا
اسے دیکھا جو گلشن میں تو ساری سرکشی بھولا
درِ محبوبِ بالَش کو پتہ محبوبِ مسند ہے
مگر توصیفِ رخسار و خط و گیسو سے کیا حاصل
ہوتی عبرت مجھے پھیری عناں اسِ طبیعت کی
لگا کرنے میں قرآن کی تلاوت پھاڑ کر پوتھی
بجائ رکھا ہے کیوں غنچوں نے ڈنکا آمد آمد کا
زمین پر بچے کے سروِ باغ سایا بن گیا قد کا
نہ میں خواہاں ہوں بالَش کا نہ میں طالبِ جوں مسند کا
وکیلہ تھا جوان بیتوں میں ہوتا وصفِ احمد کا
ارادہ بندھ گیا وصفِ جنابِ خاصِ سرمد کا
ہوا مسجد میں داخل چھوڑ کر مے خانہ موبد کا

کہو عشاقِ احمد سے کہ آئیں اس کے سُسنے کو

قصیدہ اک نیا پڑھتا ہوں میں نعتِ محمد کا

قصیدہ

الف آدم میں ہے محدود احمد میں ہے بے مد کا
بلاؤں سے بچے جو نام لے دل سے محمد کا
جو آنکھیں جوں تو نامِ پاک سے پیدا ہے کیتائی
سبب یہ ہے کہ وہاں سایا تھا یاں سایا نہ تھا قد کا
اثرِ میمِ مشد میں ہے ذوالقرنین کی سد کا
کہ آغوشِ احد میں جلوہ گر ہے میمِ احمد کا

زہے خاطر جو دنیا سے بلایا حق نے پاس اپنے
شروع دفترِ امکاں میں بسم اللہ کے بدلے
فلک پر ہوں نہ کیونکر دیدہ شمس و قمر روشن
فلک ملاؤں کی صورت جواب تک قص کرتا ہے
جدار کھا مجھے اس روضہ پر نور سے اب تک
جو اپنے دوست کا ہو دوست سبک دوست ہے
الہی! ہو گزر تسلیم گاہِ بزمِ مولے میں

رواں ہرہ قاصد کے کیا بد یہ خوشامد کا
قلم نے نام لکھا لوح پر پہلے محسند کا
لگایا کرتے ہیں آنکھوں میں سُمرِ خاکِ مرقد کا
کبھی دیکھا تھا جلوہ ابرو و گیسوئے احمد کا
بُرا ہو طالع بد کا بُرا ہو طالع بد کا
خدا کا کیوں عاشق ہو جو عاشق ہو محسند کا
تھکے ایسا کہ شکلِ دال بن جائے الفت کا

کمی اُس سے نہیں کی میں نے بھی توصیفِ حق میں

شہیدی گو کہ موجد ہے اس آئینِ مجد کا

ظہور آخر ہے اول انبیا سے نور احمد کا
الہی! آئے وہ تھونکا ہوا سے شوقِ بے حد کا
جسم کر کے نور اپنا خدانے عرش سے بھیجا
خبر دیتے رہے مسلسل سب اپنی اپنی امت کو
وہی تو چرخِ اختر ہے جو روزِ خلقتِ آدم
حوادث سے ہوں امین کیوں جو ساکن ہیں دھنکے
ہوایہ غنایبِ سدرہ کی منقار رکھتی ہے
وہ مستغنی مجاور ہیں کہ جن کے سامنے سلاطین
برادر و نون جبریل و علیؑ میں نوری و خاکی

بجا ہے گر لقب ہو اول و آخر محسند کا
اڑالے جائے دکھلانے مجھے روضہ محمد کا
ادا ہو شکر کیا بندوں اس کے لطفِ بیک کا
زمانے میں نہ تھا کب شور ان کی آمد آمد کا
مگر تھا تاجِ نورانی سے آویزہ زمرہ کا
کہ بسم اللہ کا گنبد ہے گنبدان کے مرقد کا
کہوں گلگیر بن کر گل میں ان کی شمعِ مرقد کا
ادب کے دم بخور ہیں منہ نہیں پڑتا خوشامد کا
ادھر بھی ہے ادھر بھی سلسلہ ثابت محمد کا

خدا کے نور کے ہمراہ نور مصطفیٰ و یک
 رہانی پائی قیدِ لطفِ ماسی سے جو یونس نے
 کبھی ایوبؑ کے شافی، کبھی یعقوبؑ کے حامی
 بنا آیاتِ قرآن کی ہے اُن کی ذات سے محکم
 اصولِ خمسہ اسلام جو مشہور ہیں پانچوں
 فروغِ دیں جو شش گانہ میں شائع اہل ایمان میں
 قمر کو کس طرح کرتی نہ وہ انگشتِ دو ٹکڑے
 شکم پر سبک اسود اور فاقے سے شکم خالی
 شبِ معراج کیا اس مقدس نے مرتبہ پایا
 رکابوں سے طیں آنکھیں جھکایا سر کو قدموں پر
 کئے آٹھوں فلکِ طم میں جس نے عرشِ اعلیٰ پر
 لگایا غوطہ اس بحرِ حقیقت میں شناسا اور نے
 گئے حضرت پھرے حضرت مٹی گرمی نہ بستر کی
 محبتِ مے ل میں بھی ہے اس محبوبِ خدا کی
 نہ دولت کی تمنا ہے نہ حشمت کی ہوس مجھ کو
 زیارت کو چلوں یارب پڑے یہ غلِ مینے میں
 ملے کیا لطف جب ہو روضہ پُر نور میں داخل
 کبھی توں شوقِ کامل سے درو دیوار کے بر

مزا موسیٰ سے پوچھا چاہیے تکرارِ بے حد کا
 اشارہ یہ بھی تھا اک نوں ابروئے محمدؐ کا
 بھرا دُرِ عنایت سے نہ دامن کس کے مقصد کا
 قیام اُن کے سبب کعبے کے ارکانِ مشید کا
 مخمس آپ کے دیوانِ ارشادِ مژدہ کا
 مستس آپ کے فکرِ منسا میں مجد و کا
 انہیں دو نقطہ زیریں کا طالبِ غلط تھا یہ کا
 ہوا ثابت کہ کعبہ بھی مفتد ہے محمدؐ کا
 خدا مشتاقِ شہرہ قدسیوں میں آمد آمد کا
 ملا جبریلؑ کو رستے میں کیا موقعِ خوش آمد کا
 قدم آگے بڑھا اس واقعہ اسرارِ سرمد کا
 گریباں جو رکا جس میں دامن تھا کہیں مد کا
 قدم تھا ایک ہی گویا در آمد اور بر آمد کا
 اولیں نیک خو جس طرح عاشق تھا محمدؐ کا
 الہی! عشقِ احمدؐ کا، الہی! عشقِ احمدؐ کا
 غلام آیا محمدؐ کا، غلام آیا محمدؐ کا
 ریا غلِ غلہ میں ہو سامنا عیشِ مخلص کا
 لگاؤں سُرِ آنکھوں میں کبھی اس خاکِ مرقد کا

لیمِ نطف کا جو نکالہی ! کوئی چل جائے شگفتہ مثلِ گل ہو جائے غنچہ دل کے مقصد کا

دُعا مانگوں عقیدت سے مجاور سب کہیں آمیں

اللہ العالمیں ! صدقہ ضریحِ پاکِ حسد کا



مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ

المتوفی ۱۹۲۱ء

وہ سرورِ کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
 نئے نئے زائے طرب کے سماں عرب کے مہمان کے لیے تھے
 یہ چھوٹ پڑتی تھی اُن کے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چٹکی
 وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ سبگہ نصب آئے تھے
 نئی دِلہن کی پھین میں کعبہ نکھر کے سنورا، سنور کے نکھرا
 خجّر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھون بناؤ کے تھے
 خوشی کے بادل اُمنڈ کے آتے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
 وہ نعمتِ نعت کا سماں تھا حرم کو خود و جد آ رہے تھے
 غبارِ بن کر نثارِ جانیں کہاں اب اُس بگنڈر کو پائیں
 ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے چہاں بچھے تھے
 خدا ہی دے صبرِ جانِ پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
 جب اُن کو ٹھہر مٹ میں لے کے قدسی جان کا دُلہا بنا ہے تھے
 اتار کر اُن کے رُخ کا صدقہ یہ نور کا بیٹ رہا تھا باڑا
 کہ چاند سورج چل چل کر جبین کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک چمک رہا ہے وہی تو جو بن ٹپک رہا ہے
 نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھریے تھے
 بچا جو تلووں کا اُن کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگِ روغن
 جنہوں نے دُلہا کی پائی اُترن وہ پُھول گلزارِ نور کے تھے
 تجلی حق کا سہرا سر پر صلوٰۃ و تسلیم کی نچا اور
 دورِ وہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے
 جو ہم بھی اں ہوتے خاکِ گلشنِ لپٹ کے قدموں سے لیتے اُترن
 مگر کریں کیا نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے
 ابھی نہ آتے تھے پشتِ زین تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
 صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے
 براق کے نقشِ شمع کے صدقے وہ گل بھلائے کہ سارے رستے
 مہکتے گلبن، مہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے
 نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی برتر، عیاں ہو معنیِ اولِ آخر
 کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضرِ جو سلطنت آگے کر گئے تھے
 یہ جوشِ نور کا اثر تھا کہ آبِ گوہر کمر کمر تھا
 صفائے رہ سے پھل پھل کرتا رہے قدوچ لٹتے تھے
 بڑھایہ لہرا کے بجزِ وحدت کہ دُھل گیا نامِ ریگِ کثرت
 فلک کے ٹیلوں کی کیا حقیقت یہ عرش و کرسی دو بلبلے تھے

وہ ظلِ رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھینے پاتے

سنہری زربفت اودی انگلیس یہ تھاں سب دھو چھاؤں کے تھے

چلا وہ سر و چاں خراماں نہ رک سکا سدرہ سے بھی داماں

پلک جھپکتی رہی وہ کب کے سب این واں سے گزر چکے تھے

جھلک سی اک قد سیوں پر آتی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی

سواری دُلہا کی دُور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

تھکے تھے رُوحِ الایم کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو

رکاب چھوٹی، اُتسید ٹوٹی نگاہِ حسرت کے دلوے تھے

سنا یہ اتنے میں عرش حق نے کہ لے مبارک ہو تاج والے

وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاجِ شرف ترے تھے

یہ سُن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا

پھر اُن کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن بھرے تھے

جھکا تھا مجھے کو عرشِ اعلیٰ مٹھی تھی سجدہ میں بزیم بالا

یہ آنکھیں قدموں سے مل رہا تھا وہ گردِ قربان ہو رہے تھے

فضائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں

حضورِ خورشید کیا چمکتے، چہرا غمناک اپنا دیکھتے تھے

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت

تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

نوش، رسول تبر ————— ۴۴۶ —————
بڑے اے محمد، ستیں ہوا احمد، قریب آسہ در محمد

نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوشِ لہن ترانی کہیں تقاضے حُصال کے تھے
خود سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے

پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغِ این و مٹی کہاں تھا نشانِ کیف و الٰی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساسا تھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے
اُدھر سے پیہم تقاضے آتا اُدھر تھا مشکل قدم بڑھانا

جلال و بیبت کا سامنا تھا جمال و رحمت اُبھارتے تھے

بڑے تو لیکن جھپکتے ڈرتے حیا سے جھپکتے ادب سے رکتے
جو قُرب اُنہیں کی روش پر رکتے تو لاکھوں منزل کے قاصد تھے

پُر اُن کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقتہً فعل تھا اُدھر کا
تیزلوں میں ترقی افسانہٴ دُنا شدائی کے سلسلے تھے

ہوایہ آخر کہ ایک بھرا تہوجِ بحر ہو میں اُبھرا
دُنا کی گودی میں اُن کو لے کر فنا کے نگر اٹھا دیے تھے

کسے ملے عکاس کا کنارہ، کدھر سے گزرا کہاں اُتارا
بھرا جو مثلِ نظرِ طائر اُد اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اُنٹے جو قبرِ دُنا کے پڑے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دُوتی کی نہ کہہ کر وہ بھی نہ تھے ارے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
 اُسی کے جلوے اُسی سے ملنے اُسی سے اس کی طرف گئے تھے
 کھانِ امکاں کے جھوٹے نقطو۔ تم اول آخر کے پھیر میں ہو
 محیط کی چال سے تو پوچھو کہ ہر سے آئے کدھر گئے تھے
 ادھر سے تھیں نذرِ شہِ نمازیر ادھر سے انعامِ خسرو میں
 سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پُر نور میں پڑے تھے
 زبان کو انتظارِ گفتن تو گوش کو حسرتِ شنیدن
 یہاں جو کہنا تھا کہہ لیا تھا جواباتِ سُنی تھی سُن چکے تھے
 وہ بُرجِ بطحا کا ماہِ پارا بہشت کی سیر کو سدھارا
 چمک پہ تھا غلہ کا ستار کہ اُس قمر کے قدم گئے تھے
 سرورِ مہم کی روشنی تھی کہ تابشوں سے مہِ عرب کی
 جہاں کے گلبن تھے جہاں فرشی جو پھول تھے سب نل بنے تھے
 خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے
 ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے ترکے آئے تھے
 نبیِ رحمت، شفیعِ اُمت، رضا پہ رُشد ہو عنایت
 اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاصِ رحمت کے واں بٹے تھے
 شنائے سرکار ہے و خلیفہ قبولِ سرکار ہے تمنا
 نہ شاعری کی ہوس نہ پردار دی تھی کیا کیسے قافیہ تھے

محمد ہادی عزیز لکھنوی

المنشور : ۱۹۳۶ء

نہیں کٹتی شبِ فرقت لہو چ گھٹ کے جان آئی
لکھی تھی تلخ کامی کیا ہمارے ہی مقتدر میں
بلا سے کوئی مر جائے، بلا سے کوئی رُسوا ہو
بلا کا جذبہ سے کا فر ادا اس حُسن و لکھش میں
علاجِ داغ کرتا ہے لہو کا وکھشِ ناخن
وہ کم ہے جو نہ ہو اس دُل کا عالم وقتِ نظارہ
قدم رکھتے نہیں وہ ناز سے اٹھ رہی رعنائی
خوش قسمت کیا ہے حرفِ زینت بزمِ میرا پنی
کسی پہلو قرار آتا نہیں اٹھ رہی بے تابی
میانِ رگِ زریں پڑا ہے تیرا شیدا آئی
پڑے ہیں ہجر کے صد ہوں اتنے داغ سینے میں
مگر ہاں کر کے احسا جو ائمہ کے فضائل کا
پڑھوں رنگیں وہ مطلعِ بزمِ میلادِ مبارک میں
نئے نئے گھر گھر سے لازم ہے تجھ کو جامِ پیائی

مطلع

مطلع

مطلع

کہاں تک اے دلِ رنجور دعوائے شکیبائی
بہیں اس زہر کے قابل تھے کیا اے چرخِ مینائی
اچھے امتحاں مقصود تو کیا غمِ رُسوائی
تری جانب سے پھرتی ہی نہیں چشمِ تماشائی
مقدر سے طلب ہے چار دگر بھی مجھ کو سودائی
ترے نقشِ قدم کے جب ہزاروں ہیں تماشائی
نظریہ آگیا کس کا نشانِ ناصیہ سائی
دلِ عاشق سے شیشوں کی جابے محفل آرائی
ہوا ہے جب کہ دل اس نیت کا فر کا شیدائی
دکھا دے جانے والے آج اعجازِ میسائی
کو گن سکتا نہیں چاہے اگر کوئی تماشائی
وہ احمد بعد حق زیبا ہے جس کو نازِ یکنائی
کہ سن کر وجدِ میاں جائے جس کو رُوحِ صہبائی
پلا دے پھر لاساتی دیکھ وہ فصلِ بہار آئی

نظر ہے ہم سیکاروں کی ساقی جوشِ رحمت پر
 چمکائے تشنہ کاموں کو جھائے رنگِ محفل میں
 بغیضِ مدح ہو معراجِ آزادوں کو مستوں کو
 عزیزِ بادہ پیما دورے کا وقت آ پہنچا
 کسے زیندہ ہے کون دمکوں کی مسندِ آرائی
 یہ سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْمٰی یَعْبُدُہ سے ظاہر ہے
 ہوا کرتی تھیں باتیں از کی پڑے ہی پردے میں
 ابوالقاسم محمد شہسوارِ عرصہ ایماں
 انھیں کس فیض سے ادیشِ غلوں کے ہوئے واضح
 چمکتا تھا انھیں کا نورِ پیشانی یوسف میں
 پلٹ آئے نبی معراج کی شب اتنے عزم میں
 نہ ہے عزت و شرف گایں بدیہِ احقرِ قبولِ ہمت
 گلستاں اُن پہ کیونکر آتشِ نمرود ہر جہاتی
 پائے احیائے اموات آپ جنبشِ دیں اگر لب کو
 وہ اندھے میں جو اس کو گردشِ دُوراء سمجھتے ہیں
 پڑھی ہے اس قدر اوراقِ گل میں مدحِ حضرت کی
 عزیزِ آخر کمانِ تیرے گئے صبا کے سخن بس بس
 الہی! یہ غرائبِ جہاں آباد ہے جب تک
 جنابِ مولوی ناصر حسین پاک طینت کو

خدا کا شکر قبلہ کی طرف کالی گٹھا چھائی
 پلائے ساقیا سر جویشِ ریکانی و ہمرائی
 مئےِ صلِ علی کا شور گوشِ چرخِ مینائی
 پڑھو جب تک کوئی مطلعِ برائے محفلِ آرائی
 محمد رحمۃ اللہ علیہ آفتائی و مولائی
 کہ تھی منظور حق کس رجبہ ان کی عزت افزائی
 خدا تھا ان کا شید اور خدا کے تھے وہ شیدائی
 کہ جن کی خاکِ پای ہے چشمِ دل کو کھلِ مینائی
 سلیمان نے کیا حاصل انھیں سے ریں امانی
 انھیں سے دیدہ یعقوب نے پائی تھی مینائی
 کہ بسترِ گرم اور زنجیرِ در ہلتی ہوئی پائی
 طبق میں گوہرِ انجم لیے ہے چرخِ مینائی
 نہ ہوتے گر محمد کے خلیل اللہ شیدائی
 ابھی تو مدۃِ صد سالہ میں پیدا ہو گویائی
 نثارِ روضۂ شہ ہورہا ہے چرخِ مینائی
 کہ اب تک خشک ہے نوکِ زبانِ خارِ صحرائی
 دعاؤہ مانگ منہ سے خود اثر جس کا ہے شیدائی
 وہ جب تک گردشِ میں فلک کا طاس مینائی
 بحقِ احمد مرسلِ مبارک محفلِ آرائی

مولانا محمد قاسم نانوتوی

الترغی ۱۳۸۰ھ

نہوئے نغمہ سرا کس طرح سے جبل زار
ہر اک کو حسبِ لیاقت بہار دیتی ہے
خوشی سے مرغِ چمن ناچ ناچ گاتے ہیں
نزاکت چمنستان بیان کیا کیجے
کہاں زمین کہاں یا سمین لالہ و ورد
زمین و چرخ میں ہو کیوں نہ فرق چرخ و زمیں
کرے ہے ذرۂ کوئے محمدی سے نخل
فلک پہ عیسیٰ و ادیش ہیں تو خیر سہی
فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانی احمد
نثار کیا کروں مغلس ہوں نام پر اُس کے
شاکر اُس کی فقط قاسم اور سب کو چھوڑ
جو تو اُسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
کہاں وہ رتبہ کہاں عقلِ نارسا اپنی
جہاں کر جاتے ہوں پر عقلِ کل کے بھی پھر کیا
کہ آئی ہے نئے سرے چمن چمن میں بہار
کسی کو برگ کسی کو گل اور کسی کو بار
کفِ ورق سے بجاتے ہیں تالیاں اشجار
کہ صنیعِ حق کے تئیں دیکھ عقل ہے بیکار
فلک بھی گرد ہوا دیکھ کر چمن کی بہار
یہ سب کا بار اٹھائے وہ سب کے سر کا بار
فلک کے شمس و قمر کو زمین بیل و نہار
زمین پہ جہل و نما میں مستند مختار
زمین پہ کچھ نہ ہو پر ہے مستند سرکار
فلک سے عقد ثریا لوں سے اگر وہ اُٹھار
کہاں کا سبزہ کہاں کا چمن کہاں کی بہار
نصیب ہوتی نہ دولت و جود کی زہار
کہاں وہ نورِ خدا اور کہاں یہ دیدہ زار
نگی ہے جان جو سنچیں و باں ہرے افکار

جو جبریل مدد پر ہونک کی میرے
 تو فخر کون و مکاں، زبدۂ زمین و زماں
 خدا ترا تو خدا کا حبیب اور محبوب
 تو مجھے گل ہے اگر مثل گل ہے اور نبی
 حیات جان ہے تو میں اگر وہ جانِ جہان
 طفیلِ آپ کے ہے کائنات کی ہستی
 جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بہ وجود
 جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
 گرفت ہو تو ترے ایک بندہ جہنۂ میں
 بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال
 جو دیکھیں اپنے کمالوں پہ تیری کیتائی
 تو آئندہ ہے کمالاتِ کبریائی کا
 کہاں بلندی طور اور کہاں تری معراج
 جمال کو ترے کب پہنچے محسنِ یوسف کا
 رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریت
 جو آئینہ میں پڑے عکسِ خال کا تیرے
 خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے
 گناہ کیا ہے اگر کچھ گناہ کئے میں نے

تو آگے بڑھ کے کہوں کہ جہان کے سرکار
 امیرِ شکر پیغمبراں شہِ ابرار
 خدا ہے آپ کا عاشق تم اُس کے عاشقِ زار
 تو نورِ شمس گر اور انبیاء میں شمسِ نہار
 تو نورِ دیدہ ہے گر میں وہ دیدہ بیدار
 بجا ہے کہیے اگر تم کو مبداءِ آثار
 قیامت آپ کی تھی دیکھئے تو اک رفتار
 ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
 جو ہو سکے تو خدائی کا اک تری انکار
 بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار
 رہے کسی کو نہ وحدتِ وجود کا انکار
 وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار
 کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان بھی ہموار
 وہ دربارِے زلیخا تو شاہدِ ستار
 نہ جانا مرتبہ تیرا کسی نے جُز ستار
 تو رشک مہر کا ہو جائے مطلعِ الانوار
 تو جس قدر ہے بھلا میں بُرا اسی مقدار
 تجھے شفیع کہے کون گر نہوں بدکار

اگر جواب دیا بیکسوں کو تو نے بھی تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفادہ
 مدد کر اے کریمِ احمَدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسمِ بیکس کا کوئی حامی کار
 دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار
 جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا بنے گا کون ہمارا ترے سوا غنمِ خوار
 امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
 بیچوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں مڑوں تو کھاتیں مدینہ کے مجھ کو مرغِ دمار

اڑا کے بادِ مری مُشتِ خاک کو پسِ مرگ
 کرے حضورؐ کے روضے کے آسِ پاسِ نثار



مولانا نعیم الدین مراد آبادی

المتوفی: ۱۹۴۸ء

اسے زائرِ گوئے نبی اتنا تو کر اے مسکراں
 مایوسیوں کی کثرتیں ناکامیوں کی حسرتیں
 بیتابیوں کا سلسلہ بے چینیوں کا مشغلہ
 سر میں سوئے جنوں وحشت ہے جا زبوں
 شدت پہ ہے درانِ سرزدوں پہ در و جگر
 جاتے رہتے تباہ تو ان اعضا میں کت کماں
 یہ سوزشِ طوفانِ غم یہ سوزشِ رنج و الم
 دن حسرتوں میں کاٹنا راتوں کو رونا جاگنا
 اعدائے ترغی میں 'جدا' اپنے ہوئے ہیں بے وفا
 جو رستم کی بارشیں اور دشمنوں کی سازشیں
 ہم کیا کہیں حالِ تباہ ہم سے ہوئے بے حد گناہ
 فریاد اے سلطانِ دیں اے حسدِ تلعاہیں
 فریاد اے محبوبِ رب فریاد اے شاہِ عرب
 دل کی مرادیں دیجئے، مسرورِ مسم کو کیجئے
 اہلِ مدینہ کو سنا حالِ نعیم خستہ جاں
 تنہائیوں کی وحشتیں اندوہ و غم کی دستان
 ناصبریوں کا غلغلہ اور شدتِ دردِ نہاں
 دل سے جو اخصتِ لکھوں اشکِ خوں اں
 خوں رو رہی ہے چشمِ ز پھٹ کر ہوئے لکناں
 غم نے کیا ہے نیم جاں 'دردِ جدائیِ الاماں
 ہجران کے یہ جو رستم اور یہ ضعیف و ناتواں
 ہر وقت غم کا سامنا ہر لمحہ آنکھیں خوں فشاں
 برسمت سے آتی بلا آفت کا ٹوٹا آسماں
 بیکار میں سب نالشیں، مسلم کا خوں ہے رائیگاں
 بیشک میں ہم ناسیہ نادم ہیں اب ہم بے گماں
 تم ہو شفیع المذنبین، اس دسے ہم جائیں کہاں
 ہم تجھ سے کہتے ہیں طلبِ دل کی مرادیں ہر ماں
 اب تو خبر لے لیجئے، غم ہو چکے ہیں بے کراں

اب کیجئے ایسا کرم، ہو دین کا اونچا علم
 اسلام کی لیجئے خبر اور کفر کو پہنچے ضرر
 مسلم کو پھر شرکت ملے اسلام کو قوت ملے
 ذوقِ عبادت ہم کو دو، شوقِ ریاست ہم کو دو
 مسلم ہوں باہم متحد، بھائی کا بھائی ہو محمد
 طیبہ میں اپنے لطف سے اذنِ اقامت دیجئے
 راہِ مدینہ دو رہتے، بندہ بہت رنجور ہے
 کفار کی گردن ہو غم، اُن کا بیٹے نام و نشان
 کفار ہوں زیرِ زبر سب مجھ کو بھول جائیں مستیاں
 بدخواہ کو ذلت ملے، دینِ حق کے پاسباں
 سنت کی رغبت ہم کو دو، ہم ادا ہوں نیکیاں
 مٹ جاتے سب آپس کی خدشہ و شک و حسد سے ہواں
 فرقت سے دل پیوستہ کب تک ہوں ہندوستان
 اور عارضی منظور ہے امدادِ سلطانِ جہاں

يَا رَبَّنَا سَلِّ عَلَى رُوحِ النَّبِيِّ الْمُصْطَفَى
 وَالْأُولَى وَالصَّحْبِ إِلَى مَا دَاوَدَ دُورَانَ الزَّمَانِ



محسن کا کوروی

المترقی ۱۹۰۵

سمتِ کاشی سے چلا جانبِ مستقرا بادل
گھر میں ہشنان کریں سردستانِ گوگل
خبر آتی ہوتی آئی ہے جہاں میں ابھی
کالے کوسوں نظر آتی ہیں گھٹائیں کالی
جانبِ قبلہ ہوئی ہے یورشِ ابرسیاہ
دہر کا ترسا بچہ ہے برق لیے جل میں آگ
ابرِ پنجاب تلاطم میں ہے اعلیٰ ناطق
نہ کھلا آٹھ پسر میں کبھی دو چار گھڑی
دیکھیے ہوگا سری کشن کا کیونکر درشن
راکھیاں لے کے سلونوں کی برہمن نکلیں
ابکی میلا تھا ہنڈولے کا بھی گردابِ بلا
ڈوبنے جاتے ہیں گنگا میں بنارس والے
تہ و بالا کیے دیتے ہیں ہوا کے جھونکے
کبھی ڈوبی کبھی اوچھلی مہِ نو کی کشتی
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل
جا کے جہنا پہ نہ سانا بھی ہے اک طولِ امل
کہ چلے آتے ہیں تیرتھ کو ہوا میں بادل
ہند کیا ساری خدائی میں بُتوں کا ہے عمل
کہیں پھر کعبہ میں قبضہ نہ کریں لات و بیل
ابر چوٹی کا برہمن ہے لیے آگ میں جہل
برق بنگالہ ظلمت میں ہے گور ز جہل
پندرہ روز ہوئے پانی کو منگل منگل
سینہ تنگ میں دل گویوں کا ہے بیکل
تار بارشش کا تو ٹوٹے کوئی ساعت کھٹی پل
نہ بچا کوئی محافہ نہ کوئی رتھ نہ ہسل
نوجوانوں کا سینہ پر ہے یہ بڑھوا منگل
بڑے بھادوں کے نکلتے ہیں بھگے گنگا جل
بحرا خضر میں تلاطم سے پڑی ہے بلِ ہل

قمریاں کھتی ہیں طربی سے مزاج عالی
شبِ دیوِ راندھیر سے میں ہے بادل کے نہاں
شاہِ کفر ہے مگرے سے اٹھائے گھونگٹ
جو گیا بھیس کیے چرخ لگائے سبے بھوت
شب کو مہتاب نظر آئے دن کو خورشید
وہ دھواں دھار گھٹا ہے کہ نظر آئے نہ شمع
نور کی پتلی ہوتی پردہ ظلمت میں نہاں
آتشِ گل کا دھواں باہم فلک تک پہنچا
اب بھی چل نہیں سکتا وہ اندھیرا گھپ ہے
جس طرف سے گئی بھل پھر ادھر آنہ سکی
فیضِ تربیب ہوانے یہ دکھائی تاثیر
آبِ آئینہ توج سے بہا جاتا ہے
آج یہ نشوونما کا ہے ستارہ چمکا
دیکھتے دیکھتے بڑھ جاتی ہے گلشن کی بہار
خضر فراتے ہیں منہیل سے تری مرد راز
عطر افشاں ہے شبیرِ گلِ نسین و سمن
لہریں لیتا ہے جو بجلی کے مقابل سبزہ
جگنو پھرتے ہیں جو گہن میں تو آتی ہے نظر

لالہ باغ سے ہندو سے فلکِ کھیم کسل
لیلیٰ محل میں ڈالے ہوئے منہ پہ آنچل
چشمِ کافر میں لگاتے ہوتے کافر کا بل
یا کہ بیراگی ہے پرست پہ بچا ہے محل
سے یہ اندھیر مچا ہے ہوئے تاثیر زحل
گرچہ پروانہ بھی ڈھونڈے اسے لے کر شعل
چشمِ خورشید جہاں میں میں آثارِ سبل
ہم گیا منزلِ خورشید کی چھت میں کا بل
برق سے وعدہ کیا ہے کہ لانا شعل
قلمِ چرخ میں ہے بھول بھلیاں بادل
زرِ محلول ہے اٹک تو کھل ہے منتقل
کچے تصویر سے گرنا نہ کہیں دیکھ سنبھل
شاخ میں کاکشاں کی نکل آتی کوہِ بل
ویدہ زگرس شہلا کو نہ سمجھ احوال
پھول سے کہتے ہیں پھلتا رہے گلزارِ اہل
نخل داؤدی مومی سے ٹپکتا ہے محل
چرخ پر بادلا پھیلا ہے زمیں پر محسن
مصعبِ گل کی خواہشی پہ طلائی جدول

ہم زبان و صفت چمن میں ہوئے سب اہل چمن
تحتِ طاووسی گلشن پہ ہے سایہ کیے ابر
جس طرف دیکھے بیٹے کی کھلی ہیں کلیاں
اہ قمری میں مزہ اور مزے میں تاثیر
شاخ پر پھول ہیں جنبش میں زمین پر سنبھل
پھول ٹوٹے ہوئے پھرتے روشوں پر ہنسیم
شجرہ پیرغاں میں نکل آئیں شاخیں
ساتھ ساتھ آتے ہیں نالوں کے جڑ کے کھڑے
سبزہ خط سے ہوا ہونے لگی سُرخ لب
صاف آمادہ پرواز ہے شماں کی طسرح
خمسد ہائے گل و قالین سے ہوا شور نشور
طرف گردش میں گرفتار عجب پھیر میں ہے
ملوٹیوں کی جو ہے تضمین نو بلبل کی غزل
پتھر کھولے ہوئے فرق شہ گل پر سنبھل
لوگ کہتے ہیں کہ کرتے ہیں فرنگی کو نسل
سرد میں دیکھے پھول آنے لگے پھول میں پھل
سب ہوا کھاتے ہیں گلشن میں سوار او پریل
یا سڑک پر ہیں ٹہلتے ہوئے گلوں کو تل
حرمِ دختر رز میں نظر آتا ہے خل
شجرہ آہ رسا میں نکل آئی کوپل
چمن حُسن سے لال اڑ گئے بن کر بریل
پر لگائے ہوئے مرگانِ صنم سے کاجل
کیا عجب ہے جو پریشان ہے خوابِ مغل
سرمہ ہے نیند مرے دیدہ بیدار کھل

شاخ شمشاد پہ قمری سے کہو چھڑے طار

نونا لانِ گلستاں کو سنائے یہ غزل

غزل

سمت کاشی سے گیا جانبِ صحرا بادل
خوب چایا ہے سرِ گول و متعسرا بادل
تیرا ہے کبھی گنگا کبھی حبسنا بادل
رنگ میں آج کنیا کے ہے ڈوبا بادل

شاہِ گل کائے ساتھ ہے ڈولا بادل
سطحِ افلاکِ نظر آتی ہے گنگا جمنے
چرخِ پر بھلی کی چل پھرے نظر آتا ہے
جب تک برج میں جتا ہے یہ کھلنے کا نہیں
بھلی دو چار قدم چل کے پٹ جائے نہ کیوں
چشمہ مہر ہے عکس در گل سے دریا
میری آنکھوں میں سماتا نہیں یہ جوش و خروش
دل بیتاب کی ادنیٰ سی چمک ہے جھل
طیشِ دل کا اڑایا ہوا نقشہ بھلی
اپنی کم ظرفیوں سے لاکھ فلک پر چڑھ جائے
کچھ غسی کھیل نہیں جوششِ گریہ کا ضبط
جامِ حشر فلک پر ہوا ہے لبیریز
راجہ اندر ہے پختہ نہ مے کا پانی
جوشش پر رحمتِ باری ہے چھاؤ خیمے
دیکھتا گر کہیں محسن کی فغان و زاری
پھر چلا خامہ قصیدے کی طرف بعد غزل
باغ میں ابرسیہ مست چڑھا کر آیا
چشمِ میکش میں گلابی ہے کہ پھل ہے گلاب

برق کہتے ہیں مبارک تجھے سہرا بادل
رُوپ بھلی کا سنہرا ہے پسلا بادل
سبزہ چمکائے بلاتا ہوا برچھا بادل
ہے قسم کھائے اٹھائے ہوتے گنگا بادل
وہ اندھیرا ہے کہ پھرتا ہے بھٹکتا بادل
پر تو برق سے ہے سونے کا بھرا بادل
کسی بے درد کو دکھائے کرشمہ بادل
چشمہ پُر آب کا ہے ایک کرشمہ بادل
چشم پُر آب کا دھویا ہوا خاک بادل
میری آنکھوں کا ہے اترا ہوا صدا بادل
یہ مرادل ہے یہ میرا ہے کلیب بادل
لیے آتا ہے جنازہ دیتے کا ندھا بادل
نظر لے کا سرکشن کنیا بادل
چمک برق سے کرتا ہے اشار بادل
نہ گرجتا کبھی ایسا نہ برستا بادل
کہ ہے چکر میں سخنگو کا دماغ عقل
جامِ خورشید مع میکرہ و برج محل
پھول کیڑے کا کھلا ہے کہ کھل ہے بوتل

جام بے بادہ سے کھتے ہیں کہ زندوں کو نہ چھڑ
 گوہرِ دل کو بڑی سنگدلی سے پیا
 کیسی افسردگی کیا بات ہے مرجھانے کی
 سیر میں دشت کی مصروفیت جو پاؤں کے لنگ
 مصروانوں کو یہ ڈر ہے کہ زلیخا کے لیے
 مے گلرنگ ہے کیا شمع شبِ فخر کا پھول
 کیا جنوں خیز ہے لکھنے میں صریح نے کلک
 ہر سخن گو کو نہ انشا کی نہ اٹلا کی خبر
 دل میں کچھ اور ہے پر مژدہ سے نکلتا ہے کچھ اور
 کتنا بے قید ہوا کس قدر آوارہ پھرا
 کبھی گنگا پہ بھٹکتا ہے کبھی جسمنا پر
 چھینٹے دینے سے نہ محفوظ رہے قلامِ ذیل
 ہاں یہ سچ ہے کہ طبیعت نے اڑایا جو غبار
 روئے معنی ہے بکھنے میں بھی اعلیٰ کی طرف
 اک ذرا دیکھتے کیفیتِ مسراجِ سخن
 گرتے پڑتے ہوتے متانہ کہاں کھاپاؤں
 یعنی اُکس فور کے میدان میں پہنچا کہ جہاں
 تارِ باران مسلسل ہے ملائکہ کا درود

دست بے جام سے کھتے ہیں کلیجوں کو نہ دل
 کشتی نے کو بست یا مرے ساتی نے کھل
 غنچہ کہتا ہے بجالو سے کہ گلشن سے نکل
 شغل میں چاک گریباں کی جو ہاتھ ہے شل
 سہر بازار نہ بچنے لگے سوئے کا خل
 چلتے چلتے جو سلم ہاتھ سے جاتا ہے پھل
 کہ سیاہی سے ہے ہر حرف کو سودیکا خل
 ہر گئی نظم کی انشا و خبر سب مہل
 لفظ بے معنی ہیں اور معنی ہیں سب بے اُکل
 کوئی مندر نہ بچا اس سے نہ کوئی استل
 گھاگرا پر کبھی گزرا کبھی سوئے چل
 نہ بچا خاک اڑانے سے کوئی دشت و جبل
 ہوتی آئینہ مضمون کی دو چندان صقل
 تاکتا ہے تو ثریا کی سنہری بوتل
 ہاتھ میں جامِ زمحل شیشہ مرہ زیر بغل
 کہ تصور بھی وہاں جانے سکے سر کے بل
 خرم برق تجلی کا تعجب ہے یا دل
 پے تسبیح خداوند جہاں عز و جل

کہیں ملو با کہیں کوثر کہیں فردوسِ بریں
 کہیں جبریل حکومت پہ کہیں اسرافیل
 کنزِ مخفی کے کسی سمت نہاں نہ خانے
 عاشقِ جلوہ طلب گار کہیں چشم قبول
 گلِ بیرنگی مطلق سے لکتے گلزار
 باغِ تنزیہ میں سرسبز نہالِ تشبیہ
 محلِ خوشننگِ رسولِ مدنی عسری
 نہ کوئی اس کا مشابہ ہے نہ ہمسرہ نظیر
 ادجِ رفعت کا قمرِ نخلِ دو عالم کا ثمر
 مہرِ توحید کی ضوِ ادجِ شرف کا مہر
 مرجعِ روحِ امینِ زریب وہ عرشِ بریں
 بہفتِ اقلیمِ ولایت میں شہِ عالی جاہ
 جی میں آتا ہے کھوں مطلعِ برجستہ اگر
 منتخبِ نسخہ وحدت کا یہ تھا روزِ ازل
 دورِ نورِ شہید کی بھی حشر میں ہو جائے گی صبح
 شبِ اسرا میں تہلی سے رُبغِ انور کی
 سجدۂ شکر میں ہے ناصیہ عرشِ بریں
 افضلیت پہ تری مشتمل آثار و کتب

کہیں بہتی ہوئی نہرِ لبین و نہرِ معل
 کہیں رضوان کا کہیں ساقی کوثر کا عمل
 اک طرفِ مظہرِ قدرت کے میاں شیشِ محل
 تازِ معشوق کے پڑے میں کہیں حسنِ محل
 بے نیازی کے ریاحین سے مکتے جھنگل
 انبیاء جس کی ہیں شاخیں عسراں میں کویل
 زیبِ امانِ ابدِ طرۃ دستارِ ازل
 نہ کوئی اس کا مثال نہ مقابل نہ بدل
 بحرِ وحدت کا گہرِ چشمہ کثرت کا کنول
 شمعِ ایجاد کی لوہِ زم رسالت کا کنول
 حامیِ دینِ مستہین ناسخِ ادیان و ظل
 چارِ اطرافِ ہدایت میں نبیِ مرسل
 وہد میں آکے ظلم ہاتھ سے جائے نہ اوپل
 کہ نہ احمد کا ہے ثانی نہ احمد کا اول
 تا ابد دورِ محستہ کا رہے روزِ ازل
 پڑ گئی گردنِ رفوف میں سنہری ہیکل
 خاک سے پائے مقدس کی ٹکا کر صندل
 اولیت پہ تری مستحقِ ادیان و ظل

لطف سے تیرے ہوئی شوکتِ ایمان محکم
مبحثِ چاہ میں اعلیٰ کی میں مسنی ادنیٰ
شانہ حضرت کا ہے تشدید و دلائل
جس طرف ہاتھ پڑھیں کفر کے ہٹ جائیں قدم
تیری تشبیہ کا ہے آئینہ خانہ تنزیہ
ہے حقیقت کو مجاز آپ کا حیرت کا مقام
ہو سکا ہے کہیں محبوبِ خدا خیرِ خدا
رفع ہونے کا نہ تھا وحدت کثرت کا خلغ
نظر آئے مجھے احسند میں اگر دالِ دنیٰ
قہر سے سلطنت کھنہ ہوئی مستاصل
صرف جود میں اکثر کا مراد ہے اقل
صاد مازع بصر سرمد چشمِ اکمل
جس جگہ پاؤں رکھیں سجدہ کریں لات و ہبل
شانِ بزرگی مطلق ہے تجھے رنگِ محل
بے نیازی کو نیاز آپ کا ناکشش کا محل
اک ذرا دیکھ سمجھ کر مری چشمِ احوال
میم احمد نے کیا آ کے یہ قصہ فیصل
روزِ محشر ہوں الہی ! میری آنکھیں احوال

پھر اسی طرز کی مشتاق ہے مراحِ طبع
کہ ہے اس بحر میں اک قافیہ اچھا بادل

غزل

کیا جھکا کہے کی جانب کو ہے قبلہ بادل
چھوڑ کر مسیکو ہندو منم خانہ بُرج
سبزہ چسپرخ کو اندھیاری لگا کر لایا
بحرِ امکاں میں رسولِ عربی دوزِ یتیم
قبلہ اہلِ نظر کہتے ابروئے حضور
سجدہ کرتا ہے سوئے یثرب و بطنِ بادل
آج کہے میں بچائے ہے مصدا بادل
شہسوارِ عربی کے لیے کالا بادل
رحمتِ خاصِ خداوندِ تعالیٰ بادل
سوئے مرقبے کو گھیرے ہوئے کالا بادل

ریشک سے شعلہ رخسار کے روتی ہے برق
دور پہنچی لب جاں بخش نبی کی شہرت
چشمِ انصاف سے دیکھ آپ کے دزدانِ شریف
تھا بندھا تار فرشتوں کا درِ اقدس پر
آمد و رفت میں تھا ہمتِ برق براق
ہفت اقلیم میں اس دیں کا بجایا ڈنکا
دینِ اسلام تری تیغِ دو دم سے چمکا
آسانے کاتے دہر میں وہ رتبہ ہے
تو وہ فیاض ہے کہ در پر تیرے سائل کی طرح
تیغِ منیدان شجاعت میں چمکتی بجلی

محسن اب کچھ گلازارِ مناجات کی سیر

کہ اجابت کا چلا آتا ہے گھرتا بادل

سب سے اعلیٰ تری رکڑ ہے سب سے افضل
ہے تنہا کہ رہے نعت سے ترے خالی
دین و دنیا میں کسی کا نہ سہارا ہو مجھے
ہو میرا ریشہ امید وہ نخلِ سہ سبز
آرزو ہے کہ ترا دھیان رہے تا دمِ مرگ
نامِ احمدِ بزبانِ سرِ بولیمِ بصدور
میرے ایمان منغل کا یہی ہے محفل
نہ مرا شعر، نہ قلم، نہ قصیدہ، نہ غزل
موت تیرا ہو بھر دسا تری قوت ترا بل
جس کی ہر شاخ میں لہو چول ہر اکھول میں پھل
شکل تیری نظر آئے مجھے جب آئے اجل
لب پہ ہو صلی علیٰ دل میں مے عز و جل

روح سے میری کہیں پیار سے یوں عسزِ راسل
 دمِ مردن یہ اشارہ ہو شفاعت کا ترے
 یاد آئی سنہ رخسار سے حیرت ہو مجھے
 میزبان بن کے نکیرین کہیں گھر ہے ترا
 رُخِ انور کا ترے دھیان رہے بعد فنا
 حذت ہوں میرے گناہ اپنی ثقیل اور خفیف
 میری شامت سے ہو آراستہ گیسوئے سیاہ
 صفتِ محشر میں ترے ساتھ ہو ایسا مداح
 کہ مری جان مدینے کو جو چلتی ہے تو چل
 فکرِ فردا تو نہ کر دیکھ لیا جائے گا کل
 گوشہٴ قبر نظر آئے مجھے شیش محل
 نہ اٹھانا کوئی تکلیف نہ ہونا بیکل
 میرے ہمراہ چلے راہِ عدم میں مشعل
 آئیں میزان میں جب افعالِ صحیح و معتل
 عارضِ شاہِ محشر ہو اگر حسنِ عمل
 ہاتھ میں ہو یہی مستانہ قصیدہ یہ غزل

کہیں جبریل اشارے سے کہ ہاں بسم اللہ
 سمتِ کاشی سے چلا جانبِ مستقرِ بادل



مہاراجہ سرکشن پرشاد شاد

المترنی : ۱۹۴۰ء

اشرف انبیاء، حبیبِ خدا	زینت مسندِ جہاں بانی
وہ ابوالقاسم، احمدِ مختار	جن کی شان، شانِ ربانی
عارفِ ذاتِ واحدِ مطلق	کاشفِ رازِ قدسِ سبحانی
اُن کا شہرِ دینہ مسکن ہے	خلد کا ہے جو نقشہٴ ثمانی
فخرِ آدم ہیں اشرفِ عالم	ہیں یہ کشافِ سترِ پنهانی
رازِ وحدت کے رازدار ہیں یہ	بزمِ کثرت میں ہیں یہ لاثانی
ان سے توحید نے ترقی کی	اس تمدن کے ہیں یہی بانی
شاہِ دنیا و دین، وزیرِ خدا	ان پر مسندِ ولِ لطفِ یزدانی
آپ خیر البشر ہیں کچھ نہیں شک	آپ کی ذاتِ لطفِ سبحانی
بُرجِ خاکی کے مہر تاباں ہیں	اللہ اللہ بلند ایوانی
کیا سراپا کا اُن کے وصفِ کمال	دونوں عالم ہیں ان سے نورانی
تمکنت میں تھے کوہِ تمکیں آپ	خلق والا تھا جسمِ یزدانی
بذلِ وجودِ عطا کا کیا کہنا	بحرِ رحمت کی جیسے طیفانی
نئے مروت میں آپ اپنی نظیر	بہتی دشمن کو نخی پریشانی

دھاک بیٹھی تھی دل پہ اعدا کے تھے شجاعت میں ایسے لاثانی
 گو کہ اُمتی جہاں میں تھے مشہور تھا تکلمِ کلامِ ربانی
 ابرِ نیاں رحمتِ حق تھے بات ہی کیا تھی گوہرِ افشانی
 بات بات آپ کی حکیمانہ ہر نصیحت تھی وعظِ عرفانی
 سادگی آپ کی سب سے آموز مٹ گئی کافروں کی ربیانی
 دخل ہی کیا وہاں تعصب کو تھا فقط ایک جذبِ روحانی
 ادب و خلق اور مروت سے پھیلی آفاق میں مسلمانی

ایسے بے مثل بندہ پرور کی

جو سکے کیا بھلا شہناخانی



اقبال سہیل

المترنی ، ۱۹۵۵ء

کوسے تارِ شعاعی لاکھ اپنی سعیِ امکانی
 وہی سمجھیں گے جو واقف ہیں اسرارِ محبت سے
 ابھی تک کہہ رہے ذرہ ذرہ دشتِ ایمن کا
 ادھر دوشیزہ کرنوں کا نکلا سمتِ مشرق سے
 ادھر صبحِ گریباں چاک کا راہِ عدم لینا
 کبھی پھولوں کے جھرمٹ میں شعاعوں کی نظربازی
 کہیں دوشِ صبا پر رقص کرنا نکستِ گل کا
 ادھر غنچوں کے لب پر وردِ یافتاح جاری ہے
 ادھر سبزے کا جاگ اٹھنا خارِ خوابِ نوش سے
 کہیں قبل از صبحی میکشوں کی مشقِ خمیازہ
 صبا کے گدگدانے سے ادھر کلیوں کا ہنس دینا
 ادھر شبِ نیم کی ہستی کا فنا فی النور ہو جانا
 بجا ہے مجھ دم گر چشمِ زگس ہے خارِ اگیں
 رگِ گل نے بچھا کھلے ہر سو دامِ نظارہ
 رفو ہوتا نہیں ہے صبح کا چاکِ گریبانی
 کہ یکساں جا نگسل ہے نوقِ صل و دردِ ہجرانی
 قیامت ہے قیامت جلوۂ جانان کی عریانی
 ادھر زیم جہاں سے رخصتِ شمعِ شبستانی
 ادھر خورشیدِ عالم تاب کا آغازِ رخسانی
 کبھی خود جلوۂ خورش سے گلوں کی چاکِ دامانی
 کہیں شاخِ نشین پر عتادل کی حدی خوانی
 ادھر محوِ اقامت ہے قطارِ سر و بستانی
 ادھر بادِ سحر سے زلفِ سنبل کی پریشانی
 کہیں بعد از زافل زاہدوں کی سجد گردانی
 ادھر شبِ نیم سے پھولوں کی عسرقِ آلودہ پستانی
 ادھر گل کا صبا سے ادعائے پاکِ دامانی
 چمن میں رات بھر کی ہے زرِ گل کی نگہبانی
 عبث ہے گر کئے مرغِ نگو سعی پر افشانی

یہ صبح و شام ہی کیا چشمِ عبرت میں اگر وا ہو
چمن پرانے کن صدقے تری نیزنگ سازی کے
وہ تالبتاں کے بعد ابرسیہ کا جوشِ تردستی
کسی کے خندہ دندانِ ناکا کچھ گیا نقشہ
بہار آتی ہوئی آراستہ پھر بزمِ امکانی
تنداؤں کا حشر اٹھا ہے پھر ویرانہ دل میں
چمن میں جس طرف یکم نظر بازوں کا جھگمٹ ہے
چمن کا جلوہ رنگیں ہے یا اک شعرِ فطرت ہے
جبینِ صبح پر قشقہ ہے یا خطِ شعاعی ہیں
نگاہیں جذب کر لی ہیں بہارِ عارضِ گل نے
نہ جانے حسن ہے یا عشق اتنا جانتے ہیں مہم
کمالِ عاشقی ہے آپ مرنا اپنے جلوں پر
خود اپنی شکل دیکھی پردہ برقِ عبتی میں

تو اک درسِ بصیرت ہے سراپا بزمِ امکانی
لبِ ہر غنچہ پہ ہے کلِ یومِ ہوئی شتاب
وہ آغازِ بہار اور رخصتِ فصلِ زمستانی
لبِ گلبرگ پر شبنم نے کی جب گوہر افشانی
ہوا گلزارِ عالم پھر جوابِ باغِ رضوانی
جنوں نے دل کو دی پھر دعوتِ شوریہ سامانی
الہی! گوچہ قاتل ہے یا صحنِ گلستانی
کہ جس پر فوقِ فطرت غم ہے محو آفریں خوانی
ایاخِ لالہ میں شبنم ہے یا صہبائے ریحانی
رگِ گل کی حقیقت آج ہم نے جا کے پہچانی
ہمیں کھینچے لیے جاتا ہے کوئی جذبِ پتہانی
مے مذہب میں خود بینی کو کہتے ہیں خدا دانی
تعجب کیا اگر تھی دیدہ موسیٰ کو حیرانی

کہاں کا دشتِ ایمن، طور کیا، برقِ تجلی کیا
یہ سب کچھ تھی جمالِ مصطفیٰ کی پر تو افشانی



محمد وہ کتابِ کون کا طغرائے پیشانی
محمد یعنی وہ حرفِ نخستیں کلبِ فطرت کا
محمد وہ حریمِ قدس کا شمعِ شبستانی
محمد یعنی وہ امضائے توقیعاتِ ربانی

وہ فاتح جس کا پرچم اعلیٰ نگارئی گردوں
وہ رابطہ عقل و مذہب کیا شیر و شکر جس نے
وہ ناطق جس کے آگے ہر ریل بلبل سدرہ
وہ حاذق جس کا تنہا نسخہ تنزیلِ قرآنی
وہ عادل جس کی میزان عدالت میں برابر ہے
وہ بادلِ سن کے جس کے ابرِ رحمت کی گہری
وہ جامع جس نے یکجا کر دیئے بکھرے ہوئے
وہ درس آموزِ فطرت جس سے پہلے دنیا میں
اُمّادی خود کشی کی بزدلانہ رسم دُنیا سے
وہ گنجِ معارف جس کے اک اک حرف میں پنہاں
وہ شاہِ بوریہ مسند سکھایا جس نے دُنیا کو
وہ کشفِ سرائر جس نے کھولا چند اشاروں میں
وہ نساخِ مذاہب جس کے مقدم نے کیا باطل
وہ مقصودِ دو عالم، مستغاثِ قاصی و دانی
وہ سلطانِ الامم، فخرِ دو عالم، برزخِ کبریٰ
مبشر جس کی بعثت کا ظہور عیسیٰ مریم
تراشہ جس کے ناخن کا ہلالِ آسماں منزل
تعالیٰ اللہ ذاتِ مصطفیٰ کا حسنِ لاثانی

وہ اُمّی جس کے آگے عقلِ کل طفلِ دبستانی
وہ فارقِ زہد سے جس نے مٹایا داغِ رہبانی
وہ صادق جس کی حق گوئی کا شاہِ نطق ربّانی
دوائے جملہ علتِ ہائے اخلاقی و روحانی
نبارِ مسکنت ہو یا وقارِ تاجِ سُلطانی
فضائے آسماں ہے شکوہ سنج تنگ دامانی
مٹادی آگے جس نے باہمی تشریقِ انسانی
بتائے اہلِ عالم کو حقوقِ جنسِ نسوانی
سکھایا مشہدِ توحید پر آئینِ شریانی
نکاتِ فلسفی، اسرارِ نفسی، رازِ عمرانی
یہ اندازِ جہانگیری، یہ آئینِ جہانِ نبانی
علومِ اولین و آخرین کا گنجِ پنہانی
فروعِ کیشِ زردشتی، شکوہِ دینِ نصرانی
کیا جس نے مکمل نسخہ اخلاقِ انسانی
رسالتِ جس کی تصدیقی، جلالِ جس کی اذعانِ
مصدق جس کی عظمت کا لبِ موسیٰ عمرانی
خُسالہ جس کے تلواروں کا زلالِ آبِ حیوانی
کہ یکجا جمع ہیں جس میں تمام اوصافِ امکانی

دعائے یونسی، خلقِ غلیل، صبرِ ایتوبی جلالِ موسوی، زہرِ مسیحی، حُسنِ کنعانی
 نہیں مہرِ درخشاں اس کے فیضِ جبرہ سانی سے چمک اٹھتا ہے چرخِ پارِ یں کا داغِ پیشانی
 خدا جانے خود اُس سرکار کا کیا مرتبہ ہوگا غلامِ بارگاہِ جس کے کہیں "ما اعظم شانی"

تعالیٰ اللہ چہ می زید بہ فرقش تاجِ سلطانی

کہ مورِ دگرش رامی رسد نازِ سلیمانی



جوشِ طمعِ آبادی

الموتی : ۱۹۸۲ء

اے کہ تھے جلال سے ہل گئی بزمِ کافری
 خشکِ عرب کی ریگ لہراٹھی نیاز کی
 اے کہ تراغبِ راہِ تابشِ رستے ماہتاب
 اے کہ تھے بیان میں لغزِ صلح و آشتی
 اے کہ تھے دماغ پر جنبشِ پر تو صفا
 چھین لیں تو نے مجلسِ شرکِ خودی سے گرمیاں
 ترے قدم پر جہرِ ساروم و عجم کی نختیں
 تیرے کرم نے ڈال دی طرحِ خلوصِ بندگی
 تیرے سخن سے بگئے لاف و گزافِ کفر کے
 لحن سے تیرے منظمِ پستِ بلند کائنات
 چینِ ستم سے بے خبر تیری جبینِ دل کشی
 تیری پمیری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
 بھٹکے ہوؤں پہ کی نظرِ شکِ خنصر بنا دیا
 سلجھا ہوا تھا کس قدر تیرا دماغ حق رسی
 رشتہ خوف بن گیا رقصِ بستانِ آذری
 قلمِ نازِ حسن میں اُف سے تری شادری
 اے کہ ترا انسانِ پانا زشِ مہرِ خاوری
 اے کہ تھے سکوت میں خستہ بندہ پروری
 اے کہ تھے خمیر میں کاوشِ نور گسری
 ڈال دی تو نے پیکرِ لات و ہل میں تھر تھری
 تیرے حضور سجدہ ریز چین و عرب کی خود سری
 تیرے کرم نے بند کی رسمِ ورہِ ستم گری
 تیرے نفس سے بھج گئی آتشِ سحرِ سامری
 سانسے تیرے منضبط گردشِ چرخِ چنبیری
 حرفِ فنا سے تابناک تیری بیاضِ دلبری
 بھٹا گدائے راہ کو تو نے شکوہِ قیصری
 رامزوں کو دی ندائیں گئے شمعِ رہبری
 پگھلا ہوا تھا کس قدر تیرا دلِ پمیری

چشمہ ترے بیان کا غارِ حرا کی خاموشی
 زمزمہ تیرے ساز کا لحنِ بلا لُحْنِ حنِ نوا
 آئندہ ترے غلّ کا طبعِ حسن کی سادگی
 جھکیاں تیرے ناز کی جنبش کا کلِ حشّین
 شان ترے ثبات کی عزمِ شہیدِ کربلا
 رنگ ترے شباب کا جلوۂ اکبرِ قتل
 تیرا لباسِ قاحلہ چادرِ کھنڈہ بول
 تجھ پہ نثارِ جانِ دل مڑ کے ذرا یہ دیکھ لے
 تیرے گدائے بے نوا تیرے حضور آئے ہیں
 آج ہوائے دہر سے ان کے سروں پہ خاک ہے
 تیرے فقیر اور دیں کو چہ کھنڈہ میں صدا
 طرفِ کلہ میں جن کے تھے لعل و گوہر ٹکے ہوئے
 جتنی بنڈیاں تھیں سب ہم سے فلک نے چھین لیں
 اٹھ کر ترے یار میں چپم کفر کھل گیا
 دیر نہ کر کہ پڑ گئی صحنِ حرم میں ابری

جوش کے مالِ زارِ پرچم کہ تیری ذات ہے

شعلہ طورِ معرفت شمعِ حیرمِ دلبری

حافظ مظہر الدین

المؤلفی: ۱۹۸۰ء

سیتہ دسرور و وقارِ حرم	عظمتِ کعبہ و یارِ حرم
نقشِ رنگین، صانعِ قدرت	روغنِ روئے زرنکارِ حرم
مہبطِ وحی و مخزنِ اسرار	غیبِ آگاہ و رازدارِ حرم
آرزو و مرادِ مشتاقان	مرکزِ حسن و عشق، یارِ حرم
سرِ وحدت، جمالِ ہوشربا	شانِ سبحان در کنارِ حرم
بامقاماتِ غیرتِ جبریل	با عنایات، جاں سپارِ حرم
جلوۂ گلستانِ لاہوتی	مظہرِ ذات، افتخارِ حرم
حسنِ تخلیق و باعثِ تخلیق	نازشِ دو جہاں، قرارِ حرم
اولیں نور، اولیں انعام	آخری جلوۂ بہارِ حرم
فقرِ سراپہ، بوریہ بستر	بے زرو سیم، تاجدارِ حرم
کیفِ افروزِ محفلِ ہستی	وجہِ سرستی بہارِ حرم
نورِ افشانِ عالمِ موجود	رونقِ قبیلۂ اعتبارِ حرم
ضامنِ عصمتِ بنائے خلیل	پاسبان و نگاہ دارِ حرم
مَنْ رَأَى فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ كَقِفْتَ	خاتمِ انبیاء، نگارِ حرم

فخرِ کونین، فخرِ موجودات	تیرا کوہِ پہ ہے افتخارِ حرم
تیری تجھیر اور تری تہلیل	نغمہ سازِ آبشارِ حرم
تیرا روضہ ہے مطلعِ انوار	تیرا گنبد ہے اعتبارِ حرم
صاحبِ لطف و جود و خلقِ عظیم	مجھ کو بھی بخش دے جوارِ حرم
تیرا دستِ سخا، یدِ قدرت	تیرے قبضے میں ہے دیارِ حرم
دے جگہ اپنے آساں کے قریب	کر عطا کوئی ریگزارِ حرم
غازہ رخ ہو خاکِ راہِ محباز	سُرمہ چشم ہو غبارِ حرم
عشق کو سوز و ساز ہے مطلوب	اے جواں عزم، اک مزارِ حرم
میں بھی ہوں خاکِ بوسِ راہِ ترا	میں بھی ہوں یک خاکسارِ حرم
میں بھی ہوں گلشنِ محبت میں	گلِ نورستہ بہارِ حرم
ایک کہنہ و قافِ شعارِ ترا	ایک دیرینہ ریزہ خوارِ حرم
گشتہ ناز، گشتہ انداز	سینہ بریان و دل فگارِ حرم
تیرے تیرِ نگاہ کا زحسی	خوش آہوئے تمارِ حرم
نغمہ خواں، نغمہ ساز، نغمہ سرا	بلبلِ گلشن بہارِ حرم
میرے آنسو ہیں عشق کا ہدیہ	میرے جذبات ہیں نثارِ حرم
دست بکشا و دست گیری کن	ٹپ نہ یوں ہوگی رہزارِ حرم
پاشکتہ بھی ہوں طول بھی ہوں	نظرِ لطف شہریارِ حرم
المدد المدد مشہرِ کونین	وقتِ نصرت ہے غلگسارِ حرم

الغیاث الغیاث میر عرب	آج خطرے ہیں وقارِ حرم
متحد ہیں یہود بہرِ قتال	منتشر حبلہ شہسوارِ حرم
ہیں کلیسا و دیرِ شیر و شکر	زخمِ آلود غنفسارِ حرم
اب دلوں میں نہیں وہ جوشِ عمل	ہو گیا سرد شعلہ زارِ حرم
ہاتے انجہامِ کار کیا ہو گا	لے نہ ڈوبے یہ انتشارِ حرم

چارہ سازِ شکستگان! فریاد

دیکھ پامانی بہارِ حرم



ملاوتھی

المثنوی: ۴۳۶: ۶

محمد نبی نانو تیرا ہے
 کہ چودہ ملک کا تو سلطان ہے
 اسی ہو اور ایک لاک پیغمبر آئے
 چھپا نور سب کا ترے نور انگے
 میٹھا بننا آج تجھ راز کا
 خدا سوں گے توں جہاں اے خلیل
 عرش کو سی تج گھر ہے در آسمان
 ملائک رہیں جیتے آسمان میں
 توں سلطان مصحف علم ہے ترا
 ازل ہو رتھا دین اب ہو رہوا
 محبت، مروت، وفا ہو علم
 توں پیدا ہوا یو ہویدا ہوئے
 نور توں ہی نچ نانو یک نانو نہیں
 توں نور ہو نور نور چہ ترا نانو ہے
 جو دن چھپا تیرا اُجالا اچھے
 کہ تو نور نچ چھپا تو بھی نور ہے
 اُجالا ہے جاں وال اندھارا نہیں
 ترا چھپا تو دوسے جو کہہ طور تے
 تری چھپا تو کا نور جگ دیک کر
 جو دیکھے تری چھپا تو کا ذرہ نور
 امیدوار ہے جگ ترے پیار کا
 شفاعت کر نہا سب کا تمہیں
 عرش کے اُپر چھپا تو تیرا ہے
 علی سترے گھر میں پردہاں ہے
 ولے مرتبا کوئی تیرا نہ پائے
 کہ جیوں تار پھپھتے ہے سوراگے
 معلم ہے نور تجہ جہانہ کا
 نہ عیسیٰ وہاں آئے نا جبریل
 توں سورج ہے بادل تر سایہ باں
 رہیں رات دن تیرے دھیان میں
 نبیاں ہو روایاں مسٹم ہے ترا
 محمد تے تو دین در زور ہوا
 حبیبی سلیمی عمل ہو علم
 اول یونہ تھے نچ تے پیدا ہوئے
 توں رب چھپا تو ہے چھپا تو کوں چھپا تو نہیں
 کہ چند نچ چند کیرا چھپا تو ہے
 نہ نش توں کہ تجھ چھپا تو کا لالچھے
 اندھارا اُجالے سستی دور ہے
 اندھارا ہے جاں وال اُجالا نہیں
 نکلتے جھمکیا ادکھ سورتے
 خبر سن کے موی ہو ابے خبر
 پڑے مست ہو نہیں پوا بڑے سود
 کہ بخشائے توں پاپ سنار کا
 اپنی لاڈلاک رب کا تمہیں

صنعتی بیجا پوری

دقات : ۱۹۴۵ء

نبی کریم شفیق امین
کہ جن سر پہ لولاک کا تاج ہے
شنا جس کی بولیا ہے سجان نے
احد میں تجھے تانوں احمد دیا
چندر مشعل دار ہو وقتِ شام
شرف ہے در علم کو تجھ ذات سے
ترانوں عزت ہے آدم کے تین
ترانوں ہے ذات بعد صفات
تجلی تے تجھ پائے جب یک جھلک
عمیاں تجھ میں ہے جلوۂ فدا بجلال
مزار دار توں جلوۂ ذات کون
ہوا جب تو اس رات براق سوار
زہرہ شہ سوار و زہرہ غمک پاک
سو دیدار اپنا دکھایا تجھے
سوا و فراق کہنے میں آتے کہاں
وہ مازاخ کا کل انکھیاں میں کر

رسول خُدا رحمت العالمین
سوا سکوں عرشِ آپ کی محتاج ہے
سوطۂ ولایت و قرآن ہے
بجسزمیم بھی فرق کچھ نہیں کیا
جمع کر ستارے کرے تجھ سلام
بھی آخر خلاصی ہے تجھ بات سے
ترا اسم ہے دردِ عالم کے تین
کہ جوں بیج اول بزاں پھول پاست
یکے سجدہ آدم کوں سارے ملک
ہے عالم کوں معراج تیرا جمال
شرف تجھ نے معراج کی رات کوں
سرافیل تھا خاص و غاشقہ دار
کہ جس سم پہ البرج تھا چاک چاک
عجب ذوق لذت چکا یا تجھے
اور لذت بیان میں سما دے کہاں
نہ واں زراخ دکھیا نہ واں باغ پر

کسی انبیاء کو نہیں ملتی یہ بات
جو بے پردہ واصل ہے حق سنگات

ملاغوا صی دکنی

المترنی : ۱۶۵۰

سچا توں محمّد سچا مصطفیٰ	سچا ہے توں احمد مرتضیٰ
توں ظہر تو یسین تو ابطلھی	تو اتی تو مکنی تو مرسل سہی
تو اول توں آخر تو ہی ہے امیر	تو ظاہر توں باطن نبی بے نظیر
تہیں ہاشمی ہو رشتہ رشتی رسول	بکج تو کہے سو کرے رب قبول
توں قائم تو حجت تو حافظ سچا	تو شافع توں سابق تو داعظ سچا
تقی ہو رشتی توں دلی ہو رطلیل	دیا تج نبی نماؤں رب الحلیل
قسم کھاؤں میں سورہ نسین سوں	کہ حق بعد ہے جیو میر آئین سوں

حمایت جو مچ بس رہے تین کا

محمد علی ہو ر محی الدین کا

رتن خاص دریائے لولاک کا	جھلک لامکاں نور افلاک کا
محمّد نبی سنیہ المرسلین	سدا روشن اس سے ہے دنیا و دین
عدم میں تے عالم کو پروردگار	اسی کے کیا نور سوں آشکار
رداج آفسر نیش کیا سو و بیج	چراغ دھسل بینش کیا سو و بیج
ازل محض اس کا فزا زدے	ابد عین اس کا مدینہ دے
ہونے ختم اس پر نبوت کے گن	نبی طبل اس کا قیامت گن

تم اس سے دے نطف کا سبیل نکھی اس کے ہے شہد کا جبر نیل

حرمِ کبریا کا سوا اس کا مقام

بندِ اشمس ہو رہا اس کا غلام

محمد نبیؐ سردریِ اولیاً نبیاں مرسلان پر شفاعت کیا

منور کیا جس تہیں اسلام کوں

شفاعت دیا خاص ہو عمام کوں

محمد نبیؐ خاتم الانبیاء	شرع جس تہیں حق جگمیں ہونا دیا
دیا جس کو تشریفِ دلاک کا	ہوا جیتی منظرِ بد و افلاک کا
صدقِ ہمن سار کی کئی ہزار	محمدؐ کے نفسین پر بار بار

ہزاروں ہمن سار کی نیک نام

محمدؐ پر صدقہ ہیں ساری تمام

ملائِ نصرتی

المترن : ۱۶۴۳ء

رہے نامور سید المرسلین	کہ آخر ہے دے شافع المذنبین
ادا ہوئے نہ حمد احد کی بچن	زاکھے جگ مدح احمد میں فن
عجب آفرینش کے وریا کا در	کہ جس نور تی بحر ہستی ہے پر
زل رکھ یہ خلقت کے دل توں رنج	وہی پھل ہے آفرجہ اول ہے بیج
اٹھاتے تو موجود تمسکین میں	جب آدم تھا مار والطین میں
جگ سلم آسا کا آدم سبق	پریا نین تلک تھا توں علام حق
شرنار پستے اس حد کوں پاڑ	بزرگی دھری جوں سیٹھے پھل تی بھاڑ
حیب احد تو پنچے اے مصطفیٰ	ترا تاؤں بیتنچ ہوئے دل صفا
احد ہو احمہ میں جگ کون عظیم	معما ہوئی گرچہ میانے کی میم
اسی میم تھے پن معاشگاف	دیکھیں عین احد کوں چہ احمد نے فنا
زہے دین دنیا میں سرمد ہے تو	توں محمود وہاں یہاں محمد ہے تو
تری ذات تی پائی دنیا سکت	تیری سوں چہ محمود اچھے عاقبت
اد چایا ہے توں گرچہ آخر مسلم	اول سب تی جنت میں تیرا قدم
قیامت کے طوفان میں ہو جگ اوصاف	لے جاوے تو انت کی کشتی کو پار
قیامت کو تیرے طفیل اے دلیل	اے جگ یہ جنت کون خوان خلیل
تری شان سر تاج لولاک کا	ترے بخت کون تخت انلاک کا

کرن کا سورج چھتر بجھ لال ہے
 ترانور لپکتے جو نکلا دھواں
 سنگتے جوا جوں شرار سے ہوئے
 سخن صاف مکھ کھول جب تو کرایا
 پتا کچھ جو بھاری اچھے کوہ قاف
 ترا خاتم اے قاتم الانبیاء
 ہوا جلوہ گر تب نبوت کا تخت
 جتنے عالماں کے پراناں تے نور
 ترے دابکے و دبے تل انگات
 ترا معجزہ معجزیاں کے اوپر
 کرن منکراں کا چہ دعویٰ تباہ
 ہوا تجھ تے جبریل کا طمطراق
 ترے نور قی یک پوشیدہ ہے سور
 عمود صبا ترے سر دھال ہے
 رہے چھا کے دنیا پہ نور آسماں
 چند رسوں ہو رہ سب ستارے ہوئے
 سمنہ کی سپیاں میں موتی بھر با
 ادھے سایہ تجھ علم کا بے خلاف
 رسالت کے فرمان پہ سکر کیا
 چڑیا تیں پہ جب توں شہ نیک محبت
 ہوا محو نیلے پہ تجھ ذات سور
 دے دھاک دھرات عزائمات
 کہ کیا گلن پر تو شق القمر
 دیے تجھ نبوت کی حیراں گواہ
 شرف تجھ سواری سوں پکڑیا براق
 سر یا نو فلک داں ترا حال ہے طوا

قدیم قی ترے نامور قریش ہے
 شرف ناک تجھ گرد قی عرش ہے

مُحَمَّدِ رَفِعتی فَنَاحی

المُتَوَفیٰ : دَورِ اَوَّلِ ۱۹۰۸ء

گئے ہیں مُحَمَّد اپن گھر کوں جب
 لگے بیا کا ساماں کرنے سوتب
 مرتب ہوا ببا کا سامان جب
 یکے ہیں خدیجہ کو معلوم تب
 خدیجہ بھی سامان سب کچھ رکھے
 بوطالب کتیں یونہی تب دیئے
 بولائے قریشاں بوطالب کے سب
 بولائے ہیں بعضی جتے تھے عرب
 قبیلے قریشاں کے سب آئے
 عجب نور علیی کے در سب کھلے
 نبیؐ نے عمامہ بندے سروری
 پہنے تن پر جامہ سو پغیب سری
 بلند تھے لیلا القدر سوں
 جھمکتا اچھے موبنے بدر سوں
 نیہ زین وایل یفشی کے جوں
 منور جبیں واصلی کے سوتوں

امامی دکنی

المترن : اندازاً ۱۶۲۸ء

کہ ہیں دونیگنے سیماں کے
 بہر ہیں محمد کے فرمان کے
 وہ مالکِ سالت و لایت کے ہیں
 وہ ہادی حقیقت ہدایت کے ہیں
 مرا تن میرے پیر کے تن منیں
 میرے پیر کا تن محمد منیں
 کہ حیدر مری کا ہے اس کا جمال
 محمد کی خصلت ہے اس میں کمال
 محمد کے کوچِ جنت طرف
 قیامت جہاں میں پری ہر طرف
 جہاں کی عمارت کوں پر باد کر
 جنت کی عمارت کوں آباد کر
 کہ صانع کی قدرت نبی پر تمام
 عیسیٰ العسدرۃ و عیسیٰ السلام
 ہزاروں درود ہزاروں سلام
 محمد اوپر آل یاراء تمام
 ختم کر امامی ترخیر الکلام
 وصالِ محمد علیہ السلام

مختار

المترن : ۱۴۵۹ء

کہوں حسدِ اولِ اوسے راج کا	نئی کون دیا تاجِ معراج کا
عجب دیک مجھوٹے بے بدل	حسندہ شہِ انبیاء از ازل
اس چار حرفاں کا ہے ناؤں آج	رکھے اس کون لولاک کا سر پر تاج
سوہرِ حرفت کا نہیں کہوں یو بیان	کہ ہے میمِ محبوبیت کا نشان
سوچی اے ولادتِ حمایت پر	حمایت کی سارمی شفاعت پر
لہوِ دال ہے اونشانیِ دوا	جو ہے دردِ عصیاں کا رہے شفا
خزینہ سووا رو کا فسترد آن ہے	کہ سب مومنوں کا اذ ایان ہے
دیکھے دردِ جیسا سو دیا علاج	کرے او کہ ہے سب خلافت کا تاج

نتیجہ کیے اسکوں دارین کا

خلاصہ کیے اسکوں کونین کا

سید شاہ سراج الدین سراج

المتوفی : ۱۷۶۴ء

رسول خدا سید المرسلین	قیامت کے دن شافع المذنبین
نبوت کی مسند کا ہے جانشین	کیا جس نے تعظیم روح الامین
عجب روزِ محشر کا سردار ہے	صفتِ اصفیا میر، دو سالار ہے
جگت میں روئے سلطنت ہے مدام	جماعت میں ہے انبیا کی امام
روحِ شریع کا ہادی مستقیم	شریعت کے دریا کا وزیرِ تیم
محبیبِ خدا والی روزگار	دو عالم کی اوستا تسلیم کا تاجدار
شرِ انہں جاں سب کا مقبول ہے	نبوت کے گمزار کا پھول ہے
کہ جس واسطے خلق پیدا کیا	زمین آسمان سب ہویدا کیا
کہا حق نے لولا کہ جس شان میں	شہنشاہ ہے ملکِ عرفان میں
سدا گم ہوں کا وہی رہنا	ہے خیر الورا احمد مجتبیٰ

عجب ذاتِ مقبولِ کوہین ہے
کہ کوہین کا فترۃ العین ہے

مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی

المتوفی ۱۸۳۱ء

اسی سے ہے مقصود اصلی خطاب
 خصوصاً کہ جو اکمل انسان ہے
 وہ انسان اکمل ہے سنتے ہو اکون؟
 نبی السبہ ایا، رسول کریم
 حبیب خدا ستید المرسلین
 محمد ہے نام ان کا احمد لقب
 دل ان کا جو ہے مخزنِ نیرِ غیب
 زبان ان کی ہے ترجمانِ قدم
 بہ ظاہر جو ہے مقطعِ انبیاء
 ہے اول ہی پیدا ہوا ان کا نور
 جو اس میں شامل ذرا کیجئے !
 کہ جب سب سے اکمل وہ انسان ہوا
 ہے دستور یہ ناظموں کا تمام
 سو تھا انبیاء کا قصیدہ عجیب
 تخلص کا موقع تھا یا دو جہاں
 وہی ہے گامِ مضمون اُمّ الکتاب
 وہ سارے صحیفوں کا عنوان ہے
 ہوتے مفتخر جس سے یہ دونوں کون
 نبوت کے دریا کا دترِ یتیم
 شفیع الوری، ہادی راہِ دین
 بیاں ہو کے منقبت ان کی کب
 میرا خطا سے ہے بے شک ریب
 ہوا بارغِ دین پس سے شکِ اُم
 حقیقت میں ہے مطلعِ اصفیاء
 بہ ظاہر کیا گو کہ آخرِ ظہور
 ابھی نکلتا ہا یک پالیجئے !
 تو بے شک وہ تصویرِ رحماں ہوا
 کہ آخر کو ہوتا ہے ناظم کا نام
 ہوا ختم اس کا بہ نہجِ عزیز
 سو تصویرِ ناظم ہوئی واں عیاں

الہی ہزاروں درود اور سلام

تزیین اُن پر اور اُن کی اُمت پر عام

سعادۃت یار خال رنگین

المقننی : ۱۸۳۵ء

سو پیپر ہے وہ چمکد پاک
 رشک سرمہ ہے جس کے پاؤں کی خاک
 خلق کرنا جو اس کا تھا منظور
 تو کیا اس روشنی سے اس کا ظہور
 مرضی پاوے گا اپنے جب رب کی
 تو شفاعت کرے گا ہم سب کی
 شکر کرتے ہیں ہم ہزار ہزار
 کہ ہمارا ہے ایسا حامی کار
 جن و انسان کا وہ رہبر ہے
 بے شک و شبہ وہ پیغمبر ہے
 وہ اور اس کے وہ آل اور اصحاب
 اور جتنے کہ ان کے ہیں احباب
 واسطے ان کے اور طفیل رسولؐ
 یہ دعا ہے کریم کر تو مقبول
 باب رحمت کو مجھ پہ کیجو وا
 فعل بد کی نہ دیجو مجھ کو سزا
 جان اور دل سے ہوں میں ان کا غلام
 آگ دوزخ کی مجھ پہ کیجو حرام

(دشنوی مسدس رنگین ص ۱۸۰، ادارہ ترقی ادب کلیم پریس بلڈنگ کراچی ۱۹۵۲ء)

نام: میرزا سعادۃت یار خال متخلص: رنگین پیدائش: ۱۱۷۱ھ وفات: ۱۲۵۱ھ (۱۸۳۵ء) (عمر: ۸۰ برس)
 تھانیت، مجالس رنگین، مسدس رنگین، شمش جہت، چار دیوان (خمس خانہ جلد سوم ص ۵۳۱) متعدد غنویات

صبا لکھنوی

التول: ۱۸۵۵

ہمارے نبی کے وہ ہیں مرتبے
حواس آڑتے ہیں طائر قدس کے

یہ رتبہ حبیب خدا کا ہوا
کہ سرتاج سب انبیاء کا ہوا

سحاب کرم رحمت ذوالمنن
رسول ذوالقدر شاو زمن

حقیقت میں کیا رتبہ آب و خاک
مجتسم ہوا نور یزدان پاک

در آبروئے یم عز و شان
گل رونق بوستان جہاں

شیخ مستاع نبی کریم
نیم نیم نیم نیم نیم

عبد الغفور نساخِ عظیم آبادی

المقوفی : ۱۸۸۸ء

اب رقم کرتا ہوں نعتِ مُصطفیٰ
سیدِ کونین، ختمِ المرسلین؛
طے جو کی معراج میں راہ سما
ہے وہ بے شک رحمت للعالمین
رحمتِ خلاق نورِ شید و قمر
جس کی انگلی سے ہوا شق القمر
ایک تو اس کا رفیقِ غار تھا
تھے مصاحب اس کے عثمان و علیؓ
ایک جو کانِ حیا و علم تھا
وہ رسولِ حق کہ خیر الناس تھا
جس سے عالم کو ہوتی حاصل صفا
دورِ آخر میں ہے فخرِ الاولیں
کیوں نہ ہوں محتاج اس کے انبیاء
اس کی مسجد ہے یہ سب رُستے زمیں
ہو وے نازل اس کی آلِ پاک پر
یارِ ستھے اس کے ابو بکرؓ و عمرؓ
دوسرا شکر کشِ ابرار تھا
جو کہ ہیں مشہور عالم میں ولی
دوسرا تو بابِ شہرِ علم تھا
حمزہ و عباسؓ تھے اس کے چچا

بجیبت نبیوں سے درود و سلام
آل و اصحابِ نبی پر صبح و شام

شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد

المترقی : ۱۹۱۶ء

غسلِ میت ہو میرا زم زم سے
خاک ہو جاؤں میں مدینہ میں
زندگی ہو مری جو موت آجائے
آپ کے در سوا اپنا نہیں
میرے دو ہاتھ آپ کا دامن
کس کو طوفاں میں پکس بخش کا
داغِ پیشانیِ زمیں ہوں میں
یہ خراف روکش گھر ہو جائے
سخت عاجز ہوں نفسِ سرکش سے
مجھ پہ طاری ہو حالتِ بتیل
تابلیت نہ کوئی استخفاف
آپ پشت و پناہ امت ہیں
آپ کا اُمتی معتز رہوں
خارِ ہم دوشِ گل نہیں ہونے

یہ تفتا ہے ربِّ اکرم سے
تبھی ٹھنڈک ہو میرے سینے میں
جا کے ہم سایہ رسولِ خدا سے
اور کچھ چارۂ گماہ نہیں
یہی مادی ہے اور یہی مامن
کون پر ساں ہے مجھ سے ناکس کا
عسار آپا نے اذلیں ہوں میں
گر ترمی ہر کی نظر ہو جائے
تم بچاؤ عذابِ آتش سے
از برائے خدا رسولِ جلیل
نیں ہوں مسموم آپ ہیں تریاق
رحم کیجئے کہ آپ رحمت ہیں
گو برا ہوں بُرے سے بدتر ہوں
نیک بندے بھی کُل نہیں ہوتے

رحمت حید جو کی ہیں گھاتیں	ہم سمجھتے ہیں پھسیر کی باتیں
جملہ سامان پاکس و عثم کا ہے	صرف اک آسرا کرم کا ہے
ممنوعی بننے سے حشر الی سے	ہمیں کہہ دیجئے شتابی سے
صرف اتنا ہی عرض کرتا ہوں	زیادہ ابرام سے بھی ڈرتا ہوں
<p>ہم نے کی سب معاف بے ادبی سَبَقَتْ رَحْمَتِي عَلَى غَضَبِي</p>	

شوقِ قدوائی

المتوفی: ۱۹۲۵ء

ہے وصفِ جنابِ احمدِ پاک	تو لاک لما خلقت الافلاک
کونین کا حصر دم پہ ان کے	معراج کا مسرِ قدم پہ ان کے
سائے میں تھی شانِ کبریائی	شکل اس سے کبھی نظر نہ آئی
یا بن کے مددِ کلکِ تقدیر	کی خلق میں قسمتوں کی تحریر
منظورِ نظر جو چار تھے یار	کا شانہ دین کے تھے ستوں چار
بحرِ رفعت کے چار تھے در	جہمِ ایماں کے چار عنصر
افلاکِ رضا کے چار اختر	دیوانِ قضا کے چار و فتر
لازم ہے شتائے اہلبیت اب	تھے دین کے شجر کے پھول پھل سب

گویا قدِ مصطفیٰ شجرِ تنہا

اس میں کوئی گل کوئی ثمر تھا

سلیم احمد

الترقی : ۱۹۸۲ء

طبیعت تھی میری بہت مضطرب
بہت مضطرب تھا بہت بے حواس
مرے دل میں احساسِ غم روم گیا
مجھے ہو گیا تھا اک آزار سا
یونہی کٹ رہی تھی مری زندگی
مجھے زندگی کا سلام آ گیا
محمد قرارِ دل بے کساں
ریاضِ خدا کا گل سرسبز
محمد کہ صاحب بھی محمود بھی
محمد سراج و محمد منیر
کسی کام میں بھی نہ لگتا تھا دل
کہ مجھ کو زمانہ نہ آیا تھا راس
خبا را تیسرا پر بہت جم گیا
نہیں تھا اپنے اندر سے بیمار سا
کہ اک دن نویدِ شفا مل گئی
زباں پر محمد کا نام آ گیا
کہ نام محمد ہے امامِ جاں
محمد ازل ہے محمد اب
محمد کہ شاہ بھی مشہود بھی
محمد بشیر و محمد تیز

محمد حکیم و محمد کلام
محمد چہ لاکھوں درود و سلام

نظیر اکبر آبادی

المطبعة : ۱۸۳۰

(۱)

تم شبہ دنیا و دیں ہو یا محمد مصطفیٰ
سرگروہ مسلمیں ہو یا محمد مصطفیٰ
حاکم دین مستیں ہو یا محمد مصطفیٰ
قبیلہ اہل یقتیں ہو یا محمد مصطفیٰ
رحمتہ للعالمیں ہو یا محمد مصطفیٰ

آسمان تم سے شب معراج کو روشن ہوا
عرش و کرسی کو قدم اپنے سے دے نور و ضیا
زنگ و لوگشن کی جنت کے بڑھائی بڑلا
جس جگہ وہم و لاٹک کو نہیں ملتی ہے جگہ
داں کے تم مسند نشیں ہو یا محمد مصطفیٰ

ہے تمہاری پشت پر مہر نبوت کا نشان
اور تمہارا وصف ہے طرا و نیس میں عیاں
معجزے جو ہیں تمہارے اُن کا کب ہوئے بیاں
کشورِ اعجاز جو ہے اس کے تم با عز و شان
صاحب تاج و نگیں ہو یا محمد مصطفیٰ

تم کو ختم الانبیاء حق بھی حبیب اپنا کہے
اور سدا روح الالہیں آئے ادب کے وحی لے
کس نبی کو یہ مدارج ہیں تمہارے سے ملے
ہے نبوت کا جو اقدس بحر تم اس بحر کے
گوہر یکتا تمہیں ہو یا محمد مصطفیٰ

ہیں جو یہ دونوں جہاں کی آفرینش کے چمن
جس میں کیا کیا کچھ عیاں ہیں صنم خالق کے حتم
باعث خلق ان کے ہو تم یا حبیب ذوالمنن
اور اک مطلع پر مسخوں میں یمن سے جس کے سخن
سوسعدت کے قریں ہو یا محمد مصطفیٰ

(۲)

تم ظہور اولیں ہو یا محمد مصطفیٰ
ہمدیم جاں آسریں ہو یا محمد مصطفیٰ
وہر سر آن میں ہو یا محمد مصطفیٰ
زینتِ خلد بریں ہو یا محمد مصطفیٰ

احمد مختار ہو، تمہاں ہر دوسرا
ہے تمہارے حکم کے تابع قدر بھی اور قضا
خلق میں خواہش سے تم جس امر کو رکھو نیا
دیر اک پل دریاں آئے تو یہ امکان کیا
جس گھڑی چاہو وہیں ہو یا محمد مصطفیٰ

آپ کے نقش قدم سے جو مشرف ہو زمین
دیکھتا ہے اس کی رفعت رات دن عرش بریں
راز تو خلقت کے تم ہی کو کھلے ہیں شاہ دیں
اور جو جو کچھ کہ ہیں اسرار رب العالیں
سب کے تم برحق ایں ہو یا محمد مصطفیٰ

آپ کا فضل و کرم کوین میں مشہور ہے
اور تمہیں ہر طور سے لطف و کرم منظور ہے
حشر میں گرچہ سزا ملنے کا بھی دستور ہے
کیا ہوا لیکن دل اس امید سے سرور ہے
تم شفیع المذنبین ہو یا محمد مصطفیٰ

مخبر صادق ہو تم اور حضرت خیر الورا
سرور ہر دوسرا اور شافع روز جزا
ہے تمہاری ذات والا منبج لطف عطا
کیا نظیر اک اور بھی سب کی مدد کا آسرا
یاں بھی تم داں بھی تمہیں ہو یا محمد مصطفیٰ

مولانا حالی

المثنوی : ۱۹۱۴ء

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لاسنے والا
معصیت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا
فقیروں کا بلجا ضعیفوں کا مادی

قیموں کا دالی غلاموں کا مولیٰ
خطا کار سے درگزر کرنے والا بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفسد کا زیر و زبر کرنے والا قباہل کو شیر و شکر کرنے والا

اُتر کر جہاں سے سوتے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
مس غام کو جس نے کُندن بنایا کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پر قرون سے تھا جہل چھایا پٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا
ہاؤر نہ بیسٹے کو موج بلا کا

بدر سے ادھر پھر گیا ننگ ہوا کا
سبق پھر شریعت کا ان کو پڑھایا
زمانے کے بگڑے ہوؤں کو بنایا بہت دن کے سوتے ہوؤں کو جگایا

کھلے سوتے نہ جو راز اب تک جہاں پر

وہ دکھلا دیتے ایک پردہ اٹھا کر

سکھائی انہیں نوعِ انساں شہقت
کہ ہمایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت
کہا، ہے یہ اسلامیوں کی علامت
شب و روز پہنچاتے ہیں ان کو رحمت

وہ ابو حق سے اپنے لیے چاہتے ہیں

وہی ہر بشر کے لیے چاہتے ہیں

دیئے پھیر دل اُن کے مکر و ریا سے
بچایا انہیں کذب سے افترا سے
بھرا ان کے سینے کو صدق و صفا سے
کیا سُرخرو، خلق سے اور خدا سے

رہا قولِ حق میں نہ کچھ باک ان کو

بس اک شوب میں کر دیا پاک ان کو

جب انت کو سب مل چکی حق کی نعمت
رہی حق پر باقی نہ بندوں کی محبت
ادا کر چکی مندرض اپنا رسالت
نبیؐ نے کیا خالق سے قصدِ رحلت

تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی

کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی

نشادِ عظیمِ آبادی

المؤنی: ۶۱۹۲۷

دیباچہ سخن ہے شبہ انبیاء کی مدح
محبوب ہے دلوں کو حبیبِ خدا کی مدح
ظفرائے لوحِ عشقِ خمیسہ لوری کی مدح
اسلام کا نشان ہے اس پیشوا کی مدح

نعتِ رسولِ حق ہے ہماری سرشت میں
اُمت پہ اس کا راز کھلے گا بہشت میں

سرتاجِ عرش، نعتِ رسولِ زمان کی ہے
آنکھوں کا ہے جو نورِ تولدتِ زباں کی ہے
زیبائشِ کلام ہے زینتِ بیاں کی ہے
شہرتِ ملائکہ میں اسی داستان کی ہے

وہ کون ہے جو مدح میں رطبِ لسان نہیں
عالم میں ذکرِ ختمِ رسل کا کھساں نہیں

نورِ خدا و باعثِ ایجادِ کائنات
اعلیٰ ترین صنعتِ خلاقِ شش جہات

شمع جمال لم یزل آتینہ صفات
بادی انس و جان، خضر جادۂ نجات

بندوں کو اس کے فضل کی تائید چاہیے
جو آپ نے بتائی وہ توحید چاہیے

ان کے علاوہ کون شفیع الورا ہوا
عالم میں کون خواجہ ہر دوسرا ہوا
یہ قرب بھی کسی کو نہ اُن کے سوا ہوا
گر ہم سخن ہوا تو انھیں سے خدا ہوا

پر وہ وہ تھا کہ جس سے عیاں اصل نور تھا
حائل نہ طور تھا نہ کہیں نخلِ طور تھا

مثلِ کلیمِ آپ نے گر کی کہیں قتال
عیسیٰؑ کی طرح صبر بھی دکھلایا کمال
تاریخ میں بغور پڑھا انبیا کا حال
اسلام کو ہر ایک صفت میں ہے اعتدال

دنیا و دین میں کیا ہے تعلق بتا دیا
اُمت کو انتہا کا تمدن سکھا دیا

اکبر الہ آبادی

المستوفی : ۱۹۲۱ء

مدیج سرور کونین میں خامہ اٹھاتا ہوں خیال کفر کی ظلمت پر اک بجلی گراتا ہوں
شب اہام ہے شمع یقین محفل میں لاتا ہوں چراغ طور ایمن کوہ معنی پر جلاتا ہوں

الہی شوخی برق تجبلی وہ زبانم را

قبول خاطر موسیٰ نگاہاں کن بیانم را

محرر پیشوا اور رہنمائے خلق و عالم ہیں معزز ہیں مقدس ہیں معظّم ہیں محترم ہیں
فروغ محفل ہستی میں فردِ عرش اعظم ہیں حبیب حق ہیں مدوح ملک ہیں فخر آدم ہیں

انہیں کے رنگ سے رنگ گل ہستی کی زینت ہے

انہیں کی بو سے عطر آگین سنی آدم کی طینت ہے

انہیں کے دل کی آگاہی ہوئی تھی رازِ فطرت پر انہیں کی طبع کو وجد آگیا تھا سازِ فطرت پر

وہی چشمِ خدا میں محو تھی اندازِ فطرت پر انہیں کا ناز غالب آگیا تھا نازِ فطرت پر

وقائع ان کے عزم و فکر کے سانچے میں ڈھلتے تھے

ذرائع غیب سے تکمیل مقصد کو نکلتے تھے

وہ نظریں ساقی میخانہ یزداں پرستی تھیں وہ آنکھیں مظہر الوار رازِ بزم ہستی تھیں

انہیں پر بدایاں خالق کی رحمت کی برستی تھیں اسی محفل کی بحثیں خلہ کے پتھروں میں ہستی تھیں

اسی سرکار نے رتبہ بڑھایا طبع انسان کا

اسی دربار نے خلعت پہنایا نورِ ایمان کا

میر انیس

المقونی ۲ ۸۷۷۷

فخرِ ملک و اشرفِ آدم ہے محمدؐ اکیل سرِ عرشِ معظم ہے محمدؐ
حقاکرِ خداوند و دو عالم ہے محمدؐ آخر ہے مگر سبِ مقدم ہے محمدؐ

ایسا کوئی محرم نہیں اسرارِ امد کا

حال اس سے ہے پوشیدہ ازل کا نہ ابد کا

مختارِ زمیں، باعثِ انلاکِ نبی ہیں والا گہرِ شلزمِ لولاکِ نبی ہیں

مصباحِ حریمِ پاکِ نبی ہیں شیرازہٴ مجموعہٴ ادراکِ نبی ہیں

عالم میں وہ آیا تھا پہ دل سوتے خدا تھا

حق اس کا رضا جو وہ رضا جو تے خدا تھا

آدم ہے وجودِ شہِ لولاک سے آدمؑ عالم سب اسی شاہ کی ہستی سے ہے عالم

سرِ شہِ مہر اس کا اگر ہوتا نہ محکم تو ہوتے نہ خدا و عناصرِ کبھی باہم

کیا کیا کہوں کیا کیا ہے عنایاتِ محمدؐ

سے باعثِ ایجادِ جہاں ذاتِ محمدؐ

وہ پیشِ روِ خیلِ رسولانِ سلف ہے آدم کو اسی نورِ الہی سے شرف ہے

یہ ویرِ قیم اور وہ پاکیزہٴ صدف ہے کتا ہے پرِ فخنہٴ نبی ہے شانِ خلف ہے

پیغمبرِ برحق کی ہو کیا نصرتِ کسی سے

خالقِ کرمات ہے ایکِ نبی سے

مُجزاتِ خدا سب پہ محمدؐ کے ہیں احساں اس شاہ کے ہیں خزانِ کرم پر بھی مہماں

وہ اہل ہے اور فرع ہے سب عالمِ ہکاں تھا خلقِ دو عالم سے وہی مقصدِ یزداں

باطن میں بھی فیض اس کا ظاہر بھی دہی ہے

ازل بھی سمجھوں سے وہی آخر بھی دہی ہے

معراج سے اس کو جو ملا رتبہ اعلیٰ یہ رتبہ کسی اور پیکر نے نہ پایا
اللہ سے جو قرب محمد تھا کہوں کیا تو سین کا ہے منورق جہاں تہہ اولیٰ

جبریل امین کو بھی نہ واں دخل کی جا ہے
یا احمد مختار ہے یا ذاتِ خدا ہے

اللہ نے وہی تھی اسے کوئین کی شاہی امی تھے پہ تھا دل میں مہرا رازِ الہی
وہی سنگ نے اس شہ کی رسالت پر گواہی اشہار بھی اعجاز سے اس کے جوتے راہی

وہی مردوں کو جاں سبز کیا خشک شجر کو
دو کر دیا انگلی کے اشارے سے قر کو

بے سایہ جو مشہور وہ سلطانِ عرب ہے پیشِ عقلا وجہ یہ ہے اور یہ سبب ہے
ہے کون عدیل اس کا کہ وہ سایہ بے ہے دنیا میں کسی سایہ کا سایہ کہو کب ہے

ہے دوسری یہ وجہ کہ وہ جانِ جاں تھا
بے سایہ ہے یہ جاں کی طرح سایہ کہاں تھا

پہلے کیا اللہ نے جس چیز کو پیدا لکھا ہے کہ وہ نورِ جناب نبوی تھا
دس سو برس اس دن سے وہ نورِ شہِ والا استادِ رہا روبروئے خالقِ یکتا

گر محمد و ثنا گہ صفتِ قدرتِ حق تھی
اس نور پر دمِ نظرِ رحمتِ حق تھی

سراج لکھنوی

المطبعة ۱۹۶۸ء

عیاں ہیں مسح کے آثارِ رسول اللہؐ نظر ہے آئینہ بردارِ رسول اللہؐ
ہمیں نہیں ہیں طلبگارِ رسول اللہؐ یہ سب ہیں طالبِ دیدارِ رسول اللہؐ

ہے اپنی حسن پرستی کا اعتراف ہمیں
ملا ہے ہے آئینہ دل بھی صاف ہمیں

ظہورِ حیلۂ حق کا بیان ہوتا ہے ہے جمعِ اہل نظر امتحان ہوتا ہے
عرب میں ختمِ رسل مہمان ہوتا ہے زمیں پر عرشِ بریں کا گمان ہوتا ہے

نئے سند لیے نسیم سحر جو لائی ہے
ترجیش پر حبِ بیل یاد آتی ہے

ہے بے نقاب تجلی برس ہی ہے بہار ہے پھول پھول شگفتہ کلی کلی سرشار
لبِ سحر پر ہے رقصاں تبسمِ گلزار ہے کائنات کا سرورہ دیدہ بیدار

تڑپ رہی ہے نظر فرشِ راہ بن جاؤں
ہر ایک شے کو ہوس ہے نگاہ بن جاؤں

وہ نور دیکھا کہ ہر دیدہ وہ ہے سجدے میں ہر اک نگاہ حقیقت نگہ ہے سجدے میں
شعاعِ مہرِ جبینِ سحر ہے سجدے میں عجیب وقت ہے یہ ہر نظر ہے سجدے میں

کبھی خیال کی وسعت غلافِ کعبہ ہے
کبھی نگاہ کی گردش طوافِ کعبہ ہے

عجب گھڑی ہے یہ رُوحِ حیاتِ وجد میں ہے ہر آئینہ نگہ التفاتِ وجد میں ہے
تمام سلسلہ کائناتِ وجد میں ہے یہ انتہا ہے کہ خود حسنِ ذاتِ وجد میں ہے

جمالِ دیکھ کے تکمیلِ ذوقِ دید ہوتی
لگا رہا خانہٴ فطرت میں آج عید ہوتی

جگر مراد آبادی

۱۹۶۰ء : ۶۱

باہمہ زندگی و مسرتی و عشرت طلبی ہوں درِ احمد مرسل کا غلامِ نبی
مرجاسنید مکی مدنی العسری دل و حیاں بادِ فدائیت چہ عجب خوش تقی

کیوں نہ پھر رحمت باری کا طلبگار ہوں میں
ہاں مجھے فخر ہے اس پر گنہگار ہوں میں

وہ رسولِ عربی، فخرِ رسولانِ سلف ذاتِ اقدس سے ملا جس کی زانے کو شرف
جس پہ نازل ہوا قرآن سا کامل مصحف جس کیجے تابع جن انسان بھی ملائک کی بھی صف

اک وہی شمعِ نبوت جو ضیا بارِ ہوئی
ساری تار یک فضا مطلع الانوار ہوئی

ہر زمانے میں پیسہ بڑی بھی آئے مصلحِ ملی و ملکی بھی، رشی بھی آئے
حق کے جو بندہ بھی اور حق کے دلی بھی آئے واقفِ محرمِ سترِ اذلی بھی آئے
آئے دُنیا میں بُتِ پاکِ مکرم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمتِ عالم بن کر

اُس نے جامِ مئے توحید پلایا سب کو کس نے پیغامِ مساداتِ سنایا سب کو
راستہ کس نے حقیقت کا سنایا سب کو کس نے اس حسن کا دیوانہ بنایا سب کو

تم نے دیکھا ہے بُتِ دفترِ پیغام اس کا
اور ایسا کوئی محذرا ہر تو لو نام اس کا

نیازِ فتحپوری

المطوٰی : ۱۹۶۶ء

زمین و آسماں کا ذرہ ذرہ وقفِ ظلمت تھا مذاقِ آفرینشِ روشناسِ چشمِ حیرت تھا
نمودِ کاوشِ بیجا تھی، فقدانِ مسرت تھا جہاں دل تھا وہیں ناواقفِ رمزِ صداقت تھا

غرضِ ماتم کہہ پیدا تھا ہر جنبش سے مڑگاں کی
حقیقی سوگوار می کھل پڑی تھی طبعِ انساں کی

زمانہ ہو گیا تھا جہل و عداں کی حکومت کو مرتج کر لیا تھا عجزِ پر سب نے رعونت کو
بہت ٹھکرا چکے تھے اہلِ عالم سب حقیقت کو سمجھنے لگ گئے تھے مدعا اپنا بغاوت کو

کہ فطرت دفعۂ چیں بر جہیں ہو کر نکل آئی
لیے آغوش میں سرایۂ علم و عمل آئی

ادھر یونان اک دیرینہ مدِ علم و صنعت تھا وہاں روم ابھی نایش گاہِ صد جبروتِ شوکت تھا
ادھر ہندوستان اک مرکزِ فخرِ قدامت تھا ادھر تھا مصر بھی جو نقطۂ ادوارِ حکمت تھا

مگر یہ فخر تھا مقسوم میں شتِ حجازی کے
ہوئے وقفِ عربِ جلوئے شانِ سرفرازی کے

مہرِ کامل نکل آیا غرضِ ظلمت ربا ہو کر چمک اٹھا شبِ تاریک میں بدرالدجی ہو کر
صداقت دہریں پھیلی نقوشیں جانفزا ہو کر محمدِ حبیلوہ آرا ہو گیا شانِ خدا ہو کر

مٹا کچھ اس طرح پر تو سے اس کے داغ عصیاں کا

سمٹ جاتا ہے جیسے دو پہر کو سایہ انساں کا

جگہ تہذیب و حشت کی لی، عداں کی ایماں نے صداقت نے مٹایا کذب اور دِل کو درماں نے

کیا دشواریوں کو محو کھیر رنگِ امکاں نے جھکا دیں اپنی اپنی گردنیں قییس و رہباں نے

تجی دِل کی مٹی کچھ ایسی فیض طبع انور سے

نکل کر جیسے ہو جاتا ہے سیدھا تارِ بستر سے

تخیر ہے زمانے کو یہ افسوں تھا یا کیا تھا؟ سوا دِ کفر کو جس نے مٹا کر رکھ دیا کیا تھا؟

بپا کی جس نے تاریکی میں یہ بزم ضیا کیا تھا؟ وہ آخر کون تھا جن و ملک تھا انس تھا کیا تھا؟

بظاہر یوں تو وہ اک فرد ہی تھا نوعِ انساں کا

بیاطن تھا مگر اک نیرِ جلوہ یزداں کا

وہ صبر و حلم کی عادتِ فداکاری کا وہ جلوہ جمالِ سحر آگیاں اور وہ عزمِ فلک پیمایا

نہیں تھا اس کا مسلک صرف ابراہیم کا شیوہ بہم تھے اس میں ایوب و یسح و یوسف و عیسیٰ

نبی تھے اور اگر تاسے تو یہ بدر درخشاں تھا

اگر وہ بدر روشن تھے تو یہ خورشیدِ تاباں تھا

نبوت ختم ہے اُس پر یہ اپنا دین و ایماں ہے وہ بے مثل آپ ہی اپنا یہ مرکزِ دل و جاں ہے

محمدؐ سا اگر دُنیا میں کوئی اور انساں ہے تو میں کہہ دوں گا ہمتائے خدا ہوتا بھی آساں ہے

مگر انساں ہمہرِ شانِ رحیمی ہو نہیں سکتا

تو کوئی رحمۃً للعالمین بھی ہو نہیں سکتا

وہی ہے اپنا آقا اور وہی مالک ہمارا ہے اُسی کا دین و دنیا میں فقط ہم کو سہارا ہے
وجود اس کا فراغ ہر دو عالم کا اشارا ہے اگر طوفان ہے دنیا تو وہ اس کا کنار ہے

ہمیں سیلاب کا ڈر کیا ہو جب وہ ناخدا ٹھہرے

ہمیں کیا فکر جب ایسے شہنشاہ کے گدا ٹھہرے



جوشِ ملیح آبادی

المترن، ۱۹۸۲ء

اے مسلمانو مبارک ہو نویدِ فتح یاب لودہ نازل ہو رہی ہے چرخ سے ام الکتاب
 وہ اُٹھے تاریکیوں کے باہم گردِ دوںِ حجاب وہ عرب کے مطلعِ روشن سے ابھرا آفتاب
 گم ضیائے صبح میں شب کا اندھیرا ہو گیا
 وہ کلی چٹکی، کرن پھوٹی سویرا ہو گیا
 خسروِ خاور نے پہنچا دیں شاعریں دُور دُور دل کھلے شاعریں ملیں، شبنمِ زمی، چھایا سرور
 آسماں روشن ہوا، کانپی زمیں پر موجِ نور پو پھٹی، دریا بہے، سنکلی ہوا، چمکے طیور
 نورِ حق فاران کی چوٹی کو جھلکانے لگا
 دلبری سے چسپمِ اسلام لہراتے لگا
 گردِ بیٹی کفر کی، اٹھی رسالت کی نگاہ گر گئے طاقتوں سے بتِ خم ہو گئی پشتِ گناہ
 چرخ سے آنے لگی پیہم صدائے لا الہ ناز سے کج ہو گئی آدم کے ماتھے پر کلاہ
 آتے ہی ساتی کے ساغر آگیا، خم آگیا
 رحمتِ یزداں کے ہونٹوں پر تبسم آگیا
 آگیا جس کا نہیں ہے کوئی ثانی وہ رسول روحِ فطرت پر ہے جس کی حکمرانی وہ رسول
 جس کا ہر تیور ہے حکمِ آسمانی وہ رسول موت کو جس نے بنایا زندگانی وہ رسول
 مہفلِ سفاکی و وحشت کو برسم کر دیا
 جس نے خونِ آشام تلواریں کو مرہم کر دیا

فقر کو جس کے تھی مائل کچ کلا ہی وہ رسول گلابانوں کو عطیہ کی جس نے شاہی وہ رسول
 زندگی بھر جو رہا بن کر سپاہی وہ رسول جس کی ہر اک سانس قانونِ الہی وہ رسول
 جس نے قلبِ تیرگی سے نور پیدا کر دیا
 جس کی جاں بخشی نے مردوں کو میسا کر دیا

واہ کیا کہنا ترا لے احمدی پیغامبر حشر ہمک ظالم رہے گی تیرے جلوؤں کی سحر
 تو نے ثابت کر دیا لے ادمی نوعِ بشر مردیوں مہر میں لگاتے ہیں جبینِ وقت پر
 کر دہیں دنیا کی تیرا قصر ڈھا سکتی نہیں
 آندھیاں تیرے چہرا غوں کو بجھا سکتی نہیں

تیری پہناں تو توں سے آج بھی دنیا ہے دنگ کس طرح تو نے مٹایا امتیازِ نسل و رنگ
 ڈال دی تو نے بنائے ارتبا جو جامِ دنگ بن گیا دنیا میں "تخیلِ اخوت" ذوقِ جنگ
 تیرگی کو روکش مہر و زخاں کر دیا
 تو نے جس کا نٹے کو چمکایا گلستاں کر دیا

احسانِ دانش

المجلد: ۱۹۸۲ء

تجھ پر سلام صاحبِ اسرارِ شش جہات جاگا ہے تیرے نام سے ہنگامہ حیات
تیری صفت صفت سے جھلکتا ہے حسنِ ذات تو مجسّم بیکراں ہے سفینہ ہے کائنات

واجب تھا عکسِ احمدِ بے میم کے لیے
ہفت آساں اٹھیں تری تعظیم کے لیے

فرمانِ رولے قلب و نظر، رحمتِ تمام مردِ جبل، خضرِ مل، والیِ انام
تو نے خیال و ذہن کو بخشا ہے وہ مقام تارِ سنخ کی جبین کے سارے ترے غلام

تو نے عرب کے زندہ جنازوں کو رم دیا
پامالیوں کو منصبِ گردوں حشم دیا

پہلے بھی آپکے تھے رسولانِ ذمی و قار لیکن رُکی نہ خلق و مساوات میں بہار
آئی نہ اعتدال پر رُفتابِ روزگار انساں کو تھابتوں کے محاسن پہ اعتبار

بدلا وہ تو نے ذہن کو، دل کو، مزاج کو
حیرت شکستہ آئینے لائی حنرا ج کو

ممکن نہیں ہے ارض و سما میں ترا جواب تجھ سے کیا ہے چاند ستاروں نے اکتساب
منشائے ایزدی ترے باطن پر بے نقاب تو وہ نبی ہے تجھ پہ اتاری گئی کتاب

جب بھی قلم چلا ترے حسن و صفات میں
تھے چرمکھے چراغِ تخیل کے بات میں

قرآن تری کتاب ہے سرچشمہ علوم باہر نہیں ہیں اس سے وہ ذرے ہوں یا نجوم
ہر لفظ کے جلو میں معانی کا اک ہجوم سب زیرِ نقد، کیسے روایات کیا رسوم

پرکھا ہے بات بات کو معیارِ دین پر
لہرا دیا شعور کا چہم زمین پر

تیسرا بیاں لطیف، ترا قولِ معتبر پست و بلند ہر دو جہاں پر تری نظر
تیسرا شعور و فکر ہے، میزانِ خیر و شر تو آخری رسول ہے یا سید البشر

محرابِ سجدہ گاہ کو اکب ہے در ترا
جبریلؑ خوش مقام ہے پیغام بر ترا

انسانیت کو تونے وہ آئین دے دیا گویا پیامِ نازشس و تمکین دے دیا
عالم کو ذوقِ حبِ لہوۃِ زمیں دے دیا ٹوٹے دلوں کو مژدۃِ تسکین دے دیا

گو بنی صنم کدوں میں صد لا الہ کی
صورت نکال دی ہے خدا سے نباہ کی

ترقت و حیات سراپا ہے یا رسولؐ تو آشنائے عالم بالا ہے یا رسولؐ
تو نطقِ حق، ضمیرِ مسیحا ہے یا رسولؐ تو درِ معصیت کا مدد ادا ہے یا رسولؐ

عزمِ رستم رسا ہے تری بارگاہِ ہمک
روشن ہیں قلعے سے حدودِ نگاہِ ہمک

سید آلِ رضا

ایضاً ۱: ۶۱۹۷۸

تمہذیبِ عبادت ہے سراپائے محمدؐ
 تسلیم کی خوشبو چمن آرائے محمدؐ
 تنظیمِ خدا از تمنائے محمدؐ
 منشا جو خدا کا وہی منشا ہے محمدؐ
 جس دل میں ہے اللہ وہیں رہتے ہیں یہ بھی
 اللہ جو کہتا ہے، وہی کہتے ہیں یہ بھی
 اللہ کی طاعت ہے، محمدؐ کی طاعت
 قرآن کی دعوت ہے محمدؐ کی طاعت
 مرکز کی حفاظت ہے محمدؐ کی طاعت
 حد بند شریعت ہے محمدؐ کی طاعت
 جو چٹا شعور، اتنا ہی اس حد کو سمجھ کر
 اسلام کو سمجھو، تو محمدؐ کو سمجھ کر
 اللہ ہے کیا! جس نے بتایا، وہ محمدؐ
 پیامِ ساپینغام جو لایا، وہ محمدؐ
 آیات میں پرست جو آیا، وہ محمدؐ
 جس نے بشریت کو سبایا، وہ محمدؐ

میاں بنا بارگہ عسجدِ جل میں
 آہنگِ محمد، صفتِ قول و عمل میں
 وہ علمِ مجسم، وہ مشیت، وہ محمد
 وہ عقلِ منعم، وہ رسالت، وہ محمد
 وہ عدلِ منظم، وہ طبیعت، وہ محمد
 وہ خلقِ معظم، وہ شرافت، وہ محمد
 تازہِ احَدیت یہ تیاب ہے ہماری
 فخرِ بشریت، یہ سیادت ہے ہماری
 وہ وحی کے عالم میں کمالِ بشریت
 اللہ کا پر توحید و خالِ بشریت
 انوار کا آئینہ حمالِ بشریت
 کیفیتِ مخصوص وہ مالِ بشریت
 ستارِ زبان، طرۃِ گفتارِ محمد
 ستارِ عمل، منزلِ کردارِ محمد
 محبوبِ خدا لطف و محبت کا علمدار
 اخلاقِ ہمہ گیر کی وسعت کا علمدار
 انسان سے انسان کی ملت کا علمدار
 اللہ کے رشتے سے اخوت کا علمدار
 وہ پرچمِ احساں جو زمانے پر کھلا ہے
 رحمت کا وہ بادل جو برنے پر تلا ہے

مولانا الطاف حسین حالی

المتوفی ۱۹۱۴ء

اے خاصہ خاصانِ رُسل وقتِ دعا ہے
جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
جس دین کے مدعو تھے کبھی قصیدہ کسری
وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
جو دین کہ تھا شرک سے عالم کا نگہاں
جو تفرقہ اقوام کے آیا تھا مٹانے
جس دین نے تھے غیروں کے دل آکے ملانے
جو دین کہ محمد ربی نوعِ بشر تھا
جو دین کہ گودوں میں پلا تھا حکماء کی
جس دین کی محبت سے سب ادیان تھے مغلوب
ہے دین ترا اب بھی وہی چشمہ صافی
عالم ہے سو بے عقل ہے جاہل ہے وحشی
یاں راگِ بد و نِات تو واں نگہ ہے شور و ز
چپڑوں میں اطاعت ہے نہ شفقت بڑوں میں

اُمت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
پردیس میں وہ آج غریب الغریب ہے
خود آج وہ مہمان سرائے فقر آ ہے
اب اُس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے
اب اُس کا نگہاں اگر ہے تو خدا ہے
اُس دین میں خود تفرقہ اب آکے پڑا ہے
اُس دین میں خود بھائی سے اب بھائی جدا ہے
اب جنگِ جدل چار طرف اُس میں پایا ہے
وہ عرضہ تیغِ جہلا و سفہا ہے
اب معترض اُس دین پہ ہر ہرزہ سرا ہے
دین داروں میں پر آب ہے باقی صفا ہے
منعم ہے سو مغرور ہے مفلس سو گدا ہے
یہ مجلس اعیان ہے وہ بزمِ شرفا ہے
پیادوں میں محبت ہے نہ یاروں میں وفا ہے

دولت ہے عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
جس قوم میں اور دین میں ہو علم نہ دولت
گو قوم میں تیری نہیں اب کوئی بڑائی
ڈبے کھینچ نام بھی مٹ جاتے نہ آخر
جس قصر کا تھا سر بفلک گنبد اقبال
عشرت کدے آباد تھے جس قوم کے ہر سُو
چادش تھے لکائے جن رنگدروں میں
وہ قوم کہ آفاق میں جو سر بفلک تھی
جو قوم کہ مالک تھی علوم اور حکم کی
کھوج اُس کے کمالات لگتا ہے اب اتنا
بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
جو کچھ میں وہ سب سے ہی ہاتھوں کے کرتوت
دیکار ہے یاں معرکے میں جوش و خفاں
اے چشمہ رحمت پانی اَنْتَ وَاُمِّی
جس قوم نے گھرا وہ دطن تجھ سے چھڑایا
صد در ونداں کو تے جن سے کہ پہنچا
کی تو نے خطا عفو ہے اُن کینہ کشوں کی
جو بے اپنی کرتے تھے اشعار میں تیری

اک دین ہے باقی سودہ بے برگ و نوا ہے
اُس قوم کی اور دین کی پانی پہ پنا ہے
پر نام تری قوم کا یاں اب بھی بڑا ہے
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ گیا ہے
ادبار کی اب گونج رہی اس میں صدا ہے
اُس قوم کا ایک ایک گھر اب بنم عزا ہے
دن رات بلند اُن میں فقیروں کی صدا ہے
وہ یاد میں اسلاف کی اب رو بہ فنا ہے
اب علم کا واں نام نہ حکمت کا پتا ہے
گم دشت میں اک قافلہ بے پل و دریا ہے
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم قضا ہے
شکوہ ہے زمانے کا نہ قسمت کا گلا ہے
اور دوش پہ پیاروں کے وہی گنہگار ہے
دنیا میں ترا لطف سدا عام ہوا ہے
جب تو نے کیا نیک سلوک اُن سے کیا ہے
کی اُن کے لیے تو نے بھلائی کی دعا ہے
کھانے میں جنہوں نے کہ تجھے زہر دیا ہے
منتقل انہیں سے تری پھر مرع و ثنا ہے

برتاؤ ترے جبکہ یہ اعدا سے ہیں اپنے
 اعدا سے غلاموں کو کچھ امید سوا ہے
 کحقی سے عا اُمتِ مرحوم کے حق میں
 خطروں میں بہت جس کا جہاز اُگے گھڑ ہے
 ہم نیک ہیں یا بد ہیں پھر آخر ہیں تمہارے
 نسبت بہت اچھی ہے اگر حال بُرا ہے
 گم بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ
 اخبار میں اَلطَّلَاعُ لٰی ہِم نے سنا ہے
 تدبیر سنبھلنے کی ہمارے نہیں کوئی
 ہاں ایک دُعا تیری کہ مقبولِ خدا ہے
 ہاں حالی گستاخ نہ بڑھ حدِ ادب سے
 باتوں کی ٹپکتا تری اب صاف گلا ہے

ہے یہ بھی خبر تجھ کو کہ ہے کون مخاطب
 یاں جنبشِ لب غارج از آہنگِ خطا ہے

مولانا شبلی نعمانی

المبتدی ۱۹۱۳ء

جب کہ آمادہ خوں ہو گئے گفتار قریش
 لاجرم سرورِ عالم نے کیا عزمِ سفر
 کوئی نہ کہ تھا نہ مدام نہ برادر نہ عزیز
 گھر سے نکلے بھی تو اس شان سے نکلے سرور
 اک فقط حضرت بوکر تھے ہمراہِ رکاب
 کہ کہیں دیکھ نہ پائے کوئی آمادہ شر
 چونکہ سوا دہائیوں کا انعام تھا قاتل کے لیے
 آپ کے قتل کو نکلے تھے بہت طالبِ زر
 انہیں لوگوں میں سراۃٴ خلبِ جشم تھے
 جن کو فاروقؓ نے کسریٰ کے پہنائے تھے گھر
 تین دن رات رہے ثور کے غاروں میں نہاں
 تھا جہاں عقربِ واقعی کی حکومت کا اثر
 بیمِ جاں، خوفِ خدا، ترکِ غذا، سختیِ راہ
 ان مصائب میں ہوتی اب شبِ ہجرت کی گھر
 یاں مریضے میں ہوا غل کہ رسولؐ آتے ہیں
 راہ میں آئیکہ پہچانے گئے اربابِ نظر
 لڑکیاں گانے لگیں شوق میں آکر اشعار
 نغمہ ہائے طلع البدن سے گونج آئے گھر

ماں کی آغوش میں نیچے بھی مچل جانے لگے
 نازنینِ حرم بھی ہیکلِ آئیں باہر
 دفعۂ کو کیہ شاہِ رسلِ آپہنچا
 غل ہوا صلِ علیٰ خیرِ انامن و بشر
 جلوة طلعت اقدس جو ہوا حبسہ فلک
 دھننا تار شماعی متا ہراک تارِ بصر
 طور پر حضرت موسیٰ کی صدا آتی تھی
 آج اک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر
 سب کو یہ فکر کہ دیکھیں یہ شرف کس کو ملے
 میہمان ہوتے ہیں اوج نشیں کے سرور
 سینے کہتے تھے کہ خلوت گر دل حاضر ہے
 آنکھیں کہتی تھیں کہ دو اور بھی تیار ہیں گھر
 ہاں مبارک کرے اسے خاکِ حریمِ نبوی
 آج سے تو بھی ہوئی خاکِ حرم کی ہمسر
 صلِ یارب علیٰ خیر نبی و رسول
 صلِ یارب علیٰ افضل حق و بشر

وحید الدین تسلیم

القرن ۱۹۲۸ء

اے ہمدردِ شیریں سخن
بن ٹھن عروسانِ چمن
چھلنا ادا سے ہو کے غم
پر ہے چپکٹی دم پر دم
ہے نورِ وحدت جلوہ گر
پھر وہ میں شام و سحر
فرخِ شمیم پیدا ہوا
نورِ قدم پیدا ہوا
یاسیں لقب پیدا ہوا
غصہِ عرب پیدا ہوا
وہ مالکِ غلہ بریں
وہ رحمتِ للعالمین
وہ زینتِ پنیبندی
جہاں ہے ہر خادری
مفتوں ہے سرگرمِ شمار
مطلوبِ محبوبِ خدا

سہ نور حق پر تو فکرن
شیریں ادا فسرین
چپ ہو رہا ہے یہ تم
اس کے لبوں سے یک قلم
روشن کرو اپنی نظر
جن و بشر شاخ و شجر
بکسہِ کرم پیدا ہوا
شاہِ امم پیدا ہوا
مقبولِ رتب پیدا ہوا
کنیزِ طرب پیدا ہوا
وہ شمعِ بزمِ مسکین
وہ منظرِ زرمیں
وہ زیبِ شانِ دلیری
یوسفِ اس کا شتری
سہ اس کے مد کا اک گدا
دو بخشوا اس کی خطا

طور جمال ذوالمنن
میں کس طرح کے خند و زن
بدلاتہ باز و زوالم
مدحِ شہنشاہِ زمین
ہوں شادماں تا ہر بشر
ہوں اس طرح سے لغزین
پیدا ہوا فتی سخن
والا حشم پیدا ہوا
ماشم نسب پیدا ہوا
پیدا ہوا شیریں دہن
وہ مہبطِ روحِ الایمن
وہ حاجیِ اسبلِ دشمن
ہے گرمِ جلوہ گسری
ہیں اس کے در پر نعرہ زن
ہاں شافعِ روزِ جزا
ہے خوف سے شورشِ فلک

علامہ اقبالؒ

المقتویٰ ۱۹۳۸ء

قلب و نظر کی زندگی دشت میں صبح کا سماں
چشمہ آفتاب سے نور کی تہیاں رواں
حسنِ ازل کی ہے نمود، چاک ہے پردہ وجود
دل کے لیے ہزار سود ایک نگاہ کا زیاں
سُرخ و کبود بیاں چھوڑ گیا سحابِ شب
کوہِ اضم کو دے گیا رنگِ برنگِ طلیساں
گرد سے پاک ہے ہوا، برگِ نخیل دھل گئے
یگِ فواج کا غمِ زم ہے مثلِ پر نسیاں
آگ بھی ہوئی ادھر، ٹوٹی ہوئی طنابِ ادھر
کیا خبر اس مقام سے گزے ہیں کتنے کارواں

آئی صدائے جبریل تیرا مستام ہے یہی

اہلِ فراق کے عیشِ دوام ہے یہی

کس سے کہوں کہ زہر ہے میرے لیے مے جِتا
کنہ ہے بزمِ کائنات تازہ ہیں میرے وارِدا
کیا نہیں اور غمِ سنوئی کا رگِ حیات میں
بیٹھے ہیں کب سے منتظرِ اہلِ حرم کے سومات
ذکرِ عرب کے سوز میں فکرِ عجم کے ساز میں
نئے عربی مشاہدات، نے عجمی تخیلات
قافلہٴ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات
عقل و دل و نگاہ کا مرشدِ اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دین بستکہ تصورات

صدقِ خلیل بھی ہے عشقِ جبریل بھی ہے عشق

معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

آئیے کائنات کا معسّی دیر یاب تو
نکلے تری تلاش میں قافلہ ہائے رنگ و بو
جلوتیانِ مدرسہ کو رنگاہ و مُردہ ذوق
خلوتیانِ میکہ کم طلب و تہی کدو
میں کہ مری غزل میں ہے آتشِ رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو
بادِ صبا کی موج سے نشوونما سے خار و خس
میرے نفس کی موج سے نشوونما سے آرزو
خونِ دل و جگر ہے میری نوا کی پرورش
ہے رگ ساز میں رواں صاحبِ ساز کا لہو

فرصت کشکاش یہ ایں دلِ بے قرار را

یک دوشکن زیادہ کن گیسوئے تابدار را

روح بھی تو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے غلو سے فروغ
ذرّہ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سحر و سلیم تیرے جلال کی نمود
فقرِ جنید و بایزید تیرا جمالِ بے نقاب
شوقِ ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجدہ بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقلِ غیاب و جستجو، عشقِ حضور و اضطراب

بیرہ و تار ہے جہاں گردشِ آفتاب سے

طبعِ زمانہ تیز کر جلوہ بے حجاب سے

تیری نظر میں ہیں تمام میرے گزشتہ روز و شب
مجھ کو خبر نہ تھی کہ ہے علمِ نخیل بے رطب
تازہ مرے ضمیر میں معسکہ کہ گھن ہوا
عشقِ تمام مصطفیٰ، عقلِ تمام بو لب
گاہ بچیلہ می بڑ گاہ بزورِ می کشد
عشق کی ابتدا عجب، عشق کی انتہا عجب
عالمِ سوز و ساز میں وصل سے بڑھ کے ہے اتق
وصل میں مرگِ آرزو، بھر میں لذتِ طلب

عینِ وصال میں مجھے حوصلہ نظر نہ تھا گرچہ بہانہ جو رہی میری نگاہ بے ادب

گرمیِ آرزو و فراق، شورشِ با و ہو فراق

موج کی جستجو فراق، قطرہ کی آبر و فراق



(۲)

گراں جو مجھ پہ یہ ہمنگامہ زمانہ ہوا جہاں سے باندھ کے نعتِ سفر روانہ ہوا
فتیورِ شام و سحر میں بسر تو کی لیکن نظمِ کہنہ عالم سے آشنا نہ ہوا
فرشتے بزمِ رسالت میں لے گئے مجھ کو
حضورِ آیہِ رحمت میں لے گئے مجھ کو

کہا حضور نے اسے عندلیبِ باغِ حجاز کلی کلی ہے تری گرمیِ نوا سے گداز
ہمیشہ سرخوشِ جامِ ولا ہے دل تیرا فتادگی ہے تری غیرتِ سجودِ نسیب
اڑا جو پستیِ دنیا سے تو سوتے گردوں سکھائی تجھ کو طالع نے رفعتِ پرواز

ہلکے کے باغِ جہاں سے بزمِ بویا
ہمارے واسطے کیا تحفہ لے کے تو آیا

حضورِ دہرہ میں آسودگی نہیں ملتی تلاشِ جس کی ہے وہ زندگی نہیں ملتی
ہزاروں لالہ و گل میں ریاضِ مستی میں وفا کی جس میں ہو بویا وہ کلی نہیں ملتی
گھر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں جو چیز اس میں ہے جنت میں بھی نہیں ملتی

بھٹکتی ہے ترمی امت کی آبرو اس میں

ظراہیں کے شہیدوں کا ہے لہو اس میں

(۳)

شیرازہ ہوا ملکِ مرحوم کا اتر
 اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے
 وہ لذتِ آشوب نہیں بحرِ عرب میں
 پوشیدہ جو ہے مجھ میں وہ طوفان کدھر جائے
 ہر چند ہے بے فائدہ و راحلہ و زاد
 اس کوہ و بیاباں سے قدی خوان کدھر جائے
 اس راز کو اب فاش کر اے کوئے محمد
 آیاتِ الہی کا نگہبان کدھر جائے

۴

وہ دانائے قبلِ ختمِ الرسل مولا ئے کل جس نے
 غبارِ راہ کو بخش و سرِ رخِ دادی سینا
 نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول و وہی آخر
 وہی قرآن و وہی فرقاں وہی یسین و وہی طہ

خوشی محمد ناظر

المثنوی ۱ - ۱۹۴۰ء

صبا اے پیکِ شقائقِ خدا را
پس از صلوٰۃ و تسلیم و تحیات
پس آنگہ داستانِ شوقِ سرکن
دمِ عیسیٰ ز گیسوست نیسے
ز موتِ عنبریں گیسوئے دلیل
سلام از مارِ سالِ خیرِ الورا را
ہزار ہی بوسہ وہ آں خاکِ پارا
کہ اے کوثرِ لبِ مصحفِ مذا را
جمالِ یوسف از روستِ لظارا
ز رویت چشمِ روشنِ الضحیٰ را

قدت را پایہ گردوں خدای

لبت را پایہ یحییٰ العفاسی

ز عشقت جان و دل را خانہ روشن
ز انجمِ آسمان شد محفلِ افروز
شمیمِ موئے تو در کوہِ محمد را
بہ کشتِ امتاں ز نیساں گزشتی
سوارِ ناقہ از محمد رسیدی
ز شوقِ دیدہ را گوہرِ بدامن
پہنو نورت بر زمیں شد پرتو افکن
بہارِ روئے تو دشتِ گلشن
کہ بر خاکِ بیاباں ابر بہمن
بشکرِ قدمت در کوئے و برتن

جہانے دیدہ کوہِ فرشِ راہ اند

چو فرشِ اقبالِ پابوس تو خواہند

ہوئی عالم میں تیری ذاتِ والا
کیا انسان کا ہمسر تو نے انسان
بمغور میں امتوں کا جب تعابیر
نکل کر چاند نے عتارِ حرا سے
ترمی آمنت مجھے اے دریائے رحمت
دلیلِ رحمتِ باری تعالیٰ
برابر کر دیا سب پرست و بالا
اسے گرواب سے تو نے نکالا
کیا اطرافِ عالم میں آجالا
پڑا موجِ حوادث سے جہ پالا

”پرہ دستی زیا افتادگیاں را لیکن دلدارئی دل وادھیاں را
جہاں جلوے نئے دکھلا رہا ہے وہ فرشِ پاستاں اٹھوا رہا ہے
جہاں ابرِ کرم تھا گھسہ ریز وہاں اوسے ٹلک برسا رہا ہے
نشانِ کارواں بتا نہیں ہے حدِ خواں دشت میں چلا رہا ہے
تھی جس کی چاندنی دشتِ وحل پر وہ چاندِ اسلام کا گہنا رہا ہے
ترمی امت میں اے مہرِ رسالت عیارِ یاس ہر سو چپ رہا ہے

”بروں آور سہ از پردِ میانی

کہ روئے نستِ صبحِ زندگانی“

ہوئی برہم وہ سب محفلِ پرانی رہی اقبالِ رفتہ کی کہانی
بنی عباس پر ہے جسدِ نالاں سرخکِ غم بنا دیا کاپانی
مٹانم و نشانِ قصہِ حمرا جو مغرب میں تھی مشرق کی نشانی
ہوئی وہ حشمتِ معنی فناء کہانی ہے وہ فنِ ترکمانی
گئی وہ آب و تابِ بزمِ اکبر مٹے نقش و نگارِ شہِ بہانی

”حریفان بادہ باخوردند و رفتند

تھی خمِ خانہ باکردند و رفتند“

چمن میں اب نہ پتا ہے نہ ڈالی مٹے یکساں ادائی و احالی
نہ علم و فضل ہے نہ جاہ و حشمت ہوتے ہیں مسجد و مینخانہ خالی
سلفِ کل جن کے صدِ انجمن تھے خلف کی جا ہے اب صفِ تعالیٰ
خدا جانے ابھی لائے گی کیا رنگ یہ وار و گیسرِ ایام و لیلیٰ
سہارا بس تری اک ذات کا ہے ایما خیر البشر نعم الموالی

”ترا بر جمعی آں برکہ گاہ ہے

کئی بر حال لب خشکان نگاہ ہے“

آغا حشر کاشمیری

المحتوی: ۱۹۳۵ء

آسماں ہے محفلِ ہستی میں مینا نہ مرا کہکشاں میری سسڑا جی چاند پیمانہ مرا
ہر نفس سے ربطِ گیتی پہ ہوں مضربِ زن اضطرابِ برق ہے اک رقصِ مستانہ مرا
ساغرِ ہستی میں بھوں میں ارتعاشِ موجِ نور جلوہ زارِ زندگی ہے مجھ سے میٹا نہ مرا
بارشِ مستی کے جلووں سے ہے فردوسِ آفریں ہے شرابِ نور سے شاداب ویرانہ مرا
نکلتِ صہبائے مستی سے ہے تعمیرِ حیات دہر میں اک گوجِ رنگِ بوجے کا شانہ مرا
دولتِ صبحِ قدم ہوں مایہِ شامِ حدوث گلشنِ جنتِ تولے رضواں ہے بیعانہ مرا
جرعہ جامِ مے گلِ رنگ ہے ایک ایک حرف بزمِ کُن کو مست کر دیتا ہے افسانہ مرا

شعلہ آشاںِ محبت ز آتشِ دیرینہ ام

ساقیم دریشرب و خنخانہ اش در سینہ ام

جلوہ پروردِ چہ را غا غلوتِ الہام ہوں میں امانتِ ارسوزِ سینہ اسلام ہوں
ہے بھری جس میں شرابِ خندہ صبحِ ازل میں کعبہ روح القدس پڑہ چھلکتا جام ہوں
ظلمتِ ہستی چرا لائی ہے جیبِ نور سے دولتِ گم کردہ چہ رخ زمرودِ فام ہوں
میری عظمت کی کہانی ہے حدیثِ کائنات حاملِ افسانہ اور اق صبح و شام ہوں
میسے دم سے عنبر آگیں ہے مشامِ روزگار دہر میں نکلتِ فروزشِ طستہ الہام ہوں

لے کے آیا ہوں نوید کوثرِ آشامی یہاں ساقیِ مخمخاۓ بطحا کا میں پیغام ہوں
آج بھی مست کردوں لغھائے عشق سے سن کر گلبانگِ نوا پر دازیِ ایام ہوں

می طپد صد جلوۂ شاداب در جانم ہنوز

قشۂ ذوقِ تماشا ہست طوفانم ہنوز

آج اُس کی آستانِ بوسی کا مجھ کو نانسہ ہے آسمانِ محفل میں جس کی فرخشِ پالاندہ ہے
میں غلامِ اُس کا ہوں جس کا نام پر جلال دستِ کونین کا سرِ شستہ آغا ہے
اے مرثیہ! اسنادے شردہ لا تقنطوا بیکسی شرمِ عصیاں گوشِ برآواز ہے
تو پیامِ آخری تشرآنِ کلامِ آخری اک تتمہ اور اک شرحِ کتابِ رانہ ہے
ہے بھری در یوزہ رُخ سے ترے کُشکولِ طو شعلہ سینا گدائے جلوہ گاہِ نانہ ہے
کس قدر نظارہ پرور جلوۂ معراج تھا آج تک شوقِ لقائے چشمِ انجم باز ہے
بے دلِ جبریلِ شوقِ ہمعانی کا شہید دامنِ جسمِ تمنا حبابہ پرواز ہے

برقِ حُسنِ تو ہمیں سماں ز خشکِ تر گداشت

از متاعِ شوقِ دردِ دلِ مشیت خاکِ تر گداشت

اک سکوتِ یاس تھا دنیاۓ ظلمت کا رہیں سو رہی تھی صبحِ آغوشِ شبِ پندار میں
تُو نے آکر شبِ پرستانِ چمن کے واسطے کی سحرِ پیدِ انگلستانِ خزاں آثار میں
بہر گیا سچے فنا خود اپنی طغیانی میں کفر آگیا سیلابِ موجِ رشتہ زُنا میں
کعبہِ وحشت کے آگے جھک گئی تعمیرِ شرک ہو گئے بیتابِ سجدے حبشہ دیوار میں
رُوحِ نے خالق سے کی تجدیدِ پیمانِ الست لغزِ ماضی ہوا پیدِ اشکستہ تار میں

دل کی کھیتی لہلہا اٹھی تری بجبیر سے تما نہاں طوفانِ شادابی لبِ گفتار میں
پر تو رخ سے ترے اے نو بہارِ کائنات! شمعِ گل روشن ہے ہریراں سرائے خار میں

تا بدورِ آخری از دست تو ساعنہ گرفت

ایں کھن منجانہ را کیفیتِ دیگر گرفت

اے کہ حج عاشقاں طوفِ تجلی گاہ تو صبحِ خندانِ شبِ شیربُرخِ ذلِ خواہ تو
لمعۂ از خاک گویت برد و مہرِ شس کرد نام در جہینِ چرخ تا بد سجدۂ در گاہ تو
ذرہ ہالیشِ حسنِ یوسفِ قیمتِ خود گفتارند ہے چہ از ان ست حبلوہ در تجلی گاہ تو
سلطوتِ توحیدِ نقدِ شرک را قیمتِ شکست سکہ ز درِ قلبِ کثرتِ ضربِ اِلَّا اللہ تو
شوکتِ موسیٰ علیہ السلام و رودِ پرِ جلال عظمتِ عیسیٰ نقیبِ موکبِ ذی بجاہ تو
قدسیاں را علمِ اولِ قصتہ ذکرِ جلیل خاکیاں را درسِ آخرِ ذاتِ حقِ آگاہ تو
دہرِ نقشِ کفِ پائتِ طسارِ زندگی نبضِ گیتی را درمِ ٹخوں موجِ گردِ راہ تو

یک شعاعِ انداختی وہ مستقیم پر نور شد

ذرہ ام بالید و حیرتِ خانہ صد طور شد

الصلوۃ اے ماتہیدستانِ محشرِ کفیل! السلام اے یومِ پرشِ حَسْبُنَا لَعْمُ الْوکیل!
الصلوۃ اے درِ عصیاں را دوا جانِ نواز! السلام اے آتشِ جاں را نویدِ سلبیل!
الصلوۃ اے از تو روشنِ بزمِ تویتِ زبور! السلام اے از تو گلشنِ حبیبِ موسیٰ و سلیل!
الصلوۃ اے آیۂ تقدیسِ ابرہانِ صدق! السلام اے نسخۂ توحیدِ راسخِ جلیل!
الصلوۃ اے طوقِ آگیاں برِ اقدسیاں! السلام اے مِرَحْمۃُ بُنبیاں بزمِ جبریل!

الصلوة اے محو شوق خستگانِ شرق و غرب السلام اے در فراق گریہ مانگنے والے! نیل!

الصلوة اے چشم بہرست بندگیمِ راصلہ! السلام اے کیفِ دردت عشقِ راجہ جیل!

بینوایانہ بدرگاہِ تو سر افگندہ ایم

یا بران و یا بخواں تو خواجہ ما بسندہ ایم

اے خدا دے زور و دستِ خالہ و حید رہیں پھر اٹنا ہے صفِ کفر و درخسیر رہیں

مست تھی جس کے نشہ سے روحِ سلمانِ بلال ہاں پلا دے پھر وہی صبا کی کیف اور رہیں

دل صنم خانہ بنا ہے یا وغیر اللہ سے بت بھی اب کہنے لگے مسلم نما کا فر رہیں

اللہ اے نعمۃ اللہ اکبر المدد بتکدے کو پھر بنانا ہے خدا کا گھر ہمیں

تیری رحمتِ تری جاتی ہو سلی ساتھ ساتھ لے چلے جب شرمساری جانبِ محشر ہمیں

دھمکاتے ہیں گمے جاتے ہیں تیرے ناتواں اے تری رحمتِ صدقہ تمام لے بڑھ کر ہمیں

تیرے در کو چھوڑ کر ہم بے نوا جاؤں کہاں یا بتا دے اور کوئی اپنے جیسا گھر ہمیں

دوسروں کو زور و زور سے، عیش و آرام دے

اور ہمیں اس دولتِ دنیا سے صرف اسلام دے

مولانا عبد الباری معنی اجمیری

(۱)

گلشنِ فطرت ہے اسے ہر از مئے خانہ مرا
میں ازل سے سرخوش جامِ شرابِ جلوہ بول
شاخِ گلِ میری سرِ احی پھولِ پیمانہ مرا
شہرہ آفاقِ جہاں ہے ذوقِ رندانہ مرا
زیرِ دامنِ گنجِ زر رکھتا ہے ویرانہ مرا
یاد ہے ہر طائرِ گلشن کو افسانہ مرا
رقصِ موجِ بوسے گل ہے وجدِ مستانہ مرا
تجلہِ خودِ شید سے اونچا ہے کاشانہ مرا
عالمِ مستی میں ہے عالمِ حُبِ اگانہ مرا
میری مدہوشی ہے عینِ ہوشیاری کی دلیل

کوثری ام دم ز حُبِ ساقی کوثر زخم
بادِ نابِ از لبِ کوثر کشم ساغر زخم

(۲)

تمنی ازل سے جس کی مشتاقِ لقا چشمِ شہود
دینِ فطرت لے کے جو آیا بسا بدارض پر
جس کے آتے ہی کھلا عالم پر رازِ بہت بُود
جس سے دنیا میں ہوئے قائم شریعت کے حدود
رحمتِ حق بن کے آیا خلق میں جس کا وجود

جس کے حسنِ خلق کی آیت علیٰ خلقِ عظیم
جس کی ادنیٰ بات میں پوشیدہ اعجازِ مسیح
جس کے احسانوں سے بیگانوں کے سر بھی خم ہوئے
جس کی اُمت اُمتِ مرحوم سے موسوم ہے

جس کا سایہ درحقیقت سایہٴ ربِّ ودود
دستِ بیضا سے بھی روشن جس کی سیلئے سجود
جس کے مرہونِ کرم ہیں کیا نصاریٰ کیا یہود
اُس کی ذاتِ ذی شرف پر صدِ صلوة و صدِ رُود

خستہ باد آں جان کہ از تیرِ نگاہِ شِستہ نیست

بستہ باد آں دل کہ در دامِ ہوایش بستہ نیست

(۳)

ای کہ می نازد جهان بر قامتِ رعنائے تو
ایکہ قُربِ قَابِ قَوْسین است با ذاتِ تو خاص
ایکہ داغِ بندگیت بر حبیبِ کائنات
ایکہ در میقاتِ محشر تکیہ گاہِ عاصیان
اے زلبِ ہائے تو عالم یافت آبِ زندگی
خاکِ بوسانِ حریمِ روضاتِ روحانیان
ہمچو ذاتِ واحد و یکتائے عالمِ انسرین

معنی کن گشتِ روشن از رُخِ زیبائے تو
کس نہ از پیغمبرانِ رفت است بر بالائے تو
بزمِ عرفانِ روشن است از جلوہٴ سیلئے تو
عفو جان بخش و خطا پوش و گنہ فرمائے تو
صد ہزاران جان فدائے نطقِ جان افزائے تو
سجدہ کر و بیانِ قصد بہ نقشِ پائے تو
نیت اندر ہر دو عالم ہمسرو ہمائے تو

تا کہ از سحرِ تو با غمِ ہم نشینِ خواہیم بود

با سرِ شکِ گرم و آہِ آتشینِ خواہیم بود

(۴)

الفصلۃ اے باعثِ تکوین و ختمِ المرسلین
السلام اے صدرِ بزمِ اولین و آخرین

الصلوة اے صورت و معنی ظہر الصلوة	السلام اے ظاہر و باطن مراد یا وسین
الصلوة اے تاسخِ توریت و انجیل و زبور	السلام اے حاملِ قرآنِ ہدیٰ لِّلْمُسْلِمِينَ
الصلوة اے آستانِ قبلہ گاہِ جان و دل	السلام اے ذاتِ پاکتِ کعبۃِ ایمانِ دین
الصلوة اے فرشیانِ را آئیہِ رحمتِ توئی	السلام اے عرشیانِ رانسیہِ زبانِ مبہین
الصلوة اے شرحِ ما اذخٰی لبِ ارشادِ تو	السلام اے حجرۃِ تو مکتبِ روحِ الامین
الصلوة اے جادۂ گویتِ صمدِ اِطْمَاقِ مستقیم	السلام اے خاکِ راہتِ سُرْمۂ چشمِ یقین

الصلوة اے گو حیدرِ گنجینہِ پیمبرِ
السلام اے شہرِ یار و تاجدارِ سروری

(۵)

اب عمارِ قصروں غمِ صورتِ محراب ہے	کشتیِ اُمت ہے اور طوفانِ بادِ آب ہے
تمہی سیہِ خانوں میں کل تک جس کے باعثِ روشنی	ظلمتوں میں اب ہی خورشیدِ عالم تاب ہے
تھا کبھی عالم میں جس کی گرمِ بازاری کا شور	آج اُسی بازار میں جنسِ عملِ نایاب ہے
جس کی ہمت کھٹی پڑے کنارے لگ گئے	اب ہی پڑا اسیرِ عظمتِ گردِ آب ہے
آج دنیا میں نہیں کوئی کسی کا غمِ شریک	غیر کا شکوہ نہیں یہ شکوۂ اہباب ہے
کل جو فتنے سو رہے تھے آج وہ بیدار ہیں	وائے بغفلت کہ مسلم اب بھی مجبورِ خواب ہے
اب کہاں وہ نغمۂ وحدت کی دلاویزیاں	یعنی جو تارِ نفس ہے تشنہٴ مفراب ہے

یا رسول اللہ! بنگرِ آستانِ عاجز اند

جانِ نزار و سینہٴ چاک و لعلِ کار و در و مند

(۶)

اے رسول پاکؐ اے پیغمبرِ قدسی صفات
 ہے زمیں کا ذرہ ذرہ دشمنِ اسلام آج
 تلّ رہی ہیں دوسری قومیں مٹانے کے لیے
 دھوم تھی کل تک جہاں میں جس کے استقلال کی
 یا رسول اللہ! اٹھیے ہمدردی فرمائیے
 اب نہ وہ حق کی طلب ہے اور نہ وہ حق معرفت
 مجمعِ اوبام ہے دل میں بجائے یادِ حق
 اے حبیبِ ذاتِ اے غارت گن گنات
 حشر در آغوش ہے گویا بساطِ کائنات
 منقلب ہے اُمتِ مرحوم کا دورِ حیات
 ضعف سے ہے آج لغزش میں وہی پائے ثبات
 قافلہ اُمت کا ہے گم کردہ راہِ نجات
 اب وہ جوشِ عمل ہے اودھِ علم و دنیا ست
 ان بتوں سے بن رہا ہے اب یہ کعبہِ منوات

باز سنگِ بندگانِ ملتِ اسلام را
 از عنایتِ سهل و سدا سختیِ آیام را

(۷)

پھر عطا فرما وہی اسلاف کے جوہر ہمیں
 پھر عطا سجدوں میں وہ کیفیتِ معراج ہو
 قوتِ خالک سے پھر باز و قوی ہوں قوم کے
 پھر ہمارے نعرہٴ تکبیر کا ہر غلغلہ
 پھر بنا دے سلطوتِ فاروق کا مظہر ہمیں
 اپنا سکہ پھر جگادینا ہے عالم پر ہمیں
 مرجبا کہنے لگے ہر مسجد و منبر ہمیں
 پھر عطا ہو جذبہٴ ایمانی بُودِ رُہمیں
 پھر عطا ہو زورِ دستِ حیدرِ صفدر ہمیں
 پھر بنا دے سلطوتِ فاروق کا مظہر ہمیں

فصرت و تائیدِ حق ہو پھر مائے ساتھ ساتھ
پھر اسی سرعتِ طے ہوں ارتقا کی منزلیں
پھر کئے سارا جہاں اللہ کا شکر ہمیں
دیکھتی رہ جائے پھر حیرتِ دنیا بھر ہمیں

گوشِ کُنِ این التجائے معنی بیچارہ را
پائے بندِ بندگی کُن بندہ آوارہ را



علامہ تاجور نجیب آبادی

الموتی: ۶۱۹۵۱

محبت افروز ہے فروغِ جبین، ہوس سوز میں نگاہیں
 نظر کی احساسِ آفرینی دلوں کو دردِ آشنا بنادے
 جلالِ اتنا کہ حُسن میں بھی ہو جس شانِ نیاز پیدا
 وجاہت اتنی کہ شوقِ دیدار کو محالِ نمو نہیں ہے
 ذہانت اتنی کہ عقلِ خود میں کو تو اسیرِ نیاز رکھے
 ظرافت اتنی کہ تلخِ نوشِ غمِ محبت کو بھی ہنسائے
 فصاحت اتنی بیان میں جس خوش بیاںوں پہ جھلکاری
 سرشت اتنی لطیفِ صدق و صفا کا گنجینہ جس کو کہیے
 عطف اتنی کہ حاسدِ بے ادب کے جرمِ دگناہ بخشنے
 پسند اتنی بلندِ تعلیمِ فوقِ دُشے چشمِ بے ہنر کو
 حسدِ تری بزم میں جسے لائے خلقِ تیرا غلام کر لے
 سُجائی تو نے مجھ کو اے دستِ پستیِ ماسوا پرستی
 جو تیرے جلووں سے ہونو اُس آئینے میں نہ بال آئے
 تیرے فروغِ جمال کی تابشیں مجھے یہ بتا رہی ہیں
 جمالِ عصمتِ رُخ و رخشان ہے، عفتِ آموز میں نگاہیں
 خدا کا منکر بھی زدِ پیر آجائے تو اُسے باندا بنادے
 جمالِ ایسا کہ جس کی تابش سے پتھروں میں گداز پیدا
 یباقت ایسی کہ کم سوادوں کو جرأتِ گفتگو نہیں ہے
 صداقت ایسی کہ شاعروں کو بہانے سے بھی باز رکھے
 متانت ایسی کہ عشق و الفت کی شوخیوں کو اوبھائے
 طلاقت ایسی زبان میں جیسے نیرِ پانی کی نہر جاری
 طبیعت ایسی شریفِ مہر و وفا کا آئینہ جس کو کہیے
 مروت ایسی کہ دشمنِ جاں طلب بھی تو پناہ بخشنے
 مذاق ایسا نفیس، حُسنِ مذاق جس سے طے نظر کو
 جو زہم کرے تجھ سے ازراہِ بغض تو اُس کو رام کر لے
 تجھی سے سیکھا کہ خود پرستی سب سے درحقیقت خدا پرستی
 مٹے خیالِ گناہِ دل سے، جو دل میں تیرا خیال آئے
 کہ تیری صورت میں تیری سیر کی طلعتیں جگمگا رہی ہیں

خدا کو مانا ہے دیکھ کر تجھ کو اُس کی شانِ جمیل تو ہے
خدا کی صورت کوئی نہیں اور خدا کی صورت کوئی اگھ ہے
میں شش بہت کی فضا کو جلوں سے لبریز دیکھتا ہوں
یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے اقوال خود بخود منہ سے بولتے ہیں
یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے احوال شکست آرائے بھر رہے ہیں
یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے انوارِ طلعت افزائے بھر رہے ہیں
یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے قدموں پر صدمے ہوتے ہیں جدی
یہ دیکھتا ہوں کہ تو نے شاہِ دگردا کو ہسر بنا دیا ہے
یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے دیوانے علم و حکمت کے پاسباں ہیں
تیرے سلاطین کا رفرما کی حق نبو شسی کو دیکھتا ہوں
تیری حضورِ میں تاجِ گیدوں کو تاجِ بخشوں کو دیکھتا ہوں
تیرے غلاموں کو بانٹتے دیکھتا ہوں دارا کی کبریائی
تیرے غلامانِ کشور آرا کی غرقِ پوشی کو دیکھتا ہوں
تیرے جلوں میں خراجِ گیدوں خراجِ بخشوں کو دیکھتا ہوں
تیرے فقیروں کو بانٹتے دیکھتا ہوں دارا کی کبریائی

میں ان مناظر کو دیکھتا ہوں دمک ہی ہیں می نگاہیں

دمک ہی ہیں چمک ہی ہیں، ہمک ہی ہیں می نگاہیں

حکیم احمد شجاع ساحر

المطبی : ۱۹۶۹

اے رسولِ ہاشمی، اے سترِ تکوینِ حیات
تو نہ تھا تو محفلِ کون و مکان بے رنگ تھی
حسنِ فطرت میں ابھی ذوقِ خود آرائی نہ تھا
تلخیِ حق سے ابھی نا آشنا گفتار تھی
سر بلندوں کی جہیں سجدوں سے نورانی نہ تھی
چشمِ انساں میں ابھی ہمکِ جستجو حیراں نہ تھی
آنکھ میں آنسو نہ تھے، سر میں نگوں ساری نہ تھی
خواب میں آنسو دہ ابراہیم کی تعبیر تھی
ربطِ داؤد اک مدت سے رہنِ رنگ تھا
تو نے آنے ہی بدل دی طرحِ تقویمِ حیات
قالبِ ہستی میں دوڑا دی شجاعِ زندگی
اس قدر تو نے بڑھائی قیمتِ خود آگہی
اس طرح توڑا سلمِ باطلِ حرص و ہوس
زندگی تیرے لیے اک داستانِ عشق و مرگ
پس کبرِ گل کو کیا توحید کا سترِ جلی

اے کہ تیری ذات ہے وجودِ کائنات
تو نہ تھا تو بزمِ ہستی سا بے آہنگ تھی
عشق ابھی تک دشمنِ صبر و شکیبائی نہ تھا
عقلِ انسانی ابھی پابستہ انکار تھی
حسن تھا پر عشق کی کچھ ایسی ارزانی نہ تھی
سینہ انساں میں آہ نیم شب لرزاں نہ تھی
قلبِ مومن کی جہاں میں گرم بازاری نہ تھی
ہدیتِ ضربِ کلیم اک خواب کی تعبیر تھی
مے تو تھی لیکن بہت بے کیف اور کم رنگ تھا
ہو گئیں پابستہ امکانِ عملِ ناممکنات
ہو گئی ارزاں ترے دم سے مستِ عِزِ زندگی
مردِ مومن کی نظر میں بوریاءِ تختِ شہی
چشمِ عسراہیل میں کمرہءِ کا تجملِ خارِ خس
یہ جہاں بے ثبات اک کا روانِ عشق و مرگ
خاک کو دی قدرتِ نشو و نما حسین ابن علی

اے شہِ لولاک، اے شاہنشاہِ دنیا و دیں
 آج تیرے عقیقہ اقبال پر آیا ہوں میں
 وہ ہتی دامن ہوں جس کے پاس کچھ ساماں نہیں
 اپنی رحمت پر نظر کر میری لاچاروی نہ دیکھ
 عمر گزری بہت کدوں میں ٹھوکر بن کھاتے ہوئے
 بس نہیں چلتا بحبِ حیرانی و شرمندگی
 سوز سے معمور میرے شعر کا پیانا کر
 حسن کو چالاک کر، پھر عشق کو بے باک کر
 قلب کو تاب پر پروا نہ بے تاب دے
 جامِ صہبائے کمن ہاں دور میں آجاتے پھر
 وسعتِ صمرا پر ہو پھر خستہ زن دیوانگی

اے شفیعِ المذنبین اے رحمتِ للعالمین
 دل کے بکھرے نذر کرنے کے لیے لایا ہوں میں
 جانتا ہوں شک ریزے نذر کے ثنایاں نہیں
 اس فقیرِ بے سرو ساماں کی ناداری نہ دیکھ
 شرم آتی ہے ترے دربار میں آتے ہوئے
 پھونک دے پھر اس تن بے جاں میں روحِ زندگی
 ماسوائے میرے ذکر و فکر کو روانہ کر
 کچھ علاجِ گردشِ ایامِ عبرتِ ناک کر
 آنکھ کو اشکِ رواں و فطرتِ سیما بے
 تیرے دیوانوں کی ہو سے آگہی گھبراتے پھر
 سرخ رو ہو جائے دشتِ منفصلِ فرزانگی

نعرۂ حق را ز شعرِ من بلند آوازہ کن

بادِ بزمِ رفتگان را از قناقم تازہ کن

مجید امجد

شہر گمہ بتوں کی بستی تھی	چار سو تیرگی پرستی تھی
لودہ اک نور کی کرن پھوٹی	بزمِ آفاق جگمگا اٹھی
دیکھنا اک یتیم بے ساماں	اجنبی کم سخن تھی دامان
جس نے یوں سال و سن گزارے ہیں	بھوک میں اپنے دن گزارے ہیں
پیر میں تن پہ تار تار اُکس کا	کوئی محرم نہ دوستدار اُس کا
تپتی ریتوں پہ محو خواب کہیں	تیز کانٹوں سے زخم یاب کہیں
چلتی تیغوں کے درمیان کبھی	لکڑوں سے لہو لہان کبھی
ذرہ ذرہ عدو سے جہاں اُس کا	تشہِ خوں ہے اک جہاں اُس کا
ہاں مگر لبِ حبیب اس کے ملتے ہیں	دل کے مرتبے پھول کھلتے ہیں
جب وہ پیغامِ حق سناتا ہے	وجد میں دو جہاں کو لاتا ہے
جب وہ اونچی صدا سے کہتا ہے	بادیانہ ادا سے کہتا ہے
”گمراہو! تم یہ کیا سمجھتے ہو“	پتھروں کو خدا سمجھتے ہو“
دل دہلتے ہیں قہر مانوں کے	دیتے بچتے ہیں کفر خانوں کے
بات یہ کیا زبان سے نکلی	لاکھ تلوار میان سے نکلی

ظالموں کی اذیتیں اک سمت

اور خدا کی مشیتیں اک سمت

حفیظ جالندھری

المترن: ۱۹۸۲ء

زباں پر اے خوشاصل علی یہ کس کا نام آیا
 کہ میرے نام جبریل امیں لے کر سلام آیا
 محمد جانِ عالم، فخرِ عالم، مادی اکرَم
 امام الانبیا خیر البشر پیغمبرِ عظیم
 محمد وہ جمالِ اولیں وہ پیکرِ نوری
 محمد کاشفِ سرِ ظہور و رمزِ مستوری
 محمد صاحبِ خلقِ عظیم و ناشرِ حکمت
 محمد مصدرِ فیضِ عظیم و شافعِ امت
 یہ صورتِ نورِ سبحانی یہ معنیِ ظلِ رحمانی
 نشانِ حجتِ حق منظرِ تائیدِ ربانی
 وہ جس کو فاتحِ ابوابِ اسرارِ قدم لکھیے
 بنائے عرش و کرسی باعثِ ارج و قلم لکھیے
 علی الاعلان سترِ کنت کنزاً مخفیا کہیے
 محمد اس کی شریعت کا ادب مانع ہے کیا کہیے

”آفتابِ صحرا“ (نظمِ نعتیہ)

قاضی نذرا اسلام

ترجمہ: یونس احمد

نذرا اسلام کی کتاب ”آفتابِ صحرا“ جس کی خفیف سی جھلک ذیل میں پیش کی جا رہی ہے، تمام و کمال اس آفتابِ عالیا کی شانِ بلال و جمال کی منظر ہے، جس کے سامنے تجلیاتِ کون و مکان ازل تا ابد سرتیازِ حشم کیے ہوئے ہیں۔ (ادارہ)

اسے صبح صادق کے ننھی، اسے طائرِ خوش الحان،
اسے شاعرِ روز و شب، خوابِ گراں سے بیدار ہو جا۔
دیکھ کہ بحرِ احمر کی مضطرب موجوں سے عرب کا آفتاب زرفشاں طلوع ہو رہا ہے، تو بھی برا اندازِ نو، ٹھڈ اور سُسن۔
عینِ تابی کی کاسینہ چاک کر کے بلند مینارہ سے موزون کی صدا نے اللہ اکبر مہتی ہوئی چلی آرہی ہے۔
اس آواز کو سن کر نظامِ کائنات کے پاؤں کانپ رہے ہیں۔
”خَبْرَاتِ الْقَوْمِ“ نے کیا سحرِ پوکم ڈالا ہے۔
کچھ دیر پہلے تک آسمان کی آغوش میں چاند، سورج اور ستارے نورافشاں تھے، سمندر اپنی لہروں کا پاؤں پکڑ کر ناچ رہا تھا
اور عطربیز ہواؤں کی نرم و نازک رفتار سے مس ہو کر غنچے پھوٹ رہے تھے۔
لیکن اذان کی سترنم آواز سن کر محفلِ رقص و سرود میں سناٹا چھا گیا۔
اب کائنات کے گوشے گوشے میں طیور کے نغمہ ہانے درس نے جادو جگا دیا ہے۔
فرش سے عرش تک مینارہ نور نے آنکھیں خیرہ کر دی ہیں۔
سریزمین عرب، فضا نے بسیط سے بہرہ آسنے والی سترنم آواز ”دین دین“ میں غرق ہو گئی۔
مینارِ کعبہ سے ایک بار پھر موزون نے پکارا ہے۔

اُٹھ اور دیکھ کہ مغرب میں بحرِ احمر کی غنّ اُلو دسُرخ موجیں تھلیل تھلیل کر رہی ہیں۔
 ایران کی سرست و سرشار ندی بھی خاکِ عرب کو سلام کرنے کے لیے جانبِ مشرق رواں دواں ہے۔
 جنوب میں بحرِ ہند کے تھپیڑوں نے گانا شروع کر دیا ہے۔
 ”دیکھ عرب میں طلوعِ آفتاب ہوا“
 اور شمال میں صحرائے اعظم کی خاکِ جوشِ مستی میں نواسج ہے۔
 ”اُٹھ جاگ اور امت کا پیالہ نوشِ جاں کر“
 گرم ہوائیں مجبور کے پتوں سے مس ہو کر سارنگی بجا رہی ہیں۔
 اور بیت کے ذرے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔
 فرطِ طرب سے نارنگی، سیب اور انگور شاخوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔
 اسپِ تازی کے پاؤں زمین پر نہیں ٹھہرتے۔
 وہ آسمان سے باتیں کر لے کے لیے بے چین ہے۔
 صحرائی دوشیزائیں اُونٹنیوں پر سوار، آبِ زمزم سے تشنگی بجانے بھاگی جا رہی ہیں۔
 ریگ دار نے آج واقعی سمندر کا روپ دھار لیا ہے۔
 پرانا سورج اس دن لاج کے مارے طلوع نہ ہوا۔
 سیکڑے آفتابِ نو کی خیر کن روشنی نے ذرہ ذرہ کو ڈھانپ لیا ہے۔
 بدو دوشیزائیں آنکھوں میں سُرمہ لگانے اور ہاتھوں میں خُمر لیے رقص کر رہی ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اماؤس کی رات میں ہلالِ نکل آیا ہے۔
 ساری کدورتیں دُسل گئی ہیں اور محبت و وارفتگی کا چراغ جل رہا ہے۔
 یہ وہ کتنا عظیم ہے!
 صرف عرب اور ایشیا کے لیے نہیں، ساری کائنات کے لیے۔
 آج خاک میں جو نور دمک رہا ہے، وہ نورِ فردوس سے بھی زیادہ تابدار ہے۔
 زمین پر کنول مسکرا رہے ہیں۔
 اور جھونرے کی آواز سے فضا جھوم رہی ہے۔
 ”محمد آئے، محمد آئے“
 زمین نے اس دن ایک نیا نام سُنا۔

محمدؐ — محمدؐ !

ایک نئے چہرے کو دیکھ کر سب ششدر رہ گئے۔
یہودیوں اور عیسائیوں کی آنکھیں کھل کی کھل رہ گئیں !
وہ سوچنے لگے۔

کتنا وہ عظیم انسان آگیا ہے۔
جس کی بشارت توریت اور انجیل نے دی تھی۔
جس کے قدموں کی چاپ عیسیٰؑ، موسیٰؑ اور داؤدؑ نے سنی تھی۔
کیا وہی حسین و جمیل انسان چپ چاپ، ہولے ہولے آگیا ہے۔
یہیے مشرق سے آہستہ آہستہ سورج اور یہ رکال طلوع ہوتے ہیں۔

شمس و قمر کے تزام ناز کی زمین کو اطلاع تک نہیں ہوتی۔
وہ خواب کی دیز چادر میں لپیٹی رہتی ہے۔
اور جب چادروں طرف نور کا سیلاب اتر پڑتا ہے، تو صبح تو خمار آلود آنکھیں مل کر جاگ پڑتی ہے۔
اس طرح آج بھی روشنی کا ایک فوارہ چھوٹا۔
اور طیور یکبارگی نغمہ سنچ ہو گئے۔
یہ صبح جس کے خواب گراں میں نہ جانے کتنے جاگ بیت گئے تھے۔
آج اس کی گود میں بہار مسکرا رہی ہے۔
اور چادروں طرف جشی مٹایا جا رہا ہے۔
کائنات نے جو نام کبھی نہیں سنا تھا۔
آج اس نام نامی کو سن کر وہ جھوم اٹھی ہے۔
اس نام پر کیسی مٹھاس، کیسا رس، کیسی کشش ہے !
تاریکی کی چادر میں لپیٹی ہوئی دنیا نے جب سورج کو طلوع ہوتے دیکھا تھا،
تو اس کی آنکھیں کھل کی کھل رہ گئی ہوں گی۔

اور آج اس آفتاب نو کو طلوع ہوتا ہوا دیکھ کر دنیا کی وہی کیفیت ہوئی۔
کیسا روپ ہے، کیسا رنگ ہے !

اُٹھ اور دیکھ کہ مغرب میں بحرِ احمر کی طوق اُلوہ سُرخ موجیں تھلیل تھلیل کر رہی ہیں۔
 ایران کی سرست و سرشار ندی بھی خاکِ عرب کو سلام کرنے کے لیے جانبِ مشرق رواں رواں ہے۔
 جنوب میں بحرِ ہند کے تھپیڑوں نے گانا شروع کر دیا ہے۔
 ”دیکھ عرب میں طلوعِ آفتاب ہوا“
 اور شمال میں صحرائے اعظم کی خاکِ جوشِ مستی میں نوا سنچ ہے۔
 ”اُٹھ جاگ اور امرت کا پیالہ نوشِ جان کر“
 گرم ہوائیں بھور کے پتوں سے مس ہو کر سارنگی بجا رہی ہیں۔
 اور بیت کے ذرے آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔
 فرطِ طرب سے نارنگی، سیب اور انگور شاخوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں۔
 اسپِ تازی کے پاؤں زمین پر نہیں ٹھہرتے۔
 وہ آسمان سے باتیں کرنے کے لیے بے چین ہے۔
 صحرا کی دو شیزائیں اُونٹنیوں پر سوار، آبِ زمزم سے تشنگی بجھانے جا رہی ہیں۔
 ریگ زار نے آج واقعی سمندر کا روپ دھار لیا ہے۔
 پُرانا سورج اس دن لاج کے مارے طلوع نہ ہوا۔
 کیونکہ آفتابِ نو کی خیر و کن روشنی نے ذرہ ذرہ کو ڈھانپ لیا ہے۔
 بدو و شیزائیں آنکھوں میں سُرمہ لگائے اور ہاتھوں میں خرمہ لیے رقص کر رہی ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اماؤس کی رات میں ہلالِ نکل آیا ہے۔
 ساری کہ درتیں دسل گئی ہیں اور محبت و وارفتگی کا چراغ جل رہا ہے۔
 یہ دن کتنا عظیم ہے!
 صرف عرب اور ایشیا کے لیے نہیں، ساری کائنات کے لیے۔
 آج خاک میں جو نور دمک رہا ہے، وہ نورِ فردوس سے بھی زیادہ تابدار ہے۔
 زمین پر کنول مسکرا رہے ہیں۔
 اور ہونرے کی آواز سے فضا جھوم رہی ہے۔
 ”محمد آئے، محمد آئے“
 زمین نے اس دن ایک نیا نام سُنا

محمدؐ — محمدؐ !

ایک نئے چہرے کو دیکھ کر سب مشتعل رہ گئے۔
یہودیوں اور عیسائیوں کی آنکھیں کھل کھل رہ گئیں !
وہ سوچنے لگے۔

کتنا وہ عظیم انسان آگیا ہے۔
جس کی بشارت توریت اور انجیل نے دی تھی۔
جس کے قدموں کی چاپ عیسیٰؑ، موسیٰؑ اور داؤدؑ نے سنی تھی۔
کیا وہی حسین و جمیل انسان چپ چاپ، ہولے ہولے آگیا ہے۔
جیسے مشرق سے آہستہ آہستہ سورج اور بدر کا مل طلوع ہوتے ہیں۔

شمس و قمر کے خرام ناز کی زمین کو اطلاع تک نہیں ہوتی۔
وہ خواب کی دبیز چادر میں لپیٹی رہتی ہے۔
اور جب چاروں طرف نور کا سیلاب اٹھ پڑتا ہے، تو صبح نو خمار آلود آنکھیں مل کر جاگ پڑتی ہے۔
اس طرح آج بھی روشنی کا ایک فوارہ چھوٹا۔
اور طیور یکبارگی نغمہ سنچ ہو گئے۔
یہ مہر جس کے خواب گراں میں نہ جانے کتنے جگ بیت گئے تھے۔
آج اس کی گود میں بہار مسکرا رہی ہے۔
اور چاروں طرف جشی مٹا یا بار بار ہے۔
کائنات نے جو نام کبھی نہیں سنا تھا۔
آج اس نام نامی کو سن کر وہ جھوم اٹھی ہے۔
اس نام پر کیسی مٹھاس، کیسا ریس، کیسی کشش ہے !
تاریکی کی چادر میں لپیٹی ہوئی دنیا نے جب سورج کو طلوع ہوتے دیکھا تھا،
تو اس کی آنکھیں کھل کھل رہ گئی ہوں گی۔

اور آج اس آفتاب نو کو طلوع ہوتا ہوا دیکھ کر دنیا کی وہی کیفیت ہوئی۔
کیسا روپ ہے، کیسا رنگ ہے !

خوشی میں شادیانے بجنے لگے ،
 درختوں میں پھول کھل اُٹھے ،
 شاخیں جھومنے لگیں ،
 اور گلہن نے یہ آواز بلند کی :
 ”اے تیریو ! ہاڑوں کو کاٹ کر آؤ۔
 اے سمندر ! ناچو کہ وہ عظیم روشنی آگئی ،
 مسرت و شادمانی لے کر، نشاط و ہتزاز کے ساتھ“
 بڑے گل، نوز بیل اور بادِ صبا نے
 پہلی بار دنیا کو یہ شہرہ سنایا ،
 ”دیکھو اندھیرے کو پیر کر آفتابِ نوظلوع ہو گیا ہے۔
 وہ دیکھو — محمدؐ ، محمدؐ“

ظہورِ نظر

رسولِ اکرم !

حضورِ صلعم !

خدا سے کہیے !

بزرگِ دہر تو خدا سے کہیے !

کہ ہم جو اس کی فضیلتوں کو بشارتوں کو بھلا چکے ہیں

محبتوں کو، عنایتوں کو، نوازشوں کو ٹاچکے ہیں

ہیں پھر اپنی فضیلتیں دے، بشارتیں دے

محبتیں دے، عنایتیں دے، نوازشیں دے

نہیں تو ہم غفلتوں کے جس تیرہ غار میں ٹھو خواب ہیں

بے ضمیری و بے حسی کی جس بے پناہ گہرائی میں پڑے ہیں

ابد کے دن بھی وہیں سے ہم کو اٹھائے گا وہ !!

کہ ہم گنہگار۔

اتنے نادار

اتنے لاچار

اتنے بیمار ہو چکے ہیں

کہ ہم پر حجت تک

خدا سے برتر کی خاص چشمِ کرم نہ ہو گی

ہماری آنکھیں نہ کھل سکیں گی

ہماری رُو حیں، غلیظ رُو حیں نہ دُھل سکیں گی

ہمارے سینوں، سیاہ سینوں میں روشنی کا گزر نہ ہو گا

ہمارے ذہنوں، بھینگے کے شکار ذہنوں سے نیکیوں کا سفر نہ ہو گا

دلوں میں عصیاں کی تیرگی، بے کراں ہے جو، بے کراں رہے گی
بدی لہو کی طرح رگوں میں رواں رہے گی
ہوس، حواس و حیات پر حکمراں رہے گی

رسول اکرم !

حضور صلعم !!

بہیں یقین ہے

ہمارا ایمان ہے کہ اللہ آپ کی بات مانتا ہے
تمام دنیاؤں، سب جہانوں میں آپ سے بڑھ کے کوئی پیارا نہیں خدا کا
کوئی دلا را نہیں خدا کا
خدا سے کیجیے !

خدا را اپنے بزرگ و برتر خدا سے کیجیے !!

کہ ہم کو اپنی عنایتِ خاص سے نوازے

کہ ہم کرے ہم پر

اور ہمیں پھر سے آپ کے دیں پر

آپ کے نقشِ پا پہ چلنے کی استطاعت دے، استقامت دے،

توصلہ دے !!

اطہر نفیس

سلام اُس پر — جو ظلمتوں میں منارۂ روشنی ہوا ہے
وہ ایسا سورج ہے جس کی کرنیں ازل ابد کے تمام گوشوں
میں نورین کے سما چکی ہیں
ہر ایک ذرے کو ماؤتا باں بنا چکی ہیں

سلام اُس پر

سلام اُس پر — جو حرفِ حق ہے
وہ حرفِ حق جو سماعتوں اور خدائے برتر کے درمیاں ایک واسطہ ہے
جو خاکِ مَرُوہ میں جان ڈالے وہ گیمیا ہے

سلام اُس پر

سلام اُس پر — جو خیرِ اعلیٰ ہے
اور سب کو بلندیوں پر بگلا رہا ہے
بگلا رہا ہے کہ —
رفعتوں کا سفیر ہے وہ
بشیر ہے وہ ، نذیر ہے وہ

سلام اُس پر زور و دانس پر

سلام اُس پر — جو پے نواؤں کا آسرا ہے
جو سارے عالم کی ابتدا ہے
جو سب زمانوں کی انتہا ہے
سلام اُس پر — جو راہِ حق پر بگلا رہا ہے کہ رہنما ہے
جو سب کو حق سے ملاتا رہا ہے کہ حق نما ہے

مومن خان مومن دہلوی

المترن : ۱۸۵۱ء

ہوں تو عاشق مگر اطلاق یہ ہے بے ادبی میں غلام اور وہ صاحب ہے میں امت نہ نبی
یا نبی یک نگہ لطف پہ انی دلی مرحبا ستید مکی مدنی العسری
دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقی میں غلام اور وہ صاحب ہے میں امت نہ نبی
منظہر نور خدا شکل ہے محسود صنم محو تیرے ملک و عور و پر می و آدم
کیا ہی عالم ہے کہ تصویر ہی کا سا عالم من بے دل بہ جمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال ست بدیں بوالعجبی اللہ اللہ چہ جمال ست بدیں بوالعجبی
دشت عالم میں سر اسیر گزری اوقات آج تک منہ دل مقصود نہ پائی ہی بات
مدد اے خضر کرامت کہ نہیں پاسے ثبات ماہر تشنہ لبانیم و توئی آب حیات
لطف و نرا کہ زرد می گزند و تشنہ لبی لطف و نرا کہ زرد می گزند و تشنہ لبی
خود کہا ابن ذبیحین تو ظاہر میں کہا جو ہر پاک کی غولی ہے فرشتوں سے سوا
سر سے پاؤں تک نور خدا نام خدا تبتے چیت با ست تو بنی آدم را
بتر از عالم و آدم تو چہ عالی نبی بتر از عالم و آدم تو چہ عالی نبی
صاحب بخانہ سے ہوتا ہے مکان کا اکرام وہی جنت ہے جہاں میں ہو جہاں تیرا مقام
آب ہر چنر کوئے کوثر و نسیم کا کام نخل بستان مدینہ ز تو سر سبز دم
زاں شدہ شہرہ آفاق بشیریں ربی زاں شدہ شہرہ آفاق بشیریں ربی
ہوئی انجیل کساں ناسخ توریت و مذہب تیر ہی خاطر سے خدا نے یہ نکالا دستور
ہے رعایت تیری ہر بات کی کتنی منظور ذات پاک تو دریں ملک عرب کردہ ظہور
زں سبب آمدہ شد آں بزبان عربی زں سبب آمدہ شد آں بزبان عربی

کوسکے پائیے عالی کو ترسے کون اور اک
گر چہ کافی مہتی فضیلت کو حدیثِ لولاک
تیرے درجہ کو نہ عیون ہی پہنچے نہ سماک
شبِ معراج عروج تو گزشت از ا فلاک
بہ مقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

جوش میں شوق کے کچھ یاد رہی مدح نہ ذم
خود ستاتی ہے زبیں رسمِ فصیحانِ مجسم
پر نہ سمجھے کہ یہ کیا جائے ہے اور کیا ہیں ہم
نسبتِ خود بہ سگتِ کرم و بس منفعلم
زاں کہ نسبتِ بگ کوئے تو شد بے ادبی

مومن زار کی صحت کا نہ تھا کچھ اسلوب
یتیمِ اللطف ہے اعجازِ میا سے بھی خوب
نہ دوا اور نہ پڑھیے ز مرضِ عرصِ ذنوب
یا طیب الفتراء انت شفاء لقلوب
زاں سبب آمدہ قدسی پیے درساں طلبی

علیٰ اوسط رشک لکھنوی

المقوقہ ۱۸۶۷ء

کہاں ہے کون سے عالم میں ہے ہمنام احمد کا
سنوں اس کا کلام پاک شہرہ ہے پس ارشد کا
ظہور پاک دیکھوں اُس موزید کا محبوب کا
دکھا اس کو جہاں میں غل ہے جس کی آمد آمد کا
الہی! ہوں بہت مشتاق دیدارِ محبت کا
چلی ہے ہر طرف ادیانِ باطل کی ہوا یارب!
دعا میری سُن آٹھوں جنتوں کا واسطی یارب!
ترصد بیل دل کو مع فصلِ گل کی آمد کا
عنایت میں سخاوت میں محبت میں مروت میں
رضائیں خیر میں تقویٰ میں طاعت میں عبادت میں
امام احمدی ہے مثل اپنے جدِ امجد کا
تصور آسمانوں پر، زمینوں پر، معادن پر
نہیں اس عالمِ کامل کو علم ظاہری ان پر
شجرہٴ بحرِ پر، انسان پر، حیوان پر، جن پر
عبود اللہ نے اس کو دیا ہے علمِ باطن پر
لیا ہر چند ظاہر میں نہ درس اک حرفِ ابجد کا
چھپائے دوست دشمن دوستی و دشمنی کیونکر
نہ ہوں مہر و وفا و بغض رکھیں اس پر جل کیونکر
نمک ہے اُس کا شگِ آستانہ نیک کا بد کا
زہے فکر بنہ متعہ اے شاعرانِ ناسخ
نہی کی صورتِ انعام کہتی ہے یہاں ناسخ
سوائے شاعری اے رشک میں تغیرِ ناسخ
معانی قل برا اللہ احد کے ہیں عیاں ناسخ
برائے قافیہ ہے حرفِ اشارہ میم احمد کا

منشی درگاہائے سرُر جہاں آبادی

سرگہشی ۱۹۱۰ء

دل بے تاب کو سینے سے لگالے آجا کہ سنبھلتا نہیں کمِ نجات سنبھالے آجا
پاؤں میں طولِ شبِ غم نے نکالے آجا خواب میں زلف کو مکھڑے سے لگالے آجا

بے نقاب آج تو اے گیسوؤں والے آجا

منہیں خورشید کو بٹاتے سائے کا پتہ کہ بنا نورِ ازل سے ہے سراپا تیرا
اللہ اللہ ترے چاند سے مکھڑے کی ضیا کون ہے ماہِ عرب کون ہے محبوبِ خدا

اے دو عالم کے حسینوں سے زلے آجا

دل ہی دل میں مرے ارمان کھلتے جاتے ہیں خاکِ پرگر کے دُڑا شکِ زلے جاتے ہیں
تیری رسوائی پر کمِ نجات تلے جاتے ہیں ہوں یہ کارِ مرے عیب کھلتے جاتے ہیں

کلی والے مجھے کلی میں چھپالے آجا

ہائے واما ندگی وامت واما نِ صراط المدد المدد اے خضرِ بیابانِ صراط
ہر قدم پر نگہِ یاس ہے یارانِ صراط دیکھتے ہیں تجھے مڑ مڑ کے صنیعانِ صراط

دنگلاتے ہیں قدم کون سنبھالے آجا

کان میں کچھ جوادِ ہر قدرِ نزاکت نے کہا مرجا بڑھ کے ادھر شاہدِ وحدت نے کہا
آبِ یمن تری نونِ جوشِ محبت نے کہا پہنچا محبوب تو مشاطہ قدرت نے کہا

فلوتِ راز میں اے ناز کے پالے آجا

عبدالحمید سالک

المترن : ۱۹۵۹ء

اے شامِ انبیاء و شہنشاہِ کائنات

زینتِ طرازِ عرش ہیں تیری تجلیات

تیرا سخن ہے وحیِ خداوندِ دو جہاں

روشن ترے فروغِ تجلی سے شش جہت

اے تیری ذاتِ عقل کا پیرایہِ دوام

تیرا عمل ہے معنیِ آیاتِ بینات

توحیدِ حق کا دم میں آوازہ ہے بلند

اے تیرا نامِ عشق کا سرمایہِ حیات

اَسْرٰیِ یَعْبُدِیْہ ہے ترے قرب کی دلیل

یہ سب ہیں تیری ذات کے قدسی تصرفات

پہنچانہ کوئی ترے مست ہم بلند تک

”موسیٰ زہرِ شرفِ رفتِ بیکِ جلوۂ صفات

تو عینِ ذاتِ می نگری در تہمتے“

بیانِ ویزدانی

دہات : ۱۹۰۰ء

مرجا ساقی تسنیم شفاعتِ طلبی مرجا سرورقِ شجرہ عالیٰ نسبی
مرجا صدر نشینِ حرم کنتِ نبوی مرجا ستیہ مکتی مدنی العسری
دل و جاں بادِ نذایتِ چہ عجب خوشِ لعلی

جیب ہوا جلوہ فشاں آئینہ نورِ تم ہنس کے موسیٰ سے لگا پوچھنے کیسے میں ہم
عرض کی کیا کہوں انوارِ تجبلی کی قسم من بے دل بجمال تو عجب حیرانم
اللہ اللہ چہ جمال است بدیں ہوا العجبی

لمعہ ذات کی ہے آئینہ پروازِ نظر رکھتی ہے برقِ سرِ طور سے کیا سازِ نظر
کیا ساز ہے اسے قدس کے شہبازِ نظر چشمِ رحمت بکشا سوئے من اندازِ نظر
اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی

شبِ معراج گیا پردہ نیلی سے گزر لن ترانی ارنی ہو گئی پردہ سے بدر
آئی آواز کہ اب کھول دے باطن کی لبر چشمِ رحمت بکشا سوئے من اندازِ نظر
اے قریشی لقب و ہاشمی و مطلبی

تو گیا سوئے علا صلِ حسنِ علی ہو کی شب ہو کی طلب ہو کا مکاں ہو کی ہوا
فرش کیا عرش کہاں خاک کہاں پاک کہا نسبتِ نیستِ ذاتِ تو بنی آدم را
برتر از آدم و عالم تو چہ عالیٰ نسبی

جب کہ ہو سوختہ بہر قیامت عرصات
تھہرے کوڑکے قریں سر و گستانِ صناعات
انہیں ساری کہیں جوڑکے ہاتھوں کو ریات
ماہر تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات

لطف فرما کہ زخمی گزرتشہ بی

نسخہ رو سے میں ناسخِ انجیل و زبور
خط ہے یا لوح پہ آیاتِ الہی مسطور
نطق سے مصحفِ رخ مصحفِ ناطق ہے ضرور
ذاتِ پاک تو دریں ملکِ عرب کرو ظہور

زاں سبب آمدہ فتہ آن زبانِ عربی

قصرِ عالی ہے ترا دامنِ عالم کا طراز
جیسے بالائے فلکِ عرشِ معلیٰ ممتاز
بسکہ سہجئے نیاز و وہاں سوئے حجاز
بر و بر فیضِ تو استادہ بعدِ عجز و نیاز

رومی و طوسی و ہندی یعنی عربی

ہے ہوا خواہ بیاں دیجے نصیبِ قلبی
نشہ ہوں اے مرکبِ نازِ قلبِ قلبی
سیدی انت جیبی و طبیبِ قلبی
آمدہ سوئے تو قدسی پے دریاں طلبی

عظیم قریشی

سلام علیٰ زینتِ قدسیاں	سلام علیٰ منتہائے جہاں
سلام علیٰ نور و شت و جیل	سلام علیٰ توہید و ازل
سلام علیٰ میرانِ شکیل	سلام علیٰ داستانِ جمیل
سلام علیٰ رہبرِ بے مثال	سلام علیٰ دلبرِ اکمال
سلام علیٰ راز و اربِ بشر	سلام علیٰ غمگسارِ بشر
سلام علیٰ تاجدارِ عرب	سلام علیٰ شاہِ والانسب
سلام علیٰ عرش کے رازداں	سلام علیٰ شاہِ ہر دو جہاں
سلام علیٰ شہسوارِ ارم	سلام علیٰ شہرِ یارِ عجم
سلام علیٰ عظمتِ عرشیاں	سلام علیٰ عشرتِ خاکیاں
سلام علیٰ بحر و بر کے مکیم	سلام علیٰ برتر و بہتر میں
سلام علیٰ رحمتِ خاص و عام	سلام علیٰ بساطِ لالہ نام
سلام علیٰ اشرف الانبیاء	سلام علیٰ گوہرِ بے بہا
سلام علیٰ مہادئی باصفا	سلام علیٰ فقر کے بادشاہ
سلام علیٰ عاصیوں کے کفیل	سلام علیٰ والی سلسلِ بیل

سلام علیٰ پاسبانِ اُمم	سلام علیٰ حکمتہ دانِ حرم
سلام علیٰ صدرِ عرفانیاں	سلام علیٰ صبرِ زندانیاں
سلام علیٰ اے نواسے خلیل	سلام علیٰ اے نقائے جمیل
سلام علیٰ اے ہمارے جہاں	سلام علیٰ اے وقارِ جہاں
سلام علیٰ بے کسوں کے شفیع	سلام علیٰ بے بسوں کے رفیق
سلام علیٰ میرے اُمّی لقب	سلام علیٰ میرے دل کی طلب
سلام علیٰ زندگیِ راثبات	سلام علیٰ سید الکائنات
سلام علیٰ اے شمیمِ عرب	سلام علیٰ اے نسیمِ عرب
سلام علیٰ مغفرت کی دلیل	سلام علیٰ نور ربِّ جلیل
سلام علیٰ لات و عزنی شکن	سلام علیٰ رزقِ روح و تن
سلام علیٰ تانہ ربِّ غفور	سلام علیٰ آمینہ کے سرور
سلام علیٰ غلہ زارِ یقیں	سلام علیٰ شوقِ دنیا و دین
سلام علیٰ رازِ ارض و سما	سلام علیٰ سائرِ راہِ مدنی
سلام علیٰ رازِ دارِ حشر	سلام علیٰ میرے فوق البشر
سلام علیٰ ماہرِ وسے حجاز	سلام علیٰ نگاہِ دوسے حجاز
سلام علیٰ کشتِ گاہِ راحیات	سلام علیٰ بے دلائلِ راثبات
سلام علیٰ شمعِ ہجر و وصال	سلام علیٰ تانہ روحِ بلال
سلام علیٰ اے خُمتانِ حق	سلام علیٰ اے شبستانِ حق
سلام علیٰ اے امامِ جہاں	سلام علیٰ اے دامِ جہاں

سلام علی طالبانِ رانجات	سلام علی عاشقانِ راحیات
سلام علی دینِ سکے پاساں	سلام علی رفعتِ کہکشاں
سلام علی عاصیاںِ راوید	سلام علی آخرت کی کلید
سلام علی ساڑھتی کی لئے	سلام علی جذبِ مستی کی رے
سلام علی شامِ مکی نقاب	سلام علی میرے عفتِ تاب
سلام علی روئے بدرِ مستحیر	سلام علی اے شریعت کے پیر
سلام علی آرزوئے سید	سلام علی مرجعِ بایزید
سلام علی رازِ دنیا و دین	سلام علی تاجرِ روحِ الایم
سلام علی خواجہ بے مثال	سلام علی سایہِ قودالجلال
سلام علی نورِ شمس و قمر	سلام علی دلبرِ بوجہ
سلام علی اے بہائے عمر	سلام علی اے عصائے عمر
سلام علی اے نگارِ غنی	سلام علی یادگارِ غنی
سلام علی رامشِ آفتاب	سلام علی تازشِ بوتراب
سلام علی گوہرِ آفتاب	سلام علی محورِ عالم
سلام علی اے نگارِ یمن	سلام علی نو بہارِ حسن
سلام علی اے قاربِ حسین	سلام علی روزگارِ حسین

سلام علی اے قسیم و نعیم
سلام علی آرزوئے عظیم

حکیم احمد شجاع ساعر

التقرنی : ۱۹۶۹ء

میلادُ النبی

کچھ اور ہی ہیں رونقیں فضائے کائنات پر
ہوا ہے کون جیلوہ مگر یہ منظرِ حیات پر
نیا ہی رنگ روپ ہے تجلیاتِ ذات پر
سکہ غالب آگیا بشرِ تمام ممکنات پر

صلوٰۃ والسلام علی نبینا محمدؐ

تبارک الذی عجب یہ ساعتِ سجدہ ہے
وہ آگیا ہے جس کی دید آبروئے دید ہے
یہ شب، شبِ برات ہے یہ روزِ روزِ عید ہے
حیات کی فزید ہے نجات کی کلید ہے

صلوٰۃ والسلام علی نبینا محمدؐ

پھر ایک بار جوشِ پرستے خمِ الست ہے
مریمِ نازِ حسن میں عجیب بندِ ولست ہے
مکیں بھی آج مست ہے مکاں بھی آج مست ہے
بشر ہے اس مقام پر کہ جس سے عرشِ پست ہے

صلوٰۃ والسلام علی نبینا محمدؐ

خدا کی رحمتوں کا آج اس قدر دوز ہے
عرب کی سرزمین کا ذرہ ذرہ کوہِ طور ہے
جہرِ نظر اٹھائیے سُردر ہی سُردر ہے
فضائے شرق و غرب پر محیط ابرِ نور ہے

صلوٰۃ والسلام علی نبینا محمدؐ

وہ آگیا جو رونقِ طلسم بہت دہود ہے
وہ جس کا تختہٴ شرف مقامِ صدِ سجود ہے
جو منہائے کن فکاں جو مقصدِ شہود ہے
جو مرجعِ سلام ہے جو مہبطِ درود ہے

صلوٰۃ والسلام علی نبینا محمدؐ

ناصر کاظمی

المترقی ۲۴ ۶۱۹

تضمین بر اشعارِ غالب

یہ کون طائرِ سدرہ سے ہم کلام آیا
 جہانِ خاک کو پھر عرشِ کاسلام آیا
 جبیں بھی سجدہ طلب ہے یہ کیا مقام آیا
 زباں پہ بارِ خدا یا یہ کس کا نام آیا
 کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

خطِ جبیں ترا ام الکتاب کی تفسیر
 کہاں سے لاؤں ترا مثل اور تیری نظیر
 دکھاؤں پسِ کبر الفاظ میں تری تصویر
 مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغِ اسیر
 کرے قفس میں فراہمِ خس اشیاں کے لیے

کہاں وہ پیکرِ نورِ می کہاں قبا سئے غزل
کہاں وہ عکسِ مکین اور کہاں نوائے غزل
کہاں وہ جلوہ معنی کہاں ردائے غزل
بقدرِ شوق نہیں ظرفِ تنگنائے غزل

کچھ اور چاہیے وسعت کے بیاں کے لیے

تھکی ہے فکرِ رسا اور مدحِ باقی ہے
قلم ہے آبلہ پا اور مدحِ باقی ہے
تمامِ عشرِ مکھا اور مدحِ باقی ہے
ورقِ تمام ہوا اور مدحِ باقی ہے

سفینہ چلبیٹے اس بحرِ بکراں کے لیے

آغاشورش کا شمیری

المثنوی : ۶۱۹۷۵

قلم سے پھول کھلیں، لفظ و زلفاں ٹھہرے
وہ آستان کہ ارادت سے مہر و ماہ جھکیں
ہوائے کو چہ محبوب، شکریہ تیرا
یہ فکر و از سے بنتی رہی خمیا لوں میں

وہاں چلا ہوں جہاں گردشِ زماں ٹھہرے
وہ خاکِ پاک کہ ہر ذرہ کشاں ٹھہرے
تیرے کرم سے بیاباں بھی گلستاں ٹھہرے
کرتی تو بات بہ عنوانِ ارمغاں ٹھہرے

تمام عمر مدینہ میں سونے والے کو
کبھی نظیرِ تمی و فیضی کی خوشہ چینی کی
کبھی عسراقی و عطار سے نوا مانگی
نظر جمی کبھی حسان کے قصیدے پر
وائے مہر علی شاہ کو دوش پر رکھ کر
جنوں کا درس لیا بوعلی قلندر سے
دیارِ شعر میں سعدی کی ہمنوائی کی
ادب میں مرثیہ رومی سے اکتساب کیا
غرض کہ اس ور مشکل کشا تک آ پہنچے
بہ بارگاہِ رسالت یہ ارمغانِ فقیر

کہاں کہاں سے پکارا کہاں کہاں ٹھہرے
کبھی نظامی و خسرو کے ہمزباں ٹھہرے
کبھی ظہودی و قدسی کے رازداں ٹھہرے
کبھی قبیلہ عشاق کا نشاں ٹھہرے
دیارِ گنجِ شکر میں بھی مہرِ سماں ٹھہرے
غزلِ سمرانی حافظ کے ترجمان ٹھہرے
نہ ماورئی کہیں پہنچے نہ دریاں ٹھہرے
وہ کس مگر وہ ہیں سرخیل عاشقاں ٹھہرے
وہ ایک در کہ جہاں دورِ آسماں ٹھہرے
بڑا کرم ہو جو معتبر و کامراں ٹھہرے

سلام اُن پہ کہ جن سے ہے نظم کون مکاں
سلام اُن پہ کہ جن کا نہیں مثیل کوئی
سلام اُن پہ جو ہم بے کسوں کی منزل ہیں
مغرض کہ اُن پہ درود و سلام کی بارش
جنونِ عشق اسی آستان پہ لے آیا
سلام اُن پہ کہ جو شاہِ دو جہاں ٹھہرے
سلام اُن پہ کہ جو بادیِ زماں ٹھہرے
سلام اُن پہ کہ جو میسرِ کارواں ٹھہرے
جو ہر زمیں کے لیے ابرِ درخشاں ٹھہرے
جبینِ شوقِ جہاں سنگِ آستان ٹھہرے

جنہیں شور نہ تھا عقدِ حیات ہے کیا؟
وہ لوگ، تھا جنہیں بے دست پائی کا شکوہ
اُس اک نگاہ کے صدقہ کے رازداں ٹھہرے
اُسی کے در کی غلامی سے تیغِ راں ٹھہرے

ازل کے دن سے مشیت کی مصلحت تھی یہی
کہ خاکِ طیبہ محمد کا آستان ٹھہرے
اگر چلے ہو تو سوزِ دوام لے کے چلو،
زباں پہ وردِ دو سلام لے کے چلو،

نثارِ دیدہ و دل، عشقِ مصطفیٰ کی قسم
زمین کا حجرِ انہیں کے قدم کا صدقہ
سمندر میں عمق ان کے فکر و دانش کا
جولب کھلے تو شگوفے بھی کھل اُٹھے
جل گئے کبھی تیور تو آسماں کا نیا
کھلی ہیں اُن پہ غشیابِ دھوکِ راہیں
کہ یہ جنوں بھی بڑی چیز ہے خدا کی قسم
فلک کے چہرہ پُر نور و پُرخیا کی قسم
ازل سے لے کر اب تک کے رہنما کی قسم
جمالِ صائب و لیل و دُعا کی قسم
سلامِ پاک کی آیاتِ دل کشا کی قسم
نظامِ عالمِ انساں کے ارتقا کی قسم

”بہ آں مگر وہ کہ از عشقِ مصطفیٰ مستند
سلام مابرسانیہ ہر کجا بستند“

رباعیات و قطعات

خواجہ میر درد

المترن : ۱۷۸۳ء

خواہی کہ نشود در دو جہانت بہبود

در بندگی رسولؐ باشی بسجود

گر فہم کنی دگر نہ فہمی بے شک

حق است ہماں ہرچہ پیغمبرؐ فرمود

اے بہر شفاعتِ دو عالم لائق

دارم نہ جنابِ تو امیدِ واثق

بے شبر نہ خورشیدِ حقیقتِ بہماں

تو مخبرِ صادقے چو صبح صادق

محسن کا کوردی

مولا کی نوازشِ نہاں کھلتی ہے عزت مری پیشِ قدسیاں کھلتی ہے
کہدو کہ ملکِ گوشتِ برآوازِ ہیں مداحِ پیسہ کی زباں کھلتی ہے

امیرِ مینائی

گزرے سرِ عرشِ جب جنابِ والا اللہ رے شوقِ دیدِ فتدِ بالا
ملوئی نے یہ سر اٹھا کے حسرت سے کہا مضمونِ قیامت گیا بالا بالا

حسنِ بریلوی

جانِ گلزارِ مصطفائی تم ہو مختار ہو مالکِ خدائی تم ہو
جلوسے سے تمہارے ہے حیاں شانِ خدا آئینہ ذاتِ کبریائی تم ہو

مولانا رضا بریلوی

اللہ کی سرتاب قدمِ شانِ ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

مرزا سلامت علی دبیر لکھنوی

کیا قامتِ احمد نے ضیا پائی ہے چہرے پہ عجب نور کی زیبائی ہے
مصحف کو نہ کہیں فخر ہو اس صوف پر قرآن سے پہلے یہ کتاب آئی ہے

مولانا حالی

زاد کو تو نے محو تجسید کیا عشاق کو مست لذت وید کیا
طاعت میں رہا نہ حق کے ساجھی کوئی توحید کو تو نے آکے توحید کیا

بیان میرٹھی

اے بادشاہ سلطنتِ غیب و شہود تو ہے سببِ غلغلہ بود و نبود
رلاک لما کی شان و نور میں رہی سانسے سے دم بنا تو جلوسے سے وجود

تقریب لاری

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن وہ تقریر ہے
سوچتی ہے دل میں دُنیٰ مُصطفیٰ کو دیکھ کر
وہ معجز کیا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

فراق گور کھپوری

انوارِ بے شمار معدود نہیں
رحمت کی شاہراہِ مدد نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام
وہ اُمتِ اسلام میں محدّد نہیں

تلوک چند محروم

مبارک پیشوا جس کی ہے شفقتِ دوست دشمن پر
مبارک پیش رو جس کا ہے سینہ صاف کینے سے

انہی اوصاف کی خوشبو ابھی اطرافِ عالم ہیں
تسلیم جانگزا لاتی ہے کتے اور دینے سے

جوشش عظیم آبادی

الموافق: ۶۱۷۷۲

جو کوئی درگاہ عالی کا تیری ہونے والا
ہر ایک زینہ وہ ہے کہ رشکِ پایہ عرش
بنائے گنبدِ عالی ہے ایک قبةء نود
کلس کلس نہیں ہے گنبدِ منور کا
ترا کلام در معجزہ بیاں ہے شاہا
زباں میری ہے قاصر بیاں میں اس کے
یہ معجزہ ہے کہ اُمّی لقب ہو جو کوئی
یہ معجزہ ہے کہ شق القمر کیا تو نے
یہ معجزہ ہے کہ قسمت کرے تو جس شے کو
یہ معجزہ ہے کہ مکر بند ہاتھ ہی میں رہا
ہند سانِ زمانہ ہزار قصد کریں
کشایش اس کی ہے تقدیر میں ترے ہاتھوں
تری جنابِ مقدس میں اسے شہِ کوئین

لگے پلک سے پلک پھر نہ اس کی آئینہ دار
ملائکاں مقرب کا واں نہیں ہے گزار
نہشتے اس کے ہیں مزدور ذاتِ حق معمار
گھٹتے ہیں سینچے ہیں اس کے سبب سے سیکر
کہ جس کو سنتے ہی کفار ہو گئے دیں دار
میں کس زباں سے کروں معجزے کے اظہار
اسی پہ عظیم لدنی کا آخرش ہو مدار
یہ معجزہ ہی زمزگانِ فل لعل دی یار
ساد ہی ہوئے دو مقسوم ہر صغار و کبار
نظر نہ آیا مکر کا تری کہیں آثار
کسی سے ہوئے نہ اعجازِ احمدی کا شمار
کھلے نہ ناخنِ تدریس سے جو عقدہ کا
دعا یہ مانگوں ہوں میں صبحِ شامِ مہل و نہاد

گناہگار ہوں عاصی ہوں امتوں میں تری
شمار ہوں نہ جس ائم مرے بہ روز شمار

نوازشِ علی شیدا

الترغی ۱ ۴۴۲ء

ہے وہ انبیا میں الف کے مثال
سراپا تھا وہ ذات پُر نور نور
قلم کوں اگر چہ نہ پڑا ہے ہات
کیا دین جب اوس کا جگ میں ظہور
وہ ہے آئینہ ذات اللہ کا
چراغِ شبستانِ ایماں ہے وہ
ہے قرآن و رقی اس کے اعجاز کا
ہے اس کے جو دین کے آثار کوں
نبرت اوپر اس کے ربِّ الجلیل
شریعت کا کمر اوس نے روشن چراغ
احد اور احمد میں اک میم ہے
ہے وہ فقر کے ملک کا تاجدار
ہے مضمونِ دولاک میں یوں عیاں

مقدمِ نورِ زراہِ کمال
اسی واسطے اوس میں سایہ تھا دور
رکھا حکم کے خط میں سب کائنات
اثرالات و عنایا کے سر کا غرور
وہ سرخسہ زورِ یدِ اللہ کا
گلِ معرفت کا گلستاں ہے وہ
وہ واقف ہے سب عین کے راز کا
نے سینہ میں توڑ زنا رکوں
قمر کے کیا شوق کون روشن دلیل
طریقت کا سب کوں بتایا سراغ
سو وہ میم از بس تعظیم ہے
کیا رنج و محنت کئیں اختیار
اگر وہ نہ ہوتا نہ ہوتا جہاں

اے شیدا تجھے یہ قافیہ کساں

کے نعت ختمِ النبی کا بیباں

مولانا محمد باقر آگاہ

المعروف ۱۸۰۵ء

ہے گنجِ غیب کا مفتاحِ اسرار
بہارِ حسن کا ہے صبحِ اول
ہے حسن و حُشَق کا وہ رقی منشور
ہے وہ اتمِ الکتاب و نورِ قدسی
حروفِ اوس کے ملائیک ہورِ رسل ہیں
ہے جس کا خواب گاہِ خاص و وحدت
مقامِ خاص "اودنی" ہے جس کا
ہیں جس کے پیشِ کاراں انبیاء
ملائک جس کے ستے فوجِ معظم
ہے ذکرِ پاک اوس کا ذکرِ حق کا
ہمیں کیا چیز ہیں خبیبِ ربّ علام
ملائک ذکرِ پر اوس کے ہیں قائم

ہے بیتِ القدس کا مصباحِ انوار
فروغِ عشق کا ہے نورِ اتم
کہ جس کا عرش ہے کیسایتِ النور
کہ جس کی آیتِ الکرسی ہے کرسی
نقاط و سطر اوس کے جہزِ دکل ہیں
ہے بارِ عام جس کا واحدیت
خدا بن کوئی نہیں داتا ہے جس کا
تھے جس کے مژدہ گویاں اصفیاء
نقیب اوس فوج کا جبریلِ اکرم
ہمیشہ کرتوں تکرارِ اس سبق کا
رکھا ہے اوس کا ذکرِ عالمیں نام
رسولان ذکر میں اوس کے ہیں و اتم

معرضِ ملک و ملک میں جو ہیں اشیاء

ہیں اوس کے ذکر میں سرست و شیدا

میر ضیاء الدین عبرت

المقنن : انوار ۱۸۱۶ء

محسّد کا زباں پر نام آیا	قلم نے سر کو سجد سے میں جھکایا
محسّد کا جو شیریں نام لکھا	مٹھائی سے قلم کا ہونٹھ چپکا
یہ جو کچھ سامنے ارض و سما ہے	سب اس کی ذات سے پیدا ہوا ہے
جہاں سے کفر کی ظلمت ہوتی دور	زمین و آسماں پر چھ گیا نور
سرکلات و منات آپس میں ٹوٹے	زمین پر گر پڑے جوں قفل چھوٹے
محمّد سرورِ دنیا و دین ہے	محمّد رحمت اللعالمین ہے
شعاعی خط سے نور شد آسماں کا	ہوا جا رو بکش اس آستاں کا
شعاعت کو وہ لب اپنے جو کھولے	تو رحمت و دُر کو لبیک بولے
ہے عصیاں سے یہ امت کو پیست	نہیں کچھ خوف شافی ہے نہ بدست
نہ تھا اس مہر کا سایہ زمیں پر	سدا پا نور تھا جسمِ مطہر
لطیف و پاک وہ جانِ جہاں تھا	برجگ شیشہ شفاف آسماں تھا
اسی تن سے ہوا وہ عرشِ پیلا	نظر جس طرح عینک سے نکل جائے

صفت اس کی کبھی مقدور کس کا

خدا مداحِ عبرت ہوئے جس کا

آفتاب الدولہ قلی لکھنوی

المثنوی ۱۸۶۳ء

لحد میں کام آیا داغ آخر تیری الفت کا
ازل سے ہوں میں کشتہ آپ کے حسنِ ملاحیت کا
شعبہ پاکِ اعجازیت اور نگِ عالم ہے
گلِ عارض اگر نگِ بہار آفرینش ہے
بجز ویدار کیونکر اندمالِ جسمِ فرقت ہو
ہوا روشن ہمیں شانِ نزولِ ذاتِ اقدس سے
اذان ہوئی نہیں ہے پانچ وقتِ خسروِ تقویٰ
مؤخر تو وہ ہے سب انبیاء پر جو مستم تھا
ہوئی تزمین منظور اس کی جب نشی قدرت کو
ہوئی جسمِ ولادت آپ کی سائے ملکِ بولے
تو وہ سرورِ عالم ہے فیضِ مدحِ ابرو سے
گواہی مردۂ صدالہ نے دی صدق کی تیرے
جو کہتے ہیں بلا مہم احمد اس کو زیب ہے
ہوا مسجودِ افلاک استانہ کس کا جز تیرے
کہیں گی دیکھ کر نقشِ قدیم کو آپ کے حویں
نیں اس کی خاکِ پاکِ طویا نے چشم کرتا ہوں
علا کس پیار سے فرمایا مرحومِ خطاب اس کو
زمین بوی دگاہِ معشائی کا شرف دیکھو

ملا اس مہر سے ہم کو قبالہ قصرِ حیات کا
تھک چھڑکا ہے میں نے زخمِ دل پر شورِ الفت کا
کہ وہ ہے نقشِ اولِ عالم بہرِ قدرت کا
ترا سببِ ذوقِ ثمرہ ہے نخلِ باغِ جنت کا
یہ دل کشتہ ہے شمشیرِ قنا سے زیارت کا
کہ اتر آئیہ ناسخِ ہر اک کے دین و ملت کا
ویارِ دین میں ڈنکا بجا تیری شریعت کا
تجلی پر قطعِ جامہ ہوتا تھا ختمِ رسالت کا
سر لوحِ جبینِ عرش لکھا نامِ حضرت کا
ہوا یہ بندگانِ حق پہ نازلِ آیہ رحمت کا
لقب ہے قدیم اللہ نازلِ ملکِ مدحت کا
کیا افتخار ہر اک سگریزے نے نبوت کا
کیا تھا نور سے اپنے جدا خودِ نورِ حضرت کا
فرشتہ کون سے دیر پہرہا محتاجِ اجازت کا
ستار آج کل چمکا ہوا ہے صبحِ جنت کا
نظر اتانے جس دم کوئی زائرِ تیری ریت کا
خدا نے مرتبہ ایسا کیا ہے کس کی امت کا
فلک کو مرتبہ چل ہوا کس اورج و رفت کا

قلق یہ آرزو ہے چشمِ مشتاقِ زیارت کو
کہ ہو مرغِ نگہ پروانہ اس کی شمعِ تربت کا

مولانا کفایت علی کافی

المتوفی ۱۸۵۸ء

عرشِ بریں ایوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 خلد سرا بستانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 آپ کفیلِ کارِ امت، آپ شمعِ روزِ قیامت
 ہیں بے لہجانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 منظرِ رحمت، مصدرِ رحمت، مخزنِ شفقت عینِ رحمت
 ذاتِ محمد، جانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 رحمتِ عالم اُن کا لقب ہے خلقتِ عالم کا وہ سبب ہے
 جسے کیا عالی شانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 بہرِ شفاعت دروِ مصیبت اور برائے رنج و فداکت
 کافی ہے در مانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

غلامِ امامِ شہید

المترقی : ۶۱۸۷۹

اسلام اے مطلبِ انوارِ حق
اسلام اے غمزدوں کے دستگیر
اسلام اے دردِ دل کے چارہ ساز
اسلام اے وہ جہاں کے بادشاہ
چارہ ساز بیکساں بیکس ہوں میں
رحم کر رحم اے رحیم بیکساں
گو برا ہوں یا بھلا جیسا ہوں میں
فکر رہتی ہے مجھے یہ روزِ شب
کوئی اٹھا بادۂ وحدت سے مست
کوئی اپنے زہد پر نمازاں چلا
یاں تو نہیں ہوں اور دل لایوس ہے
کون پوچھے گا مجھے سرکار میں
ہاتھ خالی اس طرف جاتا ہوں میں
عابدوں کے ساتھ کیونکر جاؤں میں
باپ بیٹے کا دھینا باپ کا

اسلام اے مصدرِ اسرارِ حق
اسلام اے اونی روشن ضمیر
اسلام اے خواجہ بیکس نواز
مجھ غریب خستہ پر بھی اک نگاہ
آرزو مند در اقدس ہوں میں
چھوڑ کر یہ آستان جاؤں کہاں
سگ ترے ہی در کا کہلاتا ہوں میں
روزِ محشر ہوں گے سب جہنم طلب
کوئی اٹھا ساغر خلعت بدست
کوئی اٹھ کر بھارتا داماں چلا
شرم ہے اور حسرت و انوس ہے
ہاتھ خالی میں چلا وربار میں
اور تھی دستی پہ شرماتا ہوں میں
رو سیہ ہوں منہ کے دکھلاؤں میں
آسرا واں ہے تو بے شک آپ کا

دستگیرِ دستگیری کیجئے
آبرو میسری دماں رکھ لیجئے

علامہ امام شہید

المترقیہ ۱۸۷۶ء

قدِّ عِنا کی ادا جامہ زیب کی بچین
وہ عمامہ کی بجاوٹ وہ جبین روشن
وہ عباسے عربی اور وہ نجیپا دامن
مردہ بھی دیکھے تو کچاک گریبان کفن
سر مچیں آنکھ غضب ناز بھری وہ چتون
اور وہ مکھڑے کی تھجلی وہ بیاض گردن
دلبر یانہ وہ رقارہ بے ساختہ پن
اٹھ چلے قبر سے بیتاب نیاں پر یہ سخن

مرحبا سید مکی مدنی العسری

دل و جاں بادِ ندامت چہ عجب خوش لقی

جب چلا چاند مدینے کا سونے رب جلیل
شیرِ فردوس کی رکھی کہیں آدم نے سبیل
فرشِ خلعت کا بچھائے تھے کسی جا پر خلیل
روح پر روح لگی گرنے برائے تعجیل
بجھ گئی مہرِ درخشاں کی فلک پر قندیل
کہ اسی راہ سے گزرے گا وہ فرزندِ جیل
کہیں یوسف تھے کھڑے اور کہیں اسمعیل
جب ہوا صوم میں یوں نغمہ سرا سرا فیل

مرحبا سید مکی مدنی العسری

دل و جاں بادِ ندامت چہ عجب خوش لقی

غل ہوا سیرِ فردوس کو آتے ہیں صیب
پیشکش کیا کروں اس شاہِ زمیں کے میں غریب
کوئی دعوت کی نہیں بنتی ہے مجھ سے ترکیب
ناگہاں کان میں آنے لگی آوازِ لقیب
بولارِ ضوان کہ بھلا میرے کہاں تھے یہ نصیب
صدقہ آپ ہی کا ہے جو خطہ میں ہے چیزِ عجیب
مکرات کے مکانوں کی دکھاؤں ترتیب
عرض کرنے لگا یوں جا کے سواری کتدیب

مرحبا سید مکی مدنی العسری

دل و جاں بادِ ندامت چہ عجب خوش لقی

میرزا دبیر لکھنوی

المثنوی : ۱۸۷۵ء

کیا کیا بیاں کروں میں عنایاتِ کبریا
پیدا پیسروں کو اپنے رہبری کیا
ہم کو محسوسِ عربی سا نہی دیا
بسم اللہ صحیفہ فرستِ انبیاء
آگے جو انبیاء سے خودی ادا کرتے
محبوبِ کردگار کے وہ پیشکار تھے

آفاق بہرہ در ہوا حضرت کی ذات سے
آگاہ ذات نے کیا حق کی صفات سے
تصدیقِ حکم حق کی ہوئی بات بات سے
رفتار نے لگا دیا راہِ نجات سے
سیکھے طریقے قربِ خدا کے حضور سے
گمراہ آتے راہ پر نزدیک و دور سے

میںوں سے سب سے دور ہوا درویشی
باقی رہی نہ پیروں میں مستی و کاہلی
معراج ان کے ہاتھ سے معراج کو ملی
واں چاند بکھرے ہو گیا انگلی جہاں ملی
انگلی سے دو قر کو کیا کس جلال سے
غلِ سخا کہ فضل چاند کا کھولا ہلال سے

سرتاقم لطیف تھا پیکرِ مثالِ جاں
اس دہرے نہ سایہ بدن کا ہوا عیاں
قالب میں سایہ ہوتا ہے پر روح میں کہاں
سایہ انہیں کا ہے یہ زمینوں پہ آسماں
معراج میں جو وارِ دچرخِ مخم ہوئے
سایہ کی طرح راہ سے جبریل کم ہوئے

آمد آمد کی جواں فلک پر پیہم تھی دھوم
پاؤں رکھتا تھا جہاں ناز سے وہ عینِ علوم
اور ہر اک نقشِ قدم پر تھا فرشتوں کا ہجوم
کرتی کرتا تھا اور عشرت و شادی کی رسوم
عرش ہر مرتبہ بس شوق سے جاتا تھا جہنم
اس جگہ آنکھ بچھاتے تھے فنا سے نجوم
کرتی رکھتا تھا جیس اور کرتی لیتا تھا چوم
اور کسی لغہ سے ہوتا تھا یہ مضمون مضموم

مرحبا سید مکی مدنی العسری

دل و جاں بادِ ندامت چہ عجب خوش لقی

پڑھا جبریل سے یوں چرخ کے دہاں نے کرن
قال واللہ لقد جاء بوجهه احسن
گفت شوقیکہ بدل و رستم اے شاہِ زمن
گاہ آنکھوں سے لگانا تھا ردا کہ دامن
قال جبریل معی حسنہ حسین و حسن
آنکھ کے پھر کھول دیا قفلِ درِ چرخِ کہن
دل من داند و من داند و داند دل من
اور کبھی کہتا تھا قدموں پہ جھکا کر گردن

مرحبا سید مکی مدنی العسری

دل و جاں بادِ ندامت چہ عجب خوش لقی

عبدالقادروفا

الموتی ۱ ۱۸۸۵ء

تاجدارِ بل اٹی ہو یا رسولؐ شہِ اقلیم سنا ہو یا رسولؐ
مالکِ تختِ ولا ہو یا رسولؐ اوجِ وحدت کے ہا ہو یا رسولؐ

رواقِ غشسِ خدا ہو یا رسولؐ
گلبنِ نیس کے تم آیشار مزرعِ طہ کے تم ہوسبزہ زار
گلشنِ لا تقنطوا کی ہو بہار پردہِ اسرئی کے تم ہو راز دار

مہرِ برجِ والضحیٰ ہو یا رسولؐ
نورِ افزائے کفِ عیسیٰ ہو تم روحِ بخشِ قالبِ عیسیٰ ہو تم
نوح کے طوفاں کے رد فرما ہو تم جو در بخشش میں غلیل آسا ہو تم
پیشوائے انبیاء ہو یا رسولؐ

تم بہارِ روضہ لاہوت ہو نازگی بخش گلِ ملکوت ہو
نہرِ آبِ چشمہ ناسوت ہو غدلیبِ گلشنِ جبروت ہو
شمعِ بزمِ انبیاء ہو یا رسولؐ

آپ کے رخ کی اگر دیکھے جھک ایک قذہ سی جو خورشیدِ فلک
منہ چھپانے شرم سے بے شہد و شک ماہِ پھر کیا ہو مقابلِ یک بیک
منہ پر نورِ حشا ہو یا رسولؐ

جب کہ ہو خورشیدِ تاناں خرا خشک بے آبی سے ہوسب کا گلا
ہی چشمِ دمنائے وفا صدقہ آں و صحابِ با صفا
جامِ کوثر کا عطی ہو یا رسولؐ

واجد علی شاہ اختر

انتوی ۱۸۸۷ء

اعجازِ رستم خامہ گل رنگ ہے میرا ہاؤں سے سوا حوصلہ تنگ ہے میرا
 میزراں ہے خرد کوہِ بھی پانگ ہے میرا ہوں طائرِ سدہ می آہنگ ہے میرا
 اڈھی ہے گھٹا نگر کی چرخ بدنی پر
 یا قوت کی تحریر ہے میرے کی کنی پر
 مرسل بھی وہ مرسل جو احد سے ہوا شوق جس ماہ کی آمد سے ہوا رنگِ فلکِ فوق
 دل حاسدوں کے شانوں کی مانند ہر شوق حق حق تہوتی میخانوں بازادوں میں بق بق
 وہ میم محمد ہوا محمد خدا کا
 حامد ہوا وہ ظلِ ہدیٰ عرشِ طلا کا
 تمجیدِ خدا احمد سے ثابت ہوتی ہر آن موجود ہوتی بہر شرفِ انس نبی جاں
 ہر ابیض و اسود کو خدا کا ہوا فرمان ہر احمد و صفر کی شہادت تھی نمایاں
 ہاں زرو درو و لعل کرو اپنے برابر
 ہاں موجود نچپ اور کرد ہر لہر کو درپر
 ہیں میم محمد سے بہت رمز نمایاں معبود کی مرسل صفتِ منبعِ حیاں
 معبود و ملک معرفتِ مہر کے خواہاں مشغولِ محبتِ مثلِ مژدکِ جاں
 محمود کے ممتاز مصائب و مصائب
 مقرون و مقرب مژدک کے صاحب
 منبر کے حشمِ فخرین اسرارِ مودت محسوس و مہاکت تر معظمتِ اطاعت
 مجبورِ مکرّم مثلِ نیک کی صورت منقود و شلم شد دیں ہر شرافت
 مجبورِ نیک سرِ محرابِ زمانہ
 معبودِ ہستی میں رخِ درِ یگانہ

سایہ بدن کا پاس ادب کے جُدا رہا محبوب کے ہمیشہ وصالِ حُشا رہا
یہ عاشقِ خدا بھی خدا پرست رہا سایہ سے اپنے دورِ رسولِ ہدا رہا

دیکھو یہ باغِ نعیم جو رغبت ہو سیر کی
برچھائیں تک نہیں یہاں مضمونِ عین کی

وہ کون رسولِ جزوِ کل خطبہ ایماں سرتاجِ فصیحانِ عسبِ آیہ عرفاں
شیرازہ مژدہ لکھتے قالبِ قرآن استادِ دبستانِ ازل تائبِ یزداں
جانے وہ شرفِ ان کا جو قرآن کو جانے

قرآن سے اول انہیں بھیجا ہے خدا نے

علمِ ان کا ہے جو فرشِ پر وہ عرشِ بریں پر اس علم کا احمد کا قدم ہے سر دین پر
روشن ہے جلالِ شہ دیں اہلِ یقین پر حقِ عرشِ پر مذاح ہے انسانِ زمین پر

سب حال سے آئینہ دلِ خیرِ اُمم پر

دو نقطوں کے مانند دو عالم ہیں قدم پر

مولانا الطاف حسین حالی پانی پتی

التونى ۱ ۱۹۱۴ء

یا ملکی الصفات یا بشری القوی	قبک دلیل علی اکبر خیر الوری
تجھ سے ہوئی زندہ خلق جیسے کہ بارانِ خاک	خلقِ نخبِ الزمان لبشکِ محیا الوری
دعویٰ روشن ترا شاہت بے بنیہ	صورت و سیرت تری صدق پتیرے گوا
قال ترا اور حال نشہ وحدت میں چمد	اور عنایتِ سرا خدا اور بچھونا خدا
غیب سے بھیجا تجھے، مہتا پھرتا تھا جب	دشت میں بھٹکا ہوا فلتہ بے رہنا
آٹھا ہدایت کو تو عین ضرورت کے وقت	جیسے کہ ہنگامِ قحط قبلہ سے اٹھے گھٹا
شانِ رسالت کی تھی تیری جبین سے حیاں	گود سے داہر ابھی کہ نہ چسکی تھی جدا
گلہ بنی سعد کا جب کہ چراتا تھا تو	عکس آدم تجھے سونپ چسکی تھی قصا
دوڑ پڑے سوائے حق کاٹ کر سب بیڑیاں	امیوں کے جب پڑی کان میں تیرے صلا
راہبِ قیس و جبرہ گئے دل تھام کر	دیکھ کے تیرے قدم ہم قدمِ انبیاء
خاک تھی جس ملک کی مزرعِ شر و فساد	تو نے اس کو دیا ارض مقدس بنا
تو نے تمہل کیا، قوم کا غلبہ تھا جب	جب ہوتی مغلوب قوم تو نے زحمت کیا
پھوڑ گئے تھے سلفِ کام ادھورے بہت	تو نے کیا دام دام قرض سب ان کا ادا
تو نے کیا ستر حق عارف و عامی پہ فاش	ایک کو سمجھا دیا ایک کو دکھلا دیا

چوٹ سے حق کی راہ دل نہ اچھوتا کوئی
 حجت حق کر چکا دین ترا جب تمام
 دیور ہوتے بے چراغ اور صلوات یہود
 بجھ گئے آتش کہ نئے بیٹھ گئے بت کہ سے
 اُنٹے بہت مدعی جیسے کہ سادہ میں گھانس
 غیرت حق نے مگر جسد لیا انتقام
 رہ گیا نام ستیاع کذب میں ضرب المثل
 سلسلہ انبیاء ختم نہ ہوتا۔ اگر
 آتے ہوتے چشمہ دیا تو نے کنوئیں سے نکال
 بس نہ رہا اشتیاء اب حق و باطل میں کچھ
 ایک کے کا لگا ایک کو گھائل کیا
 پھر نہ کسی دین کا رنگ جہاں میں جما
 شرک ہوا معنہ عمل اور کھانت ہنیا
 ہو گئی تثلیث مات اور نویت فنا
 مزملہ پر چند روز پاتی ہے نشو و نما
 بل گئے اٹھ اٹھ کے سب خاک میں اہل ہوا
 اسود و ابن کثیر خوار ہوئے بر ملا
 حق کی حقیقت سے تو پردہ نہ دیتا اٹھا
 جس کو چلے آتے تھے کھوٹے سب انبیاء
 بھیج چکا تیرے ہاتھ ملت بیضا خدا

تسبیح پر صلوٰۃ و سلام رب سموت سے

روز و شب صبح و شام ہا قدر مال و حصے

سید محمد فخر الدین حسین سخن دہلوی

ہو ابے عشق اے صل علی کس ماہِ طلعت کا
 پھنکا جاتا ہوں اے ہم تپ ہجر مدینہ میں
 رسالت کی گواہی دیتے دیتے مر بھی جاؤں گا
 رقابت کا زماں ہے ان دونوں کے جھگڑے میں
 دمِ آخر جمال اپنا اگر دکھلائیے مجھ کو
 معاذ اللہ پھر اُمت کا کہنے کیا ٹھکانا تھا
 زیارت ہو تو میں دکھلاؤں اپنا داغِ دل حضرت
 وہاں بھی جائیں گے یوں جیسے بگھر میں جائیں
 کسی کو دعویٰ تقویٰ کوئی ہے زہد پر نازاں
 جگہ دے دیجئے تھوڑی سی اپنے کھئے اقدس میں
 نہیں کچھ فکر سوزِ آفتاب روزِ محشر کی
 سیکاری سے یہ بکتے ہوئے بھی شرم آتی ہے
 نبی وہ کون ہے جس نے کہ ایسے مرتبے پاتے
 شجر نے از رہِ تعظیم پاس آکر قدم چومے

کہ عالم داغِ دل پر ہے مے بہرِ نبوت کا
 اڑاتا ہے دھوئیںِ دل کے شرارِ داغِ حسرت کا
 تو انگشتِ شہادت ہو گا بسزہ میری تربت کا
 زبانِ دل کو میسے ورد ہی کیا نام حضرت کا
 تو پھر کیا خوف ہے کمِ بخت دشمن کی عداوت کا
 سہارا اگر نہ ہوتا آپ کی اس کو شفاعت کا
 کہ سوزِ عشق سے خورشید ہے صبحِ قیامت کا
 درِ جنت پر رضواں منہ تیکے گا تیری امت کا
 بھروسہ ہم گنہگاروں کو ہے تیری شفاعت کا
 مزا مل جائے گا مجھ کو وہیں فردوسِ جنت کا
 گنہگاروں پر ہو گا سایہ تیرے ابرِ رحمت کا
 کہ میں بھی ہوں غبارِ خاکِ حضرت کی اُمت کا
 لقبِ دنیا میں مرحومہ ہوا ہے کس کی اُمت کا
 کیا اقرار پتھر نے بھی ہاتھوں پر رسالت کا

اتاریں گے فرشتے دُبِّ سَلَمَ کُہ کے ہر اک کو
عجب کیا گر شفاعت ہے محروم محشر میں
تمنا ہے کسی کی قبر میں صورت دکھانے کی
گدائے گوچہ احمد کی خاک پا جو مل جائے
عجب تقدیر ہے باشندگانِ کھنڈے اقداس کی
مزا ملتا ہے گھر بیٹھے جھینسِ فردوسِ جنت کا
گزر ہو گا صراطِ قعرو زخ پر جو اُمت کا
کہ لے زاہد بھروسا ہے تجھے اپنی عبادت کا
فرشتوں کو ملے موقع جو شاید مجھ سے نجات کا
ملا کر اس کو میں بنواؤں تعویذ اپنی تربت کا
مزا ملتا ہے گھر بیٹھے جھینسِ فردوسِ جنت کا

بوقتِ نزع مومن کی مدد کرتے ہیں آپ آکر
سخن کی بھی خبر لیجے گا صدقہ اپنی امت کا



محسن کا کوڑی

المثنوی : ۱۳۲۳ء

مثنوی صبحِ تجلی

۱۲۸۹ ہجری نبوی ۱۳۲۳ء

صلی اللہ علیہ وسلم

۴۴۷

حالِ ولادتِ صبحِ اکرم

۸۴۲

تفسیر کتابِ آسماں ہے
ویسا چہ نگارِ نسخہٴ روز
بیدارہ لیے ہوئے ہے موراں
آماوۃ دورِ والضحیٰ ہے
لوحِ ذریں سورۃ نور
والفجر کے عاشقِ پکشاف
ہم طالعِ کشورِ بخشاں
ہر کوہِ رنگِ طور روشن
آبِ حلب دہرائے کشمیر
مشکوۃ شریفِ مہرباں
نظارہ کا بختِ خفتہ بیدار

بیضادٹی صبح کا بیاں ہے
ہے خاتمہٴ شبِ دل افروز
آثارِ سحر ہوئے نمایاں
واللیل کو ختم کر چکا ہے
عنوانِ فلک ہے درِ منشور
اطرافِ بیاضِ مطلعِ صاف
مہمورۃ دہر تا بیاں
ہر دشت ہے مثلِ دشتِ امین
عالم میں ہے آفتابِ تاثیر
جزدانِ سپہریں ہے پنهان
آنکھیں نظارہ کی طلب گار

منظور ہے حسن کا تماشا

ہے شرق سے غرب تک پریشاں

وہ سورۃ یوسف تجلی

پستی کا دماغ آسماں پر

وہ ہے بلخ اعلیٰ کی تفسیر

معنون طلوع صبح صادق

موقوف حدیث شب کی تصحیح

ظلمت کا چراغ بے ضیا ہے

مہتاب کی چاندنی ڈھلی ہے

روپوش و بیہ پرغِ اختر

اہل مکہ کشاں ہے مفور

زمرہ کا سفید ہو گیا رنگ

ہے فکر سپہ رات بھر کی

ہر مطلع صبح صادق استاد

ہے وقت اخیر شب خلاصا

ہنگام پسیدہ سحر گاہ

اک مخبر صادق البیان ہے

کیفیت وحی میں ہے بیل

سبزہ ہے کنار آبِ جو پر

نوبت ہے صدائے قمریاں کی

سحر وید ہے ویدہ زلیخا

نورِ عینین پیہ کنڈاں

وہ مطلع مصر کی عزیزی

اورج افلاک ہر گستر

یہ ہے کشف الدجے کی تعبیر

مشہور روایتِ مشرق

رکھ دیکھئے طاق پر مصابیح

انجم کا ستارہ ڈوبتا ہے

مریخ کی نسبت مشتری ہے

ظلمت کا سیاہہ کر کے ابتر

پردانہ زریں شمع کا نور

نظم پروں کا قافیہ تنگ

کیا بات ہے مطلع سحر کی

اڑ ویدہ نوشت صا و بر صا و

الوح زبر جہ فلک کا

ساعات میں روز و شب کے دائرہ

پینیرِ احمر الزماں ہے

ہے وقتِ نزلِ صحفِ گل

یا خضر ہے مستعد و منو پر

تیاری ہے باغ میں اواں کی

محو تکبیرِ فاخا ہے
 اک شاخِ رکوع میں رکی ہے
 سوسن کی زبان پر مناجات
 تبسح شگوفہ یا مصور
 پھیلی ہوئی بوئے گل چمن میں
 غنچے میں ہے خامشی کا عالم
 کیا رہی ہر ایک انگلی میں ہے
 پابندِ زکوٰۃ نامیہ ہے
 لایا یہ مجاہد صبا رنگ
 ساک ہے چمن میں نہر موزوں
 ہے صوفِ صاف دل صوبہ
 ہر تخمِ شجرتِ آرمیدہ
 ابدال میں برگِ نخل اوداد
 خدمت میں بہار کی صبح ہے
 سجادہ ہدکش لالہ یکسو
 ہے استغراقِ نیلور کو
 سیفی جو زمانِ غار پر ہے
 وحدت ہے چمن میں منیرِ پوست
 کتا ہے اس شانے لہاؤ
 غرق ہے نصیبِ یاسمن کو
 قد قامتِ سرورِ دلربا ہے
 اور دوسری سجدے میں جھکی ہے
 جاری لب جوئے الثیات
 تھریٹہ تاکِ رستِ اُغفر
 اور صلِ علی کا غل چمن میں
 یا صوم سکوت میں ہے مریم
 اور آبِ رواں طواف میں ہے
 کانا زنگل کو تولتا ہے
 نافرمان ہو رہا ہے چو رنگ
 منسوب ہے شاخِ بید مخمور
 تھریک نیم حالت آور
 ہر ایک ثمرِ خدا رسیدہ
 ہے نعم العبدِ سرورِ آزاد
 سبزہ شبنم کا بالکا ہے
 یکو شب زندہ وار شبنو
 پاسِ القاس ہے سحر کو
 زرخس کی نگاہ میں اثر ہے
 صادق ہے بہار پر ہمدوست
 موتوا من قبل ان تموتوا
 عمامہ ملا ہے تا دون کو

پیہراؤںِ نرد میں سمن سے
 عطارِ شمیمِ گلستان کی
 پھولوں میں یوں گلابِ خوش آب
 کیوڑا گلزارِ پَرِ فص میں
 ہر شمعِ خموش فکر میں ہے
 سوزش میں قلندرانہ فطری
 ہے خواجہ نقشبندِ دہی جاہ
 ہر کبکِ درمی خلیسل آذر
 اعجازِ نسیمِ صمد م ہے
 عالم میں وہی ہوا ہے چلتی
 تنزیہ ہے مستِ نغمہ ہو
 باشان و مشکوہ جلوہ فرما
 سامانِ ظہور کی ہے تمہید
 فیضِ روح القدس عیاں ہو
 آمینتہ ہو چار سوئے عالم
 ہر قطرہ ہو جو مثالِ بحیرہ
 وہ شان ہو آج رنگِ دبو کی
 وہم نہ حجاب کو عطا کی
 فرمانِ بقا کے مستند ہوں
 کثرتِ وعدت میں ہو کے فانی

سلطانِ مشائخ چمن سے
 ہم مرتبہ فرید بوئی
 جیسے قطبوں میں قطبِ الاقطاب
 غوثِ الثقلین اولیاء میں
 ہر طائرِ شوق ذکر میں ہے
 اور چشتی سبز پوش طوطی
 طاؤس علیہ رحمتہ اللہ
 ہر پد نامِ خدا چمبہ
 اناسِ مسیح کی قسم ہے
 جو صبحِ الست کو چلی تھی
 ہنگامہ لا الہ ہر سو
 شائبشہ تختِ گاہِ الا
 قدرت پہ ہو رہی ہے تاکید
 افشائے روز کن فکاں ہو
 بسیرِ تجلیاتِ پیہم
 مہرِ قدرہ ہو آفتابِ پیکر
 مصداق ہو جلِ شانہ کی
 آبِ حیوان کی میرِ عسری
 احکامِ فنا کے مسترد ہوں
 حاصل کرو عمرِ حیاتِ اودانی

مہمانِ حدوث کا قدم ہو
 سیرانیِ تازہ روپ دکھائے
 اسرائیل اپنی صور لائیں
 عزرائیل اب کری نہ دورا
 اللہ الشہیدی سماں ہے
 سرسبزی ہے باغ میں جنان کی
 لوح و قلم ادیبِ تقدیر
 ایامِ بخت پھر جواں ہے
 ہستی و عدم میں یک لے ہے
 کیفیتِ غری سے سرور
 رضوان نے کہیں سبیل رکھی
 تیار کیے بحکمِ باری
 آنے لیے ساعتِ صراحی
 گلہ تے بہشت کے بناتے
 بیٹھے ہوئے دریں خوشی سے پھولے
 خاک ہے زمین و آسمان کا
 گویا آرائی ہے زمیں پر
 نازل ہوئے عرش سے فرشتے
 حاضر ہوئی روح پاک آدم
 ہرگرمِ ارم زمانہ بشکفت

اسکاں پہ وجوب کا کرم ہو
 ہر شاخِ خمیدہ راست ہو جائے
 پھر رنگِ امید کو جائیں
 ناکارہ کے رہیں عدم کا
 ہر شے کو حیاتِ جاوداں ہے
 آمد ہے بہار بنے خزاں کی
 موجِ خطرِ نسخِ عالم پیر
 پھر عہدِ شبابِ آسمان ہے
 لاشے کے بھی لبِ پرآج نئے ہے
 رنگیں طبعانِ محض نور
 سرِ کوزہ سبیل رکھی
 میکائیل بکتِ طرفِ نہاری
 کوشے سے بھی جوتی صبرِ جی
 جبریل درود پڑھتے آئے
 غلمان لیے مارا حورِ مجرے
 نقشہ سے مکاں میں لامکاں کا
 ینا بازارِ چرخِ اخضر
 سب حق علی الفلاح کہتے
 دوراں نے کہا کہ غیرِ مقدم
 طوبی تک یا ابا البشر گفت

انوار تھے نور کے نمایاں
رحمت کے لباس میں چپے راس
بین برکت لیے ہیں موجود
خاتم پر لکھے ہوئے سلیمان
بسم اللہ صابر الوب
یوسفؑ مع عزت و مناصب
داؤدؑ لیے زبور پر پہنچے
کبے میں خلیلؑ کا ہے جلوہ
اسحقؑ مع ذریعہ آئے
تھے حسن فروش جلوہ مشاق
انوارِ محاسن و کمالات
جو کچھ اب تک ہوا ازل سے
ہر نکتہ جانقرائے ناسوت
توحید کی شان راہِ استبازی
استغنا ہر کابِ شمیم
دانش و انائے ستر مکنون
وہ نظم فصیح جس کا سہاں
وہ دولت و جاہ روز افزوں
خاتم کا وصفِ جوہر کامل
حکمت مفارحِ عقل مقصود

یا ابرہہ کرم کا جوش طوفان
شیث و امہ کیں و خضر و ایاس
ہارون و ثعلیب و صالح و ہود
نقشِ تسخیر جن و انساں
الحمد کتابِ شکر یعقوب
یونسؑ مع ماہی و مراتب
موسیٰؑ مع شمعِ طور پہنچے
بت کرتے لگے خدا کو سجدہ
لقمانؑ مع مسیح آئے
ارواح کے ساتھ ساتھ اخلاق
اقسام صفات و عمدہ حالات
ہوئے والا ہے جو کچھ آگے
رازِ ملکوت و سہرا ہوت
تجسید کی وضع بے نیاز ہی
اقبال کے ساتھ تخت و دیہیم
سمرانیہ تازشِ فلاطون
طفل تا خواندہ دبستان
جس کے بندوں میں تھا فریڈن
عدل نور شیردان عادل
علم آئینہ وجود و معبود

ہر گروہ پر قلم ولایت
صدیق کا صدق استواری
آوازہ عمر کی صاحبی کا
ریحان بہشت روح پرور
رہیمی لالہ زار ایمان
آثار مجاہدین ابرار
مقبول با یزید و اوسم
عرفان ابوسعید و کرنی
گستاخی عاشقان جانناز
مجنون و ہجوم حسرت دل
القعدہ یہ دیکھ کر تماشا
کہتی ہوئی کیا ہی آج سامان
خوشید فلک کے ساتیاں میں
غلوت گہر حسن سہے زمانہ
ڈوبے ہوئے جنگ میں چین کے
خوشید تلوار کا شرف ہے
منظر کا خطاب میسر ہے
شبہم کو دم فلک مابی
ہر قطرہ میں آب و تاب گرہر
آفاق میں ہے تجلی نور

ہر نیت مطلع ہدایت
عثمان کا حلم و بردباری
اور دیدہ مرتضیٰ علی کا
خلق حسن شگفتہ منظر
جانبازی سید شہیدان
انوار مجاہدین و انصار
محبوبی خاص خوش اعظم
روشن دلی جنید و شبلی
حسن آئینہ تجلی تاز
سیلی مع ساز بان و محل
حیرت ہوئی آکے جلوہ قرا
کھلتا نہیں کچھ یہ شہر پشال
یوسف کے غبار کارواں میں
اور جسدہ صبح شادانہ
نعرے ہوئے روپ دہن کے
مہراج نظر کو ہر طرف ہے
منظر کا لقب ابوالعلا ہے
مٹی میں کمال بوترا بی
ہر موج شمع مہر انور
باشان نزول جسدہ طرد

کرتا ہے فلک سجود پیہم
 اونچی ہوتی یہ مکاں کی کرسی
 مرکز کو چلی گئی ہے کیا تار
 پانی طوبیٰ کی جڑ میں پہنچ
 ہے خاک کی طبع میں روانی
 چلتے ہیں یہ کس ہوا کے جھونکے
 باندھا وہ قناتے لعن کا لام
 بت ہر سکوت بردہاں ہے
 کس کی شوکت کا زلزلہ ہے
 ہے کس کو خطاب ایزد پاک
 گم نور وجود میں قدم ہے
 ہے فرش پہ عرش کی تجسلی
 ہے قبلہ ہر ایک سمت پر نور
 ہر نقش کمال کا سزاوار
 کیا رنگ قبول جلوہ گر ہے
 ہے چاندنی ایک نام پیکر
 اور نگ نشین باغ ہے گل
 ذی حکم خزانہ اشرفی ہے
 عباسی کو دعویٰ قمریت
 ہر دانہ ہے قابِ محسنہ خیر

مائل بہ زمیں ہے عرش اعظم
 سب گھل گئی لامکاں کی قلعی
 آتشکدے گل ہوتے جو یکبار
 جو خشک ہوا ہے بھر مادا
 جو دشت سادہ میں ہے پانی
 ہوش اڑتے ہیں جن سے کاہنوں
 ابلیس کی فوج میں ہے کھرام
 بت خاؤں میں شود الاماں ہے
 قصر کسریٰ جو ہل رہا ہے
 لولاک لما خلقت الافلاک
 آغوشِ عدوت میں قیوم ہے
 کہتے ہوئے لا الہ الا میری
 ہر بیت ہے مثل بیت مہمور
 ہر غرد میں عقل کل کے آثار
 ہر گل پہ ہزار کی نظر ہے
 سورج مکھی آفتابِ نور
 اور ہیبت ہزار یوں میں بیل
 صد برگ کا حکم پانصدی ہے
 داؤد ہی کو شہرِ نبوت
 ہر ذرہ ہے خاکِ شمس تبریز

القاب نسیم دامنِ دشت
خالقِ کاکرم ہے فیضِ گستر
روئے حسناات سوزے اخبار
ہے فکر میں عابدوں کی طاعت
جیسی آس دن سحر ہوتی ہے
ایں نسخہ چہ انتخابِ وارو
ناگاہ بکسوة عبارت
یہ صبحِ سعادت جہاں ہے
مفتاحِ خزینہ ہائے اسرار
ہے بدرِ کمال اوجِ تشبیہ
نازل ہے زمیں پہ کبریائی
آس وقتِ دیار میں عرب کے
برجِ شرفِ قریشیاں میں
کعبے کی زمین نامور سے
اسلام کا آفتاب چمکا
پیدا ہوئے سرورِ دو عالم
محبوبِ خدا نبیِ مرسل
شاہنشاہِ انبیاء محمد
پیدا ہوئے حضرتِ پیغمبر
وائیل اشارتے زمویشس

مخدوم جہانیاں جہاں گشت
بخشش کا صلا ہے عام گھر گھر
چشمِ رحمت سوزے گھر گھر
محسن کی تلاش میں شفاعت
ایسی کبھی پیشتر ہوئی ہے
ایں صبح چہ آفتابِ وارو
پیدا ہوئی غیب سے بشارت
نورِ تری بہارِ جاوہاں ہے
مصابیحِ تجلیاتِ انوار
لبریزِ جمالِ مہرِ تنزیہ
بندے کے لباس میں فدائی
مطلع سے تجلیاتِ رب کے
ادبِ شمیموں کے خاندان میں
اور عبدالمطلب کے گھر سے
سب سے پر وہ و بے نقاب چمکا
پیدا ہوئے فخرِ نوح و آدم
صبحِ دویمیں روزِ اول
تاجِ سراصفیا محمد
صبحِ قدرت کے سدا بکر
دانشمیں جہارتے ز رویش

نور عین البیتیں محمد	خورشید پہر دریں محمد
پیدا ہوئے کعبہ حقیقت	پیدا ہوئے قبلہ طریقت
منظور حضور حق تعالیٰ	مقصود ازل اجل و اعلیٰ
مہر عرب و عجم محمد	سلطان فلک حشم محمد
آرائش تخت لی مع اللہ	پیدا ہوئے پادشاہ ذیجہا
ابوئے جبین قاب قوسین	عین عرفان و مردم عین
روح روح الایں محمد	جان و دل مرسلین محمد
مہر عرفان و عشرہ تمکین	پیدا ہوئے خاتم النبیین
ثالثہ صلوٰۃ و تسلیم	ہامیم احمد اہد بلاسیم
آئینہ حق نما محمد	گنجینہ اصطفت محمد
آل و اصحاب پیروانش	محم رضوان حق روانش
کہا ہے خطیب خامہ شوق	کیفیت وہ ہے اب ذوق

ہے ذکر ولادت پیغمبر

اعلیٰ اولیٰ اہم و اکبر

صفی لکھنوی

انتوفی ۱۹۵۰ء

پیغمبر و سرورِ حجازی	پہلا اللہ کا نمازی
حق کی توحید کا مبلغ	محوِ طاعت بہ قلبِ فارغ
سرکش عربوں کا سر جھکایا	حیوانوں کو آدمی بنایا
قائم کیا رشتہ مواخات	برتاؤ میں شیوہ مساوات
مصلح، سرمایہ داریوں کا	حامی، محنت شعار یوں کا
وہ ماہِ تمام چاہِ نخب	جس کا غارِ حسرتھا مکتب
وہ حسنِ طبع جس کی پوشاک	”لولاک لما خلقت الافلاک“

وہ جانِ جہانِ آفرینش

معنائے بیانِ آفرینش

میر محبوب علی لائق

المترقی : المارۃ ۱۹۱۸ء

تو کہاں اے دل کہاں نعتِ رسولؐ
بادشاہ و اتبیار سلطانِ دین
باعثِ ایجادِ ارض و آسمان
صاحبِ معراج اور خستیمِ رسل
نامِ سخنِ ادیانِ سابق ہیں یہی
آیا ہے قرآنِ جن پر وہ نبی
وہ نبی دائم رہے گا جس کا دین
سرور کون و مکانِ اُمّی لقب
احمدِ مرسل شہِ لولاک ہے
حق نے کی ان کی ثنا قرآن میں
ہے یہی فخرِ رسولانِ سلف
ہے لقبِ جس کا امیر المومنین
جس کو خالق نے عطا کی ذوالفقار
وہ ولی حق ہے اور دستِ خدا
مدد جس کی لا فتی الا علی
شان میں آیا ہے جس کی اتما

ہو گیا ہے رحمتِ حق کا نزول
بہترینِ اولین و آخرین
جس نے کی اک پل میں سیر لامکاں
تابعِ فرماں ہیں جن کے جسد و کل
واقعِ اسرارِ خالق ہیں یہی
ہے شفیعِ روزِ محشر وہ نبی
وہ نبی جو رحمتِ عالمین
جس کا پاکیزہ حب ہے اور لب
اور محمد جس کا اسم پاک ہے
بلکہ ہے قرآن انہیں کی شان میں
جانشین ان کا علی شاہِ نجف
شیرِ حق استادِ جبریل امین
جنگ سے بھاگا نہیں جو زہبار
وہ نہیں ہے نذرِ احمد سے جدا
لمحہ لمحی ہے ارشادِ نبی
شان میں آیا ہے جس کی بل اتی

قوتِ بازو ہے اور نفسِ رسولؐ
والدِ سبطین اور زوجِ بتول

مولانا حسن رضا خان بریلوی

المتوفی: ۱۹۰۸ء

سر صبح سعادت نے گریباں سے نکالا
 پیدائش محبوب کی شادی میں خدا نے
 رحمت کا خزانہ پئے تقسیم گدایاں
 خوشبو نے عناد دل سے چھڑائے چمن و گل
 ہے حسن گلوئے مہر بظاہر سے یہ روشن
 پردہ جو ترے جلوۂ رنگیں نے اٹھایا
 اُس ماہ نے جب مہر سے کی جلوہ نمائی
 اے مہر کرم تیری تحببت کی ادا نے
 صدقے ترے اے مرد مک دیدۂ یعقوب
 ہم ڈوبنے ہی کو تھے کہ آقا کی مدد نے
 اُمت کے کلیجے کی خلش تم نے مٹائی
 اُن ہاتھوں کے قرباں کہ ان ہاتھوں سے تم نے
 ارماں زدوں کی ہیں تمتائیں بھی پیاری
 یہ گردن پر نور کا پھیلا ہے اُجالا
 ظلمت کو ملا عالم امکاں سے نکالا
 مدت کے گرفتاروں کو زنداں سے نکالا
 اللہ نے تہ حسانہ پنہاں سے نکالا
 جلوے نے پتنگوں کو شبستاں سے نکالا
 اب مہر نے سران کے گریباں سے نکالا
 مصر کا عمل صحن گلستاں سے نکالا
 تاریکیوں کو شامِ عنبریاں سے نکالا
 ذروں کو بلائے شبِ ہجراں سے نکالا
 یوسف کو تری چاہ نے کنعاں سے نکالا
 گڑاب سے کھینچا ہمیں طوفاں سے نکالا
 ٹوٹے ہوئے نشتر کو رگِ جاں سے نکالا
 خارِ عینم پائے غریباں سے نکالا
 ارماں نکالا تو کس ارماں سے نکالا
 یا صبح نے سران کے گریباں سے نکالا

گلزارِ براہیم کیا نار کو جس نے
دینی تھی جو عالم کے حبیبوں کو راحت
قرآن کے حواشی پہ جَدَّالِین لکھی ہے
قربان ہوا بندگی پہ لطفِ ربانی
اے آہ مرے دل کی لگی اور نہ کھبتی
مدفن نہیں پھینک آئیں گے اجاب گڑھے میں
کیوں شور ہے کیا شر کا ہنگامہ یہ ہے
لاکھوں تے صدقے میں کہیں گے دمِ عشر
جو بات لبِ حضرتِ عیسیٰ نے دکھائی
منہ مانگی مرادوں سے بھری حبیبِ عالم

اُس نے ہی ہمیں آتشِ سوزاں سے نکالا
تھوڑا نمک اُن کے نمک اُن سے نکالا
مضمون یہ خطِ عارضِ جاناں سے نکالا
یوں بندہ بنا کر ہمیں زنداں سے نکالا
کیوں تُو نے دُھواں سینہ سوزاں سے نکالا
تا بُو ت اگر کو حیرِ جاناں سے نکالا
یا تم نے قدمِ گورِ عسریاں سے نکالا
زنداں سے نکالا ہمیں زنداں سے نکالا
وہ کام یہاں خلیشِ داماں سے نکالا
جب دستِ کرم آپ نے داماں سے نکالا

کاننا غمِ عقبی کا حسن اپنے جگر سے

اُمت نے خیالِ سرِ مرگاں سے نکالا



ڈال دے شورِ نوا! معمورۂ ظلمات میں
 دوڑ جا! آہنگ بن کر سازِ موجودات میں
 خاک کو بھر دے سرورِ آسماں پر داز سے
 گرم کر دے روحِ مستی شعلہٴ آواز سے
 حسنِ آرائش سے زینتِ عالمِ امکاں کو دے
 خلعتِ تجسیدِ آئینِ کہنِ سامان کو دے
 کلیاتِ دہر کی اک شرحِ نو تحریر کو
 نظمِ ہستی کی نئے الفاظ میں تفسیر کر
 طرحِ نو انداز و بنیادِ جہاں از سرِ فلک
 شعلہ درپیرا ہنی آتشِ بخشاک و تز فلک

آغا حشر کاشمیری

المتوفی ۱۹۳۵ء

وہ پیامِ آخری، اسلام جس کا نام تھا
 وہ ظہورِ صدق، جو پروردہ السلام تھا
 وہ تجلیِ حقیقت جو ضلالتِ سوز تھی
 گرمیِ قلبِ محمد سے تپشِ اندوز تھی
 آمدورفتِ نفس لاتی تھی پیغامِ حیات
 ورنہ نذرِ خود فناوشی تھا ناکامِ حیات
 چشمِ بدینا، حیرتِ طفلانہ کا گہوارہ تھی
 صرف تعمیرِ تحیر، طاقتِ نظارہ تھی
 نغمہ سنجِ قدس چپ تھا گلشنِ بحیر میں
 بند تھا شورِ انا مسلم لبِ تقریر میں
 مدفنِ صد عبودہ آشوبِ زا آئینہ بود
 یک جہانِ بے قرار می دم بخود در سینه بود

روشنی دُنیا کو دی جس مہرِ عالم تاب نے
 رنگِ فطرت دھو دیا جس نور کے سیلاب نے
 ظلمت اُگیں خلقتِ انسان کو بینا کر دیا
 سنگریزے کو حبلا دے کر نگینہ کر دیا
 شمعے پیدا کر دیئے خاکِ سترِ افسردہ میں
 زندگی کی لہر دوڑا دی حیاتِ مردہ میں
 شورشِ ہنگامہ آرا، آبِ گل میں ڈال دی
 شورِ بادل کا، تڑپِ بجلی کی دل میں ڈال دی
 ایک پھل پڑ گئی جذباتِ رنگ آلود میں
 آگ سی گریا لگا دی، تودہ بارود میں
 بارہا تالید و گفت اے قومِ مابعدِ ارشو
 حصّہ خود از حریمِ ساں گیر و گرم کارِ شو
 ہاں پھٹک پشانیِ ظلمت پہ افشانِ سحر
 ہانک دے دامانِ شب میں پھر گر بیانِ سحر
 بہرہ دہ کر دل کو سوزِ احمدِ بے میم سے
 جگمگا دے بزمِ جاں کو شمعِ ابراہیم سے
 اپنی ہستی نذر دے ملت کِ قربانِ گاہ کو
 زندہ کر دُنیا میں آئینِ خلیل اللہ کو

نقشِ خلیلی

قضا دائیں قدر باتیں جلو میں
 یقیں کا سوزِ پیشانی کی ضو میں
 دوائے فقر و فخری سایہ افکن
 جلالِ ادنیٰ سا اک عبدِ فروتن
 وطن چاؤش، ملت چوبِ بردار
 ملکیتِ رحتم کی طلب گار
 یہ صحنِ حسمۃ للعالمینی
 سریرِ آرائے ختم المرسلینی
 حضوری میں سیادت دست بستہ
 نگہ رانی کوتاہیدوں کا دستہ
 رواں مہرِ نبوتِ عام جس کی
 سواری اہلِ ایام جس کی
 حکومت جس کی صد ویرِ کمالات
 قیامِ عدل و احسان و مساوات

عبدالعزیز فطرت

۱ جنوری ۱۹۶۷ء

اب وہی ہیں مے دل میں مکیں جن کا ثانی کوئی دنیا میں نہیں
ہے اُسی گھر کی فضا اس مجھے میں ہوں محبوب کی بستی کا مکیں
دل ہے اُس کو تے منور کا فقیر کہ جہاں جھکتی ہے شاہوں کی جبیں

باریابی کا شرف، اور مراد دل؟

یہ بھی ہے محبہ حسن یقین

مصطفیٰ حسن ازل کے صدقے فلک حسن کے ہیں مہرِ مہیں
مصطفیٰ اپنے مراتب کے طفیل بہ صداغناز ہیں افلاک نشیں
مصطفیٰ بھر سنا، موجِ عطا مصطفیٰ، معنیِ قہرِ آنِ مہیں
مجھ گنہگار کو ہے جراتِ نعت میرے لب اور یہ کلامِ شیریں
میری تقدیر یہ حسنِ اخلاص؛ میرے حصہ میں یہ انوارِ یقین
اب مے بے ہیں اور وہ دے ہے جس کے دربان ہیں جبریلِ امیں
اب مے بچے ہیں، اور وہ عظمت کہ بے کونین میں مست از تریں
اب مے کانوں میں رس گھولتی ہے نطقِ رحمت کی ادائے شیریں
اب مری آنکھوں میں وہ بچے ہیں رشتے کونین کی ہیں جو تزیین

میرے اشکوں میں ضو کے طالب دیدہ اختصار و قلب پر دیں
 میری آنکھوں میں ندامت کے گھر کان احساس کے ہیں ڈر نہیں
 یہی اشک اپنی لطافت کے طفیل شبہم گلشن فردوس بریں
 یہی آنسو ہیں بیانِ حسیم دل یہی آنسو ہیں مستعار تسکین
 انہی اشکوں کی ضیاءِ ریزی سے ہوا پر نور جہانِ دل دیں
 یہی تارے یہی موتی یہی پھول درِ احسد پہ مری نذرِ حسیں
 شوق بے لوث کے مظهر ہی سہی

پھر بھی کافی مرے نذرانے نہیں

شرمِ عصیاں! یہ ادائیں تیری بھاگتیں ان کو سو مقبول ہونیں
 کشتِ عصیاں! تری سیرابی کو اور رحمت کی گھٹائیں اٹھیں
 داغِ عصیاں! تو گلِ تر ہی تو ہے رونقِ گلشنِ فردوس بریں
 چشمِ عاصی! تو یونہی پر سے جا

شہرِ توبہ کا یہی ہے آئیں

اے زبے بخت ہوئیں سہل تمام مشکلیں جتنی مجھے پیش آئیں
 خوابِ گاہِ مہِ طیبہ کے قریب نعمتیں بندوں کی بیدار ہوئیں
 سب کے حقہ میں تھا انعامِ قبول ذہن میں جتنی دعائیں ابھریں
 بند آنکھوں نے وہ جلو سے دیکھے مجھ سے ممکن نہیں جن کی تحسیر
 شرمِ عصیاں کو ڈبوسنے کے لیے موجیں رحمت کی اُبلتی ہی رہیں

کسبِ انوارِ تشفی کے لیے کھڑکیاں سینہٴ فطرت کی کھلیں

کیفِ انوار سے سب ہیں مرشار

میں ہی تنہا طرب انداز نہیں



تاج الدین تاج عرفانی

غیرتِ صبحِ قیامت ہو گئی شامِ الم
خانماں برباد مجھ کو دیکھ کر روتا ہے قیس
میں ہوں ناکام محبت اور ہجومِ یاس ہے
میری قسمت کی برائی نے وہ دیکھے انقلاب
جن کی خاطر میرا جان و مال بھی قربان تھا
جس کی عزت میں نے کی اس نے مجھے سمجھا ذلیل
میری خدمت کا صلہ یہ قدر دانوں نے دیا
ہائے اولیاء زمانے بھر کے نا اہل و ردیل
اے دنیا بھر کی اُن کے واسطے ہیں احتیں
ظالموں کا آج طوطی بولتا ہے زور سے
جاہلوں کی آج بن آئی ہے جو چاہیں کریں
ٹھو کریں کھاتے پھریں دنیا میں اہلِ علم ہائے
ایک پیسے کے لیے محتاجِ اہلِ علم ہوں
سرھپانے کے لیے ملتی نہیں عالم کو جائے
ہو گیا لبریز اب پیمانہ صبر و سکون

ریشکِ صدفائے قتلِ عام دیکھی صبحِ غم
دھونڈتی پھرتی ہے لیلیٰ دشت میں نقشِ قدم
دم کہاں مجھ میں کہ جب دم ہوتا تیغِ دودم
میں تلاشِ شہد میں نکلوں تو بن جاتا ہے سم
جائے عبرت ہے ہی کرنے لگے مجھ پرستم
رازِ دل انیاس سے کہہ ہے خود کھویا بھرم
میں سگِ دیبل سے بھی سمجھا گیا عزت میں کم
زندگی اپنی بسر کرتے ہیں باعیش و نعم
اور اہلِ علم کھاتے رات دن ہیں زہرِ غم
دم بخود بیٹھے ہوئے ہیں آہِ مرغانِ حرم
تنگ آکر عالموں نے توڑ ڈالے ہیں قلم
اور جاہل کے لیے ہوں مرکبِ خیل و خدم
اور جاہل کے لیے ہو دولت و جاہ و خشم
اور جاہل کے لیے ہوں قصر و ایوان و علم
ختم ہونے کو ہے شاید قصہ رنج و الم

ہاں بدل جائیں گے میرے طالع تیر صفت

مطلع الانوار میں کرتا ہوں اب مطلع رقم

مطلع ثانی

تخلیص

ہو نگاہِ خیر اے شاہِ نشہ خیر الام
شجہت میں ہے تسلط اور تصرف باطنی
سرفرازانِ جہاں کے سر جھکے تیرے حضور
تیرے انوارِ رسالت کے دو عالم ضو پذیر
دیکھنے کو چاہئے اس میں محبت کی نظر
میں لکھوں کیسے علوم مرتبت سرکار کا
اے شہنشاہِ دو عالم تھایہ آمد کا نشان
ایک دو کیا ہیں غلامی میں ہزاروں بادشاہ
چشمِ باطن سے اگر دیکھیں تو پھر آئیں نظر
اے شہنشاہِ رسل تیری وہ ہے شان بلند
تو نے ہاں تیغِ محبت تو چلائی ہے ضرور
تیرے اخلاق و مروت کا ہے خود خالق گواہ

کھول دے میرے لیے گنجینہ لطف و کرم
تو تو ہے محبوبِ مولیٰ اے رسولِ محترم
جھومتا ہے عرش پر تیری شرافت کا علم
کیونکہ ہے نورِ محبت تجھ میں اے نورِ اتم
تیرے صحرا کا تو بہر کاٹا ہے رشکِ صدارم
تیرے غلام بھی ہیں رشکِ قیصر و فقہور و جم
قصرِ کسری کے نہ ہوتے کنگرے کیوں منہم
اللہ تبارک و تعالیٰ والا حشم
وہ فرشتے ہیں جنہیں کہتے ہیں مرغابِ حرم
انبیاء رہتے ہیں تیرے آستان پر سرِ بزم
ایک بھی لیکن نہیں ہے کشتہ تیغ و دودم
یعنی ہے قرآن میں تیری صفت والا شیم

تیرے ایشار و سخاوت کی نہیں کوئی نظیر

نام کو رکھے نہیں تو نے ہیں دینار و درم

قطعہ

نام نامی ہے محمد جو سراپا حمد ہے
 جتنے الفاظ و حروف اور جتنے اعراب و نغاط
 ان سے بھی بڑھ کر کروڑوں مرتبوں رحمتیں
 بھیجتا خالق ہے تیری ذات پر ہر دم درود
 ظالموں کے حق میں سامانِ ہلاکت ہو گیا
 واہ و اشانِ حمیٰ کر دیے سائے معاف
 تو نے وہ توحید پھیلائی مٹا کر شرک و کفر
 کون بد باطن نکالے اس میں پھر پئے ذم
 اس قصیدے میں ہوں میرے ہاتھ سے زیبِ قم
 تیرے نامِ پاک پر ہر دم حبیبِ محترم
 جن و انسان ملائک کیوں نہ بھیجیں مہم
 دشمنوں نے دے یا تھا تجھ کو کیا کھانے میں سم
 تیری نسبتِ پاک پر لکھوں جوئے تجھے گو ستم
 بن گئے اللہ کے بندے پرستارِ ختم

وہ دکھائی تو نے دنیا کو صراطِ مستقیم

یہ مناسب ہے کہ تیرے پُوم لیں نقشِ قدم

مطلعِ ثالث

وے دیئے اللہ نے جب آپ کو لوح و قلم
 اللہ اللہ کس قدر محبوبیت ہے آپ میں
 ساری دنیا کے لیے کس کو کیا حق نے رسول
 صاحبِ معراج ہے جز آپ کے نبیوں میں کون
 گو بظاہر آپ آئے سب رسولوں کے اخیر
 آپ کو حق نے رسولوں میں کیا ختمِ رسل
 اپنے ناموں سے نوازا آپ کو اللہ نے
 اب دکھا دو میرے حق میں بھی تو اعجازِ رقم
 آپ کے نقشِ قدم کی حق نے دکھائی ہے قسم
 نام لیوا آپ کے روم و عربِ شام و عجم
 قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی میں ہے کیا قربِ اتم
 چشمِ باطن کہہ ہی ہے آپ ہیں نورِ قدم
 اور پھر طرہ کہ اُمت بھی ملی خیرِ لام
 آپ کو حق نے کہا ہے رافت و رحمتِ شمیم

کہہ رہا ہے آپ کو اپنی طرح کا جو بشر
کیا ادب دیکھیے آواز تک اُونچی نہ ہو
جسم اطہر پر گیس بیٹھی نہیں سایہ نہ تھا
کس طرح منکر ہو کوئی علم غیبِ شر کا
حال و استقبالِ ماضی کے میں سب حاصل علوم
رَحْمَةُ الْغَلَامِیْنَ کس کو کہا اللہ نے؟
آپ سے مخفی نہیں حالِ زیوں میرا حضور
ٹھوکریں کھاتا پھرے کتبِ زمانے میں سب
میرے آنسو کون پونچھے گا تمہارے عشق میں
آپ کو معلوم ہے دُنیا نے مجھ سے کیا کیا
دین و دُنیا کی مرادیں میری برائیں حضور
پڑھ پڑھی کھجے میرے گناہوں کی حضور
کھجے آباد اب اس خانماں برباد کو
بچنے میرے سخن میں آپ تاثیرِ لطیف
اب نہ لکھوں گا سلاطینِ زمانہ کی صفت
ہر گِوے میں ہوساری بس محبت آپ کی

حکمِ قرآن سے وہ کافر ہو گیا ہے بدشیم
ورنہ ہو جائیں گے نیک اعمال تک کلبِ عدم
اور نہ ہو سکتا تھا کوئی تیز رو بھی ہم قدم
مصطفیٰ و محبتی جب آپ کو کھتے ہیں ہم
شاہدِ اُمت ہو بیشک اے نبیِ محترم
اب نگاہِ جسم مجھ پر کیجئے والا ہم
معجزے اب بدل جائے ذرا نقشِ وِثَم
آپ کا بندہ ہے محتاجِ دینار و درم
میں دکھاؤں کس کو جا کر دیدہ لبریزِ نَم
میں سناؤں کس کو جا کر آہِ رُودادِ ستم
آج سے بس دُور کرو میرے سارے رنج و غم
حسرتیں اربانِ نکلیں دُور ہوں دردِ عالم
ہر تمنا کا ملے نعم البدلِ شاہِ اُمم
ہو پسند عام میرا خلق میں طرزِ رقم
میں کہاؤں گا فقط مذاہجِ سلطانِ اُمم
آپ کی توصیف میں چلتا ہے میرا قلم

تاج کی بس آخری یہ التجا ہے یا نبی!

نکلے طیبہ میں پہنچ کر آپ کے قدموں میں

امجد حیدر آبادی

المترنی: ۱۹۶۱

یہ ہے کون آخرش میں آئندہ کی صد آتی ہے مرحبا مرحبا کی
 ہوئی مستجاب اب دعا نبیؐ کی مجسم ہوئی آج رحمت خدا کی
 ملک تلوسے آنکھوں سے سہلا ہے ہیں
 فلک سے قدم چومنے آ رہے ہیں
 کھلا آج اسرار وحدت کا دفتر نمایاں ہوا کنز مغنی کا دفتر
 یہ مصنوم بندہ ہے یا بندہ پرور عجب ننھی ہستی ہے اللہ اکبر
 یہی کعبہ والا ہے شاہِ مدینہ
 یہی نورِ اول ہے ماہِ مدینہ
 اسی کا ہے نام آج سب کی زبان پر حکومت اسی کی ہے دونوں جہاں پر
 شجر پر حجر پر سب کی پر مکاں پر فلک پر ملک پر زمیں پر، زماں پر
 ہوا کب کوئی ایسا بندہ خدا کا
 کہ ہے جس پر بندوں کو دھوکا خدا کا
 ادب سے ملک سر جھکانے کھڑے ہیں تصدق ہیں سب جتنے چھوٹے بڑے ہیں
 انہیں قدموں میں سب دیئے گئے ہیں دو عالم کا دل لکے چکے پڑے ہیں
 یہ ننھی سی جاں جان ہے دو جہاں کی
 اسی ایک سے شان ہے دو جہاں کی

یہی نورِ چشمِ جہاں کی ضیا ہے اسی نور سے سارا عالم بنا ہے
خدا کی قسم ہے کہ نورِ خدا ہے عجب جو ہر فرد پیدا ہوا ہے

خدا کو بھی جس کی ادا بھاگتی ہے

کہ تنہا یہ تشبیہ میں آگتی ہے

قیامت تک اب ایسی صورت نہ ہوگی یہ صورت نہ ہوگی یہ سیرت نہ ہوگی
اب آگے نبوت میں شرکت نہ ہوگی ہمیں اب کسی کی ضرورت نہ ہوگی

ہمارا نبی خاتم المرسلین ہے

یہ دنیا کی خاتم کا آخر تکمیل ہے

یہ ننھا سا پودا پھلا اور پھولا دو عالم میں پھیلا دیا اپنا سایہ
نبی بن کے پیغامِ حق لے کر آیا مکمل ہوئی رحمتِ حق تعالیٰ

ہوئی جس کو توفیق ایمان لایا

مگر کافروں کی سمجھ میں نہ آیا

ستانے لگے ان کو ظالم ستمگر کوئی کہتا شاعر تو کوئی فسوں گر
مد سے اڑانے لگے خاک سر پر ہوا حق پرستوں کا جب حال اتر

تو پھر ہو کے مجبور ہجرت کی ٹھانی

ہوا بحسبِ رحمت کو حکیمِ مدانی

م - حسن لطفی

السلام اے صاحبِ لولاک، ختمِ المرسلین!
 مبداءِ زین و جلالتے گوھر و دُر و خُزف
 السلام اے وہ کہ جس نے کردئے شیر و شکر
 چند اشاروں میں کیے اسرارِ سائے جس نے فاش
 السلام اے وہ کہ تا بیرونِ حد ہے جس کی زد
 السلام اے جادہ پمائے فضا سے لامکاں
 السلام اُمّ القریٰ کے بے بہا دُرِ تیسیم
 مرجا، راحت پذیرِ روضہ جنتِ نظیر
 اے خنک شاخِ نمودر ہے جس کی شاخاں
 اے خنک رائے کہ جس کے پھلِ نلیف کام میں
 اے خنک غلدے کہ جس میں وُرْدِ زُفَر کا فرش
 سنگِ گونا گوں میں جس کے دیچے اور رواق
 باریاب اُس آستانِ پے یہ نوادِ وجہاں
 شکرِ صد شکرِ خدایہ زائرِ ہندی نژاد

مرجا، صد مرجا، اے حسدِ للعالمین!
 مرجعِ شکر و سپاسِ ککشان و کہتیر!
 نسل و ذات و رنگ کے زُتاریانِ آن ایں
 جن کی لم ہے چھپتاں اب تک بچشمِ نکتہ چیں
 پار جس کے بارِ پا سکتے نہیں رُوحِ الایں
 القلوٰۃ اے پریشانِ سدرۃ عرش بریں
 جذا اے کنزِ ثریب کی حدف کے تھنیں
 مرجا، شاخِ ریاضِ خلد کے نکمت نشیں
 دان اور گنجان میں رُمان و تاک و مروطیں
 ہیں طلائی کشتیوں میں پیشِ نوشِ طاہرین
 عبقری پر مستریحِ بالشِ اصحابِ الیمین
 بس ہی ہے جن میں بھینی بھینی ریحِ اذنیسیر
 چشمِ رضاں کا زِ روضہ کی ہے پرچین و امیں
 آج ہے لبتیک برب بابِ روضہ کے قریں

روضہ ہے اک شمعِ دان اور کا زاکِ فانوس ہے
 ہے مہتیجِ تشنہ پُرانہ کا وہ صہبائے نور
 بسملِ بیم و رجا، در ماندہ، تنہا، بے رفیق
 بر دُرت آورده ام بس یک نیازِ افشاں مرہ
 اُس بعیدِ اقلیم سے حاضر ہوا ہے یہ غریب
 زمزم اور نہسِ زبیدہ اور زرقا پر نثار
 وہ دیارِ اَوْفَیّ الشَّرِیْق کا جو مصداق ہے
 کیا کہوں اپنے وطن سے تحفہ کیا لایا ہوں میں
 پیشکشِ میری ہے میری طرح بے برگ و نوا
 آج اُس ہندوستان سے ہے غلامیِ دوم
 یوں جہالت کے پُجاری ہیں دورِ کعبتِ امام
 ترکِ توحید اُس پہ پھر شرکِ نبوت ہائے ٹائے
 ہونہ پوستِ غم "الحمرّاء" کے افسانے کے ساتھ
 آہ! یہ رونا مرا رونا نہیں اک ہند کا
 کب سے استیلائے ازغلی ہے مشرقِ خراب
 سلسلہ در سلسلہ ہے داستانِ کید و قید
 اک بہانہ دے گئی جنگِ اروپا اس کو آہ!
 اس طرح لائیس نے پھر نکا کچھ افسونِ فرنگ

جملہ میں روشن رسالت کی ہے شمعِ عنبریں
 جس کی دُورِ رتہ کا ہے نام آفتابِ آتشیں
 از عجبِ آمد بہ ایں عالم یکے از شائقین
 در نگہ ایں اے نگینِ آرائے خلدِ اخضریں
 ہے جو عرفِ عام میں گنگ و جن کی سرزمین
 ہند کی یہ رود ہائے جذبِ رنگین و حسیں
 انتسابِ غزوہ سے مخصوص از یابان و صیں
 آنسوؤں سے بھگتی جاتی ہے میری آستیں
 انفعالِ بدیہ سے نناک ہے میری جبین
 آہ! جو ہندوستانِ تھار شکِ فردوسِ بریں
 پوجتے ہیں جس طرح زرا اسِ وطن کے مشرکین
 معجزے دکھلا رہی کیسے افسانہ نگِ مشیں
 نقشِ "تاجِ مرمرین ہند" کا دُرِ ثمیں
 ہر سو ادِ شرق میں یورپ ہے ناسورِ آفریں
 کب سے ہے تلخا بہ آمیز آہ! حبِ اہمِ انگبین
 آہ! کب ٹوٹیں گی یہ زنجیر ہائے آہنیں؟
 دشمنِ اسلام قوت تھی جو روپوشِ کھیں
 ہاشمی نے بچ دی سب عزتِ ناموسِ دیں

تھا کبھی گھوڑہ تاسیس تمہیں جس جگہ
 مل رہی ہے اپنی غداری کی عربوں کو سزا
 ان کے فحجان دغاں کے بے محاسبانہ دور میں
 تھے عقابی شان کے جن کے "غبانہ" اور "عقال"
 جو مجاہد تھے وہ مذہب کے مجاور رہ گئے
 جن شتر بانوں کی شمشیریں رہیں کشور کش
 زمینِ نجد اور ہوا خواہ نصاریٰ و یہود
 یاد آتے ہیں وہ دن شرب کی گلیاں دیکھ کر
 وہ قرونِ مصرِ ادلی کے قشونِ قاہرہ
 وہ بھی اس بستی میں تھا "اللہ اکبر! ایک وقت
 ماورائے شوق انھیں لاتا تھا یوں بہرِ خراج
 من و سلومی سے ہوا تھا ارغماںِ زنجیل کا
 اہ! وہ ترکوں کے رفتہ کاروانوں کا غبار
 بابِ العبرہ کے پہلو میں وہ "البرہ" و "قطار"
 ایک حسرت سی ہے پس منظر کے دور و نزدیک
 وارد انور ہے ہوا تھا بن کے جب پیکرِ واد
 واصل اس سے تھے مدینہ اور اطرافِ دمشق

الغلابِ آسماں سے خاک اُڑتی ہے وہیں
 پہلے جو اشرف تھے اب دنیا میں ہیں وہ سافلیں
 گردشِ تقدیر ان کی دیکھتے ہیں ناظرین
 آج ہیں وہ گوسفندوں سے بھی بے ہنگم ترین
 جو کبھی شاہیں تھے اب شان ان کی گر گسیں
 وہ خس و خاشاک و خاکستر کے میں اب خوشہ چین
 آہ! اس معبد میں ہو ذبیحہ اور نگ و نگیں
 مرد و زن اس کے تھے جب دار الخلافہ کے مکین
 تھے زرہ پوشان و ہرآن کے مقابل نازنین
 جب سفر آتے تھے رومی اور ایرانی ہیں
 جس طرح نقدِ عقیدت لے کر آئیں عازمین
 اور در و درمزمی پر تھے نچپا اور ساتگیں
 نبضِ طئے نقل و حرکت کی وہ بوسیدہ بنیں
 عبرتِ نقشِ محطہ سے ہے چشم اندوہ گیں
 صخر و وادی میں حدیدِ زنگ خورد سے حزیں
 یاد آتے ہیں حدیدِ رگزر سے وہ سنیں
 ہیں کچھ آثارِ شکستہ اب بھی گو خط کے کہیں

خیر، یہ تعمیر فانی تو تھی جنسِ بے ثبات
 ہے غذائے روح گو معسورہ کی آبِ ہوا
 ہیں برید و بوسطہ، سُوق و رباط اس میں مگر
 گھرے ستائے میں ہے شہرِ خوشانِ بقیع
 ہیں نشیبِ صخر کی ڈھلوان پر ساکتِ نخیل
 آہ! اک مدت سے وہ سب چکے پیوندِ خاک
 آپ کی فرمودہ آیات آج تک ہیں سرِ زجاں
 سرور کون و مکان! ہم پر کرم کی اک نظر
 زائل ادبار و زبوں حالی کے ہو جائیں غلام
 ملتِ اسلامیہ کی نشاۃ ثانی کا نقش
 نقشِ جوا قصائے شرقی سے ہیں تا اقصائے مغرب
 ملتِ بیضا کے حق میں حق سے کیجے یہ دُعا
 اس طرح کر زندہ احجازِ بلِ احیاء سے حجاز
 سطوتِ فاروقِ اعظم کا ہو نقشِ رُوبرو
 مجتمع یکجائی سے ہوں ایک مرکز پر تمام
 اُن پہ کڑ کے حیدرِ کراڑ کی پھر ذوالفقار
 ہوں نصیبِ اسلام کو فیروزی فوزِ عظیم
 یارب! اُس لفائفِ وعدہ کا اب پہنچا ہے وقت

سُلی ایام ہے گاہے چاں گاہے چُنیں
 ریحِ خوش ہے جانفرا، پانی ہے شیریں معیں
 زندگی کی جھلیاں کچھ بھی نظر آئیں نہیں
 گھوم آیا اُس میں تنہا مثلِ زین العابدین
 پابگل، گزشتہ، گم مُم، بے نیاز اُن ریں
 خستہ جانوں کی سپر ہوتے جو صائب صالِحیں
 مردۂ لا تقنطوا پر ہم کو اب تک ہے یقین
 نہضتِ ملی کے سائل ہیں جہاں کے مسلمین
 کامگار و کامراں ہوں خائبین و خاسرین
 دل پہ لے کے جائیں شرب سے وطن کو زائیں
 شاد کام اب اُن کو کر دے آپ کا فیضِ معیں
 ”رحم کر اِس قوم پر رُبِّ رحیم اراحیں“
 حال میں نظروں پہ چھا جائے وہ دورِ اولیں
 چار سو ہنگامہ آرا ہوں مجاہدِ متقیں
 طائفین و عاکفین و راکعین و ساجدین
 جو شیاطینِ دین سے ہیں برسرِ خاش و کیس
 از سرِ نو جس سے ہو شاداب یہ دینِ متین
 جس کی شرحِ عام ہے مخصوصِ عبدِ آخرین

پرچمِ ہجرت پہ چمکا تھا ہلالِ آسا جو چاند
چودھویں بحری صدی اُس چاند کی ہو چڑھویں
وعدتِ ایمانِ دیرینہ کا کھنچ جائے سماں
بین الاقوامی اخوت سے ہوں یکجاں مومنین
غلبہٴ توحید سے کون و مکاں سب گونج اٹھیں
شش جہت آفاق ہو اسلام کے زیرِ نگین

الغلابِ عالمِ نوگوش بر آواز ہے
منظرِ بس ایک اشائے ہی کی ہے فتحِ مبیں



الحسن عابدی

المترنی : ۱۹۷۹ء

ظلمتِ نفسِ بشر، خواجہِ ایامِ بہی
کہیں ہامانِ تصور کہیں غرورِ نظر
سومنا توں کی نمائش گہِ احنام کہیں
اپنی صنعت کے پجاری تھے حکیمانِ وجود
کہیں کلے کافسانہ کہیں بابلِ کافسوں
کہیں نیرو کی وہ سفاکی تفسیرِ طلب
کہیں ابلیس کے ساغر سے چپکتا ہوا عیش
کہیں دلت کے طراروں میں بہکتی ہوئی مے
صلہ حق و صداقت کے مناظر تھے عجیب
گرۂ ارض پہ چھپائی تھی کراں تا بہ کراں
گھٹ رہا تھا خرد و ہوشِ خدا داد کا دم
کہیں احنام میں ابھری کہیں ادہامِ بہی
کہیں فسارِ عون تسلط کہیں شدادِ ہنر
روم و یونان کا صنم خانہ ادہام کہیں
ہو فلاطون تختیل کہ ارسطو سے شہود
کہیں مانی کا تماشا کہیں مزدک کا جنوں
خون اُگلے ہوئے نظاروں کے تسکینِ غضب
کہیں وزخ کے دہانے سے بھڑکتا ہوا طیش
کہیں شیطان کے تاروں پہ تھکتی ہوئی نئے
کہیں غرور کے شعلے کہیں صہیوں کی صلیب
تیرگی جہل و ضلالت کی توہم کا دُحواں
کھائے ٹھوکر جو کہیں عقل بڑھے چند قدم

ایسے ظلمات میں اک شامِ مراوات آئی

جس نے تاریخ بدل دی وہ حسینِ رات آئی

بارشِ فیضِ مشیت سے نکرتی ہوئی رات شانہِ عظمتِ آدم پہ بکھرتی ہوئی رات

سرمئی حسن کے کوثر میں نہاتی ہوئی رات
 وہر کا شانہ احساس ہلاتی ہوئی رات
 پر تو نورِ نبوت سے سنورتی ہوئی رات
 عرش کی سیر لبِ بام سے کرتی ہوئی رات
 گوشے گوشے کو پُر انوار بناتی ہوئی رات
 کوہِ فاران کی وادی سے الہتی ہوئی رات
 جذبہٴ عشقِ حقیقت سے دہکتی ہوئی رات
 عرش سے فرشِ عظمت بے ہوش پھول
 عشق کے آئنے میں بال سکھاتی ہوئی رات
 سوتی دنیا کے نصیبوں کو جگاتی ہوئی رات
 آئینہٴ خانہٴ وحدت سے گزرتی ہوئی رات
 عالمِ قدس کے زینے سے ابھرتی ہوئی رات
 بامِ عظمت کدہٴ ارض کو ڈھاتی ہوئی رات
 زیرِ پا عظمتِ عالم کو کھلتی ہوئی رات
 سیرتِ پاکِ محمد سے ملکتی ہوئی رات
 شبِ اسری میں نثارِ قدمِ یاکِ رسول

ہے دو عالم میں لقبِ رحمتِ داور اس کا

بٹ گیا خلقِ دو عالم میں نچا اور اس کا

رازِ شبِ معراجِ نبیِ عربی
 جس کا اندازِ نظرِ حسنِ نظر کی معراج
 جس کے سورج سے جہاں تاباں ہوئے حیات
 سچ گئی قامتِ زیبا پہ رسالت کی قبا
 عزم نے اس کے کیا قلعہٴ امکاں تسخیر
 اس کے بستر نے دیا وسعتِ عالم کو سبق
 بڑھ گیا سوتے ابدِ عشق کا میخانہ لیے
 نہ رہا سعیِ نظر کا کوئی پسلا باقی
 حسنِ وحدت کے لیے آئینہٴ نیم شبی
 وہ نظر جس کو ملاحسن کی شاہی سے خراج
 جس کی کرنوں سے ہے آرائشِ گیسوئے حیات
 پھر مشیت کا کوئی اور تقاضا نہ رہا
 کھل گئی اس کے لیے قیدِ زماں کی زنجیر
 آگے زیرِ قدمِ رفعتِ گردوں کے طبق
 رہ گیا پیرِ حسدِ ہوش کا پیما نہ لیے
 تھا فقط فاصلہٴ فرقِ دو ابرِ باقی

ما عرفناك ہے تعبیرِ کمالِ عرفاں
 برقِ رو بہ گئی معراج میں عقلِ کوہین
 انہی قدموں سے ہے اس جلوہ گہ کُن کا فروغ
 فیضِ بخش دو جہاں ہے رُخِ روشن اس کا
 سوئے افلاک بڑھا سُم کو جھٹک کر جو براق
 تندی پا سے زمیں عرش کے نزدیک ہوئی
 کھل گئیں پوری طرح عقلِ بشر کی آنکھیں
 ذہنِ انساں کو نئی قوت پر واز ملی
 اس کے صدقے میں ہو افکار و نظر کا وہ بروز
 جو حقائق تھے کئی لاکھ برس سے مخفی
 شبِ معراج زمانے کی جو ستیاج ہوئی
 جس نے جس راہ میں بھی علم کی دولت پائی
 اس قدر بڑھ گئی انسان کی رفتارِ نظر
 تیرہ تھی فکرِ بشرِ عہدِ نبی سے پہلے
 رات تھے دن سفرِ نیم شبی سے پہلے

کاش اس رازِ ترقی کو جہاں جان سکے

کاش اس محسنِ تہذیب کو پہچان سکے

ڈاکٹر صفدر حسین صفدر

المقتوی ۱: ۱۹۸۰ء

ہوا جو قطرہ قساں ابرِ رحمتِ عربی
 جہاں میں بجھ گئے صفدر شرابِ بولہبی
 جنابِ خضر کو ہو دور ہی سے میرا سلام
 نہ جائے گی سوتے ظلمات میری نشہ لپی
 پلٹ گئی میرے ہونٹوں سے منفعل ہو کر
 شرابِ دانش و دولت بہ شیشہ جلی
 بجھے گی پیاس مری صرف میرے اشکوں سے
 کہ میرے سینے میں ہے کر بلا کی آگِ دہلی
 ملی تو دامنِ ساقی میں چھپان کر واعظ
 خدا کے گھر میں پیوں گا شرابِ عشقِ نبی
 کرم ہو مجھ پر کہ اک تشنہ لبِ ماسفر ہوں
 مرا سلام ہو تجھ پر پیما سرِ عربی
 ترے پیام سے انسانیت کی ٹوٹی نیند
 ترے نظام نے بدلایا نظامِ بولہبی
 ترے پیام سے حیرت نے آگہی پائی
 سمجھ میں غمتِ سل کی آیا طلسمِ بے بسی
 ترے پیام سے چونکا شعورِ دانش و فن
 غمِ دورِ دیدہ وری و سرورِ بولہبی

پُٹنے میں جس نے ترے گردِ راہ کے فزات
 چمک رہی ہے تاروں سے اس کی تیرہ شبی
 جسے بلائے ترے چہرہ عطار کا سراغ
 ہے اس کی راہ طلب میں سراب تشنہ لبی
 فردگی کو دیا جب نہ بہ طلب تو نے
 مزاجِ دستِ درازی کو نازِ بے طبعی
 ترے ہی دستِ شفا سے وہ ہو گیا چو پخال
 پہنچ چکا تھا تمدنِ بحال جاں لبی
 مرض جو اس کے تھے ہلکے سب ہوئے معدوم
 تیز بندہ و آقا و تختِ نسبِ لبی
 ہوئی بحال وہ تہذیبِ مہدی جو صدیوں سے
 مزاج کی خفت لی طبیعتِ عصبی
 تو مصطفیٰ، تو محمد، تو احمدِ عربی
 ہے ترماں تری سیرت کی تیری خوشی بقی
 سرورِ قلبِ مشیت، عندِ قومِ عرب
 و ستارِ ہاشمی و افتخارِ مطلبی
 گلوں سے بھر گیا دامنِ یثرب و بطحا
 کہ پھول بن گئے تجھ سے شرابِ بولہبی
 پھنکا عرب میں وہ صوبہِ اخوتِ کبریٰ
 کہ ایک ہو گئے فتدشی و زنجی و کلبی
 قصیدہ خوانی صفہ قبول ہو مولا
 اگرچہ نے غمی ہے مگر ہے نئے عربی

عبداللہ خاور

حضور دشتِ بلا میں ہے شامِ غم کا ظہور
جلا کے شعلہ جاں ڈھونڈتا ہے راہوں کو
فروغِ آتشِ پنہاں سے جل رہا ہے وجود
حدیثِ شوقِ بیارم چپاں کہ بے ادبی ست
کتابِ دل سے ہو ہر حرفِ آرزو محذوف
در آئے سینہ ویراں میں وہ تحبلیٰ ناز
حیاتِ نذرِ کردوں کا تنہا تذکرہ کروں
وہ اک نگاہ کہ جو پھونک دے متاعِ غرور
نظامِ کنہ کے جس نے پلٹ دئے اوراق
حضور آپ کی مدح و ثنا نہیں ممکن
حضورِ قرب کے لائق کہاں یہ دیوانہ
خیالِ قلب و نظرِ نہ کار و خوار و زبوں
ہو زیستِ آپ کی راہِ متیں پہ گرم خرام
کچھ اس طرح سے مٹے نقشِ ماسوا دل سے

حضور آپ کی چشمِ کرم سے آیہ نور
گھراے ظلمتِ تہراں میں آپ کا مہجور
ٹلک ہی ہے کتنی شمع، بزمِ ناز سے دور
بگفتہ نطقِ زبے چارگی "انا المعذور"
مگر وہ نام جو ہے لوحِ عرش پر مذکور
جو حسنِ ذات کی پنائیوں میں ہے مستور
بس اک نگاہِ کرم کیجئے حضور حضور
بدل دے سیرتِ خاقان و قیصر و مغفور
مزاجِ دہر کے جس نے بدل دئے دستور
لسانِ روم و عرب ہو کہ نطقِ نیشا پور
مگر اجازتِ حسرت کشتی عطا ہو ضرور
یہ زندگی ہے تو جینا مجھے نہیں منظور
ہو ایک جذبہ فقط حکمرانِ تحتِ شعور
حرم سے جیسے بتانِ حرم ہو سکے کا فور

حضور آپ کا دیدار گر میسر ہو
بصدقہٴ خم کا کل بدار اَلْأَنْفُسِ سَنَا
وہ اہلِ فکر جو بدعت کو اجتہاد کہیں
گھر اسے یورشِ تشکیک و ہم میں مومن
حضور کوئی مجدد عطا ہو ملت کو
چلے زمانے میں بس امرِ آمرِ مطلق
حضور ایک نظر اتفات سے مملو
تو ذبحِ نفس بھی تسلیم جاں بھی ہے منظور
نہادہ دام بہر سوئے باغیانِ شرور
بدل نہ دیں کہیں دینِ حنیف کا منشور
ہوئی ہیں عام جہاں میں رسومِ فسق و فجور
ہو جس کے فیض کا جیسے دینِ حق کا ظہور
جہاں میں رایت دیں ہو منظور منصور
بنامِ آیۃِ رحمت بنامِ ربِّ غفور

بہت طویل ہیں آلامِ دہر کے سائے

بہت دراز ہے اب دامنِ شبِ بیکور (اقتباس)



راجہ محمد عبداللہ نیاز

تم کو شبِ الست کا بدر الدجی کہوں	یا صبحِ کائنات کا شمس الفضحی کہوں
یا مہبطِ تجلی بے ابتدا کہوں	یا مصدرِ سعادت لا انتہا کہوں
یا ماہِ نیم ماہِ جہانِ صفا کہوں	یا مہرِ نیم روزِ سپہرِ ہدی کہوں
یا آبِ وزنگِ پیکرِ صبح و مسا کہوں	یا رنگ و نورِ محفلِ ارض و سما کہوں
یا نقشِ لا جواب و بیرقص کہوں	یا تاجدارِ سلطنت و وسر کہوں
یا افتخارِ مسندِ مجد و علا کہوں	یا منظرِ حلال و جمالِ خدا کہوں
تم کو بہارِ گل کدہِ مصطفیٰ کہوں	یا زیب و زینتِ حسنِ آقا کہوں
یا کوثرِ مواہب و لطفِ عطا کہوں	یا سلسیلِ صافی آبِ بقا کہوں

روشن ہو جس دل و دہ تمہاری ثنا کہوں	گو ناطقہ ہے سرِ بگریباں کہ کیا کہوں
ظاہر کا وہ جمال کہ نامِ خدا کہوں	باطن کا وہ کمال کہ صلیٰ علی کہوں

تم کو حیرتِ غیب کا پردہ کشا کہوں	یا عالمِ ظہور کا فرماں روا کہوں
مہمانِ عرش و گوشہ نشینِ حرا کہوں	دانائے کاملِ سُبُلِ ارتقا کہوں

مہارِ قصرِ حکمت و فکرِ رسا کہوں	بہرِ منزلِ رُسیع کا جاوہ نہا کہوں
سالارِ غازیانِ نبردِ آزما کہوں	انوارِ علم و فضل کا خانہ خدا کہوں
کھلی میں ایک فاتحِ عالم کشا کہوں	سردارِ ساجدین ملائک ادا کہوں

مغرب کے فلسفی کو تمہارا گدا کہوں	مشرق کے متقی کو تمہاری ضیا کہوں
اُس خاکِ سرِ بلند کو اُمّ القریٰ کہوں	جس خاک سے حضور اُٹھے اُس کو کیا کہوں
یا جلوہ گاہِ خاص ابوالانبیا کہوں	یا سرزمینِ طاہر دارالصفاء کہوں
وہ خاکِ تابناک جسے کھمیا کہوں	پھر خواہ گاہِ ناز کی کیونکر شنا کہوں

یا ارضِ شرق و غرب کا دارالقصا کہوں
یا پردۂ ازل کی تہمتی سرا کہوں



محمد قلی قطب شاہ

المترن فی ۱ ۶۱۱

چاند سوچ روشنی پایا تمھارے نور تھے
آپ کوثر کو شرف تھڈی کے پانی پور تھے
آبِ دُتن

دل پر دم جیتے تھے دیتا گل صبا بوسے مہمال
کیا رہنا ہے منج کو آدن یا نہ آؤں دور تھے
مجھ کو

نیچ زمین کی شاب تھے کہہ نور جل سرمہ ہوا
کیوں کمر باندھے بچار ا دل تمھارے کھوئے تھے
کھوٹا

مکھ تھجلی دیکھیا بیداری یا سنے منے
نیر نہہ کا منج پلا تیرے ادھر سمدور تھے
آبِ عشق بھے ہونٹ کے سمنہ سقے

جہم مرادوں، جامِ ساقی مہر اچھونٹ بزم میں
نامراداں کون مرا جام دے اس حور تھے
ہمیشہ

دل دیا میں غم کی موجاں آتی ہیں فوج فوج
عشق کے تختے اوپر کیا ڈہے طوفاں زور تھے
آتی

عاشقاں نیچ باٹ میں سہل ہوئے ہیں بے شمار
عاشق بے چارہ کون رکھ پیار کے دستور تھے
تیری راہ

اے صبا توں قول بیا تب ہوئے گا دل کو قرار
حق پرستی منج رقیباں تا بوجھیں اب زور تھے
میری سمجھیں سکو سے

اے معافی رات دن نام محمد ورد کر
نیچ دعا بادعا ہے رب منسوئے تھے
ہے

انعام اللہ خان یقین

المترقی ۱ ۱۴۵۶ھ

کون کر سکتا ہے اس خلاقِ اکبر کی ثنا
نارسا ہے شان میں جس کے پمیر کی ثنا

سرورِ آس منہ سے ہو سکتی ہے نعتِ رسول
یا ابوبکرؓ و عشر عثمانؓ حیدر کی ثنا

یہ زباں قابل ہے کب اس بات کی جو کیجئے
حضرت زہراؓ کی اور شبیر و شبیر کی ثنا

نام حمد اور مدح کا لینا مجھے انصاف نہیں
کی ہے ساری عمر ترکانِ ستمگر کی ثنا

جوں نماز اپنے پہ صبح و شام لازم کر یقین
حضرت استاد یعنی شامہ غلامی کی ثنا

سراج اور نگ آبادی

الموافق ۱۷۶۳ء

نام تیرا مطلع فرست ہے دیوان کا
ہے زباں کا ورد خاصا اور وظیفہ جان کا

جی نے "میتھی" وجہ یک کی سدا سمرن کو پھیر
دور کر من سے خیال "من علیہا فسان" کا

یا محمد تجھ کرم میں ہوں سدا امیدوار
جلوۃ ایمان دے اور بھید کہہ انسان کا

کرم سدا شوق میں بے ہوش مجھ کوں یا حبیب
دے مجھے بھر کر پیالہ نشا و عرفان کا

تو احد ہے نام تیرا احمد بے میم ہے
زیب پانا تجھ صفت میں ہر ورق قرآن کا

اے سراج اپنی خودی کوں بے خودی میں محو کر
شغل جاری رکھ ہر اک دم میں ہوا الرحمن کا

شاہ حاتم

الترجل: ۱۴۹۲ء

اول خدا نے نور تمہارا عیاں کیا
اس نور سے بنایہ زمین و زمان کیا
تجہ در پر آرزو میں سلیمان مثال مور
کیونکر نہ ہو کہ تجھ کو شبہ خسرواں کیا
صاحب دلوں کو حشر تک سے وہ سجدہ گہ
جس پر زمین میں تم نے قدم سے نشان کیا
کحل البصر کی جا تری خاکِ قدم کا بوجھ
آنکھوں کو مرد ماں نے بنا سہ مرہ واں کیا
دیکھا فلک سے قدر کا ترے مرتبہ بلند
طوبیٰ نے قدر کو اپنے کسے کیا
غفلت کے غار ہوش کے غیش سے کلمے عم
گلشن بنا کے دل کو تمہارا مسکن کیا
حاتم کا دل ہوا تھا سراپا اگر ضعیف
تجہ عشق نے یہ پھر سر نو سے جواں کیا

قائم چاند پوری

جلد ۱ : ۱۹۳۳ء

مقدور کے نعت پیمبر کی رقم کا
ہر دم ہے دم تیغ پہ یاں راہ قلم کا

گلگشتِ دو عالم سے ہو کیونکر وہ تسلی
زار ہو جو کوئی ترے کوچے کے ارم کا

گو خضرؑ تھا منزل کو نہ مقصود کی پہنچا
جو یا نہ ہوا یاں جو ترے نقشِ قدم کا

امکان نہ تھا ممکن و واجب کو سمجھنا
منظر جو نہ ہوتا تو حادث اور قدم کا

ہے جرم ناکردہ کی مرے عفو خریدار
تا گرم ہے بازار تری بیعِ سلم کا

کیا دور جو بخشش پہ کرنیں نازِ جرائم
جس روز کہ شافع ہو تو اعمالِ اہم کا

یا ختمِ رسل! اگرچہ گنہ گار ہے قائم
پراس کو بھروسا ہے ترے فضل و کرم کا

میر محمدی بیدار

اعتزلی : ۱۷۹۳ء

محتاج نہیں وصف ترا لوح دستلم کا
کیا قطرہ ناچیز سے اوصاف ہویم کا
نے طالب دینا نہ مشتاق درم کا
سایہ ہو جہاں احمد مرسل کے علم کا
ہے کھل بصر ذرہ خاک اس کے قدم کا
کیسہ ہو جو اہر سے تھی معدن ویم کا
اس سے کہ وہ بخشندہ ہے عصیان اُعم کا
مشہور جہاں اس سے ہوا نام کرم کا
قبضہ میں کیا ملک عرب اور عجم کا
تحریر کرے کیسا نہیں مقدور قلم کا
ہیبت سے جگر آب ہو شیرانِ رجم کا
حک صفحہ عالم سے ہوا نام ستم کا

ہے نام ترا باعث ایجاد رستم کا
مقدور بشر کب ہے تری حمد سرائی
تجہ گنج محبت کا طرہ دار پھروں ہوں
پہنچا نیوواں میرے تیش حشر میں یارب
شاہِ دو جہاں، فخر زماں، سرورِ پاکاں
وہ منظر فیاض کہ انعام سے جس کے
سرزدہ ہے خورشید شفاعت کا طلب گار
تشریف شرف صدق نے شذیق سے پایا
سے ہاتھ میں شمشیر عدالت کی عمر نے
عثمان کی ثنا اس کی ہے تقریر سے افزوں
سلطانِ ولایت اسد اللہ کہ جس کی
ظلم کشی و عدل سے اس سرورِ دیں کی

اس ہستی موزوم پہ غفلت میں نہ کھو عمر
بیدار ہو آگاہ، بھروسہ نہیں دم کا

شیخ قلندر بخش جبرأت

المؤلف : ۱۸۱۰ء

مجددِ نبی ممدوح ذاتِ کبریائی کا
 کس بندہ کو گراس کی مدح دعویٰ ہے خدائی کا
 پہرِ معرفتِ حقا ہے وہ مہرِ الوہیت
 کہ جس کا دین روشن آئینہ ہے حق نمائی کا
 بلند اس کہ ہے وہ الیوانِ مراتب کے نہیں اس جا
 خیالِ ساکنانِ عرش کو یارِ رسانی کا
 منور کیوں نہ اس کے نور سے ہو غائرِ طاعت
 کہ روشن کرنے والا ہے وہ شمعِ پارسانی کا
 گردہ انبیاء میں وہ ہی حق کا برگزیدہ ہے
 سوا اس کے لقب کس کو ملا ہے معطفائی کا
 رکھے ہیں منزلت یہ آستانِ سرورِ عالم
 کہ فخرِ سلطنت ہے مرتبہِ واں کی گدائی کا
 اُسی کے عشق میں پابندِ الفت وہ دلا ہر دم
 کہ ہوئے گا یہی روزِ جزا موجبِ رہائی کا
 سراپا نورِ حق نامِ خدا کیسے نہ کیوں اُس کو
 کہ جس کا نقشِ پا ہو جبہ سا ساری خدائی کا
 دلیل اس کی ہے یکتائی کی یہ لاریبِ جبرأت
 کہ تھا سایہ نہ اس محبوب ذاتِ کبریائی کا

معروف دہلوی

التوفی : ۱۸۲۶ء

ش فغ محشر کایاں دیکھر جمال نقشب پا
تا رب ثواب عہد میں بھی نیاں نقشب پا

سو جھپٹتا ہے دیکھ کر منہ منوں شکل رفتگاں
آئنے اپنی نظر میں ہے مثال نقشب پا

سے صف مرثاں میں آہودشت میں دستِ دعا
دیکھ کر شبہ رنگ کا تیسرے ہواں نقشب پا

خاکسارانِ جہاں کی دستگیرِ چاہیئے
سر یہ اسے موجِ ہوا متلے ہواں نقشب پا

کیا کما کما شکارِ دشتِ وحشتِ دینے
رہنمائی سے جہاں میں ہے کمالِ نقشب پا

رے نہیں سکتا ہے یک کروٹ بھی اے معروف آہ
ہاتھ سے افتادگی کی ہے یہ حالِ نقشب پا

مومن خان مومن دہلوی

التوفی : ۱۸۵۱ء

نہ کیونکر مطلع دیواں ہو مطلعِ مسر و وحدت کا
 کہ ہاتھ آیا ہے روشن مصرعِ انگشتِ شہادت کا
 نہ یہ دستِ جنوں ہے اور نہ وہ جیبِ جنوں کی شان
 کہ ہو دستِ مژہ سے چاک پر وہ چشمِ حیرت کا
 غضب سے تیرے ڈوتا ہوں رنگا کی تیری خواہش ہے
 نہ میں بے زار دوزخ سے نہ میں مشتاقِ جنت کا
 غلو سے خامد میں سرمدِ داد و دودِ دل ہے
 مگر ملکوت ہے وصفِ قائمہ جلدِ رسالت کا
 نہ پوچھو گرمی شوقِ شہداء کی آتشِ افروزی
 بنا جاتا ہے دستِ عجب نہ شعلہ شمع و نکت کا
 نمک تھا بخت شور و فکرِ خوانِ بدح شیریں پر
 کہ دندانِ طمع نے خوں کیا ہے ستِ حسرت کا
 ندایا ہاتھ اٹھاؤں عرضِ مطلب سے بھلا کیونکر
 کہ ہے دستِ دعا میں گوشہِ دامنِ اجابت کا
 غنایت کہ مجھے آشوبِ گاہِ حشرِ عنم اکِ دل
 کہ جس کا ہر نفسِ مسمِ نغمہ ہو شورِ قیامت کا
 جراحتِ زار اکِ جاں دے کہ جلی ہر جراحت سے
 نمکِ داں شورِ الفت سے مزا آوے عبادت کا
 مرا جو ہر ہو ستارِ پا صفا سے مہرِ پیغمبرؐ
 مرا حیرتِ زوہِ دل آیتِ غانہِ ہیئت کا
 خدایا شکرِ اسلام تک پہنچا کہ آپہنچا
 یوں پر دمِ بلا ہے جو شیں خوں شوقِ شہادت کا
 زمانہِ صدیقی موعود کا پایا اگر مومن
 تو سب سے پہلے تو کبیرِ سلام پاکِ حضرت کا

شاہِ عمگین دہلوی سید علی

المتوفی : ۱۸۵۱ء

ظاہر و باطن ہے حمد و نعت ہر انسان کا
معنی و صورت یہ مطلع ہے مرے دیوان کا

ہے مرا ظاہر محمدؐ اور باطن ہے خدا
قال یہ ہے حال کھونا پنے ہے ایمان کا

رو برو ہے پر اسے دیکھا نہیں جاتا ہے آہ
کیا کہوں میں حال اپنے حسرتِ ارمان کا

بے سرو سامانی اک ساماں ہے اے دل یاد رکھ
کاروانِ عشق میں ہر بے سرو سامان کا

معرفت پر اس کے حق کی معرفت موقوف ہے
مرتبہ ہے ایسا عالیٰ حضرت انسان کا

بکھ بدل کر قافیہ اک اور اے عمگیں غزل
سن کے جی جل جائے جس کو زامہ نہادان کا

ذوقِ دہلوی

المتون : ۶۱۸۵۴

ہوا حمدِ خدا میں دل جو مصروفِ رقمِ میرا
الف اکبر رب العالمین کا ہے قلمِ میرا

رہے نامِ محمد لب پر یارِ بتِ اول و آخر
آلٹ جاتے بوقتِ نزع جب سینہ میں دمِ میرا

محبتِ اہل بیتِ مُستحقّے کی نورِ برحق ہے
سرِ روشن ہو گیا دل مثلِ قندیلِ حرمِ میرا

دکائی مجھ کو راہِ شرعِ اصحابِ پیغمبر نے
چسپاںِ راہ ہے اکرامِ اصحابِ کرمِ میرا

کہیں شاہِ نجف کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا
کہ ہے دُورِ نجف ہو کر چپکنا دُورِ یمِ میرا

رہے گا دانہ افشاںِ نزرے اُمیدِ بخشش میں
عنیمِ آلِ نبی سے دانہِ ہر اشکِ غمِ میرا

شرِ بے داد کا خطِ غلامی ذوق رکھتا ہوں
نہ کیوں دل اس خطِ بے داد سے ہو جاؤں مجھ میرا

امانت لکھنوی

المقتنی ۱۸۵۸ء

ازل کے دن سے جو مختار ہے اللہ کے گھر کا
وہی مالک ہے جنت کا وہی قائم ہے کوثر کا
مگر اے عاصیو! شافع یہی ہے روزِ محشر کا
ولیکن پاؤں حضرت کا نہ راہِ راست سر کا
بتاؤ تو کہ حیدر سادھی تھا کس پیمبر کا
محمد مالک و مختار ہے سرکار کے گھر کا
زمین پر سایہ ہوتا تھا نہ ظاہر جسمِ اطہر کا
محمد نے کیا کیا احستہ ام اللہ کے گھر کا
عدوان کا جو ہے حقا کہ وہ دشمن ہے اور کا
خدا کے سامنے کیا رتبہ ہے اپنے پیمبر کا
کہ حق میں جس محمد کے یہ ہے ارشاد و اور کا
نشان ظاہر نہ پھر ہوتا زمین پر چرخِ خضر کا

نظم کرتا ہوں اب میں وصف کچھ اپنے پیمبر کا
خدا نے اختیار اس کو دیا ہے روزِ محشر کا
پیمبر کیسے کیسے ہو گئے ہیں یوں تو عالم میں
ہوئی کیا کیا چڑھائی فسق و باطل کی مولا پر
نہ کیونکر غنہ ہو ہر اک پیمبر پر محمد کو
جسے چاہے کرے تاجی جسے پاوے کرے ناری
کبوں نورِ مجتہم کیوں نہ اندامِ منور کو
عزم سے بیت نکلو اگر کیا اسلام کو دخل
جو اس کا دوست ہے اللہ کا وہ دوست بے شک ہے
کسی کے شان میں بھی آیہ لولاک آیا ہے
پڑھو صل علی یا محمد محمد ہے
اگر پیدا کرتا اے محمد تجھ کو دنیا میں

امانت چختن کی پیروی کرنا مقدم ہے
سوا اس کے نہیں کوئی وسیلہ مددِ محشر کا

ناظم رام پوری

المنوع : ۱۸۶۵ء

پیام دوست ہے ہر قول نامہ آور کا
 خدا کا حکم ہے پر نام ہے پیمبر کا
 کسی کا حوصلہ اتنا کرم سے بڑھ کر ہے
 یہ لعین دین کر پتھر ہو مول گوہر کا
 فرا ز طاق حرم سے نہ کس طرح کرتی
 بتوں کو جسد میں لایا کلام پتھر کا
 علم بھی کیا ترے قد کی طرح ہے سایہ
 کہ ہم کو خوف ہو نور شید روز محشر کا
 یہ دم بدم کی ہے ریزش کر کوچے کے اطفال
 اوڑا رہے ہیں کبوتر فرشتے کے پر کا
 پڑے جو رخنہ بھی تیرے محب کے اہاں میں
 وہ رخنہ چاہیے ردن ہو غلہ کے در کا
 غم حسین میں رو دیا تو حق نے مزہم سے
 نمونہ گھریں رکھا میرے دیدہ تر کا
 وہ تیغ زن ہے ترا ہم نشیں تعالٰی اللہ
 سپر ہی ہاتھ میں جس کے کوڑا خیر کا
 وہ میں نہیں کہ گروں بشد و شیر پہ ناظم
 علی سے غلہ میں سائل ہوں جام کوثر کا

نیم دہوی

المترن ، ۸۶۵

ہوں عاشق دیوانہ جو معشوقِ خدا کا
بے ہوش کیا ہے کسی باہوش نے مجھ کو
صدقے ترے او شافع روح و تن عاشق
تو پیش نظر روح خدا شوق ہم آغوش
دورِ رخ کو بجا دوں عرقِ شرم سے اپنے
کیا فکر مذاہبِ لہدیٰ مر وہ دلوں کو
خاموش زبانِ شرم سے آنکھیں سوئے زانو
شمشیرِ محبت سے ہوا چاک جو سینہ
قربانِ امثالِ عارضینِ پُر نور سے پردہ
میت ہے یہ دھن ترے کوچے میں بنے قبر
مطلب ہے مرا عارضینِ پُر نور کا جسدِ

غلِ نالہ زنجیر میں ہے صلِ علی کا
جھگڑا نہ رہا یا و عذابِ دوسرا کا
وہ غیظ میں اب وقت ہے دیکھے کی وفا کا
اب ہاتھ نہ احسان اٹھائیں گے دعا کا
ایما ہو جو تیسری نگہِ لطفِ فزا کا
ہے اور ہی جھگڑا ترے مفتون تھا کا
نہیں صدقے یہ انداز ہے تسلیم و رضا کا
ہر زخمِ جگر لفظ بنا صلِ علی کا
مر جاؤں نہ عاشق پہ ہوا احسانِ قصدا کا
ہے اوج پر اقبال مرے بختِ رسا کا
عاشق ہوں ترا ہم کو بندہ ہوں خدا کا

اعمالِ نیم اپنے بڑے ہیں کہ بھلے ہیں
لیکن ہے بھروسا ہمیں محبوبِ خدا کا

شیفۃ دہلوی

السنۃ ۱۲۹۹ھ

کیا تھا نور جب اللہ نے پیدا محمدؐ کا
 اسی دن سے ہوا ہے عاشق شہید محمدؐ کا
 نہ ہو ذکرِ مبارک آپؐ کا درِ دُعاں کیونکر
 میں ہوں رفاہِ ازل سے عاشق شہید محمدؐ کا
 فرشتے قبر میں پوچھیں گے تو مجھ سے تو کہہ دوں گا
 کہ ہوں بندہ خدا کا اور ہوں شہید محمدؐ کا
 خدا یا جب مری اس قالبِ خاکی سے جاں نکلے
 زباں پر اس گھڑی جاری ہے کلمہ محمدؐ کا
 خیالِ مہر و مدد سے تو فوراً بھول جائے گا
 نظر آجائے گا جس دم تجھے روضہ محمدؐ کا
 بشر کی تابِ طاقت کیا جو لکھے نعتِ احمدؐ کو
 خدا ہی جانتا ہے خوب بس رتبہ محمدؐ کا
 خدا نے ذاتِ احمدؐ کو وہ اعلیٰ مرتبہ بخشا
 کہ دم بھرتے ہیں ہر دم حضرت عیسیٰ محمدؐ کا
 ملائک نے کیا تھا اس سبب سے سجدہ آدمؑ
 کہ پیشانی سے ان کی نور تھا پید محمدؐ کا
 خدا بھی حشر میں پوچھے گا اگر عاشق تو کس کا ہے
 تو کہہ دوں گا محمدؐ کا محمدؐ کا محمدؐ کا
 تمنا ہے کہ فوراً جاں بحق تسلیم ہو جاؤں
 نظر آئے جو مجھ کو شیفۃ روضہ محمدؐ کا

مولوی خلیل الدین حسن حافظ بیلی بھدتی

التوفی : ۱۸۷۳ء

آنکھ میں پھرتی ہے وہ شوخی رفتارِ جدا
وہی اچھے رہے محشر میں جو رحمتِ برسی
دل و جاں لوٹتے ہیں عشقِ نبی میں دن رات
خاک پر لوٹتے ہیں کوئے نبی میں دونوں
آئیے پھوٹ کے رڑیں گے رہ طیبہ میں
دشمن آرام کے ہیں چین کے ہیں غیند کے ہیں
باغِ عالم میں کریں آپ جو فرق بد و نیک
دیکھنے سننے کا وہ شوق کہ دیکھا نہ سنا
چلتا پھرتا رہے دن رات گم کیا ممکن
اپنا اپنا تجھے سب کہتے ہیں اللہ اللہ
وہ گئی آپ کے بیمارِ جدائی کو جواب
کون ہے ورپے آزارِ دلِ زار نہ پوچھ
تہ آدم میں وہاں آیتنے دیوار میں وصل
تڑپے جاتا ہے جدائی میں دلِ زارِ جدا
بیگناہوں سے کھڑے تھے جو گنہگارِ جدا
لذتِ دردِ جدا، لذتِ آزارِ جدا
فورِ رشیدِ جدا، سایہِ دیوارِ جدا
میرے تلواروں سے اگر کوئی ہو خارِ جدا
طالعِ خفستہِ جدا، دیدہ بیدارِ جدا
گل سے ہو خارِ جدا، برگ سے ہو بارِ جدا
ذوقِ دیدارِ جدا، لذتِ گفتارِ جدا
آن کی دیوار سے ہو سایہِ دیوارِ جدا
شیخِ سینوارِ جدا، کافرو دیندارِ جدا
تابِ رفتارِ جدا، طاقتِ گفتارِ جدا
دل کا آزارِ جدا، دردِ دلِ آزارِ جدا
میں یہاں آئینہ ساں پشتِ بدیوارِ جدا

سراگرتن سے جدا ہو تو جدا ہو حافظ

سر سے ہو گانہ ورا حسمہ مختارِ جدا

قربان علی بیگ سالک

المتوفی : ۱۸۸۰ء

کیا رشک عرشوں کی مجھے پائے گاہ کا
 زائر ہوں آستانِ حبیب الہ کا
 ہوں میں غلام ایسی فلک بارگاہ کا
 جس کے گدا کو رتبہ ملے بادشاہ کا
 عمرِ دہم دی گئی اس واسطے کہ خضر
 رہبر رہے مدام مدینے کی راہ کا
 اُس در پہ جیب سا ہوں کہ آکر بری طرح
 دزدوں میں امتیاز نہ ہو مہر و ماہ کا
 بکھا ہوا ہے کنگرۂ عرشِ نو پے
 غافل یہ ایک گھوٹ ہے اس کی کلاہ کا
 دیں داغ انفعال ترے ساجدین در
 خورشید کو جو داغ دکھائیں جیہ کا
 ہے عاقلانِ عرش سے رتبہ بڑھا ہوا
 حندامِ بارگاہِ رسالت پناہ کا
 ختمِ رسل، شفیعِ اہم، سرورِ دو کون
 رکھ پاس حشر میں مری شرم گناہ کا
 آزار دہ سے نہ ظلمتِ کینجِ لمحہ مجھے
 جلوہ ادھر ایک کرم کی نگاہ کا
 اس سے خلافتِ سالک بے راہِ روم چل
 رستم ہے مستقیم شریعت کی راہ کا

مولا بخش قلیق

المتوفی : ۱۸۸۰ء

برقِ سحاب سر ہے ابروئے مصطفیٰ
 ہے طرہ اس پہ سایہ گیسوئے مصطفیٰ
 ہے تشنگانِ یاس کا کس درجہ اہتمام
 کوڑ لگی ہوئی ہے سر کرے مصطفیٰ
 ظلمت کے یہ نصیب کہ آبِ بقا ملے
 کچھ پڑ گیا ہے سایہ گیسوئے مصطفیٰ
 کیونکر نہ دیر و کعبہ میں مسم رنگ نور ہو
 یاں پشتِ مصطفیٰ ہے واں روتے مصطفیٰ
 اے کاشِ گناہ، سبک کر مجھے کہ میں
 جنبش سے ہر نفس کی اڑوں سوئے مصطفیٰ
 اک پاؤں فرشِ خاک پہ اک فرقِ عرش پر
 ہیں دو جہاں کی پشت دو زانوئے مصطفیٰ
 مفتِ نظارہ کو چپہ جنت کی دید ہے
 وقفِ اشارہ ہے ختمِ بروئے مصطفیٰ
 معراج، اوجِ وہم سے کیونکر نہ ہو بلند
 ہے نورِ عرش سایہ مشکوئے مصطفیٰ
 کیا تابِ آفتاب نہ ہو سرِ دعرش میں
 ہے جلوہ ریز سرِ دہاں روتے مصطفیٰ
 کیا ہوں گے ہم ضیافتِ جنت سے شادماں
 بھولے نہیں ہیں خلقِ علیٰ روتے مصطفیٰ
 اسلِ حساب پڑ جھتے ہر کیا قلیق کا حال
 ہاں رند ہے مگر ہے شبنم گیسوئے مصطفیٰ

اسیر لکھنوی

المؤلف : ۱۸۸۲ء

کب تک رہیں ہم خستہ جگر یا شہِ لولاک
 لوجہ غریبوں کی خیر یا شہِ لولاک
 اللہ کی بھی چشمِ عنایت ہے اسی پر
 جو تم کو ہے منظورِ نظر یا شہِ لولاک
 سب خلقِ خدا آپ کے جتے بالغِ زمان
 جن ہوں کہ ملک ہوں کہ بشر یا شہِ لولاک
 ان دو کے سوا کون سہارا ہے ہمارا
 یا شاہِ نجف یس گے خبر یا شہِ لولاک
 تم چاہو تو غر شید بھی ہو خاک کا ذرہ
 تم چاہو تو قطرہ ہو گیسر یا شہِ لولاک
 گر باعثِ احیبِ دُعا آپ نہ ہوتے
 ہوتے نہ یہ خورشید و قمر یا شہِ لولاک
 ممکن ہی نہیں تیغِ عنیم دہرے بچپن
 لطفِ آپ کا یس ہے سپر یا شہِ لولاک
 لاکھوں پہ ہزاروں پہ کیے آپ نے احساں
 کچھ کچھ تو توجہ ہو ادھر یا شہِ لولاک
 یہ سیل بغیرِ آپ کے کیونکر کوئی روکے
 دریا میں سرے دیدہ تر یا شہِ لولاک

ہے سنتِ مصیبت میں اسیر جگرِ انکار
 اللہ عنایت کی نظر یا شہِ لولاک

احمد حسن رسوا

المترن ۵ ۱۸۸۲ء (انڈیا)

خوش آتا ہے مجھے اب مشغہ لغتِ محمد کا
گل گلزارِ جنت کا ہوا ہے رنگ رو پھیکا
گل گلزارِ کفناں کو ہے لکر غنچہ کی سچ
قد و قامت پر ان کی حضرتِ آدم ہوئے شیدا
نہ کیوں حیرت میں آئیں دیکھ ان کو حضرت موسیٰ
خیال ہم سہری زیبا نہیں طوبیٰ کو اس قد سے
سفیدی اور سیاہی پس ہے حکم اس چشمِ حق میں کا
نہ جب تک اس کے نگہ آستان کو دے کوئی برس
ہمیشہ گنبدِ چرخِ بریں چکر میں ہے یعنی
ہوا جو منصرف تیرے درِ دولت سے یا حضرت
غلامی میں تری دانش ہو اچولے شہِ والا
خلاصی وارو گیرِ حشر سے ہو مجھ کو یا مولا

نہیں آتا ہے ڈھبِ مطلق سلاطین کی خوشامد کا
ہوا ہے گوشِ زدِ حبیب کہ ذکر اس عارضِ وفد کا
ٹھکانا ہے کوئی اس کے جمال و حسن بے حد کا
خلیل اللہ کو ہے عشقِ آتشیں رخسارِ احمد کا
ہے اس کا رُٹے روشن آئینہ دیدارِ ایزد کا
ہوا ہے اور نہ ہوگا کوئی بھی اس قامتِ قد کا
خدا کے حکم سے مالک ہے وہ ابیض و اسود کا
بے بے سود اس کے حق میں بوسہ لینا سنگِ اسود کا
خوش آیا ہے طواف اس روضہِ عالی کے گنبد کا
خطاب اس کو ملا کو نین میں مردود و مرتد کا
تو پائے خواجگی اور ہو گیا مست بولِ ایزد کا
وسید ہے تو محشر میں ہر آزاد و مقید کا

مصائب سے دو عالم میں پہچانا اپنے رسوا کو
ذریعہ ہے تو ہی شامِ مرے پیشِ محنت کو

صابر دہلوی

المتوفی : ۱۸۸۲ء

خدا گرد سے زباں اپنی تو ہے لطف س ک مدحت کا
ظہور اس پر پے تکمیل ہے مسرت کا
محمد نام رکھا حمد سے خالق نے حضرت کا
یہ معنی تھے کہ آدمؑ کو بسایا اپنی صورت کا
تو وہ ہے تیرے باعث سے بڑھا رتبہ رسالت کا
یہ اور اک میں آیا نہ دامن تیسری قدرت کا
وگرنہ بارِ قسم بیچ مختار راہ منسلالت کا
ہوا ہے باز روئے فکر پر در لاکھ وقت کا
زبے تہ بہ یہ رستہ صاف ہے تیری شریعت کا
کریں گے عیسیٰ مریمؑ تبتیع تیسری سنت کا
کہ بحسب بے کراں ہے موجزن تیری شفاعت کا
کہ جن کفار کو انکار ہے تیری نبوت کا
وہی پھر مجھ کو نعمت دے تصدیق اپنی نعمت کا

خدا مدح خود ذات محمدؐ کی ہے عظمت کا
ہوتی ہیں ختم تجھ پر خوبیاں ساری خدائی کی
لکھا اک حرف حمد اور اس پر میم منتخب لکھا
تجھی سے خاص اپنے ذات کی منظور تھی نسبت
رسالت کے سبب سے مرتبہ ادروں نے پایا ہے
نہیں سایہ پہ سائے میں تر سے پلتے ہیں دو عالم
ہی ہے راہ سیدھی رہنمائی کے سبب تیری
ہوئی قفل دامن حیرت تری مدحت سرائی میں
پہنچتی ہے اسی سے منزل مقصود کو امانت
تو وہ غنیمت دو عالم کہ اگر چہ رخ چہارم سے
نہیں کچھ غم جو دامن لوث عصیاں سے طوٹ ہو
بگاڑا ہے انہیں نے تو بنا دے بات کو میری
تو صدقہ اپنی عزت کا وہی پھر مجھ کو عزت دے

بہر تن گر زباں میں ہوں نہ ہو یہ شکر ادا مجھ سے
کہ نام آیا ہے مجھ عاصی پہ صابر اس کت کا

لطفت بریلوی

التزل : ۱۸۸۲ء

ازل میں جوش پہ آیا جو دریا اس کی رحمت کا
 سیراحسد پہ رکھا تاج عالم کی شفاعت کا
 ہوا جلوہ جو عالمگیر نورِ دوستے حضرت کا
 متور ہو گیا عالم نشاں پایہ ظلمت کا
 محمد انجمنِ کرام ہے ایوانِ رسالت کا
 چراغِ طور اک جلوہ ہے اس کی شمعِ خلوت کا
 ضیاءِ چشمِ موسیٰ نور ہے حضرت کی صورت کا
 ارادہ نقشِ پای سے ہے پیرِ بیضا کو بیعت کا
 بڑھا اللہ ربہ کس قدر شانِ نبوت کا
 کہ منہ زندانِ احمد کو بلا درجہ شہادت کا
 دلیلِ کعبہ مقصد ہے گم راہانِ حرمِ کو
 شفیعِ روزِ محشر ہے گنہگارِ اُمت کا
 نظارہ سے بھرتا دیدۂ غورِ شید میں پانی
 سرِ حضرت پر گر رہتا نہ سایہ ابرِ رحمت کا
 ہر اک چشم انہیں کے فیض کا دنیا میں جاری ہے
 سخاوت کا شجاعت کا، ہدایت کا، عبادت کا
 الٰہی خاکِ دہلی مجھ کو اس کے در کی چل ہو
 کہ جب پہلے میں جا رہا ہوں کش ہے جسکی تربت کا
 مشرف کر مشرف کر مشرف کر حشرِ اودا
 بھرا ہے شوقِ دل میں لطف کی ان کی زیارت کا

محمد اقبال خان حسین عاشق دہلوی

المترن : دہ ۱۸۸۳ء

احمد اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
 رنگ میں رنگ ملا خوب ہوا خوب ہوا
 چشم باطن ہمیں مرغوب ہوئی خوب ہوئی
 دل حق بھی ہمیں مطلوب ہوا خوب ہوا
 پردہ عامل نہ رہا طالب و مطلوب میں کچھ
 قربت حق کا یہ اسلوب ہوا خوب ہوا
 فخر آدم بھی ہوا فخر دو عالم بھی ہوا
 تجھ کا محبوب جو مرغوب ہوا خوب ہوا
 سر حسن خدا داد جو یوسف کو ملا
 نور بینائی یعقوب ہوا خوب ہوا
 بے قراروں سے تمہارے نہ کبھی ہو سکتا
 صبر پیدا ہے ایوب ہوا خوب ہوا
 میں نہ پیدا ہوا پہلے یہ کرم حق نے کیا
 تیری اُمت ہی میں منسوب ہوا خوب ہوا
 کلمہ حشر میں پڑھنا ہوا اُٹھنا عاشق
 ساری خلقت میں نہ مجرب ہوا خوب ہوا

مولوی عصمت اللہ النسخ

امٹونی : ۶۱۸۸۶

دامِ تزد ویرِ شیا طیس سے رہا ہو جائے گا
وہ گلِ رحمتِ جدِ ہر جلوہ فزا ہو جائے گا
موجزنِ جبِ آپ کا کبیرِ سخا ہو جائے گا
ہم فقیروں پر جو لطفِ مصطفیٰ ہو جائے گا
تاخیرِ الطافِ حضرتِ برسرِ ابدِ افس ہے
آپ کا قصہِ معلیٰ ہے سعادت سے بھرا
سرد ہو جائے گی یکسرِ حشر میں ناریسفر
سچے یقیں طوفانِ محشر سے نہ پہنچے گا غرر
اللہ اللہ کس قدرِ خاطرِ ترمی منظور ہے
دور سے کمر وہ سمجھے گا سیماں کو شہا
مربو لکھیں گے وصفِ مومنے پاکِ مصطفیٰ
خطِ سبزِ مصطفیٰ کا وصفِ گر لکھیں گے ہم

جو کوئی پابستِ شرعِ مصطفیٰ ہو جائے گا
عطرِ آگینِ سر بہ سروہ راسا ہو جائے گا
ہمسرِ سلطانِ جہاں میں برگدا ہو جائے گا
مسندِ شاہی ہمارا ابویا ہو جائے گا
عمتِ مدہِ مشکل ہمارا آج وا ہو جائے گا
زلغِ گر بیٹھا وہاں ارٹو ہمارا ہو جائے گا
رواقِ افتخارِ توجہِ اے ابرِ عطا ہو جائے گا
کشتیِ اُمت کا جو تو نہا حشرِ ابرو جائے گا
تو جدِ ہر ہو گا، ادھر وہ کبریا ہو جائے گا
تیرے مُتبتے سے جو واقفِ اکِ نہ ہو جائے گا
واسطے منکر کے ہر شعرِ اژدہا ہو جائے گا
گلشنِ وینکِ رسا اپن ہر ابرو جائے گا

ایک قلمِ نورِ دلا سے ہر دین کے فیض سے
خانہِ دل اپنِ النسخِ پُرِ ضیاء ہو جائے گا

محمد شجاع الدین

المترن ۱۰ دہر ۱۸۸۶ء

کوئی مسم نے محمد سائے پایا
 خدا نے بھی کوئی ویسا نہ پایا
 کبھی مقبول حق مرسل ہیں لیکن
 کسی نے آپ کا پایا نہ پایا
 خدا نے دیکھی سب مخلوق اپنی
 مگر کوئی محمد سائے پایا
 نہ پایا جس نے آنحضرت کو داند
 کہیں مسم نے پتا اس کا نہ پایا
 بہت دیکھے کئے ہیں سر و شمشاد
 مگر تجھ سے قدم بالا نہ پایا
 ہیں سمجھا آپ تو ہیں سایہ حق
 اسی سے آپ کا سایہ نہ پایا
 شجاع الدین بجز راہ محمد
 مرے دل نے کوئی رستہ نہ پایا

حافظ حضور احمد خاں آثم

المستوفی د. دوبر ۱۸۸۶ء

مَدّت سے ہوں الہی! میں بیمار مُصطفیٰؐ
 ہوا ب نصیب شربتِ دیدارِ مُصطفیٰؐ
 اس کی نظر میں روشنی بہر کچھ نہیں
 دیکھا ہے جس نے جلوہ رخسارِ مُصطفیٰؐ
 گلگشت میں دماں کی نہ کیونکر بہار ہو
 جنت بڑھ کے ہے کہیں گلزارِ مُصطفیٰؐ
 رہتا ہوں دردِ ہجر سے گو بے قرار میں
 لیکن پسند دل کو ہے آزارِ مُصطفیٰؐ
 صالح وہ ہیں جو شانِ فضیلت کے ہیں مقرر
 وہ ہیں شقی جو کرتے ہیں انکارِ مُصطفیٰؐ
 کیا دھوپ مہرِ حشر کی ان کو ستائیگی
 جن پر پڑا ہے سایہ دیدارِ مُصطفیٰؐ
 آثم کی ہے دعا کہ الہی قبول ہو
 گو نعت یہ نہیں سہے سزاوارِ مُصطفیٰؐ

(۲)

یارت میں مدح خواں ہوں محمدؐ کی ذات کا
 عاصی ہوں پر نہ کیوں ہو وسیلہ نجات کا
 کیا شکر میں کہوں لبِ شیرینِ شہ کو
 دیکھ پوچھتے نہ بات مزا کیا نبات کا
 اللہ بخش دے گا گنہ اس کے سر بہ سر
 پابندِ دمر میں ہے جو صومِ صلوات کا
 کیوں شاعروں میں نام نہ میرا بلند ہو
 لکھتا ہوں وصف اس شہِ عالی صفات کا
 پھیلی تھی روشنی شبِ معراج اس قدر
 دن سے بھی ہو گیا تھا سوا جلوہ رات کا
 آثم کی یہ دعا ہے کہ ہو خاتمہِ بنجیر
 معلوم اس کو حال نہیں ہے مہمات کا

فیض الحسن فیض سہارنپوری

الثانی : ۱۸۸۷ء

ترا رتبہ ہے یا احمد مفتاح اللہ اکبر کا
 ترمی رتبہ شناسی رتبہ ہے بیچون داد کا
 وہ طوبی جس کا چرچا ہے ستوں بتے میری مسجد کا
 وہ جنت جس کی شہرت ہے نونہ بتے ترے لہر کا
 تمنا ہے کراک اک بال کی سوسو بلائیں توں
 جو نقشہ ہاتھ آجستے ترمی زلف معنبر کا
 تمنا ہے کہ کانٹوں پر ترے صحرائے جاؤں
 رگ مجسروں کو پھر سودا ہوا ہے نوک نشتر کا
 ہمیں رونے سے کیا نیت مگر بیت نام آئے
 تو کچھ نقشہ بدل جانا ہے اپنے دیدہ تر کا
 بُرا ہوں یا بھلا ہوں خیر جیسا ہوں تمہارا ہوں
 طریقہ ہے کریوں کا بنا ہونا اپنے چاکر کا
 وہ ضعف ناتوانی ہے کہ مرغ نیم بسمل بھی
 یہ کہتا ہے چلو دیکھیں تماشا فیض مضطر کا

نواب کلب علی خان نواب

المترن : ۱۸۸۷ء

اللہ سے ذوق مدحت پروردگار کا
 عالم زبان میں ہے دل بے قرار کا
 زائر ہوں روضہ شہ رفوف سوار کا
 قبلہ ہوں اس لیے میں صفار و کبار کا
 ہر چہ نعت سرور کو نہیں ہے محال
 پر کام لوں گا جبر سے میں اختیار کا
 برتر ہونہ فلک سے مرے شعر کی زین
 لکھوں جو وصف پنجتن و چار یار کا
 اصحاب و اہلبیت پر قربان ہو جو روح
 آغوشِ حمد کیوں نہ ہو گوشہ مزار کا
 محترم ہے ملائکہ آسمان کا
 خادم ہے جو اندہ عالی تبار کا
 زلفِ نجات سلسلہ نقش بند ہے
 ہے جس کی بوسے رنگ بیاں وصل یار کا
 پیرانِ سہروردی ہشتی و قادری
 قاسم ہر ایک ان میں ہے فردوس مزار کا
 اتنے ویلے جس کے ہوں نواب پیرا سے
 اندیشہ کیا ہے پرکشش روزِ شمار کا

سِرُّرِ لاہوری

الموتوی ۱۸۹۰ء

الہی جلد تر روضہ ہمیں دکھلا محمدؐ کا
 کہ ہے جنت کے روضہ سے بھلا روضہ محمدؐ کا
 نہ چاہل مسرتِ باباں کو ہوا مرتبہ محمدؐ کا
 ملا عرشِ بریں کو بھی نہیں پایہ محمدؐ کا
 زباں سے پڑھ دیا صلِ علیٰ صلِ علیٰ اس نے
 رُخ پر نور جس نے آنکھ سے دیکھا محمدؐ کا
 زمین و آسماں اور چاند سورج عرش و کرسی
 ظہور اس عالمِ ہستی میں ہے سارا محمدؐ کا
 بنا ان گنت موتی ان میں اک ایک قطرے سے
 زمیں پر فیض کا بادل جسے صریرِ سامع محمدؐ کا
 رسول اللہؐ کا محبوب مقبول الہی ہے
 وہی پیارا خدا کا ہے جو ہے پیارا محمدؐ کا
 محمدؐ کا ہوا ہے فیضِ جاری قطرے قطرے سے
 ہوا ہے ذرے ذرے سے عیاں جلوہ محمدؐ کا
 نبیؐ کے عاشقِ صادق، خدا کے دوستِ ہمتے ہیں
 خدا کا نام رکھتے ہیں زباں پر یا محمدؐ کا
 کہیں فرشِ زمیں پر شمع روشن ہے محمدؐ کی
 کہیں عرشِ بریں پر نور جا چمکا محمدؐ کا
 عزیز و گرسفائی چاہتے ہو اپنے باطن کی
 بعد قیٰ دل کرو دردِ زباں کلمہ محمدؐ کا
 نہ پہنچا سردارانِ ملک دیں سے کوئی بھی سردار
 قدم معراج میں جس اوج پر پہنچا محمدؐ کا

مولانا امداد اللہ تھانوی مہاجرِ مکی

امتونی : ۶۱۸۹۲

کر کے نثارِ آپ پر گھر بار یا رسولؐ
 اب آپؐ اڑا ہوں آپکے دربارِ رسولؐ
 عالم نہ متقی ہوں نہ زاہد نہ پارسا
 ہوں اُمتی تمہیں راگنہ گارِ رسولؐ
 دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپؐ کا
 کیا غم ہے گرچہ ہوں میں بہتِ بختِ بے نیازِ رسولؐ
 ذاتِ آپؐ لی تو رحمتِ شفقت ہے سرسبز
 میں گرچہ ہوں تمام خطا دارِ رسولؐ
 کیا فور ہے اس کو شکرِ عصیان و جرم سے
 تم ساشیع ہو جس کا مددگارِ رسولؐ
 ہو آستانِ آپؐ کا امداد کی جہیں
 اور اس سے زیادہ کچھ نہیں درکارِ رسولؐ

صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سید محمد سلطان عاقل حیدر آبادی

المتوفی : ۱۸۹۲ء

صدر امکاں سے باہر ہے یہاں جاو محمد کا
 کہ دورِ ہر دو عالم عاشقِ ہے اس کی مندا کا
 کے جب صرف مد بند ہی عناصر دونوں عالم کے
 کچھافت دت سے خاکِ آپ کے قصرِ شید کا
 پلے جب پل کے دونوں لب، ملی کوئین کی دولت
 وہاں پاک میں نقش ہے سارا میم مقصد کا
 رنجِ انوار کے پر تو کا جو ہو سرگرم نظارہ
 تو فوراً دیدہ خورد شید ہو ہم چشمِ مراد کا
 بساطِ حشمتِ کوئین گویا مستدامِ تھری
 خبر ہے مسندِ حضرت کو نقش ہے وہ مندا کا
 کشود کا عالم حصر اس سرگشتہ پر ہوتی
 مگر اک فرق ہے گردونِ دود کو طوفِ مرقد کا
 سرافرازی ہے دانش مندا کو پائے محمد سے
 قدم کا حرفِ آفرناج سر ہے لفظِ موبد کا
 بتوں منظور جب کتبِ مدم سے جلوہ پیرائی
 رہا چوتھے فلک پر بہر بن کر سایہ احمد کا
 جو ہو پر تو فلک یہ صبحِ رخ تربت میں عاقل کی
 تو مشرقی مہر ہو ہر ایک فترہ صحنِ مرقد کا

مولوی محمد حسین تمشا مرد آبادی

المدنی : ۱۸۹۰ء

جس نے اک قطرہ عطر عطرے شہ دیں کا دیکھا
جس نے اُس شاہ کا وہ چہرہ زیبا دیکھا
حسن سیمائے نبیؐ کا ہوا جلوہ جس جا
طوِ سینا کی تجلی ہے مگر تھنڈی ہے
نظر ہر سہ پہل جاتی ہے اس چہرے
نہ رہا عطر گل غلہ کا پھر شوق اس کو
عائیں حور جہاں دیکھ لیا دُنیا میں
دیکھا ان شاہ کو کرتے ہوئے باتیں جس نے
دیکھا جس شخص کو حضرت نے ہوا وہ عالم

اس نے کونین کے انعام کا دریا دیکھا
صنعت غامض الہی کا تماشا دیکھا
مثل غور شید ہر اک ذرہ چمکتا دیکھا
حسن حضرت میں یہ اک اور اپنا دیکھا
اس طرح کا نہ کوئی روئے مصفا دیکھا
جس نے ان سرورِ عالم کا پسینا دیکھا
جس نے اُن شاہ کا وہ حسن کھنپا دیکھا
چشمِ عرفان الہی کا اُبلتا دیکھا
خلق میں دیکھنا ایسا کہہ کس کا دیکھا

رہ کے معمورۂ دنیا میں تما تم نے
گر مہینہ ہی نہ دیکھا تو بھلا کیا دیکھا

میرا عظم علی خان شائق حیدر آبادی

المترن : ۱۸۹۷ء

احمد پاک پر مائل نہ ہوا تھا سو ہوا
 دل مرا عشق میں کامل ہوا تھا سو ہوا
 شبِ معراجِ عرب سے یہ کھلا راز ہمیں
 اب سے ایسا کوئی وصل نہ ہوا تھا سو ہوا
 خواب میں رویتِ احمد ہوئی سبحان اللہ
 محفلِ پاک میں داخل نہ ہوا تھا سو ہوا
 ہر بجلی رنجِ حضرت کی یہاں ہے ظاہر
 ہم سرِ طور مرا دل نہ ہوا تھا سو ہوا
 کون سے چاند کے ٹکڑے نے کیا دھڑکڑے
 دل شکستہ میرِ کامل نہ ہوا تھا سو ہوا
 ہجر میں وصلِ نبیؐ کا جو مجھے لُطف آیا
 میں تصور کا جو قائل نہ ہوا تھا سو ہوا
 کیوں نہ انسان کو ظلو ما وجہولا سمجھیں
 کوئی یوں یار کا عامل نہ ہوا تھا سو ہوا
 یادِ شمشیرِ نگاہِ نبویؐ ہے دل کو
 شکرِ اللہ کا بسمل نہ ہوا تھا سو ہوا
 آج محسوسم پھر اس کو نہ دروازے سے
 تیرا شائق کبھی مائل نہ ہوا تھا سو ہوا

منشی حسن عطار شوق

المتوفی ۱۹۰۰ء

ذہے قسمت کہ میں مداح ہوں ختم رسالت کا
 ہوا عالم میں عالمگیر شہرہ میری ہمت کا
 ہوئی تھی نعت سے روزِ ازل میں رنگ آمیزی
 سرِ لوح و قلم نقشہ کھچا جب میری قسمت کا
 جمال حق پر چشم کور منکر کب نظر آوے
 مسبب اور مسبب مطلق تو ہی ہے عین خلقت کا
 ترے تنخیرِ حسن و لربا کا نقش جب بیٹھا
 اٹھایا کثرتِ کل عالم سے قبضہ دستِ قدرت کا
 نہ کیوں ساری وہ ہو چودہ طبق کی ہر رگ و پے میں
 ہے تیسرا جلوۂ اول خاص حضرت کا
 بنا کر کنت کنزاً بہر اثبات بسبب حق نے
 دکھایا شکلِ احمد میں تماشا شانِ قدرت کا
 بشارتِ محبوبی پہ دیکھا تیری صورت کو
 کیا صانع مطلق نے تفسارہ اپنی صنعت کا
 گھٹا ابیرکرم کی جب اٹھی مثلے قدرت کے
 ظہورِ احمدی سے کر دیا سامانِ رحمت کا
 نہ کیوں رشکِ جنان ہر اک گلی کوچہ ہو اس شہ کا
 فنوں ہے عرش سے لے شوقِ رتبہ جس کی تربت کا

امیر مینائی لکھنوی

المتوفی : ۱۹۰۰ء

ہام عاصی واصلِ فردِ شفاعت ہو گیا
 مرغِ عصیاں اڑ کے قیدِ بازِ رحمت ہو گیا
 گرمیِ خورشیدِ محشر سے ہوئی حاصلِ نجات
 آلِ احمد کی محبت کا چچھا تھا دل میں خار
 جم گیا تھا دل میں جو مشقِ معاصی سے غبار
 واہِ رمیِ رحمت جو رکھا پاؤں بالائے صراط
 جس علم کے نیچے پائی فیضِ احمد سے جگہ
 دفعۂ صورت بدل کر بن گئی امید یاس
 راستہ تھا اول منزل جو ناہوار پیش
 قصیرِ باقوت زمرہ کی ہوئی آساں خرید
 تشنگی میں کوثرِ دُسنیم کے چشموں پہ ہم
 خاتمہ بالخیر احمد کی بدولت ہو گیا
 دھمک شاہینِ ترازو سے عدالت ہو گیا
 شامیانہ سر پہ میرے ابرِ رحمت ہو گیا
 بڑھ کے محشر میں کلیدِ بابِ جنت ہو گیا
 سرِ مہربانِ دیدہ عینِ عنایت ہو گیا
 دُشگیریِ امن لے کی خوفِ رخصت ہو گیا
 میری بے جرمی پہ انگشتِ شہادت ہو گیا
 خارِ زارِ رنجِ فرشِ خواب راحت ہو گیا
 رفتہ رفتہ نردبانِ ہامِ رفت ہو گیا
 باغِ جنت کا قبالہ داغِ محنت ہو گیا
 اس طرح پہنچے کہ رضوانِ عرقِ حیرت ہو گیا

صبحِ محشر جلد چھٹکارا ملا ہم کو امیت

مہر کیا چمکا کہ تاباں نجمِ قسمت ہو گیا

زکی دہلوی

المتوفی : ۱۹۰۳ء

زکی آئینہ توحیدِ روئے مشتعلیٰ دیکھا
غلابِ کعبہ میں جس نور کا لمحہ چھپا دیکھا
طلسمِ حسنِ لاثانی نبی کی شکل و صورت تھی
خوارمِ باسعادت کو کمالِ رہبری پایا
علو منزلتِ نیرنگ سبحان الذی لہی
شفاعتِ حضرتِ آدم کی اہم پاک پر ٹھہری
شفیعِ عاصیاں ہیں آپ کہہ دیتا ہوں میں اب
شبِ معارجِ یارب کس تجمل کی سواری تھی
نبی کے نور سے ادراکِ وعلم جس نہیں خالی
قبلے گل میں بوئے جانفزا سے جسمِ اطہر ہے
وہی محسوس شاہاں تھا، وہی ممدوحِ دوراں تھا
صفائے عالیہ افزوں ہیں حد سے مختصر ہے
جو اس سایہ میں آیا ناب و ذرخ ہے عرام اس پر
یکلم اللہ و روح اللہ حق کے برگزیدہ تھے
جو رشد و ہدائی شہرِ رسول اللہ کو پایا
وہ اعلیٰ مقصدِ مفہوم کن یہ ذاتِ اقدس تھی

اس آئینہ میں رنگِ جلوہ نورِ حشر دیکھا
مدینہ میں وہی چشمِ یقیں نے بر ملا دیکھا
جمالِ عالم آرا دیکھ کر کیا کہتے کیا دیکھا
چراغِ نقشب پا کو گم رہوں کا رہنا دیکھا
کمالِ مرتبتِ اکملت اہمیت سا دیکھا
غلط کیا ہے اگر کہتے کہ فخرِ انبیا دیکھا
نہ چھوڑوں گا سرِ دامن کو جب زیرِ لوا دیکھا
ملائک میں بہم یہ شور تھا صلی علی دیکھا
یہ جلوہ سپینہ و دل سے نظر تک جا بجا دیکھا
ہولائے حسنِ نیرنگی بادِ صبا دیکھا
یہاں کا جو عزیز پایا یہاں کا جو گدا دیکھا
سراپا شرفِ شمس الضحیٰ بدرِ علی دیکھا
سحابِ لطفِ یزداں ظلِ دامان قبا دیکھا
یہاں تھا خاصِ جلوہ جس کو محبوبِ خدا دیکھا
نبی کے استناں کو مطلعِ نور و ضیا دیکھا
کہ جس کے واسطے چشمِ جہاں نے ماسوا دیکھا

دو شش و شست آویزاں ہوئے مولیٰ کے درمیں
ظہورِ شانِ رحمت کا زکی یہ اقتضا دیکھا

مخرج دہلوی

التوقی : ۱۶۰۳ء

وصف کیا ہو بیاں محمد کا	بے حسد امدح خواں محمد کا
عرش اس کو سمجھ نہ رُوحِ امیں	یہ تو ہے آستانِ محمد کا
مقی نہیں عرش کی نہ ہم پہلو	سایہ پڑتا کہیں محمد کا
حائل عرش بھیجتے ہیں درود	نام آیا جیساں محمد کا
بست میں مردہ کو چلاتا ہے	لبِ معجزہ بیاں محمد کا
ہے بہت کہنہ ورنہ کہتے ہیں	فندش ہے آسمان محمد کا
ہوا آہن گدازِ قلبِ عرب	معجزہ ہے بیاں محمد کا
باہمہ قرب حق ہے رُوحِ امیں	حسادِ آستانِ محمد کا
سے وہ رازِ مہاں کا گنجینہ	حال ہو گیا عیاں محمد کا
سے وہ ذاتِ خدا میں مستغرق	حق ہے جو ہے بیاں محمد کا
بال جلتے ہیں داں فرشتوں کے	سے گزرگہ جساں محمد کا

فخر بس ہے یہی کہ اے مخرج

تو ہوا امدح خواں محمد کا

داغ دہلوی

الترقی : ۱۹۰۵ء

کرو غم سے آزاد یا مُصطفیٰ
 تمہیں سے ہے فریاد یا مُصطفیٰ
 نہ پامال مجھ کو زمانہ کرے
 نہ مٹی ہو برباد یا مُصطفیٰ
 زبان پر ترانہ جاری رہے
 کوسے دل تری یاد یا مُصطفیٰ
 نہ چھوٹے کبھی مجھ سے راہِ صواب
 نہ ہو طُغْم دیداد یا مُصطفیٰ
 عطا مجھ کو اللہ ہمت کرے
 بجا لاؤں ارشاد یا مُصطفیٰ
 مجھے گھیر رکھا ہے امراض نے
 مٹے ان کی بنیاد یا مُصطفیٰ
 مجھے رات دن فکر ہے قرض کی
 اسی سے ہوں ناشاد یا مُصطفیٰ
 رہوں حشر میں آپ کی ذات کے
 طلبِ عکار ادا یا مُصطفیٰ
 عنایت کی ہو جائے اس پر نظر
 رہے داغ دل شاد یا مُصطفیٰ

داغ دہلوی

المتوفی: ۱۹۰۵ء

نہیں کلمہ گو ہوں خاص خدا اور رسول کا
 آتا ہے بامِ عرش سے مشرودہ قبول کا
 وہ پاک بے نیاز تجسم سے ہے بری
 محتاجِ فوق و تحت نہ وہ عرضِ طول کا
 انسان سے بیاں ہوں کیونکہ صفات ذات
 ایسا کہاں ہے ذہنِ علوم و جہوں کا
 دونوں جہاں میں بوسے محمد ہے عطرِ بیز
 کوئین میں ہے رنگِ فقط ایک پھول کا
 صلِ علی ہے نامِ محمد میں کیا اثر
 درماں دلِ علیؑ سل و حنین و ملول کا
 طاعتِ خدا کی اور اطاعتِ رسول کی
 یہ ہے طریق، دولتِ دین کے حصول کا
 یہ داغ ہے صحابہٴ عظام کا مطیع
 یہ داغ جاں نثار ہے آلِ رسول کا

عالمگیر خان کیف

الترکی : ۱۹۰۶ء

ہے گرم دو عالم میں بازارِ محمد کا
 کوئین میں چلتا ہے دینارِ محمد کا
 محبوبِ خدا کو تم اور دیکھ لو بے پردہ
 دشوار ہے اے موسیٰ دیدارِ محمد کا
 معراج کی شب کہا تھی غلوت تھی محمد کی
 ہنگامہٴ محشر ہے دربارِ محمد کا
 اللہ کی بے مرضی کب ثابت کسی سے کی
 اقتدارِ خدا بکلا اقتدارِ محمد کا
 پردہٴ رنجِ انور کا اک پردہٴ وحدت ہے
 آیتِ خالق ہے رخسارِ محمد کا
 خلاقِ دو عالم تو پیا را ہے محمد پر
 اور امتِ عاصی پر ہے پیارِ محمد کا
 جاروب کش اس در کا اعلیٰ سے بھی اعلیٰ ہے
 اچھوں سے بھی اچھا ہے بیمارِ محمد کا
 جس نے کہ انہیں جانا اللہ کو سپہا
 دیدارِ خدا کا ہے دیدارِ محمد کا
 تقریر ہے متانہ ہے ہاتھ میں پیمانہ
 یہ کیف ہے دیوانہ سرشارِ محمد کا

محمدؐ آغا داؤد صحو ابوالعلائی

المتوفی : ۱۹۰۶ء

مراد دل ہے محو جمالِ محمدؐ
 وصالِ خدا ہے وصالِ محمدؐ
 یہی کہہ رہا ہے مراد دل عزیزو
 خیالِ خدا ہے خیالِ محمدؐ
 ہوا جس کے باعثِ موعلم ہے پیدا
 یہاں ہستم کہیں کیا کمالِ محمدؐ
 نہ تھے جن و انساں زمیں آسماں جب
 ہوا ہے ظہورِ جمالِ محمدؐ
 دلِ مردہ ہونے پہں اک دم میں زندہ
 ہے معجزہ بیاں کیا مقالِ محمدؐ
 ہوا ہوں میں اے صحو سوجان و دل سے
 فدائے محمدؐ و آلِ محمدؐ

حسن بریلوی

المقول : ۸ - ۱۹۰۸ء

نگاہِ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
 لیے ہوئے یہ دل بے ستار ہم بھی ہیں
 ہمارے دستِ تنہا کی لاج بھی رکھنا
 ترے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں
 ادھر بھی توسلِ اقدس کے دو قدم جلوے
 تمہاری راہ میں مشتبہ غبار ہم بھی ہیں
 کھلا دو غنچہ دل صدقہ یارِ دامن کا
 امیدوار نسیم بہار ہم بھی ہیں
 تمہاری ایک نگاہِ کرم میں سب کچھ ہے
 پڑے ہوتے تو سرِ رہ گزر ہم بھی ہیں
 جو سر پہ رکھنے کو بل جاتے نعلِ پاک حضور
 تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں
 یہ کس شہنشاہِ عالی کا صدقہ ثبات ہے
 کہ خسروں میں پُرسی ہے پکار ہم بھی ہیں
 ہماری بگڑھی بنی ان کے اختیار میں ہے
 سپرد انہیں کیسے سب کا روبرو ہم بھی ہیں
 حق ہے جس کی سخاوت کی دھوم عام میں
 انہیں کے تم بھی ہواک ریزہ خوار ہم بھی ہیں

مولانا حسن رضا خان حسن بریلوی

الترقی : ۱۹۰۸ء

سیر گلشن کون دیکھے دشتِ طیبہ چھوڑ کر
 سوئے جنت کون جائے درتہارا چھوڑ کر
 سرگزشتِ غم کہوں کس سے تے جوتے ہوئے
 کس کے در پر جاؤں تیسرا آستانہ چھوڑ کر
 بے لقاے یاران کو چین آجاتا اگر
 بار بار آتے نہ یوں جب ریل سدا چھوڑ کر
 کون کہتا ہے دل بے مدعا ہے خوب چیز
 نہیں تو کوڑھی کو نہ لوں ان کی تنہا چھوڑ کر
 نہ ہی جاؤں میں اگر اس در سے جاؤں ڈھونڈ
 کیا بچے بیمارِ غم قربِ میسا چھوڑ کر
 کس تنہا پر جیتیں یا رب اسیرانِ نفس
 آپکے باو صبا باغِ مدینہ چھوڑ کر
 بخشوانا مجھ سے عاصی کا روا ہو گا کسے
 کس کے دامن میں تھپوں دامن تمہارا چھوڑ کر
 حشر میں اک اک کاٹنے جو تکنتے پھرتے ہیں عدد
 آفتوں میں پھنس گئے ان کا سہارا چھوڑ کر
 مر کے جیتے ہیں جو ان کے در پہ جاتے ہیں حسن
 جی کے مرتے ہیں جو آتے ہیں مدینہ چھوڑ کر

نسیم بھرت پوری

المتوفی : ۱۹۰۹ء

چہرہ دیکھا اُدھر پائشاں تیری جلالت کا
 بھروسا ایک مجھ کو ہی نہیں تیری شفاعت کا
 نہیں کچھ خوف مجھ کو حدتِ روزِ قیامت کا
 تنِ اظہر ترا ہے وحدتِ اللہ کا شاہد
 نہ پایا بہرِ تعنیں سایہ قامت تو ہم سمجھے
 زہے صنعت بنایا پختن کو نودِ واحد سے
 گناہوں سے مجھے نخلت ہوئی رحم آگیا اس کو
 خداوند اسوئے ملکِ عدم آیا ہوں ہستی سے
 نہ تھا جب کچھ توڑ تھا کچھ نہ ہوگا جب توڑ ہوگا
 قدم پھر کوئی کیا رکھے تری وادعی عرفاں میں
 خوش قسمت فنا میں ہے انہیں لطفِ بقا حاصل
 وہ سینہ باغ ہے پُر ہو جو تیرے داغِ الفت سے
 شرفِ کمبے پایا ہے ید اللہ کی ولادت سے
 زوال اب کفر پہ آیا کہا ہنس کر پیسے لے

ہر اک شے میں نظر آیا ہے جلوہ تیری قدرت کا
 بڑا نیچہ ہے تجھ پر سب گنہگار ان امت کا
 بنے گا سایہ طوبیٰ تصور تیری قامت کا
 یہی توجہ ہے سایہ نہ تھا جو تیری قامت کا
 ہے دیوانِ ازل میں فردِ مصرعے تیری قامت کا
 دکھایا لطفِ صانع نے عجب وحدت میں کثرت کا
 ہوا ابرِ کرم مجھ کو عسرقِ روئے ندامت کا
 فسانہ عالمِ اسکاں میں سن کر تیری رحمت کا
 پتہ پھر کیا چلے تیری ہدایت کا نہایت کا
 کہ جب ہو ماعرفنا قولِ خودِ خضرِ طریقت کا
 ہے اللہ اللہ کیا رتبہ شہیدانِ محبت کا
 وہ دلِ گل ہے کہ جس میں خار ہو تیری محبت کا
 ہے بیت اللہ مطلعِ مطلعِ مہرِ امامت کا
 قدمِ دنیا میں جب آیا مرے خضرِ طریقت کا

نسیم اب نمان جو کھا کر کر دے شکرِ خدا ہر دم
 کہ حیدر سے چلا آتا ہے یہ ترکہ شفاعت کا

جلال لکھنوی

المبتدی : ۱۹۰۹ء

دمِ عیسیٰ نے ہر سودم بھرا ہے عشقِ احمد کا
 جسے کہتے ہیں خلد اک پھول ہے قبرِ محمد کا
 شرفِ کعبے کا ہے گر طوف کرنے آئے مرقد کا
 تمنا عرش کر تھی فرشِ ایوان کا تری ہو کر
 جلیں کیونکر نہ پر فکر رسا کی نعت میں اس کی
 مدینے کی زمیں کو تجھ سے سرسبزی یہ حال ہے
 الہی ! حشرِ برپا کر ترے محبوب کو دیکھوں
 تصور میں ملیں کس کے قدم پر پتلیاں میں نے
 تجلی گاہِ اقدس سینہ حور و ملک ہے
 گندہ ہٹ کر کٹرے ہوں گے گہنگاروں کے محشر میں
 سراپا عالم اسکاں ترا حسبِ لودہ دکھاتا ہے
 نہیں خورشیدِ عالم تاب یہ چرخِ چارم پر
 یحییٰ اللہ بھی پڑھتے رہے کلمہ محمد کا
 بہارِ باغ کن ہی کات و روغن کے گنبد کا
 ترمی چوکھٹ کو چوڑے فخر ہے یہ سنگِ اسود کا
 بناؤں گو شوارہ کوئی گوشہ لے کے مند کا
 پر جب بریل پروانہ ہو جس کی شمعِ مرقد کا
 غبارِ آستے تو قائم ہو فلک بن کر زبرجد کا
 اٹھا سکتے نہیں آنکھیں تقاضا شوقِ بے حد کا
 فرشتے برے لیتے ہیں نگاہاں ہے سنگِ اسود کا
 مقامِ اے شاہِ خوبی صدر میں ہے تیری مند کا
 نشاں یہ ہے شفیع المذنبین کی آمد آمد کا
 ابد میں والِ گیسو کی ازل میں ہے الف قد کا
 کس اُترا ہوا ہے اک ترے روضے کے گنبد کا

یہ حسرت ہے جلالِ احمد کے روضے کو اگر دیکھوں

گردنِ غش کھلے پہلے ہوش ہو پھر عرضِ مقصد کا

تسلیم لکھنوی

المبتوی : ۱۹۱۱ء

عرش و کرسی جب عدم تھے جلوہ گستر کون تھا
 سامنے خالق کے تجز نورِ پیمبر کون تھا
 کیوں زکمتے اقتدا سب انبیاء معراج میں
 لائق و فائق بھلا حضرت سے بڑھ کر کون تھا
 شانِ محبوبی جو دیکھی بولے فتدسی عرش پر
 اس ادا سے جو گیا ہے پیشِ وادِ کون تھا
 تو ہی کہہ دے اے شبِ اسرمی ہزاروں ناز سے
 دوش پر ڈالے ہوئے زلفِ معبر کون تھا
 تابشِ خورشیدِ محشر رہ گئے مہمہ دیکھ کر
 نام توں کیونکر ادب سے سایہ گستر کون تھا
 سب بجا تھا مجھ سے یہ رو کو جو فرماتے حضور
 کہنے والا دوزخی شیخِ معمر کون تھا
 صاف کہہ دوں گا کہ محبوبِ خدا کا ہوں غلام
 قبر میں پرچھپیں گے جب تیرا پیمبر کون تھا
 یار ہی نے ساتھ حضرت کا دیا شکل کے وقت
 غار میں ہمراہ جز صدیقِ اکبر کون تھا
 رحمتِ للعالمین کیوں کرنے فرماتا خدا
 حشر میں ہم عاصیوں کا یار و یاور کون تھا
 جب صلہ میں نعت کے تسلیمِ جنت کو گیا
 اہلِ محشر بولے حضرت یہ مسخوڑ کون تھا

مولوی محمد عمر جنوں

المتوفی : ۱۹۱۱ء

محمد مصطفیٰؐ بے خلق میں باعثِ ہدایت کا
 شفیقِ عاصیاں محنت رہے روزِ قیامت کا
 بڑے وہ سنگدل کافر تھے جو تھے آپ کے منکر
 کہ پتھر کرتے تھے اقرار حضرت کی رسالت کا
 لڑائیں کیا دمِ جنگِ بدل انصار نے جانیں
 رگوں میں ان شجاعوں کے بھرا تھا نوں شجاعت کا
 گدائے آستانِ ظلِ ہما کے کب ہڑتے خواہاں
 انہیں کافی ہے افسر آپ کے ظلِ حمایت کا
 ترمی ذاتِ مقدس کے سوا بیت المقدس میں
 کسی نے آج تک گڑا نہیں جھنڈا امامت کا
 گنہگاروں میں آکر ہوگی شامل بے گناہی بھی
 بٹے گاروڑِ مشرقِ حصہ جیب تیری شفاعت کا
 دمانے کی جو مجھ سے آنکھ پھر جائے تو پھر جائے
 کہ ہے میری طرف گوشہ تری چشمِ عنایت کا
 محبت آپ کی اک میری بخشش کیلئے بس ہے
 نہیں مجھ کو بھروسہ کچھ بھی تقویٰ و عبادت کا
 جنوں کی عرض یہ ہے خاتمہ بالخیر ہو میرا
 زباں پر مرنے دم ہو یا نبی کلمہ شہادت کا

وفارام پوری

المترن : ۱۹۱۵ء

تو دہاں پہنچا ہے اے طاثر اور ج عنفت
اللہ اللہ رے ترے قصر بریں کی رفعت
نفس قدسی ترے ادراک میں کیسا عاجز
ہم تیسرا خط سرنامہ لولاک لسا
بہر عنوان نبوت ہے ترا دین متیں
ٹھہرے جب عرش بریں تیرے لیے پا انداز
انبیاء بیٹھیں رے آگے دو زانو ہو کر
نغمہ خواں تیرے لیے بلبل شاخ طوبی
مغفرت کہتے ہیں جس کو وہ ترے در کی مطلع
تیری خوشنودی خاطر ہے رضا مندی حق
تحفہ خلد بریں تیری گلی کا رستہ
تیری امت کو مبارک ہو عطا تے کوثر
ہاں یہ سچ ہے کہ ترا وصف ہمارا مقصود
نام لینے پر ترے ٹھہری ہے عالم کی نجات
میں کہاں اور یہ تحریر یہ تفسیر کہاں
اے وفا دیکھ سنبھل پاؤں کہاں لکھا ہے
یاں سے جبریل ڈبے پاؤں چلے جاتے ہیں
عرض کر حضرت اقدس میں بعد عجز و نیاز

جس جگہ پڑ نہیں سکتی تھی کمندِ ہمت
جس کی ہے بام قضا جس کا ہے زینہ قدرت
عقل اول کو ترمی کُنڈ میں کیسی حیرت
حکم تیرا ہمیں اک نقش نگین قدرت
نظم دیوان رسالت ہے تیری ملت
قالب قدسین کی پھر کیوں نہ ہو تجھ سے زینت
محفل قدس ترمی ذات کے والا رتبت
طاثر سدرہ بھی اک زمزمہ سنج عشرت
رحمت حق کو ترے دست کرم بیعت
اور رضا مندی حق تیری کتاب و سنت
زینت ہشت فلک اک ترے گھر کی زینت
دشمنوں پر ترے جاری رہے حکم تربت
ہاں یہ حق ہے کہ ترمی نصرت ہے اقصیٰ نایت
وصف لکھنے میں ترے دیکھی خطائے عصمت
دست کوتاہ میں عشرت تو زباں میں لکنت
جاننا ہے کہ یہ کیسا ہے محل عبرت
ہے یہ میدان خطر ہے یہ مقام ہدیت
اک یہی شعر کہ اس شعر میں ہے کیفیت

مجھ پہ ہو تیرا کرم تجھ پہ دو عالم کی درود
مجھ پہ ہو تیری نظر تجھ پہ خدا کی رحمت

پیائے لال رونق

وفات : ۱۱۱۱ھ ۱۹۱۵ء

مرتبہ سارے رسولوں میں ہے بالاتیرا	تو ہے محبوبِ خدا چاہنے والا تیرا
خواب میں دیکھ لیا ہے قدرِ بالاتیرا	کلمہ وصلِ علی درِ دُزبان رکھتا ہوں
عشق ہے مجھ کو زمانے سے نرالا تیرا	ہجر میں دل کے تڑپنے کھنٹے ہیں انداز
واوہ حشر کو دُوں گائیں حوالا تیرا	غور ہو جائیں گی محشر میں خطائیں ساری
عرش کے پار نکل جائے گا نالا تیرا	آہ کر جبِ محکمہ میں سنبھل کر اے دل
نا توانی نے بڑا کام نکالا تیرا	لے آئی آج صبا سوئے مدینہ دل زار
نظر آتا ہے ہر اک سمت اجالا تیرا	نور سے تیرے منور ہوئے دونوں عالم
جانِ بیتاب ہوا دیس نکالا تیرا	گر یہی شوقِ مدینہ ہے تو ہاں بسم اللہ
ہو گیا فرشتے زمین چاہنے والا تیرا	لے خبر عابدِ مری ناز سے سولے والے

ہو گیا شوق میں وہ آج نثارِ احمد

دل جو رونق تھا بٹے نازوں کا پالاتیرا

آسی غازی پوری

التوفی : ۱۹۱۶ء

وہاں پہنچ کے یہ کہنا صبا سلام کے بعد
شبِ وصال بیانِ عنم فراقِ عبث
وہاں بھی وعدہ دیدار اس طرح ٹالا
گناہگار کی کس لڑ تو صاف صاف ہے یہ
طلبِ تمام ہو مطلوب کی اگر حد ہو
وہ خطوہ چہرہ وہ زلفِ سیاہ تو دیکھو
تجھے کہے کوئی کیونکر نہ غیر ستِ عیسیٰ
پیام بر کو روانہ کیا تو رشکِ آیا
تمام ہوں ابھی جھگڑے لن ترانی کے
ابھی تو دیکھتے ہیں ظرفِ بادہ خواروں کا
تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد
فضول ہے گلہ، زحمنم التیام کے بعد
کہ لوگ خاص طلب ہوں گے بارعام کے بعد
کہ لطفِ رحم و کرم کیا پھر انتقام کے بعد
لگا ہوا ہے یہاں کوچِ ہر مفت م کے بعد
کہ شامِ صبح کے بعد آئی صبحِ شام کے بعد
کہ نہ ہوش کسی کا ترے کلام کے بعد
نہ ہم کلام ہو اس سے مرے کلام کے بعد
دکھا دو حبلوہ خدارا اگر کلام کے بعد
سب جو ختم کی بھی ٹھہرے گی دورِ جام کے بعد

الہی آتھی بے تاب کس سے چھوٹا ہے
کہ خط میں روزِ قیامت لکھا ہے نام کے بعد

محمد منظر الدین معلیٰ

المتوفی ۱۰۶ - ۱۹۱۷ء

دیکھی ہے جو شانِ رخِ زیبائے محمدؐ
ہے عرشِ بریں فرشتے تیرے محمدؐ
ہے آنکھوں میں اور دل میں کئے جاتے محمدؐ
پردانہ شمعِ رخِ زیبائے نبیؐ ہوں
قرآن میں جو آیا ہے بیانِ قاتِ توسین
حاصل ہوا نہیں سرمہٗ مازِ رخِ کہاں سے
ہے گول و ہن حلقہٗ بالام و دوزِ نفیس
جبریلؑ ایس کیوں نہ ہوں شیدائے محمدؐ
کیوں فخر سے چومے نہ قدِ ہائے محمدؐ
سینہ ہے مرا مسکن و مادائے محمدؐ
کیوں مجھ کو نہ ہو خواہشِ پردائے محمدؐ
اوتیٰ ہے مقامِ شرف افزائے محمدؐ
آنکھیں ہوں مری کیسے شناسائے محمدؐ
اللہ کا الف ہے قریباً لائے محمدؐ

ہے کعبہٗ مقصودِ معلیٰ کا مدینہ
اس کے دل پر شوق میں ہے جاتے محمدؐ

اللہ سے تائیسر تو لائے مدینہ
دل جب سے بنا والہ و شیدائے مدینہ
غلاماں میں غلاماں تو پستار ہیں حوریں
چشمانِ بصیرت سے نگہ کر کے ملائک
ہے سرمہٗ چشمِ بشر و جن و ملائک
یہ حاملِ اتمام ہے وہ حاملِ تسلیں
ہر داغِ جگر ہے گلِ مہرائے مدینہ
کہتا ہے مرا بریں مولا ئے مدینہ
جنت کا سراپا ہے سراپائے مدینہ
رکھ لیتے ہیں آنکھوں میں قدمائے مدینہ
خاکِ قدمِ اقدس مولا ئے مدینہ
کیوں عرش سے رتبے میں نہ بڑھائے مدینہ

ہو رشکِ دلِ عرشِ بریں کو بھی معلیٰ
رنگِ اپنی حقیقت کا جو دکھلائے مدینہ

رعبِ انصاری

المثنوی : ۱۹۱۸ء

تم ہو خیر الوری افضل الانبیا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا
 تم ہو نور الہدیٰ منظر کبریا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا
 شاہِ رحمت ہو تم، عوٹِ امت ہو تم، حق کی قدرت ہو تم، روشن آیت ہو تم
 عرشِ رفعت ہو تم، تم ہو، شمسِ اسلیٰ یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا
 مصطفیٰ آپ ہیں، مجتبیٰ آپ ہیں، مہدیٰ آپ ہیں، مقتدیٰ آپ ہیں
 پیشوا آپ ہیں آپ ہیں رہنما یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا
 تم ہو شاہِ جہاں، رہبرِ انس و جان، ہادیٰ گمراہاں، شافعِ عاصیاں
 حامی بے کساں، سرورِ دوسرا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا
 تیرے بندے ہیں سب، کیا عرب کیا عجم، تو ہی محبوبِ خلقِ کل کا سبب
 تجھ کو حق نے طلبِ پاس پانے کیا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا
 واہ کیا خوب ہو، کیا خوش اسلوب ہو، حق کے مطلوب ہو، کچھ مرغوب ہو
 تم سا محبوب ہو عاشقِ اللہ کا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا
 تم ہو سلطانِ دیں، ستید المرسلین اور نہیں ہوں کہیں ایک زار و حنین
 تم سے مخفی نہیں حالِ میرا شہا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا
 سینہ افکار ہوں، مضطرب و زار ہوں، ہاں گنگار ہوں ہاں سیر کار ہوں
 غم کا بیمار ہوں، تجھ کو دیکھ شفا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا
 اب نہ ترسائیے، دل نہ ٹپائیے، خواب میں آئیے، جلوہ دکھائیے
 دور نہ مائیے، رنج و غم بھر کا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا
 وقت امداد ہے، وقت امداد ہے، سخت ناشاد ہے خانہ برباد ہے
 گرم نہریاد ہے رعبِ درد آشنا یا حبیبِ خدا یا حبیبِ خدا

منشی شمس الدین امیر حمزہ

المثنوی : ۱۹۱۹ء

آنکھ میں شکل نبی دل میں مکانِ مُصطفیٰ
 اس میں شانِ مُصطفیٰ اس میں نشانِ مُصطفیٰ
 خارج از فہم بشر ہے عز و شانِ مُصطفیٰ
 جس نے خدا کوئی نہیں ہے رتہ و انِ مُصطفیٰ
 سہل ہو جائے مری شوریدہ بختی کا علاج
 گر کرم فرمائے سنگِ آستانِ مُصطفیٰ
 عشقِ محبوبِ خدا کی رہنمائی دل نے کی
 مل گیا اللہ کے گھر سے نشانِ مُصطفیٰ
 اس قدر محو تصور ہوں کہ جب لیتا ہوں سانس
 آتی ہے مجھ کو برائے بوستانِ مُصطفیٰ
 بے خودی نے دیکھنا اللہ تک پہنچا دیا
 ڈھونڈنے لگے تھے ہم گھر سے نشانِ مُصطفیٰ
 خاکساری تھی طبیعت میں تو بہت تھی بلند
 اک زمینِ مُصطفیٰ اک آسمانِ مُصطفیٰ
 رخ پر خورشیدِ قیامت کے پسینہ آگیا
 داغِ دل دکھلا میں گئے جب عاشقانِ مُصطفیٰ
 ہمصغیرِ بیلِ سدرہ نہ کیوں حمزہ بنے
 کر دیا ہے اس کو حق نے مدح خوانِ مُصطفیٰ

مولانا احمد رضا خان رضا بریلوی

المتوفی ۱۹۲۱ء

ذہبے عزت و اعتلائے محمدؐ
 مہکاں عرش ان کا فلک فرش ان کا
 خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
 عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر
 محمدؐ برائے جناب الہی
 بسی عطرِ محبوبی کبریا سے
 بہم حمد باندھے ہیں وصلِ ابد کا
 دم نزع جاری ہو میری زباں پر
 عصائے کلیم اثر دے غضبِ تھا
 میں قربان کیا پیاری پیاری ہے نسبت
 محمدؐ کا دم خاص بہرِ خدا ہے
 خدا ان کو کس پیار سے دیکھتا ہے
 جلو میں اجابت خواہی میں رحمت
 اجابت کا سہرا، عنایت کا جوڑا
 کہ ہے عرش حق زیرِ پائے محمدؐ
 ملکِ خادمانِ سرائے محمدؐ
 خدا چاہتا ہے رضائے محمدؐ
 خدا تے محمدؐ برائے محمدؐ
 جناب الہی برائے محمدؐ
 عباتے محمدؐ قباتے محمدؐ
 رضائے خدا اور رضائے محمدؐ
 محمدؐ محمدؐ خدا تے محمدؐ
 گردوں کا سہارا عصائے محمدؐ
 یہ آنِ خدا وہ خدا تے محمدؐ
 نوائے محمدؐ برائے محمدؐ
 جو آنکھیں ہیں محوِ لقاءے محمدؐ
 بڑھی کس تزک سے دعائے محمدؐ
 دلہن بن کے نکلی دعائے محمدؐ

رضا پل سے اب وجد کرتے گزیتے

کہ ہے ربِّ سَلَمِ صَدائے محمدؐ

مولانا احمد رضا خان بریلوی

المحتوی : ۱۹۲۱ء

اٹھا دو پردہ دکھا دو جلوہ کہ نورِ باری حجاب میں ہے
 زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہرِ کب سے نقاب میں ہے
 انہیں کی بویائے سمن ہے، انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
 اہیں گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی زینت گلاب میں ہے
 وہ گل ہیں لبِ ہائے نازک ان کے ہزاروں جھڑتے ہیں پھول ان سے
 گلاب گلشن میں دیکھے طبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے
 کھڑے ہیں منکرِ نیرِ سر پر، نہ کوئی حسامی نہ کوئی یاد
 بتا دو آکر مرے پیہر کہ سخت مشکل جواب میں ہے
 نعلے تہا رہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
 بچا لو آکر شفیقِ محشر تمہارا بندہ نذاب میں ہے
 گنہ کی تاریکیاں یہ چھائیں اٹھ کے کالی گھٹائیں آئیں
 خدا کے خورشید مہرِ نرما کہ ذرہ بس اضطراب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ، لینیم بے قدر کہ نہ شرما
 تو اور رضا سے حساب مانگے رضا بھی کوئی حساب میں ہے

ممتاز جہاں گنگوہی

المطوفی ۱ ۱۹۲۷ء

کوئی ایسی سکھی چا تر ز ملی موسیٰ پی کے دوائے بٹھا دیتی
 یہیں تو راہِ مدینہ بھی دیکھی نہیں موری بیاں پکڑ کے بتا دیتی
 موسیٰ من میں ہے اب توجہ گنیاں نبیوں اور مل کے بھبھوت مینے چلوں
 سکھی ہند کی گمری میں کا ہے رہوں نہیں پیت تو چین ذرا دیتی
 پیاسا سمندر پار لبو مورے پگ میں نہ چلنے کا زور رہا
 نہیں جاتی مدینہ بھی کوئی ہوا، موسیٰ ملک عرب میں اڑا دیتی
 میں تو سونی بھرا پہ تڑپت جوں پیا ویس عرب میں براجت ہے
 کبھی جیتنے جو پسینے میں درس دکھا دیں چرنوں میں کیس نوادیتی
 ولکے دوارے پہ جاتی ہیں سکھیاں بھی موری رچ کسی نے نہ اتنی کہی
 کبھی اپنی جو گنیا کر لیتے بلا وہ بھی رتبے پہ بان گنوا دیتی
 توری پیت کی دکھیا تو میں ہی نہیں پڑا رقا ہے بھر میں وہ بھی نبی
 مجھے ورہ بلا تے جوشا و عرب محتاج کا دکھڑا سنا دیتی

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

يَا دَبِّ صَلِّ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عزیزِ صفتی پوری

المترق : ۱۹۲۴ء

کیا رخِ سیدِ ابرار ہے اللہ
 ہر طرف جلوۂ دیدار ہے اللہ
 دن کو غورِ شید ہے اور رات کو ہے مہم
 واہ کیا روئے پر انوار ہے اللہ
 جب سے زگس کو نظر آئے ہیں وہ چشمِ سیاہ
 جوشِ آشوب سے بیمار ہے اللہ
 خاکِ پاکِ قدمِ پاکِ رسولِ عربی
 سرِ مژدہ دیدار ہے اللہ
 کیوں نہ ہو غلہ میں مسجدِ ملائکِ آدم
 عاشقِ احمد مختار ہے اللہ
 گر خبر لیں وہ تو ہرگز نہیں جستِ بعید
 اب تو دل غم سے بہت نار ہے اللہ
 جی نے دیکھا نہیں اور جان کے پہچان لیا
 بس وہی محرمِ اسرار ہے اللہ
 انکی ذقت میں جو آنکھوں سے ہے خوں بر کر
 جان اس دل کی طلب گار ہے اللہ
 شورِ محشر سے دو بالا ہے وہ بالائے بلند
 حشرِ خودِ فتنہ رفتار ہے اللہ
 کیا عجب گر دل سرگشتہ کو سودا ہے عزیز
 ان کے کاکل میں گرفتار ہے اللہ

مولانا محمد علی جوہر

المیتوفی : ۱۹۳۰ء

تنہائی کے سب دن ہیں ، تنہائی کی سب راتیں
اب ہر نے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

ہر لمحہ تشقی ہے ، ہر آن تسلی ہے
ہر وقت ہے دل جوئی ، ہر دم ہیں مدارائیں

کوثر کے تقاضے ہیں ، تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چہرے ، ہر روز یہی باتیں

معراج کی سی حاصل ، سجدوں میں ہے کیفیت
اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں

بے مایہ سہی لیکن ، شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ قسم نے بھی سوغاتیں

فصاحت لکھنوی

المترقی : ۱۹۳۰ء

طیب و طاہر نہ کیوں ہوتی لسانِ مصطفیٰ^۱
 موج کوثر کی وہ تھی کوثر وہاں مصطفیٰ^۲
 اور ہے معلوم کس کو عز و شانِ مصطفیٰ^۳
 بس حسد اور قضا ہیں رتبہ و انِ مصطفیٰ^۴
 کیوں حفاظت اور نگہبانی نہ کرتا کبریا
 سیکڑوں کافر عدو اور ایک جانِ مصطفیٰ^۵
 اور لوٹی مجمع اصحاب میں واقف نہ تھا
 تھے علیؑ و اندہ سب نہاں مصطفیٰ^۶
 آستان بوسی کو قدسی جانتے ہیں اپنا فخر
 عرش سے برتر ہے توقیر مکانِ مصطفیٰ^۷
 جنگ موتا واحد کیا خندق و خیبر میں بھی
 تھے ید اللہ افسرِ کل ناصرانِ مصطفیٰ^۸
 قعر و درخ حشر میں ہے دشمنوں کے واسطے
 خلدِ اعلیٰ ہے برائے دوستانِ مصطفیٰ^۹
 و دکن سے بھی تھا کم فرق ان میں اور الشیخ
 تھی شبِ معراج ایسی قد و شانِ مصطفیٰ^{۱۰}
 اے فصاحت بخت لے جاے مدینہ میں اگر
 یہ جہیں ہو اور سنگِ آستانِ مصطفیٰ^{۱۱}

قاضی محمد شوکت شوکت مراد آبادی

الموتی : ۱۹۳۰ء

وقت امداد اب اے ختم رسل آپہنچا
عزق ہونے کے قریب اپنا سفینا پہنچا

نہ بلا ہے نہ ملے گا یہ کسی کو تیرے
نہ گیا اور نہ کوئی جائے وہ جس حب پہنچا

میں گنہگار یہ پھلے ہوئے یارب کس کے
ہے شفاعت کا انہیں کس کے سہارا پہنچا

شب معراج رہے شان کہ بالا بالا
عرشِ اعظم سے بھی بالاشہر والا پہنچا

خوف جاتا ہی رہا مٹ ہی گئی وحشتِ دل
حشر میں جب مرا مالک مرا مولا پہنچا

یہ نصیب ہے یہ تقدیر ہے اپنی اپنی
رہ گیا کوئی مدینہ میں کوئی جا پہنچا

وہ اٹھی گرد وہ آئی ہے سواری دیکھو
شافعِ روزِ جزا عاصیو! لو آپہنچا

نہ پھرا اور نہ محسوس پھرے گا کوئی
تیرے در پر جو شہا لے کے تمنا پہنچا

چھوڑا اب ہند کو چل سوئے مدینہ شوکت

ایک تو ہی نہ گیا اور زمانہ پہنچا

فیروز طغرانی

المتوفی : ۱۹۳۱ء

رقم ہوتا ہے یارب ! وصفت کس کے خال کا قد کا
الف کی شکل سے پیدا بہارِ باغِ جنت ہے
ملا یہ ترتیب کس کعبہ رخ کے تصور سے
شفاعت کا ہوا لکھ گنہ گار ان امت کر
ادھر دالشمس ہے غانہ رخ پر نور کا تیرے
ترے کتب میں اے امی ہزاروں فلسفے آئے
لطائف بھروینے کیا کیا قوانین شریعت میں
اور رکھی نہ کچھ تاخیر تبلیغ رسالت میں
خوشا وہ لوگ ایسا ہاتھ جن کے ہاتھ پر آیا
بشارت وہی میحانے کلیم اللہ نے تیسری
ترمی طلعت سے چمکی آفتابِ علم کی طلعت
یہاں بے ساختہ رنگِ غزل میں رنگِ بخت آیا

ملا قط زینِ قسطنطنیہ کو آج بسم اللہ کی مدد کا
ہر اک مصراعِ موزوں آئینہ ہے کس مہی قد کا
نگاہوں کو حرم کا، مردم کو سنگِ اسود کا
مصنوعِ منزلِ محمود میں احمد کی مسند کا
ادھر داللیل ہے شانِ حسنم زلفِ محمود کا
سبق لیتا راہِ سراجِ تری تلقینِ اسجد کا
حدودِ حق سے جو نکلا وہ ٹھہرا مستحق حد کا
یہ مضمون تھا جس کی گھڑی توقفِ برتاؤ کا
خدا سے خرد ملا جس کو خطاب اللہ کے یہاں
جو آمد سے پہلے شور تیسری آمد آمد کا
دل پر نور تھا فانوسِ شمعِ بزمِ سرمد کا
نقشہِ جم سکا خوش طلعتوں کے خال کا قد کا

نیا مطلع وہ نکلی مطلع بدر الدہ بے ہو کر
کہ دریا تے تکلم آستانہ ہو جزر کا مد کا

چودھری دلورام کوثری

وفات : ۱۹۳۱ء

عظیم الشان ہے شانِ محمدؐ	خدا ہے مرتبہ دانِ محمدؐ
کتبِ خانے کیے منسوخ سائے	کتابِ حق ہے قرآنِ محمدؐ
نبیؐ کے واسطے سب کچھ بنا ہے	بڑی ہے قیمتی حبانِ محمدؐ
شریعت اور طریقت اور حقیقت	یتیموں ہیں کینڑانِ محمدؐ
فرشتے بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم ہیں	غلامانِ غلامانِ محمدؐ
نبیؐ کا نطق ہے، نطقِ الہی	کلامِ حق ہے فرمانِ محمدؐ
خدا کا نور ہے، نورِ ہیمبر	خدا کی شان ہے شانِ محمدؐ
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ	یہی ہیں چار یارانِ محمدؐ
علیؓ ان میں وحی مصطفیٰ ہے	علیؓ ہے رنگِ بیتانِ محمدؐ
علیؓ و فاطمہؓ شبیر و شبر	بسا ان سے گلستانِ محمدؐ

بتاؤں کوثری کیا شغل اپنا

نہیں ہوں ہر دم شمارِ خوانِ محمدؐ

(۲)

مجھے نعت نے شادمانی میں رکھا کہ معصوم شیریں زبانی میں رکھا
 میں نکھتا رہا نعت اور حق نے شب بھر قسم کو مری پاسبانی میں رکھا
 نہیں اختیار اب سے کی نعت گوئی یہی شغل ہم نے جوانی میں رکھا
 درِ مصطفیٰ کی بلے گر گدائی تو پھر کیا ہے صاحبِ قرانی میں رکھا
 بہارِ ریاضِ ثنات سے نبیؐ نے وہن کو مرے محلِ فثانی میں رکھا
 نبیؐ کے ہوئے نعت گو دو برابر کہ دونوں کو ایک مدح خوانی میں رکھا
 ہے حسانِ پہلا تو میں دوسرا ہوں نہیں فرق اول میں ثانی میں رکھا
 خدا نے اسے سوچی محفلِ عرب کی مجھے بزمِ ہند وستانی میں رکھا
 لکھیں کوثری عمر بھر ہم نے نعتیں
 نہ کچھ اور عیشِ زندگانی میں رکھا

بے نظیر شاہ

امتزنی ۱ ۱۹۳۲ء

نامِ خدا محمد گردوں خرام میرا
وہ صد عالمیں ہے سلطانِ مرسلین ہے
راہِ طلب میں کب تک ٹھٹھکوں میں سر بھرا
یارب! ترا وہ بندہ، بندہ ہے پر وہ بندہ
اس کی اگر مدد ہو، اس ہفتخوانِ غم میں
اللہ دے تو یہ دے اس مسکدے میں ساقی
یارب! میں اس کے در سے اٹھ کر کہیں جاؤں
ذرہ ہوں اس گلی کا یہ اجر عاشقی ہے
بے خود مجھے جو پایا کیا بندہ پوری ہے
آنکھوں میں اپنی سرمہ ہے اس کی نقش پا کا
مایوس ہونہ کوئی آنکھوں نہ اسکے در سے
خورشیدِ جاں مجسم ماہِ تمام میرا
اس کے سوا نہیں ہے کوئی امام میرا
کاش اس کے در پہ ہوتا اب تو مقام میرا
نام اس کا ہے وظیفہ ہر صبح و شام میرا
ہر غم و دیو سرکش ہو جائے رام میرا
اس کی مٹے محبت ہو اور جام میرا
لکھا ہو اس سر میں جب تک قیام میرا
دارالسلام کا میں دارالسلام میرا
کرتی ہے رحمتِ حق خود انتظام میرا
کرتے ہیں آنکھ والے سب احترام میرا
وہ حکم عام اس کا یہ اہتمام میرا

جیسی دہر ہوں میں اے بے نظیر ازل سے
لکھا ہے جاں نثاروں میں اس کے نام میرا

نظم طباطبائی

المتوفی : ۱۹۳۳ء

جہاں کو مردہ اس جانِ جہاں کی آمد آمد کا
ہوئے افلاک پیدا نام جب آیا محمد کا
مواضع کے گہر عالم میں بکھرنے کو نور آیا
زباں سے گز نہیں کہتے ہمیں تھا انتظار اس کا
کسی میں ہے کہ عالم کا تسلی دینے والا ہے
تری رفیق میں بے شک ہے اعجازِ میحانی
براقِ نیزنگ جب عازمِ افلاک سے گزرا
تجھے معراج کی رفت ہے فرشِ خاک پر چل
جہی سے عالم اسرارِ علم کن فکاں ہے تو
دعا مقبول ہو جاتی ہے تیرا نام لینے سے
ملا اللہ اکبر کیا صبر تیرے نواسوں کو
میرِ فرشِ تاعرش اک قدم مرکب کا ہے تیرے
تعالیٰ اللہ ہے اس شاہ کی شانِ کرم ایسی
نہ چھوڑے گا ورحیم کو اب نظم ثنا گستر

قیامت مصرعِ ثانی ہے جس کے مصرعِ قد کا
طلسمِ عالم اسکاں تھا یا رب ! قفلِ ابجد کا
آجھرایا ہے غوطہ مار کر دریائے سرحد کا
گواہی دے رہا ہے دل ہر اک قیس و موبد کا
کسی انجیل میں لکھا ہوا ہے نامِ احمد کا
ہما بن کر فلک پر اڑ گیا سایہ ترسے قد کا
ترِ مثلِ گردِ رنگ اڑنے لگا چرخِ زبرد کا
سریرِ عرشِ اعلیٰ متکا ہے تیری مسند کا
سبتِ روحِ الایم مکتب میں جیتھتے تھے ابجد کا
ملا بندوں کو موقعِ حق تعالیٰ کی خوشامد کا
کہ ان کا قصر ہے یا قوت کا ان کا زمرہ کا
مقامِ قابِ قوسین ایک گوشہ تیری مسند کا
بھرم کھلنے نہیں پانا منافق کی خوشامد کا
یہی در ہے رسول اللہ کے شہرِ علم بے حد کا

کہاں ہے کب سیکھے ہم سے آئینِ شنا خوانی
کہ لغتِ مصطفیٰ اور ذکرِ شمشیرِ مہرِ ہند کا

محمد عبد القدیر صدیقی حسرت

التوقی : اندازاً ۱۹۳۳ء

جہاں میں غل ہوا محبوبِ رب العالمیں آیا
 سنشہ دو عالم صاحبِ تاج و تاجیں آیا
 بتوں کی شوکت و عظمت جہاں سے کیوں ہو باطل
 اڑانا چہیم توحید ختم المرسلین آیا
 دعا کی تھی خلیل اللہ نے جس کے لیے پہلے
 خبر دی جس کی عیسیٰ نے وہ شاہنشاہِ دیں آیا
 نہ تھا معلوم کوزہ میں سمندر بھی سما تا ہے
 محمد مصطفیٰ کو دیکھ کر سب کو یقین آیا
 نہ جس کا مثل نکلا حضرت آدم سے عیسیٰ تک
 وہ فخرِ اولیں آیا وہ عزیزِ آفریں آیا
 خلیل اللہ نے دیکھا جو حضرت کو تو فرمایا
 مرا لختِ جگر عزتِ نشانِ مند نشیں آیا

دمِ آفرینی کو دیکھ کر حسرت یہ چلاؤں
 مرا ماؤنی مرا ملجا مرے دل کا مکیں آیا

ہاں صبحِ ہدایت آئی نکل تاریکی کفرِ بیہوشی زائل
 جب جاہِ الحق زہقِ الباطل فرما دیا کھلی والے نے
 اللہ نے فتنی کا دمہ جب بہرِ شفاعت فرمایا
 پھر بانغِ جنات میں امت کو پہنچا دیا کھلی والے نے
 معراج سے جس دم آتے نبی اللہ نے کہا اُوں منی
 تو شکر میں جو کچھ تھا اپنا لٹوا دیا کھلی والے نے
 اے حسرتِ شبہا فکر نہ کر میں ساتھ ہمارے پیغمبر
 جب انت مع من اجبت فرما دیا کھلی والے نے

ریاضِ خیر آبادی

المطبی : ۱۹۳۴ء

طور سینا مرے اللہ یہ سینا ہو جائے طور کیا جیلوہ پیہم سے مرینا ہو جائے
 سختی نزع سہی موت نہ آئے نہ سہی شوقِ دیدار میں مشکل مجھے جینا ہو جائے
 لے لودم اور گھنی چھاؤں سے اٹھنے والو ہم بھی چلتے ہیں ذرا خشک پسینا ہو جائے
 دیکھنا ہے لبِ توبہ کا بسمِ ساقی تلخ آہنی ہو کہ مشکل مجھے پینا ہو جائے
 طول کھینچے یہ مری عمر وراقدس پر ہر پہر میرے لیے ایک مہینا ہو جائے
 پھول برسائے غرضِ صاعقہ کے مے کا فروغ شجرِ طور تری بزم میں مینا ہو جائے
 دل کا کیا ذکر جبکہ بھی نہ ہو تل دھرنے کی اس قدر نور سے معمور یہ سینا ہو جائے
 یوں خم گنبدِ خضر کی طرف روح کچھے میکہ کوئی ہو دو بھر مجھے پینا ہو جائے
 رات دن تیری تجس میں تگمے دو یہ رہے خون جتنا ہے رگوں میں وہ پسینا ہو جائے
 ہائے وہ مے کہ جو دو گھونٹ گلے سے اترے تو رواں برف سے خجالت کا پسینا ہو جائے

سایہ تاک میں ہے دعوتِ زادِ ریاض
 کہیں ہر دانہ انگور نہ مینا ہو جائے

محمد ضمیر الحق قیس آروی

الترنہ : ۱۹۳۵ء

غم خانہ ہے دلِ عشقِ رسولِ دوسرا کا
یارب ! مجھے دیدار ہو اس ماہِ لقا کا
آئیں میرے ساتھ کہیں جن ملک بھی
اے کاش مری خاک ہی لے جائے وہاں تک
مانندِ فلک میں بھی سرفراز جہاں ہوں
پس بزمِ فلکِ آتشِ فرقت کے شرارے
پہنچائے گی آفت ہی مجھے یار کے درپر
دریائے شفاعت کی روانی جو یہی ہے
مروت میں نکیریں نہ بک بکے ستائیں
کس شان سے مقتل میں مے قتل سے اٹھی
آوارہ وطن تو رہی نے اے عشقِ بنایا
اس دُور سے کہ برہم نہ ہوں گستاخِ سمجھ کر
کہوں جام نہیں چھلکے مری طمع رسا کا
مصدق جو ہے جہنمِ لاک لیا کا
میں ہاتھ اٹھاتا ہوں پے وصلِ دعا کا
احسان پس مرگ ہوا اتنا ہی صبا کا
بل جائے جو بوسہ کوئی نقشِ کعبہ پا کا
ہے چاند ہمارے دل پر داغِ کاخا کا
محتاج نہیں ہوں میں کسی راہِ نہا کا
کیا خوف گنہگاروں کو ہو روزِ جزا کا
ہوں مست مے آفتِ محبوبِ خدا کا
ہے تیغ کی جھنکار میں غلِ صلِ علی کا
ہرچ پوچھ تو قاتل ہوں تیرے ناز وادا کا
کچھ ذکر کیا ہسم نے وفا کا نہ جفا کا

اے قیس نہ بڑھ جاؤ کہیں حدِ ادب سے

خاموش رہو وقت ہے تسیمِ درضا کا

میرزا عزیز لکھنوی

الموتی : ۱۹۳۵ء

سایہ بھی جدا ہوتا نہیں دن رات
یہ کہہ کے ترے حلقہ گیسو میں چلا دل
کیا ذکر مراد دل بھی ہے میرے تو زباں بھی
سونے میں بھی دایم حقیقت نگری ہے
ہوں رازِ جلی یا کہ خفی سمجھ پہ ہویدا
تو شارح آیات کتاب فتنے
ہر جامہ تو قامت موزوں پر مزین
اللہ ہی شرفی تری اک چشم زدن میں
کس منہ سے کہوں کیفیت لذتِ تقریر
زلفوں سے تری چہن جہیں کا ہے اشارہ
کہتے ہیں اسی واسطے تجھ کو ابوالارواح
وہ مہربوت ہے نہیں سنگِ حرم کچھ
ہے قصہ بناؤں گا الگ عرشِ محبت
کرتا ہوں ترے نام پہ ختم اپن قصیدہ

زورِ کشش حسنِ خدا داد کی کیا بات
ہے آج ہمارے لیے معراج کی یہ بات
مشاق ہے تیرے تکلم کے جمادات
یکساں ہے ترے واسطے سب دن ہو کہ ہوات
تو دیکھ رہا ہے عقب و پیش کے حالات
خلوتِ کردہ حسن کی ہمارا تری ذات
کرتا ہے ترے پیکرِ نازک پہ مہابا بات
طے تو نے کیے ہیں جب عیش و جمادات
واللہ کہ میں وحی سمجھتا ہوں تری بات
ہر معجزہ شوقِ قمر آئی ہے اب بات
تھا نورِ ترا منظرِ ارضین و سماوات
ہاں تو بہت تن کعبہ ہے اے قبلہ حاجات
کرتا ہوں بہم جمع تری راہ کے فزات
دورِ صلوات اب ہو کہ ہے جوشِ محالات

محمود و محمد شرف عالم و آدم

میر عرب و میر عجم سیدِ سادات

اصغر گوندوی

المترقی : ۱۹۳۶ء

کچھ اور عشق کا حامل نہ عشق کا مقصود
مگر یہ لطف بھی ہے کچھ حجاب کے دم سے
ہلائے عشق نہ کیوں کائنات عالم کو
یہ کون سامنے ہے صاف کہہ نہیں سکتے
مراد جو ہی خود اقیاد و طاعت ہے
مقام جہل کو پایا نہ علم و عرفاں نے
چلوں میں جانِ حزیں کو نشانِ کر ڈالوں
وہ رازِ خلقتِ ہستی وہ مہنی کونین
وہ آفتابِ حرم، نازنینِ کنجِ حرا
وہ سرورِ دو جہاں وہ محمدِ عربی
صبائے حسن کا ادنیٰ سایہ کر شمر ہے
نگاہِ ناز میں پنہاں ہیں نکتہ ہائے فنا
کچھ اس ادا سے مرا اس نے دعا پڑھا
فراخبر نہ رہی ہوش و عقلِ ایساں کی

جز ایک لطفِ گلشنائے نالہ بے سود
جو اٹھ گیا کہیں پردہ تو پھر زیاں نہ سود
یہ دے دے نہ اٹھیں سب شہارۃ مقصود
بڑے غضب کی ہے نیزنگی طلسمِ نمود
کہ ریشہ ریشہ میں ساری ہے اک جبینِ سجود
بیس بے خبر ہوں باندازہ فریبِ شہود
نہ دیں جو اہل شریعت جبین کو اذنِ سجود
وہ جانِ حسن ازل وہ بہارِ صبح و جود
وہ دل کا نور وہ اربابِ درد کا مقصود
بہ روحِ اعظم و پاکش درودِ نامحسود
چمک گئی ہے شبستانِ غیبِ بزمِ شہود
چھپا ہے خنجرِ ابرو میں رمز "لا موجود"
ڈھلک پڑے مری آنکھوں سے گوہرِ مقصود
یہ شعر پڑھ کے وہیں ڈال دی جبینِ سجود

"چولہ خاک شدن یا زیاں بود یا سود

بہ نقد خاک شوم بہ سنگرم چہ خواہد بود

آغا شاعر قزلباش

انتزل : ۱۹۴۰ء

ارادہ جب کروں اے ہم نشیں مدحِ پیمبر کا
 قلم لے آؤں پہلے عرش سے جبریل کے پر کا
 معطر ہے دو عالم یا محمدؐ کیسی خوشبو ہے
 کھلا ہے کیا کوئی حلقہ ترمی زلفِ معنبر کا
 تسلی رہتی تھی عاشق کو اس کے پاس ہنسنے
 اسی باعث سے سایہ اُڑ گیا جسمِ پیمبر کا
 محمدؐ کہتے کہتے دم نکل جائے تعشق میں
 جی بھی تو کام نکلے گا قضا سے زندگی بھر کا
 کہیں ایسا نہ ہو ستِ سر کو اپنے بھول ہی جاؤ
 مرے مولا فراتم دھیان رکھنا رُزِ محشر کا

سرکشن پر شاد شاد

دفات ۶ ۱۹۴۰ء

بلوآ میں مجھے شاد جو سلطانِ مدینہ
وہ گھر ہے خدا کا تو یہ محبوبِ خدا ہیں
رہیں گے نہ دربار میں جانے کے لیے شاد
ہے قربِ نبی ہی سے تو یہ عزت و اجلال
لے جاؤنگا میں ساتھ فقط عشقِ محسنہ
دیکھے جو تختِ میں سرے عشقِ نبی کو
کھولے درحیت کو یہی کہتا ہے ضواں
نشہ ہے وہ ان کو جو ارتقا ہی نہیں ہے
خاکِ رہِ شرب کو بناؤں گا میں سرمہ
اللہ دکھاوے تو مجھے روضہٴ اقدس
کیوں میری شفاعت میں بھلا دیر لگے گی
کیا مجھ سے شننا ہو سکے اک مورہوں ادنیٰ
اعلیٰ ہیں وہی جو ہیں سلیمانِ مدینہ

مومن جو نہیں ہوں تو میں کافر بھی نہیں شاد

اس رمز سے آگاہ ہیں سلطانِ مدینہ

احسن مارہروی

وفات : ۱۹۴۰ء

ہر اک ذرہ چمک اٹھا ہے منابِ ضیا بن کر
فضا کو جگمگایا آپ نے شمس الضحیٰ بن کر

مرے سرکار آتے درِ عصیاں کی دوا بن کر
سکونِ قلبِ مضطربِ غم زدوں کا آسرا بن کر
نبی ہیں اور جتنے اخترِ برجِ رسالت ہیں

مرے سرکار آتے ہیں مگر شمس الضحیٰ بن کر
خدا شاہد ہے بڑی شکل میں تھے اللہ کے بندے

کہ وہ تشریف لاتے دفعۃً مشکل کشا بن کر
پریشانِ حوادث و یکہ کہ بحرِ حوادث میں

پے تکیں انہیں کی یاد آئی ناخدا بن کر
خیل اللہ ہے کوئی، حکیم اللہ ہے کوئی

مگر آقا مرے آتے ہیں، محبوبِ خدا بن کر
تمہیں نے زندگی نو عطا فرمائی ہے آقا

کہ آتے مروہ دل کے واسطے آبِ بقا بن کر
مجھ پر منحصر کیا ہے، شہنشاہِ زمانہ بھی

اہلس کئے استاں پر آ رہے ہیں بے نوا بن کر
مجھ سے مادرا ہستی کو احسن کوئی کیا سمجھے

کہ دنیا میں مرے سرکار آتے جانے کیا بن کر

بیدم شاہ وارثی

المثنوی : ۱۹۴۳ء

کیا پوچھتے ہو گرمی بازارِ مصطفیٰ
 خود پک رہے ہیں آگے خریدارِ مصطفیٰ
 دل ہے مرا خزینہ اسرارِ مصطفیٰ
 آنکھیں ہیں دونوں رُزنِ دیوارِ مصطفیٰ
 پھیلا ہوا ہے چاروں طرف دامنِ نگاہ
 اور لٹ رہی ہے دولتِ دیدارِ مصطفیٰ
 تفسیرِ مصحفِ بخ پر نور و اصفیٰ
 وائیل شرحِ گیسوئے خمدارِ مصطفیٰ
 نعینِ پاسے عرشِ معلیٰ کو ہے شرف
 روحِ الایمیں ہیں غائبہ بردارِ مصطفیٰ
 بیدم نہ آؤں جا کے دیارِ رسول سے
 تربیتِ نمودیرِ نسیا یہ دیوارِ مصطفیٰ

مجنوب سہارن پوری

وفات : ۱۹۲۲ء

کہاں ہند میں وہ بہارِ مدینہ
مرادل ہے اک اختصارِ مدینہ
زہے عثرت و افتخارِ مدینہ
ہے عرشِ آشیاں خاکسارِ مدینہ
وہ ہر سو کھجوروں کی دلکش قطاریں
وہ مسجدِ روضہ وہ جنت کا ٹکڑا
نگینہ زمرہ کا ہے سبز گنبد
کہاں جی گئے میرا باغِ جہاں میں
میسر ہے ہر وقت مجھ کو زیارت
کہیں جاؤں طیب ہی پیش نظر ہے
ادھر دیکھو ادھر اے مری چشمِ حسرت
وہاں سے میں حُبِ نبی دل میں لایا

بس اب میں ہوں اور یادگارِ مدینہ
کہ اس میں بسا ہے دیارِ مدینہ
شہرِ دو جہاں تاجدارِ مدینہ
ہے کرسی نشیں جو ہے خوارِ مدینہ
وہ کہسارِ وہ سبزہ زارِ مدینہ
غوثِ منتظر پر بہارِ مدینہ
اور انگِ شترمی کو ہسارِ مدینہ
ہے آنکھوں میں میری بہارِ مدینہ
نہیں ہوں محوِ یادِ مزارِ مدینہ
مجھے کل جہاں ہے جوارِ مدینہ
میں دل میں لیے ہوں بہارِ مدینہ
یہی تھمتہ ہے یادگارِ مدینہ

میسر ہو پھر اس کو یارتِ زیارت

کہ مجنوب ہے اشکبارِ مدینہ

مولانا سید حسن مرتضیٰ شفیق عماد پوری

المؤنی : ۱۹۴۴ء

فیضِ دمِ سیح کی دہر میں کیا ہوا چلی
 زگسِ نفقہ جاگ اٹھی کھلنے لگی کلی کلی
 پھولوں کے عطر سے بسی صحنِ چمن کی ہر روش
 سنبلِ مشک بو سے ہے چینِ رختن گلی گلی
 غنچے کا پٹکا کھل گیا، گل کی قبا مسک گئی
 دھڑیں چمن کی نہمتیں ایسی پڑھی چلا چلی
 غنچہ گل نکل گیا گوشہ اعتکاف سے
 بیلِ بے وقار کے دل کو ہے کتنی بے کلی
 لالہ کا شور لالہ گونج رہا ہے باغ میں
 رقص میں برگِ برگ ہے وجد میں ہے کلی کلی
 ذکرِ خفی میں گرم ہے سوسنِ سبز کی زباں
 بیلِ باغ کرتی ہے ذکرِ بہ غفہ جلی
 ابرکے ہوا غفور زگس تر ہوا البصیر
 پھول پڑھیں ہوا ہمیل سرو کبے ہوا العلی
 آنکھیں بچھاتیں راہ میں تیلِ دل فروز نے
 کہنے کو خیرِ ممتدم سرور دیں صبا چلی

نواب بہادر یار جنگ خلق

التوقی ۱۹۲۳ء

اے کہ ترے وجود پر خالق دو جہاں کو ناز
اے کہ ترا وجود سے وجہ وجود کائنات

اے کہ ترا سر نیاز حد کمال بندگی
اے کہ ترا مقام عشق قرب تمام عین ذات

خوگر بندگی جو تھے تیرے طفیل میں ہوئے
ماکب مصر و کاشغری وارثِ وجہ و فرات

توے بیاں سے کھل گئیں ترے عمل سے حل ہوئیں
منطقیوں کی الجھنیں، فلسفیوں کی مشکلات

دحتِ شاہِ دوسرا مجھ سے بیاں ہو کس طرح
جنگ میرے تصوراتِ پست میرے تخیلات

سائل و ہومی

المترن : ۱۹۴۵ء

کب تک رہے سینے میں تمنائے مدینہ
 کب تک دل بے تاب کھے ہائے مدینہ
 مرجاؤں مدینے میں مدینے میں لحد ہو
 لے جاؤں لحد میں میں تمنائے مدینہ
 آہٹھو مرے دل میں کہ دل عرشِ بریں ہے
 تم چاہو تو سینہ مرا بن جائے مدینہ
 یا رب! مرے دل میں ہے شرب کی تمنا
 یا رب مرے سر میں رہے سوڈائے مدینہ
 اے چشمِ تصور تجھے اتنا ہی بہت ہے
 گھر بیٹھے نظر میں مرے آجائے مدینہ
 سائل کی تمنا ہے شب و روز الہی!
 ہر دم مرے دل میں رہے سوڈائے مدینہ

جلیل مانچنوری

المثنوی ۱۰۱ ۱۹۴۶ء

حبیبِ پاک کسی کا خطاب کیا ہوگا
مرے گناہ کو یارت نہ پوچھ رہنے دے
مدارِ کار ہے حُبِ رسول پر - ورنہ
تمام امتِ عاصی کے جب ہو قم حامی
جو آپ کے ہے غلاموں میں اے شہِ کونین
سوائے حمد کے شایاں تمہیں ہو محشر میں
ہلالِ جلوہ نما ہو ہزار گردوں پر
بہشت میں پیش ہر گز کیوں ہو
جمالِ پاک کو دیکھیں گے بر ملا دمِ حشر
خدا رسول سے غفلت رہی اگر یوں ہی
کلامِ نعت جو سنتا ہے وہ یہ کتا ہے
جو مستِ کھمت زلفِ نبی ہے اس کا داغ

وہ لا جواب ہیں ان کا جواب کیا ہوگا
جو بے حساب ہے اس کا حساب کیا ہوگا
عملِ سزاوار ہوں اچھے ثواب کیا ہوگا
کسی پر قہر کسی پر عذاب کیا ہوگا
لحد میں اُس سے سوالِ جواب کیا ہوگا
سوا تمہارے کوئی انتخاب کیا ہوگا
تمہارے ناخن پا کا جواب کیا ہوگا
جہاں ہوں آپ وہاں آفتاب کیا ہوگا
تہِ نعتاب زخِ آفتاب کیا ہوگا
تو حال اے دلِ خانہِ غراب کیا ہوگا
کہ اس طرح سخنِ انتخاب کیا ہوگا
رہینِ منتِ شکِ گلاب کیا ہوگا

جلیل گوشہِ عزلت میں مشغلہ اپنا

بجسہ خیالِ رسالت مآب کیا ہوگا

جلیل مانیکپوری

المستوفی : ۱۹۴۶ء

دیکھ کر سٹہ کو پکاریں گے قیامت والے
کیا غلاموں پہ عنایت ہے کہ محشر میں حضور
نہیں جو طیبہ کے تصور میں رہا کرتا ہوں
آستانِ بوسی حضرت ہے میسر جن کو
اللہ اللہ یہ وہ بارگہ عالی ہے
حشر میں دیکھ کے اُس قامتِ رحما کی ادا
یا نبی اب تو ذرا حبلوہ نکائی ہو جائے
سیر ہوتے ہیں نہ وہ ہوش میں آتے ہیں کبھی
جس طرح مہرے روشن ہیں سائے یونہی
دل گیا دامنِ محبوب کا سایہ ان کو
اس طرف بھی نظر اوجِ شفاعت والے
کہتے پھرتے ہیں کہاں ہیں مری اُمت والے
ریشک کرتے ہیں مرے مال پہ جنت والے
پسج تو یہ ہے کہ وہی لوگ ہیں قسمت والے
سر تھکاتے ہیں جہاں شوکتِ حشمت والے
کیا قیامت نہ اٹھائیں گے قیامت والے
دل کو تھامے ہوئے حاضر ہیں زیارت والے
بادۂ عشقِ محمد کے ہیں جو متوالے
فیض پلتے ہیں ترے درے کرامت والے
سب سے اچھے ہے محشر میں محبت والے

نماز اس پر ہے کہ ہیں اُن کے غلاموں میں جلیل
اسلِ تقویٰ ہیں نہ ہم زہد و عبادت والے

نظامی بدایونی

المعنی : ۱۹۳۷ء

ترمی الفت میں مرنا لے نبی خوش زندگانی ہے
ترمی شان نبوت کا مقابل مل نہیں سکتا
تمہارے جلوہ رخ میں مجھک ہے نور خالق کی
مسخر ہے ہر اک عنصر ہیولہ مادہ تابع
جمال پاک پر حضرت کے وحشی و طیر ہیں شیدا
غلام بارگاہ پاک کیا کیا فخر کرتے ہیں
خدا عاشق ہے جس پر اس کو پا اچھوٹ کیوں ملیں
خوشاقتدیر رنجوری کہ آئین وہ عبادت کو
کہاں شرب کہاں جنت خدا را و اعظوا! چپ ہو
اگر مل جائیں ہفت اقلیم بھی تو میں نہ لوں ہرگز
کہ اس درودالم میں دو جہاں کی شادمانی ہے
کہ تجھ سے کوئی اول ہے نہ ہرے ثانی ہے
موسے اس قول پر صادق حدیث من رآنی ہے
مسلم و دوزخ عالم میں تمہاری حکمرانی ہے
شبہ کر نہیں کاظم انس و جن کی زندگانی ہے
سمجھتے ہیں کہ گویا ان کے گھڑا صاحب قرانی ہے
ہمیں اللہ کو محشر کے دن صورت دکھانی ہے
نہ رنجوری کہو اس کو حیات جاودانی ہے
تمہاری کون سنتا ہے تمہاری کس نے مائی ہے
کہ شاہی سے زیادہ ان کے در کی پاسبانی ہے

سُناتا ہے نظامی ذکر میلادِ نبیؐ سب کو

نہ قصہ ہے سکندر کا نہ دارا کی کہانی ہے

اختر شیرانی

التونى : ۱۹۳۸ء

مند نشینِ عالمِ امکاں تمہیں تو ہو
 اس انجمن کی شمعِ فروزاں تمہیں تو ہو
 دنیا نے ہست و بود کی زینت تمہیں سے ہے
 اس باغ کی بہار کا سماں تمہیں تو ہو
 روشن ہے جس کی صُور سے شبستانِ زندگی
 دو ماہِ نیم ماہِ درخشاں تمہیں تو ہو
 دنیا کی گرد میں فنا آشنا ہیں سب
 جو روحِ زندگی ہے وہ ارماں تمہیں تو ہو
 تم کیا ملے کہ دولتِ ایماں ملی ہمیں
 ایمان کی توریہ ہے کہ ایماں تمہیں تو ہو
 صبحِ ازل سے شامِ ابد تک ہے جس کا نور
 وہ جلوہ زارِ حسنِ درخشاں تمہیں تو ہو
 دارائے چرخ و دورِ زمیں جس کی ہیں غلام
 وہ تازہ و ہر دنا زشِ دوراں تمہیں تو ہو
 دنیا و آخرت کا سہارا تمہاری ذات
 دروں جہاں کے والی و سلطان تمہیں تو ہو
 شادابیِ صنوبر و نسریں تمہیں سے ہے
 بوئے گل و بہارِ گلستاں تمہیں تو ہو
 اختر کو بے نوائی دنیا کی فنک کیا
 سماں طسارِ بے سرو سماں تمہیں تو ہو

عزیزِ یارِ جنگِ عزیز

المزنی : ۱۹۳۸ء

مداح ہوں میں بھی اسی ممدوحِ خدا کا
ہے دھیانِ دمِ خوابِ مدینے کی فضا کا
اشعار پڑھے نعت کے میں نے جو چمن میں
کب تک ملک الموت سے فرقت میں کشاکش
جو آپ پر مرتے ہیں وہ مرتے نہیں ہرگز
بل جانے کہیں غارِ بیابانِ مدینہ
شیرازہ کو نین یہ وابستہ ہے جس سے
کافر ہوئی گرمیِ خورشیدِ قیامت
ہے ذاتِ نبی باعثِ تخلیقِ دو عالم
لے جائے گا طیب کو مرا جذبِ محبت
مشہور ہوئے جس سے زمانہ میں میسا
سر پہ ہو مرے گردِ رہِ داوئیِ طیب
مینوارِ محبت میں بہت دیے سے پیلے

صدقے میں کہتا جس کے یہ کو کا خاکہ
یہ نیند کا ٹھوکا ہے کہ جنت کی ہوا کا
غنچوں میں ہوا شورِ پُسا صلِ علی کا
ہو اب تو اشارہ لبِ اعجازِ نما کا
ملتا ہے مزا ان کو فنا میں بھی بقا کا
مشتاق ہے ہر آبلہ میرے کفِ پا کا
اک حلقہ ہے وہ آپ کے گیسوئے رسا کا
رُخ دیکھتے ہی آپ کے مشتاق بقا کا
منعموں یہ کہے دیتا ہے لولاک لما کا
محتاج نہیں میں خضرِ راہنما کا
تھا ایک کرشمہ لبِ اعجازِ نما کا
سمجھو نگاہیں سایہ اُسے کیسے کی ادا کا
ساحر کوئی ! صدقہِ بجزِ پوشِ رُبا کا

کیا پرکششِ محشر کا عزیزِ اب مجھے کھٹکا
جب ہاتھ میں دامن ہے شہرِ عقدہ کشا کا

صفی لکھنوی

التزل ۱ ۱۹۵۰ء

ابھاز ہی ابھاز تھے اطوارِ محمدؐ	رفقارِ محمدؐ ہو کر گفتارِ محمدؐ
وہ سادگی وضع وہ اندازِ مساوات	سرمایہ آرائش دربارِ محمدؐ
سلمان و سلیمان میں نہ تھا فرق ہاں کچھ	تھا نعل ہما سایہ دیوارِ محمدؐ
اقوام کو کس قبرِ مذلت سے نکالا	دنیا پہ ہے احسان گرانبارِ محمدؐ
اسلام جو ہے آشتی و امن کا پیغام	سمجھو تو اسے ملکِ ہموارِ محمدؐ
فطرت کے قوانین کا مجموعہ ہے اسلام	ہر قلب حق آگاہ طرفدارِ محمدؐ
مقصود نہ تھی جنگ سے تسخیرِ ممالک	پیکارِ حکیمانہ تھی پیکارِ محمدؐ
اُس وقت دیا اذن پئے جنگِ دفاعی	ہونے لگے مقتول جب انصارِ محمدؐ
آہستے دو عالم کے غلاموں سے تو پرچھو	آزادوں سے بہتر تھے گرفتارِ محمدؐ

ہم جنسوں کی اصلاح میں کل عمر بسر کی

اللہ سے صفی جذبہٴ ایثارِ محمدؐ

سیماب اکبر آبادی

الموافق ۲ ۱۹۵۱ء

سلام اے صبحِ کعبہ، السلام اے شامِ بُت خانہ
 تو چمکا بزمِ آذر میں بہ اندازِ حسنِ لیلانہ
 حریمِ پاک تیرا وہ بند ایوانِ حقیقت کا
 جہاں جبریل بھی ناچیز سا ہے ایک پروانہ
 کہیں تو زندگی پیرا بہ اندازِ لبِ عیسیٰ
 کہیں تو خطبہ فرما، اوجِ طاقت پر کلیمانہ
 فراخِ آفرینش ہے تو ہے تیرے ہی جلوں سے
 کہیں تو شمعِ محفل ہے کہیں تو زرد کاستانہ
 کچھ اس انداز سے جلوہ نمائی تو نے فرمائی
 کہ ہر ذرہ زمیں کا ہو گیا تیرا ہی دیوانہ
 یہ دنیا تیری نظروں میں مثالِ نقدِ ناقص
 یہ عالم غرینِ عرفاں کا تیرے صرغِ اک دانہ
 مجھے معلوم ہے رازِ غلامی اہلِ عالم کا
 ہے آئینِ سیاست ترے ذہن ان کا بیگانہ
 اگر پیر و ترا یہ عالمِ ایجاد ہو جائے
 تو اک انسان ہی کیا کل کائنات آزاد ہو جائے

آرزو لکھنوی

المترن : ۱۹۵۱ء

ازل سے نقشِ دل ہے نازِ جانانہ محمد کا
 کیا ہے روح نے محفوظ افسانہ محمد کا
 بنا ہے ہیبتِ حبیبِ ایل کا شانہ محمد کا
 اب افسانہ خدا کا ہے ہر افسانہ محمد کا
 ڈرے کیا آتش و ذرخ سے دیوانہ محمد کا
 کر اٹھتے شعلے گل کرتا ہے پردانہ محمد کا
 ظہورِ حال مستقبل سے ماضی کو ملا دوں گا
 مجھے پھر آج دہرانا ہے افسانہ محمد کا
 رسائی کیسے اس تک ہوشِ انسانِ عقلِ تہی کی
 جو اپنی رو میں بک جاتا ہے دیوانہ محمد کا
 دوئی اک داغِ تہمتِ غیریتِ الزامِ بے معنی
 وہ اپنا ہے جسے اپنائے یارانہ محمد کا
 شفاعت کی دعا میں وہ ہوا دیتے ہیں پس کا
 جہنم کو بچا سکتا ہے پردانہ محمد کا
 یہاں سے تا بہ جنت وک ہے کوئی نہ پرش ہے
 جہاں چاہے چلا جا، بن کے دیوانہ محمد کا
 شناع اس پارِ شیشے کے نظر اس پارِ شیشے کے
 جھک دیکھی کہ پہنچا اڑ کے پردانہ محمد کا
 درودِ ازل سخن ہو آرزو پھر شعرِ نصیب
 زباں و صوڈال اگر کہنا ہے افسانہ محمد کا

صوفی محمد اکبر خان اکبر میرٹھی

المترن ۱ ۱۹۵۲ء

دل میں مرے آنکھوں میں سما جائے محمد
 ہر سمت نظر آئے تجھ آئے محمد
 ارمان بیکل جائے مرے حجرۂ دل سے
 یہ گھر ہے محمد کا یہاں آئے محمد
 آنکھوں میں لگا لوں اسے پستلی میں بٹھا لوں
 سبے خاک شفا خاک کعبِ پاسے محمد
 مہاؤں میں کُسن سن کے ترا ذکر مبارک
 افسانے سے تیرے بکھے نیند آئے محمد
 وہ دل ہے کہ جس میں محبت ہو نبی کی
 وہ سر ہے کہ جس سر میں ہے سولائے محمد
 دیکھیں میں وہ امت کو خدا دیکھے ہے ان کو
 یہ حق کا تماشا وہ تماشا ہے محمد
 گر پوچھا عمیرین نے امت میں کس کی
 اٹھ بیٹھوں گا پڑھتا ہوا اسما ہے محمد
 انوارِ خدا کا بھی کہیں ہوتا ہے سایہ
 ہے نورِ علی نورِ سراپائے محمد
 تھوڑی سی زمیں طیبہ میں اکبر کو دے اللہ
 قدروں میں محمد کے ہوشیہ آئے محمد

پنڈت کیفی داتا تریہ

وفات : ۱۹۵۵ء

ہو شوق نہ کیوں نعتِ رسولِ دوسرا کا

مضمون ہو عیاں دل میں جو لولاک لُٹا کا

پہنچا یا ہے کس ادبِ سعادت پہ جہاں کو

پھر رُتبہ ہو کم عرش سے کیوں غابرِ حرا کا

ٹے علم و یقین کو مرے رفعتِ شہِ والا

نام اُونچا ہے جس طرح مرا اور صفا کا

یوں روشنی ایمان کی ٹے دل میں کہ جس سے

بطحا سے ہوا جلوہ فگن نورِ خدا کا

ہے حامی و مددِ مرا شاہِ فاعِ محشر

کیفنی مجھے اب خوف ہے کیا روزِ جزا کا

بے خود دہلوی

وفات : ۱۹۵۵ء

پنہاں ہے دل میں عشق حبیبِ الہ کا
 دینے لگا ہے کام تصورِ نگاہ کا
 بادِ صبا جو روضۂ انور پہ ہو گزر
 کرنا بیانِ سب میرے مالِ تباہ کا
 کہتے ہوئے سنا نہیں کیا جبریل کو
 حسدِ دم ہوں بارگاہِ رسالتِ پناہ کا
 غافل نہیں وہ اُمتِ عاصی کے حال سے
 ہر وقت سامنا ہے کرم کی نگاہ کا
 نیزہ کرنا لے کے جو نکلا ہے آفتاب
 اک لشکرِ بے یہ بھی اس انجمِ سپاہ کا
 مختارِ کارخانۂ قدرت ہیں مُصطفیٰ
 ہے ان کو اختیارِ سپید و سیاہ کا
 اٹھ جائے پردۂ رُخ اسرارِ معرفت
 سرمہ ملے جو آنکھ کو اُس گردِ راہ کا
 گستاخیاں معاف ہوں اے حبیبِ رب
 اس دل کو پڑ گیا ہے مزا تیری چاہ کا
 مجھ کو ماں ہے جلوۂ دیدار کی تلاش
 بے نور ہے چہراں جہاں مہر و ماہ کا
 بے خود کی لاج شافعِ مشربھی کو ہے
 تیرے سوا نہیں کوئی اس روسیاء کا

وحشتِ کلکتوی

وفات : ۱۹۵۶ء

تُو جوائے ماہِ عرب عالم کی زینت ہو گیا
 نورِ تیرا کس کے جلوے کی بشارت ہو گیا
 نورِ تیرا واقعِ آثارِ ظلمت ہو گیا
 ایک عالم کے لیے شمعِ ہدایت ہو گیا
 غمِ ترا آیا ہے دل میں عیش کا ساماں لیے
 دُورِ کُلفت ہو گئی اندوہِ رخصت ہو گیا
 بچھ گئی ہے چادرِ خارِ مِغیلاں دشت میں
 تیرے وحشی کے لئے ساماںِ راحت ہو گیا
 سادہ دل عاشق کہ تھا مشاقِ تیری دید کا
 دیکھ کر آئینہٴ دل محوِ حیرت ہو گیا
 کیوں نہ منظورِ نظر ہو تیرے کوچے کا غبار
 صین یہ تو سُدہٴ چشمِ بصیرت ہو گیا
 روئے انور کا قصودِ حُبِ حیرانی ہوا
 اک پری کا جلوہ تھا دیوانہ وحشت ہو گیا

مولانا ظفر علی خاں

المستوفی : ۱۹۵۶ء

وہ شمع ابلا جس نے کیا پالیس برس تک غاروں میں
اک روز پھکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لاما کا شور نہ ہو
یہ رجم نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا، جو محنتوروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
دھونڈے سے ملے گی عاتل کو یہ قرآن کے سیپاروں میں

پس کرنیں ایک ہی مشعل کی بوکڑ و عمرٹ و عثمان و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ کچھ مشرق نہیں ان چاروں میں

سردار عبدالرب نشتر

الترقی • ۱۹۵۸ء

شبِ روزِ مشغولِ صلّٰی علی ہوں

میں وہ چاکرِ خاتمِ انبیاء ہوں

نگاہِ کرم سے نہ محسوس رکھیو

تمہارا ہوں میں مگر بھلا یا بُرا ہوں

مجھے بھی ہوں معراجِ معراجِ والے

نہیں دیوانہ لیلائے معراج کا ہوں

مرے لہجے پر رشکِ داؤد کو ہے

دینے کی گلیوں کا لغزِ سرا ہوں

مے کیوں فخر ہو عشق پر اپنے مجھ کو

رقیبِ قداہ عاشقِ مصطفیٰ ہوں

میں ہوں ہر دو عالم سے آزاد نشتر

م گرفتارِ زلفِ رسولِ حسدا ہوں

سید علی اختر حیدر آبادی

الموتی : ۱۹۵۸ء

اے دہر مبادک ہو تجھ کو فردوس طرب کی جلوہ گری

پتھروں کی فضا، لغموں کا نسوٹ ہر سوچ رواں ہر شاخ ہری

اب عقل ہے خود رازِ عرفان چلتی ہے نسیمِ امنِ اماں

دم توڑ رہی ہے خود بینی، خاموش ہے نبضِ فتنہ گری

اقبالِ فلسفہ منہ می نے آلت می بڑھ کے بساطِ ناکامی

احساسِ جواں سالی میں ہوا تب سبیلِ غم پیرا نہ سری

عرفانِ حقیقت نے تجھ، غفلت کو شعورِ بیداری

اربابِ صداقت نے پایا، خطرات میں درسِ بے خطری

آئینِ غلامی نے سیکھے اندازِ کمالِ آزادی

گم کردہ رہی نے رکشن کی تبدیل مقامِ راہبری

تعمیرِ کرم پر ختم ہوئی، یارانِ جنت کی غریزی

تعلیمِ حسد کے کام آئی اربابِ جنوں کی جامہ دہری

اے کون و مکان کے رازِ شرف اے بادشہِ دین و دنیا

روشن ہے تیری ذاتِ عالی سے انجمنِ اوجِ بشری

کافی ہے اے نسبت تجھ سے کچھ اور نہ ہوگر دنیا میں

اے کاش ! زمانہ کر سکتا احساسِ جواب کم نظری

رخشاں ہے تھلی سے تیری تاریک زمین کی پیشانی

عنوان ہے تیری ہستی کا تکمیلِ حیاتِ انسانی

ہری چند اختر

وفات ۱۹۵۸ء

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرے کو دیا
کس نے قطرے کو ملایا اور دریا کو دیا

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرے ہیں اس کے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسخ کر دیا

شوکتِ مغرور کا کس شخص نے توڑا طلسم
منہدم کس نے الٰہی قصرِ کسریٰ کو دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا وراثتِ سیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

کہہ دیا لا تقنطوا اختر کسی نے کان میں
اور دل کو سہرے بھر محوِ منت کر دیا

سات پردوں میں چھپا بیٹھا تھا حسنِ کائنات
اب کسی نے اس کو عالمِ آشکارا کر دیا

آدمیت کا غرضِ ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

محی الدین احمد ابوالکلام آزاد

المترنی : ۱۹۵۸ء

موزوں کلام میں جو شناسائے نبی ہوئی
 تو اہستہ اسے طبع رواں منتہی ہوئی
 ہر بیت میں جو وصفِ پیمبر رقم کئے
 کاشتِ سخن میں بڑی روشنی ہوئی
 علمت رہی نہ پر تو حسنِ رسول سے
 بیکار اے ملکِ شبِ مہتاب بھی ہوئی
 ساتی سلسیل کے اوصاف جب پڑے
 محفلِ تمام مستِ مے بے خودی ہوئی
 دل کھول کر رسول سے میں نے کیے سوال
 مہرِ غزلِ طلب میں عار نہ پیشِ سخی ہوئی
 تاریکِ شب میں آپ نے رکھا جہاںِ قدم
 مہتابِ نقشِ پاسے دہاں روشنی ہوئی
 سہے شاہِ دیں سے کثر و تسنیم کا کلام
 یہ آبروِ تہام ہے حضرت کی دی ہوئی
 ساکب ہے جو کہ جاوہِ عشقِ رسول کا
 جنت کی راہ کس کے لئے ہے کھلی ہوئی
 آزاد اور فکرِ مجدِ پاسے گی کہاں
 الفت ہے دل میں شاعرِ زمیں کی بھری ہوئی

دل شاہجہان پوری

المؤلفی ۱۹۵۹ء

کیونکر نہ ہو مومن کو تمنا ہے مدینہ
تنویر سے معمور ہے ہر ذرہ یثرب
داع رہا آپ کا ہر کافر و مومن
افسردہ دلوں پر نظر فیض و عطا ہو
رہنے کی نہ رہا ریت شرف پائیں گے زائر
سرچشمہ توحید ہے یہ شہر مقدس
نقرہ ہے چین میں یہ عندول کی زباں
دُعا بھی بھوں شوقِ لقا اور سوا ہو
اس راہ میں درکار ہے اخلاص و عقیدت
ہر نوکِ قلم صغیر کا فہم پہ گل افشاں
ہیں مالکِ جنت چین آرا ہے مدینہ
دیکھو تو سہی رونقِ صحرائے مدینہ
بکھوڑا خلاق تھے مولا ہے مدینہ
اے بھرِ کرم اے چین آرا ہے مدینہ
یکہنے لے جاتی ہے تمنا ہے مدینہ
یکتا نظر آئی ہمیں دُنیا ہے مدینہ
ہر پھول سے خوش گیسپ گھائے مدینہ
ہے راحتِ دل جوشِ تمنا ہے مدینہ
گلشنِ نظر آیا ہمیں صحرائے مدینہ
مقصود ہے مدحِ چین آرا ہے مدینہ

پایا لقب اے دل یہ فقط حسبِ نبی میں

کہتے ہیں فرشتے مجھے تھیں اے مدینہ

مولانا غلام محمد ترقم

التموزی : ۱۹۵۹ء

گلشنِ عالم کے گوشوں میں گونج رہا ہے نامِ محمدؐ

ڈال ڈال پتاپتہ دیتے ہیں پیغامِ محمدؐ

طیبہ کے مینخانے میں ہے نور و مستی کیفت و نہکت

بادۂ عرفوں مہکا مہکا روشن روشن جامِ محمدؐ

نورِ صداقت، روحِ دیانت، ایک بصیرت ایک حقیقت

بستی بسنی صحرا پھیلا ہے اسلامِ محمدؐ

نیرِ رخشاں، انجمِ تاباں، ماہِ فردزاں، صبحِ دیشاں

طورِ بدایاں، جلوہ ساماں، نورِ مجسم، بامِ محمدؐ

ذہنِ ہمائے باغی باغی، دل میں ہمائے داغی داغی

پھر بھی سہارا بن جائیں گے، محشر میں اکرامِ محمدؐ

ذروں میں تنویرِ وحدت، پھولوں میں مہتابِ نکت

اللہ اللہ ان کا زمانہ صبح سے روشن شامِ محمدؐ

نگہ ترقم، بہرِ ترقم، ایک بہارِ افزونہ تبسم

برسوں کے جانِ تکلم، خلق کی عظمت نامِ محمدؐ

نوح ناروی

وفات : ۱۹۶۳ء

سامنے جس کی نگاہوں کے مدینہ آیا

لطف کے ساتھ اسے مرنا اسے جینا آیا

تابشِ حسنِ محمدؐ تھی یہ معراج کی رات

ہر چمکتے ہوئے تارے کو پسینا آیا

زندگی وادیِ یشہ ب میں بسر کرنا تھی

حضرتِ خضرؑ کو جی کر بھی نہ جینا آیا

اپنی گردش پہ اسی وجہ سے نازاں ہے فلک

کہ طوافِ در اقدس کا قرینا آیا

بیٹھے اس شانِ چشم سے وہ سبزینِ براق

سمجھے جبریلؑ کہ خاتمِ کائنات آیا

حوضِ کوثر کے قرین مالک کوثر کی قسم

وہ ہے کافر جو کہ مجھ کو نہ پینا آیا

ناخدا جب ہو محمدؐ سا تو ہم کیوں نہ کہیں

نوح طوفانِ حوادث میں سفینا آیا

ہادی مچھلی شہری

وفات ۱ ۱۹۶۳ء

وجود پاک ہے کتنا محبت آفریں تیرا

نہیں ثانی کوئی اے رحمت للعالمین تیرا

ذرا اس اتحادِ حسن و الفت کو کوئی دیکھے

تو کعبے کے مکین کا اور کعبے کا مکین تیرا

نصرت تیرا جنت ہے محبت تیری بخشش ہے

یہ رتبہ اور یہ درجہ شفیع المذنبین تیرا

سُہے گا حکم تیرا کار فرما روزِ آخر تک

لقب اے شافعِ محشر ہے ختم المرسلین تیرا

تو جب کی نظر وقتِ شفاعت اس پہ بھی رکھنا

کہ ادنیٰ اُمتی ہے ہادیِ خلوت نشین تیرا

شکوہ تھانوی

المقنن : ۱۹۶۳ء

ہم ہیں تصورات کی جنت لیے ہوئے

آنکھیں ہیں بند جلوۂ رحمت لیے ہوئے

پہنچے ہوئے ہیں آج دیارِ حبیب میں

اس بختِ نارسا کی شکایت لیے ہوئے

دیوانہ وار آہی گیا ان کی بزم میں

اک رویہ حسرتِ طاقت لیے ہوئے

احساسِ عطرِ بیز ہے عنبرِ نشانِ خیال

بیٹھے ہیں ہم مدینے کی نکبت لیے ہوئے

جیسے کہ سامنے مقسم حضور ہیں

اور ہم ہیں ایک اشکِ ندامت لیے ہوئے

یارب! کھلے نہ آنکھ کہ بیٹھے ہوئے ہیں ہم

پیشِ نظرِ جمالِ امانت لیے ہوئے

جیسے بھی کچھ ہے آپ کا ہے آپ کے پر

آیا جانے آپ کو شوکت لیے ہوئے

حاجی اصطفائاں اصطفائکھنوی

استوفی : ۱۹۶۳ء

جڑے ہوئے ہیں جو دل میں مرے نیگنے سے
یہ داغ بھر ہیں لایا ہوں جو دینے سے

نہ کیوں ہو فورِ مجسم وہ جسم بے سایہ
تکال وہی غمئی ظلمت ہو جس کے سینے سے

مہکتی رہتی ہیں جس سے مرینہ کی گلیاں
ملاقہ کیا کسی خوشبو کو اس پینے سے

نہ رہ سکے گا مدینہ میں بے ادب گستاخ
دبی رہے گا یہاں جو رہے قرینے سے

سفرِ حجاز کا جب اصطفائت ہو آخر بار
تو جان ساتھ ہی نکلے مری دینے سے

مافی جانیسی

وفات : ۱۹۶۳ء

مرادل رہ نورِ حبادۂ مدحِ پیغمبرؐ ہے
 وہ منزل ڈھونڈتا ہوں جو حدِ امکان سے باہر ہے
 کہوں کیونکر کہ ادجِ آسماں بطنی کا بھر ہے
 مدینہ سجدہ گاہِ آفتابِ ماہِ اختر ہے
 حبیبِ حق تصور میں تری کفشِ مطہر ہے
 داغِ شاعرِ معجز بیاںِ عرشِ بریں پر ہے
 خوشامستی کہ ہے کینٹِ مسلسلِ زندگی میری
 بے عشقِ نبیؐ ہے اور میرے دل کا ساغر ہے
 کہاں امکان تری توصیف ہے حمدِ برائی کا
 شائے مخفیہ ہے کہ تو مدحِ دادِ رہے
 مسلسل رشکِ جاری ہیں غمِ عشقِ پیغمبرؐ میں
 یہ آنکھیں ہیں مری یا منتظرِ تسنیمِ دکن ہے
 کہاں کا دعدۂ فروامری جنت ہے دنیا میں
 رسولِ حق کا روضہ، روضۂ رضواں سے بہتر ہے
 تجھے اے اولِ مخلوق حادث کس طرح کہہ دوں
 قدمِ تیسرا شہِ کونین — — — — — قدمِ پر ہے
 نبیؐ کی مدح میں پہلے ہوئی رطب اللسانِ قدت
 ہماری مدح اے مافی مگر قندِ مکر رہے

اثرِ صہبائی

التوزی : ۱۹۶۳ء

یہ بارگاہِ محبت ہے اے سریرِ آرا

عبث ہے فخر و غرورِ شرانتِ نبی

صفائے قلب ہے کیشِ گرائے خاکِ نشیں

نگاہِ فخر میں یکساں ہیں رومی و عربی

حرم کی راہ نہ لے، مگر نہیں تڑے سر میں

جنونِ بادِ یہ پیمائی و جفا طلبی

بہارِ صبح ہیں بادِ کشاں بزمِ الست

شبِ سیاہ ہیں مستانِ بادِ عینِ

یہ کس کے ذکر سے شاداب ہے مری ہستی

یہ کس کی یاد میں ہوں رشکِ شیشہ جلی

یہ فیض ہیں سب اسی ذاتِ لعلِ حبس کا

سہے مکی و مدنی ہاشمی و مطلبی

چراغِ مصطفوی سے ہے روشن اب بھی جہاں

مگر نظر نہیں آتا، شہرِ ابرہہ

وہ جامِ ذلّ و چشمر، بقائے حیات

خضر بھی جس سے نکھاتا ہے اپنی تشنہ لبی

وہ میرِ قافلہ رہروانِ حب و عشق

وہ صدرِ محفلِ ہستی محمدِ عربی

وہ مہتابِ پہرِ غم و صدق و وفا

وہ آفتابِ دو عالم، ستارہٴ اُمّ دانی

اُسی کے فیض سے فزے بھی برقِ پائے ہیں

اُسی کے عشق میں سرشارِ چاند تارے ہیں

زائرِ حرمِ حمید صدیقی لکھنؤوی

۱۹۶۵ء

کونین میں شہرت ہے سرکارِ دو عالم کی
 مومن کی نگاہوں میں فردوس سے بھی بڑھ کر
 اے ارضِ مدینہ کاش آنکھوں میں تجھے رکھوں
 انوارِ تجلی سے ہیں، دنوں جہاں روشن
 مڑے ہی نہیں، کلمہ پتھر بھی پکار اُٹھیں
 افی تھے، مگر سینہ گنجینہ حکمت تھا
 لازم ہے جسے رہنا، سرتاجِ امام بن کر
 طیبہ کا ہر اک کو چپہ کیونکر نہ معطر ہو
 اے زائرِ خوش قسمت روضہ کی زیارت بھی
 ناخوش رہے یا رب! محفوظِ حوادث سے
 چھائی ہوئی رحمت ہے سرکارِ دو عالم کی
 آغوشِ محبت ہے سرکارِ دو عالم کی
 جنت ہے تو جنت ہے سرکارِ دو عالم کی
 کیا شمعِ رسالت ہے سرکارِ دو عالم کی
 ٹھوکر میں وہ قدرت ہے سرکارِ دو عالم کی
 مشہور فصاحت ہے سرکارِ دو عالم کی
 وہ خاص جماعت ہے سرکارِ دو عالم کی
 پھیل ہوئی حکمت ہے سرکارِ دو عالم کی
 دراصل زیارت ہے سرکارِ دو عالم کی
 دل میں جو امانت ہے سرکارِ دو عالم کی

کہتے ہوئے مرقد سے عشر میں حمید آئے

مجھ کو تو ضرورت ہے سرکارِ دو عالم کی

بیکی تہت

المترقی : ۱۹۶۶ء

حصارِ ظلمتِ شب میں نہ ہو گئے ہم مستور
یہ آج مکہ میں شامِ عرب کی آمد ہے
حرم سے بت گئے دل سے خیالِ شرک گیا
بنا دیا ہمیں اسان اک اخرت سے
غلامِ دُعا کی قیثہ مٹ گئی بکھر
شرافتِ عملِ نیک کے ہوئے قاتل
حجاز و شام و فلسطین اور عراقِ دین
نہ آتے تھک کر فی ایسا بُرا نہ ایسا ہو
یتیم و یرہ کا طباء ضعیف کا مادی
کیا مسافتِ خطا ہائے اسلِ بکھ کو
لڑے تھے ان سے جو بدردِ حنین میں جا کر
گناہ گار کو اُمید دارِ رحمتِ حق
تھے بامرادِ فقیر و مسافر و مہماں
وہ بادشاہِ جہاں اور فقر پر ہو فخر
غرض کہ سیرتِ حضرت یہ کیا لکھے تہت
یہ بکروہ ہے کہ جس پر نہ پائے کوئی عبور

جنابِ احمد مرسل کا نونگن ہے نور
کہ گوش ہیں ہمہ تن چشمِ چشم میں ہے سرور
خدا سے واحد و قہار ہے رحیم و غفور
ہمارے دل سے کیا جب غبارِ بغض کو دور
سب ایک صف میں تھے سرایہ دار اور مزدور
شرافتِ نسبی پر جو اپنی تھے مغرور
عرب کے خطوں میں اس کا جو پھیلا نور
وہ ذاتِ پاک تھی بے شبہ و شک فقط اک نور
پناہ لیتے تھے اس کی غلام اور مزدور
کہ جن کے شر ہوئے تھے وطن سے اپنے دور
مسافت کر دیئے اک دم خوشی سے ان کے قصور
کیا اک آن میں بس یہ وہاں کا تھا دستور
غرض کہ خدمتِ مخلوق ان کو تھی منظور
نہ ہم نے یہ کہیں دیکھا نہ یہ کہیں مسطور

میر عثمان علی خان

نظام دکن

الترکی : ۱۹۶۷ء

عرش پر خلق کا سرتاج ہے آج
واہ کیا خوب یہ سر ہے آج
دیکھو شاہِ مدنی کا جلوہ
سر پر رحمت کا عجیب تاج ہے آج
لیلۃ العتد چسے بکھتے ہیں
مرحباً صل علی آج ہے آج
کس پیمبر کو بڑیہ رتبہ
دونوں عالم میں ترار ہے آج
عرض کر یہ شہِ دین سے عثمان
آپ کے ہاتھ مری لاج ہے آج

عبدالعزیز فطرت

المتوفی : ۱۹۶۷ء

جس کا نام اور نسب پُر نور	جس کا ہر پیارا لقب ہے پُر نور
اس پر ہر لمحہ درود اور سلام	واہ کیا مادرِ عسرب ہے پُر نور
لیکن ہے نعمت کا مضمون مقصود	میری ہر جنبش لب ہے پُر نور
اے خوشا وادہ می شرب کی نصفا	افقِ دشتِ عسرب ہے پُر نور
نور ہی نور ہے عالمِ عالم	دل ہی تنہا مرا کب ہے پُر نور
اسی محبوبِ دماں کا ہے یہ گھر	ہر طرح جس کا نسب ہے پُر نور
جس کے فیضانِ نظر کے مدد تھے	سب عجم اور عرب ہے پُر نور
جس نے ان کو بخشا ہے شرف	زندگی جس کے سبب ہے پُر نور
جس کے رونقے کی تجلی کے طفیل	صبحِ رنگین ہے شب ہے پُر نور
آرزو بس اسی جلوے کی ہے	ویدہ حسن طلب ہے پُر نور

فطرت اور نعمت کی سنی صادق

آج ایوانِ ادب پہنچے پُر نور

میرزا جعفر علی اثر لکھنوی

الموتی ۱۰ ۱۹۶۷ء

اور یزداں سے ہوئی ہے خلق طینت آپ کی
آپ ہیں خستم رساں سردار جملہ انبیاء
آپ کی خاطر ہوئی آراستہ بزم شہود
کنز حکمت میں نہاں رہتے روز معرفت
خود کہا حق نے منزل لے رہے حسن قبول
آپ ہیں خیر الورا، خیر الامم، خیر البشر
کفر کی ظلمت پھنٹی پھیلا اُجلا دین کا
علم و صبر و اتقا، جو دوسخا، عفو و کرم
آپ کا ہر فعل عند اللہ متعابے لوث تھا
نار و جنت آپ کے تسنیم و کوثر آپ کے
ماہِ کامل نے سسر تسلیم فوراً خم کیا
بوریا سونے کو اور کھانے کو اک نان جویں
لعرۃ بجیر لب پر پیٹ پر پتھر بندھا
رتخیز حشر میں میدان دار و گیر میں
جس طرح صیقل سے آئینے کے جوہر ہوں عیاں
رحمۃ للعالمین اس سے لقب ہے آپ کا

یا رسول اللہ ناممکن ہے رحمت آپ کی
ہے رقم جملہ صحیفوں میں ثبات آپ کی
مدعاے آفرینش ہے ولادت آپ کی
گر نہ ہوتی یا رسول پاک بشت آپ کی
اللہ اللہ وہ عبادت وہ ریاضت آپ کی
کی شب سراج خالق لے ضیافت آپ کی
ہے سراج معرفت، روشن طریقت آپ کی
معرفت کا درس ہے ایک اک فضیلت آپ کی
بارور آخر ہوئی اس طرح محنت آپ کی
ہر دو عالم آپ کے خود حق کی رحمت آپ کی
اٹھ گئی جس وقت انگشت شہادت آپ کی
یہ تجمل اس پر یہ سادہ میثقت آپ کی
راہِ حق میں کس قدر راسخ تھی ہمت آپ کی
بخشش امت کی ضامن ہے کفالت آپ کی
قلب مومن کو جلا دیتی ہے الفت آپ کی
جو شش میں لائے گی رحمت کشفاعت آپ کی

عاصی و ناکارہ ہے لیکن بے نسیا آپ کا
کاشش اثر کو بھی میسر ہو زیارت آپ کی

استادِ سید محمد حسین قمر جلالوی

المتوفی : ۱۹۶۸ء

تمہ سے پہلے کوئی شے حق نے نہ اصلاً دیکھی
 خوب جب دیکھ لیا تمہ کو تو دُنیا دیکھی
 تو نے قبل از دو جہاں شانِ تجلی دیکھی
 عرشِ سمیتا ہوا، ہستی ہوئی دُنیا دیکھی
 تیرے سب سے بھلے سارے رسولوں کی جہیں
 سب نے اللہ کو مانا تھی دیکھ دیکھی
 میسز باں خالق کر نہیں بنا خود تیرا
 تیسری توقیر سرِ عرشِ معنی دیکھی
 آپ چپ ہو گئے ارمانِ زیارت کشن کر
 تیسری حالت پہ نظر کی نہ منت دیکھی
 حق کے دیدار کی بابت جو کہا نہ مایا
 اک بھلک دیکھنے پر حالتِ موسیٰ دیکھی
 اے قمرِ شق ہوا مہتابِ پیمر کے لیے
 ہم نے دو ہوتے ہوئے چاند کی دُنیا دیکھی

شکیل بدایونی

التوفی ۱۹۷۰ء

تمنا ہے کہ مرتے وقت بھی ہم مسکراتے ہوں

زباں پر یا محمد ہو جب اس دنیا سے جاتے ہوں

بنے اے کاش اُس دم ساز ہستی آخری ہچکی

فرشتے نعتِ صلّ علی جب گنگنا تے ہوں

مزه جب ہے کہ ہم دیوانہ دار انکی طرف جائیں

اشاروں سے شہ ہر دوسرا ہم کو بلاتے ہوں

شبِ فرقت کی ان رنگینیوں پر جانِ دل صدقے

تمھاری یاد ہو دل میں تارے جھللاتے ہوں

نہ کیوں اُوپنچا ہو سارے انبیاء سے مرتبہ اُن کا

سفارش کر کے جوامت کو اپنی بخشواتے ہوں

سکوں کی ساعتوں میں کون ان کو بھول سکتا ہے

دمِ مشکل جو ہر اک بے نوا کے کام آتے ہوں

میاں ہو کیا شکیل اُس بزمِ دل کی جلوہ سانی

حبیبِ کبریا جس بزمِ تشریف لاتے ہوں

اختر علی تلہری

المترنی و ۱۹۷۱ء

پاکیزگی دل ہے تمناے مدینہ

بالیدگی عقل ہے سوداے مدینہ

جیسے کہ محمدؐ نے بنایا اُسے مسکن

نکھرا ہوا ہے چہرہ زیباے مدینہ

اخلاق و تمدن کو نسیٰ نہ ہتیں تجھیں

اے فخرِ رسل اے چمن آراے مدینہ

اربابِ ہوس اس کے مقابل میں نہ آئیں

ہم مرتبہ عرش ہے شیداے مدینہ

میسٹی ہیں سیرِ راہ بچھاے جوئے آنکھیں

یہ اوجِ ترا انجمن آراے مدینہ

اے عیش و امارت کے فریبوں میں گرفتار

ہاں بھول نہ جانا کہیں منشاے مدینہ

شادابیِ جنت ہے مرے شعر میں اختر

تمخیل کے دامن میں ہیں گلہاے مدینہ

افقر موبانی

المترن : ۱۹۷۱ء

فطرت کا یہ پیغام صبا لائی ہوئی ہے

گلشن میں نئے سرے بہار آئی ہوئی ہے

معبود کو بندوں کی ادا بھائی ہوئی ہے

کس جوش سے رحمت کی گھٹا چھائی ہوئی ہے

اُٹھنے کو نبوت کا جو ہے آخری پردہ

دنیا کی نطنہ دید کو لپٹائی ہوئی ہے

معمورِ دو عالم ہوئے انوارِ نبی سے

اک برقِ تخیل ہے کہ لہرائی ہوئی ہے

پھیلے ہوئے ہر سمت ہیں ایمان کے جلوے

تصویرِ بیت و بیت کہہ کھلائی ہوئی ہے

پڑھتے ہیں درود اور سلام آج ملائک

کونین پہ مستی کی قضا چھائی ہوئی ہے

افقرِ پیئے تعظیم اٹھو تم بھی بصد شوق

میلادِ محمدؐ کی خبر آئی ہوئی ہے

روشِ صدیقی

المتوفی : ۱۹۷۱ء

شاہِ اسریٰ فروزِ شمعِ حریمِ طہرہ	اے شبِ معراجِ عشقِ مطلعِ نور و سرور
تیرے لیے لامکاں خلوتِ امکاں بنا	تیرے لیے اُٹھ گیا پردہِ غیب و حضور
تیرے لیے فرشتہ راہِ منتظرِ یک نگاہ	نکلت روحِ بہشت تابشِ کیسے حر
تو نے وزخشاں کیا تجھ سے فروزاں ہوا	صبحِ ازل کا فروعِ شامِ ابد کا سرور
خلوتِ رازِ دل تجھے سراپا جمال	دیدہٴ قوسین میں تیری تمنا کا نور
تجھ سے ہوئی گرمِ رازِ زلفِ خفی و جلی	تو نے کیا بے نقابِ چہرہٴ نزدیکِ دور
کون گل افشاں نہیں، کون غزلِ خاں نہیں	چن کے ریاضِ خلیل پڑھ کے کلامِ زبور
ہاں تو وہی بات ہے جس میں نہاے ملا	صاحبِ شقِ القمر، شافعِ یومِ النشور
عظمتِ روحِ خلیلِ نازِ مسیح و کلیم	سینہٴ آدم کا رازِ دیدہٴ یزداں کا نور
ارض و سما کا سکون جس کے لیے ناشیب	عرشِ بریں کا فترِ مظهرِ ربِ غفور
رحمتِ بے انتہا کون و مکان کے لیے	صورتِ حقِ عظیمِ مظهرِ ربِ غفور

ہے وہ اہم البشر آج دہاں جلوہ گر
عرشِ جہاں سجدہ ریزِ خاکِ قدمِ ارجِ طور

علامہ محی الدین تمنا عمادی

وفات : ۱۹۷۲ء

اے خوش نصیب گو شیر کیے جانے والو
جاتے ہو تم زجاؤ لیکن یہ یاد رکھنا
کبھی ترقی یہ دولت تقدیر میں تمہاری
آؤ ذرا کہ دے لوں تسکین اپنے دل کو
اس پر نصیب کی ہے اک عرض سنئے جاؤ
دیکھو یہ یاد رکھنا طیبہ میں جب پہنچنا
ہر روضہ نبی پر جب ماضی تمہاری
سرکارِ نبیہ کب تک شد ملد اٹھئے
مشرپا ہے اٹھئے اے شمعِ بزمِ شری
گجڑی ہے بات ایسی بنتی نہیں نیا
اوداکِ غریب جس کو کہتے ہیں متنا
طیبہ کی سمت رخ تھا اٹھکٹھوں سے تھے

میش ابد کماورنچ بسند اٹھا کر
جاتے ہو میرے دل میں اب آگ سی لگا کر
کیا پھل ملے گا مجھ کو اب خاتم سے کھا کر
خاک قدم تمہاری آنکھوں سے میں لگا کر
کہتا ہے چشمِ تر سے سیروں لہو بہا کر
مجھ کو ردِ محمول جانا مقصود اپنا پا کر
کہنا بہت ادبِ جالی کے پاس جا کر
امتِ کادم رکا ہے گویا لبوں پہ آکر
امت کے سر پہ رکھئے دستِ کرم اب آکر
بیٹھے ہیں آپ ہی سے سب اسرار لگا کر
آنے کے وقت ہم نے دیکھا جو اس کو جا کر
بیچارہ کہہ رہا تھا یوں ہاتھ اٹھا اٹھا کر

تا در جہانِ غریب امروز کا مکاری

باشد کہ بیداروں کا سے زلف باری

سراج الذین ظفر

التوقی : ۱۹۷۲ء

سبوٹے جاں میں چپکتا ہے کیمیا کی طرح
قدح گسار ہیں اُس کی اماں میں جس کا وجود
وہ جس کے لطف سے کھتا ہے غنچہ اوداک
علسم جاں میں وہ آئینہ دار محبوبی
وہ جس کا جذب تھا بیداری جہاں کا سبب
وہ جس کا سلسلہ بخود ابرو گوہر بار
خزاں کے مجلہ ویراں ہیں وہ شگفتہ بہار
بسیط جس کی جلالتِ حمل سے میزاں تک
سوادِ صبحِ ازل جس کے راستے کا غبار
وہ عرش و فرش و زمان و مکاں کا نقشِ مراد
شرفِ بلا بشریت کو اُس کے قدموں میں
اُسی کے حسنِ سماعت کی تھی کرامتِ خاص
وہ نورِ لم یزل تھا تہِ قلب سے وجود
بغیر عشقِ محسن کسی سے کھل نہ سکے
ریاضِ مدح رسالت میں راہِ بوارِ غزل
نہ پوچھ مجھ نہ مدتِ شبِ کوہِ زمین

کوئی شراب نہیں عشقِ مصطفیٰ کی طرح
سفینہٴ دوسرا میں ہے ناخدا کی طرح
وہ جس کا نام نسیمِ گرہ کش کی طرح
حرمِ عرش میں وہ یارِ آشنا کی طرح
وہ جس کا عزم تھا دستور ارتقا کی طرح
وہ جس کا دستِ عطا مصدرِ عطا کی طرح
فنا کے دشت میں وہ روضہٴ بقا کی طرح
محیط جس کی سعادت خطِ سماس کی طرح
علسم لوحِ ابد جس کے نقشِ پا کی طرح
وہ ابتدا کے مقابل وہ انتہا کی طرح
یہ مشتبہ خاک بھی تاہاں ہوئی بہا کی طرت
وہ اک کتاب کر ہے نسخہٴ شفا کی طرح
یہ راز ہم پہ کھلا رشتہٴ قیام کی طرح
رموزِ ذات کو ہیں گیسوئے وفا کی طرح
چلا ہے رقصِ کناں آہستہ صبا کی طرح
مرے قلم میں ہے جنبشِ پرہیزا کی طرح

جمالِ دوستِ محمد کی تابشوں سے ظفر

دماغِ زندہ ہوا عرشِ کبریا کی طرح

ابراہی گنوری

المطابق : ۱۹۷۳ء

نبیؐ جتنے قریب عرشِ اعظم ہوتے جاتے ہیں
 ذریعے بخششِ اُمت کے محکم ہوتے جاتے ہیں
 مسرت بڑھتی جاتی ہے اَلَم کم ہوتے جاتے ہیں
 قریبِ خُلدِ طیبہ غالباً ہم ہوتے جاتے ہیں
 یہ کس نے ساز چھیڑا دہر میں وحدت پرستی کا
 ترانے شرک کی تانوں کے مدھم ہوتے جاتے ہیں
 جو ٹھکراتے ہوئے تھے ہر کے وہ تیری محفل میں
 مکرم بنتے جاتے ہیں معظّم ہوتے جاتے ہیں
 عروجِ اہلِ ایمان دیکھتے نا اہل کس دل سے
 حسد کی آگ سے سینے جہنم ہوتے جاتے ہیں
 اندھیرا ہے کہ چھٹنا جا رہا ہے خود شبِ اسریٰ
 دو عالم ہیں کہ انوارِ مجسم ہوتے جاتے ہیں

حرام میں ابرِ فاقہ ہے ورم ہے پائے اقدس پر
 مگر آفا کے سجدے ہیں کہ سپہم ہوتے جاتے ہیں

حفیظ ہوشیار پوری

المثنوی : ۱۹۷۳ء

ظہورِ نورِ ازل کو نیا بہانہ بلا
 حرم کی تیرہ شبی کو چسپاںِ خانہ بلا
 تری نظر سے ملی روشنی نگاہوں کو
 دلوں کو سوزِ تب و تابِ جاودانہ بلا
 خدا کے بعد جلال و جمال کا منظر
 اگر بلا بھی تو کوئی ترے سوا نہ بلا
 وہ اوجِ بہتِ عالی، وہ شانِ فقرِ عبور
 کہ سرکشوں سے بازِ خسروانہ بلا
 وہ دشمنوں سے مدارا، وہ دوستوں پر کرم
 بقدرِ ظُلمِ ترے درے کس کو کیا نہ بلا
 زمیں سے تابِ فلک جس کو جرأتِ پرواز
 وہ میرِ قافلہ وہ رمبہِ یگانہ بلا
 بشر پہ جس کی نظر جو، بشر کو تیرے سوا
 کوئی بھی محرمِ اسرارِ کبریا نہ بلا
 خیالِ اہلِ جہاں تھا کہ انتہائے خودی
 حرمِ قدس کو تجھ سا گر یزا نہ بلا
 نیازِ اُس کا، جہیں اُس کی اعتبارِ اُس کا
 وہ خوش نصیب جسے تیرا ستارہ بلا
 درِ حضور سے کچھ ملانہ مجھ کو حفیظ
 زائے شوقِ ملی و جذبِ عاشقانہ بلا

بہزاد لکھنوی

المبتدی : ۱۹۷۳ء

نہ پوچھو کہ کیا ہیں ہمارے محمدؐ

شہِ دوسرا ہیں ہمارے محمدؐ

انہیں نے بتائیں ہمیں حق کی باتیں

رسولِ خدا ہیں ہمارے محمدؐ

نہ کیوں ان پہ صدقے ہو سارا زمانہ

حقیقت نما ہیں ہمارے محمدؐ

زمین بھی ہے ان کی ماں بھی ہے ان کا

شہِ دوسرا ہیں ہمارے محمدؐ

نہیں بات خالی کسی کی بھی جاتی

بڑے پُر عطا ہیں ہمارے محمدؐ

ہمیں خوفِ محشر کا بہزاد کیوں ہو

حبیبِ خدا ہیں ہمارے محمدؐ

یوسف جمال انصاری

المترن : ۱۹۷۵ء

بزرگ دوش جو سرِ داد کھائی دیتا ہے
نثارِ بس پر کلیم، فدائِ مسمائی
محمدِ عربی ہے، محمدِ عربی
وہ انقلاب کو اسلام جس کو کہتے ہیں
ستارے بگڑے سائے، وہ چاند ماند ہوا
یہ کس نے پاؤں لکھا، کن ہے یہ فرشتہ نشین
شب و سال نہیں، فرقِ طلبِ مطرب
وہیں ہے بارشِ انوارِ ہونے لگتی ہے
ہزار جانِ لبِ لبائے جانا
یہ کس کے سے فدائی، موتیِ خدا گواہ
نثارِ دل ہے چوڑے فزمِ نظرِ پسند
خدا پہ ہر جہ و سہ تو ناندائیب ہیں
عجب سمار ہے کہ صفتی ہے ربطِ تے جیتا
ہوا اہل ہے کہ جس کو بھی دیکھو

یہ کس کا نقشِ کھتِ پاؤں کھائی دیتا ہے
وہ اک کلیم و مسیحا کھائی دیتا ہے
کہیں بھی کوئی بھی ایسا کھائی دیتا ہے
وہ تیرے نطق سے پیدا کھائی دیتا ہے
اب آفتاب ہی تنہا کھائی دیتا ہے
کہ عرش اور بھی اونچا کھائی دیتا ہے
بس ایک جلوۂ یکتا کھائی دیتا ہے
جہاں سے روضہ والا کھائی دیتا ہے
یہی وفا کا تقاضا کھائی دیتا ہے
وہی جہنم کا پتلا کھائی دیتا ہے
دل و نظر میں یہ جھگڑا کھائی دیتا ہے
مہنر کے پار کستارا کھائی دیتا ہے
شفق میں خون کا دریا کھائی دیتا ہے
صلیبِ غم پہ اکیلا کھائی دیتا ہے

یہ حال ہے کہ محبت کے دل نگاہوں کو
کس کو دردِ ہوا پہ کھائی دیتا ہے

محوی صدیقی لکھنوی

الموتوی : ۱۹۷۵ء

سناؤں ہم نفس آیتھ کو افسانہ محسد کا
 زمیں مسند، مگر پروانہ تھی کسریٰ وقیصر کی
 یہاں کی سرخوشی پر طور کی بے ہرثیاں صدقے
 پلٹ دی جس نے کایا اک نظریں بزمِ ہستی کی
 نظر آئے جو شمعِ روضہ انوار ان آنکھوں کو
 نہ آنسو آنکھ کے تھمتے نہ مٹتی ہے ٹپٹل کی
 قسم کھاتے ہیں اہل ہرث جس کی عقل و حکمت کی
 عرب کا فزہ فزہ آج تک سرشارِ وحدت ہے
 الہی اپنی اس بے مانگی پر شرم آتی ہے
 بہشتِ نورِ واتی ہے، قسمت تملاتی ہے
 پیچے دو گھونٹ جس نے اٹھ گئے کوئین کے پڑے

کہ نہیں ہوں روزِ اول ہی سے دیوانہ محمد کا
 تعالٰی اللہ یہ تھم فقرِ شہانہ محمد کا
 یہ مینخانہ ہے لے دیتی وہ مینخانہ محمد کا
 کوئی اعجاز تھا ہاں بزمِ مردانہ محمد کا
 لپک کر دے دیں پر جان پروانہ محمد کا
 سنا ہے جبکہ ان کانوں نے افسانہ محمد کا
 خدا شاہد وہ فسر نہ ہے دیوانہ محمد کا
 کبھی گردش میں آتا تھا جو پیمانہ محمد کا
 کہ جان زار بھوئی ہے نذرانہ محمد کا
 تڑپتا ہے جراتی میں جو دیوانہ محمد کا
 یکسر صہبا ہے تھا لبریز پیمانہ محمد کا

کہاں ہیں تشنہ عرفاں صلائے عام ہے دہی

ابھی تک بزم میں رقصاں ہے پیمانہ محمد کا

نجمِ افندی

القول : ۱۹۷۵ء

انسان کے خاکِ پیکر میں اب شافعِ محشر آتے ہیں
جو دونوں جہاں کے مالک ہیں وہ بھیس بدل کر آتے ہیں

آہ ہے اب ان کی عالم میں جن سے ہے وجودِ ارض و سما
اب ختم ہے سب کی راہبری کوہِ نبی کے رہبر آتے ہیں

آنکھیں تو پکھا ہی رکھی ہیں، خاکِ سترِ دل کا فرش کرو
ہے عرش بھی جن کے زیرِ قدم وہ فرشِ زمیں پر آتے ہیں

اصنام کے بندے کیا جانیں دراصل خدائی ان کی ہے
جو غارِ حرا سے گھر کی طرف اوڑھے ہوئے چادر آتے ہیں

دیدارِ نبی ہو جائے تو پھر، بوذر سے کہیں سماں سے کہیں
ہم نے بھی وہ آنکھیں دیکھی ہیں، ہم کو بھی وہ تیر آتے ہیں

کیا کوئی پئے گا میری طرح، میکش ہوں وہ ایسا محفل کا
جب سے مجھے پتہ دیکھا ہے، کوثر کو بھی پکر آتے ہیں

جب مدتِ پیغمبر کرتا ہوں، وہ نورِ سخن بڑھ جاتا ہے
اے نجمِ سلامی دینے کو الفاظ کے لشکر آتے ہیں

شفیق کوٹی

المترن : ۱۹۷۶ء

بشارتیں ہیں کہ فیضانِ جستجوئے رسولؐ
 کلِ کلی سے مجھے آرہی ہے بڑے رسولؐ
 نگی ہوئی ہے لگن مجھ کو ارضِ بظہا کی
 بسی ہوئی ہے مرے دل میں آرزوئے رسولؐ
 ہجومِ لالہ و گل پر ہے عطرِ بیز فضا
 شامِ شوق تک آتی ہے مشکِ بوکِ رسولؐ
 یہی تو ایک وسیلہ ہے میری بخشش کا
 نگاہِ شوق ہو محوِ طوافِ کوئے رسولؐ
 مری نظر میں خرد کی نہیں کوٹی تو قیر
 جنونِ شوق مجھے لے چلا ہے سوئے رسولؐ
 اسے تو ختمِ نبوت کا معجزہ کہئے
 حدیث بن گئی دنیا میں گفتگوئے رسولؐ
 ریاضِ دہر میں بے چین بوئے گل ہے شفیق
 نہ جانے رنگِ جنوں ہے کہ جستجوئے رسولؐ

ماہر القادری

المتوفی : ۱۹۷۸ء

حرم میں اذانِ محمد اللہ اللہ	کہ ہیں دجہ میں بکرو بر اللہ اللہ
بہ ہر طوف یہ ملتزم پر دعائیں	یقین قبول و اثر اللہ اللہ
مقامِ براہیم پر یہ نمازیں	یہ ہر سجدہ معراج سر اللہ اللہ
دھڑکتے ہوئے دل کالے کر سہارا	مناجات با چشم تر اللہ اللہ
تصور میں ہے ایک زندہ حقیقت	تخیل بھی ہے معتبر اللہ اللہ
تجلی میں دھوئے ہوئے سگریزے	یہاں کے نجوم و قمر اللہ اللہ
جلالِ الہی کی تابندگی میں	جھلکتے ہوئے بام و در اللہ اللہ
یہ میزِ رحمت وہ رکنِ یمانی	مقامِ استب اہلِ خبر اللہ اللہ

وہ کعبہ جسے دیکھ لینا عبادت

مسل ہے پیشِ نظر اللہ اللہ

صوفی غلامِ مصطفیٰ انیسٹم

الماتول: ۱۹۷۸ء

رخشندہ ترے حُسن سے رخسارِ یقیں ہے
 تابندہ ترے عشق سے ایماں کی جہیں ہے
 چمکا ہے تری ذات سے انساں کا مقدّر
 تو خاتمِ کونین کا رخشندہ نگین ہے
 ہر قول ترا حرفِ صداقت کا ہے ضامن
 ہر فعل ترا حسنِ ارادت کا امین ہے
 ہر گام ترا ہم قدمِ گردشِ دوراں
 ہر جادہ تری رہ گزیرِ خلدِ بریں ہے
 جس میں ہو ترا ذکر وہی بزمِ ہے رنگین
 جس میں ہو ترا نام وہی باتِ حبیب ہے
 چمکی تھی کبھی جو ترے نقشِ کعبہ پاسے
 اب تک وہ زمیں چاندِ ساروں کی نہیں ہے
 آنکھوں میں ہے اُس خلقِ مجسم کا تصور
 اک خلدِ مسترِ مری نظروں کے قریں ہے

پروفیسر محمد طاہر فاروقی

المؤن = ۱۹۷۸

آپ کے کوچے میں جو میرا گزر یا مُصطفیٰ
میری پیشانی جو اور وہ سائب دریا مُصطفیٰ

اس جوارِ قدس میں تھ بیجے بارِ یاب
یا رسول اللہ یا خیر البشر یا مُصطفیٰ

ارمغانِ شایانہ دربارِ رسالت کچھ نہیں
ہاں بس اک شرمِ گنہ اک چشمِ تر یا مُصطفیٰ

رشتہ ابرِ کرم کا ایک چھینٹا ہی بلے
میری خلعت کی بھی ہو جائے سحر یا مُصطفیٰ

آپ کا دیدار ہو ایسے کہاں میرے نصیب
ہاں اگر ہو جائے رحمت کی نظر یا مُصطفیٰ

بادۃ الفتن کا اک ساغرِ عطا کر دیجئے
ہوں بہت اب تشہ لب تشہ جگر یا مُصطفیٰ

آپ کے جودِ کرم سے ہیں دو عالم فیضِ یاب
اس طرقت بھی ایک رحمت کی نظر یا مُصطفیٰ

آپ کو شخین کا ہے واسطہ کیجئے کرم
ہوں خطا کار و خطا جو سرِ بسر یا مُصطفیٰ

از روِ لطف و کرم آپ اپنا دیوانہ کہیں
بس یہ ہو طاہر کی نیت کا ثمر یا مُصطفیٰ

عرشِ ملیانی

وفات : ۱۹۷۹ء

کہہ دل کا حالِ شاہِ رسالت مآب سے
 ہو بے نیاز ذکرِ مذاہبِ ثواب سے
 دل کو اگر ہے چاند بنانے کی آرزو
 کہ کتابِ نور اسی آفتاب سے
 ذکرِ نبی کروں گا تو کہہ دوں گا روزِ حشر
 لایا ہوں ارمناں یہ جانِ خراب سے
 سب سے گزرا ہو کے درِ مصطفیٰ پہ تو
 جو ملتی کرم کا حُشا کی جناب سے
 کہتی ہے خلق مجھ کو حشرِ باقیِ نبیؐ
 اچھا کوئی خطاب نہیں اس خطاب سے
 کیفِ خیالِ شاہِ رسالت سے مست ہو
 بڑھ کر کوئی شراب نہیں اس شراب سے
 ہونا ہے عرشِ دولتِ دیں سے جو بہرہ ور
 تو بھی رجوع کر شہِ دیں کی جناب سے

جمیل منظری

المنقذ : ۱۹۸۰ء

وہ دیکھو اٹھ رہے ہیں پردہ اٹھے چرخِ زنگاری
وہ دیکھو چاند نکلا دادی تار یک بٹھا سے
لٹائے عیسیٰ گزروں نشیں نے چرخ سے تار سے
یہ کیسی بکلیاں چمکیں یکا یک کوہِ فاراں پر
یکس نے رادنی بٹھا میں دل کی بانسری چھری
محمد مصطفیٰ پر ہم کن تعذیر بت خانہ
ہوتے جاتے ہیں حق و کفر کے آتش کو بے ٹھنڈے
رُخِ موسیٰ کی سیت بن ہی ہے گردِ عارض کی
جلو میں مریم عصمت اٹھائے گوسٹہ چادر
اجالی پر تو رخسار سے مجلسِ تمدن کی
وہ جلوہ جو سرورِ معرفت دیتا ہے آنکھوں کو
وہ دل وہ فکر پروردِ دل جو بٹھا سرِ شہدِ عرفاں
جوان ہو کر وہ بچتہ رحمت ہر دوسرا نکلا
وہ بخت بے تکلف سو گئے زبردِ تم آکر
برتنی ہے گستاخت کی کھل کھل کر زمانے پر

وہ دیکھو مسکراتی ہے تجلی چشمِ روزن سے
وہ دیکھو چاندنی چھلکی فروغِ رُے روشن سے
چلے پیغام لے کر بلبلِ سدرہ نشیمن سے
کہ موتی کی نگاہیں مڑ گئیں دادی امین سے
کہ پرتولے چلے آتے ہیں طائرِ بندہ ابن سے
صدائے ہم یہ آتی ہے تروں کی دل کی دھڑکن سے
پنہ تسلیم خم ہے سلطنتِ کسریٰ مداین سے
لبِ عیسیٰ کا جادو جاکتا ہے چشمِ پرفن سے
خواصی میں عروس ارتقا و البستہ دامن سے
چرخاں جادو تہذیب نقشِ پائے روشن سے
وہ آنکھیں جو خراجِ دوستی لیتی ہیں دشمن سے
ہوئی ہے منضبط رفتار ہستی جس کی دھڑکن سے
ایہ قوم کہتی تھی جے دنیا لڑکپن سے
گزر جاتی تھیں کترا کر ہوائیں جکے دامن سے
وہلا ہاتا ہے رنگِ تیوختی قلبِ آہن سے

ظہورِ حسن کی پہلی کرن پھوٹی ہے چمن سے
طلایا سازِ فطرت نے تمہارے دل کی دھڑکن سے

حافظ منظر الدین

المتون ۱۹۸۰ء

دیکھ لے بندۂ اسباب ایہ فیضانِ رسولؐ
 بن گیا مجھ ساتھی دست بھی مہمانِ رسولؐ
 اللہ اللہ اثرِ نعمتِ مستانِ رسولؐ
 عالمِ وجد میں ہیں کوہِ و بیابانِ رسولؐ
 سب گنہ گار ہیں وابستہ دامنِ رسولؐ
 مرحبا صلیٰ علیٰ وسعتِ دامنِ رسولؐ
 اب مری روح میں مستی ہے، نظر میں مستی
 اب میسر ہے مجھے صحبتِ مستانِ رسولؐ
 آج ہے کحلِ بصرِ جادۂ یثرب کا غبار
 آج ہے غارِ رُخِ خاکِ بیابانِ رسولؐ
 دل نوازی کا ہے یہ وقت ہوا سے صحرا
 راہِ طیبہ میں ہے اک چاکِ گریبانِ رسولؐ
 آستانِ بوسنی خواجہ کی سعادت ہے نصیب
 آج مائل ہے کرمِ بخشش پہ دربانِ رسولؐ

فضل احمد کریم فضلی

المجلد ۱ ۱۹۸۱ء

ہے اگر کائنات ایک رباب
سب میں کچھ کچھ کمی سی لگتی ہے
وہ کہ ان کا نہیں کوئی بھی مثیل
ان کی ذات و صفات اک دریا
بے نواؤں کو عظمتیں بخشیں
نور ان کا ہے کہ دیا جس نے
قوم جو علم سے تھی بے بہرہ
بے ادب بادیر نشینیوں کو
موت کو یوں بنا دیا محبوب
دولت و ملک و نسل کی تفریق
یوں مٹادی کہ بو ذر و سلماں
آپ ہی کی بستی وہ نگلی
ان کا پیغام جس نے اپنایا
روح کو ان کے عشق سے آرام
ان کی خوشبو نفس نفس میں ہے

ذات پاک حضور ہے مفراب
جو بھی آتے ہیں ذہن میں القاب
وہ کہ ان کا نہیں کوئی بھی جواب
اور الفاظ میرے مثل حباب
ان کی عظمت کی کوئی حد نہ حباب
ڈرے ڈرے کو مہر عالم تاب
کھول دی زندگی کی اس پر کتاب
آتے موت و حیات کے آداب
لوگ مرنے کو ہو گئے بے تاب
تھی جو انسانیت حق میں عذاب
ہو گئے ہمسر عمر خطاب
جب بھی سوچھی کسی کو راہ جواب
آگیا اس کی زندگی پر ثباب
دل ہے کہ ان کے عشق میں بیاب
سانس لینا بھی اب ہے کارِ ثواب

ذکرِ پاک اُن کا اور تو فاضل

بے ادب یکہ عشق کے آداب

نیر واسطی

الموافق : ۱۹۸۲ء

جہاں میں رحمتہ للعالمین شانِ محمدؐ ہے

زمانے میں رواں دریائے فیضانِ محمدؐ ہے

بہارِ سیرِ محبوبی ہے بھانِ لڈی اسرے

قاو حیٰ بوسے گلہائے شبستانِ محمدؐ ہے

وہ خورشیدِ رسالت ہیں وہ شمعِ بزمِ وحدت ہیں

زمانہ جلوہ زارِ رؤے تابانِ محمدؐ ہے

سکندر اور سلیمانؑ ہیں محمدؐ کے غلام اب بھی

کہ بالائز جہاں میں شوکتِ شانِ محمدؐ ہے

خدا کی حکمرانی کے عجب انداز ہیں نیر

رواں کونین میں ہر سمت فرمانِ محمدؐ ہے

احسان دانش

المؤلف : ۱۹۸۲ء

کنیز جاں قبلہ قلب و نظر پیدا ہوئے
 خواجہ کونین ، شام بھر در پیدا ہوئے
 ہر قدم اک مشرق نور و ضیا کا سامنا
 ہر نفس امکان معراج نظر پیدا ہوئے
 جس زمیں کو پائے بوسی کا شرف حاصل ہوا
 اس زمیں میں لعل و یاقوت و گہر پیدا ہوئے
 عارف ارض و سما ، میر بساط کائنات
 خیر الامم خیر البشر پیدا ہوئے
 جس نے دیکھا پھر نہ دیکھا اور کچھ ان کے سوا
 اک نظر میں سیکڑوں حسن نظر پیدا ہوئے
 اب نہ اتریں گے صحیفے اب آئیں گے رسول
 لے کے قرآن آخری پیغام میر پیدا ہوئے
 حسن کو جس رنگ میں دیکھا ٹپ کر رو گئے
 اور یہ حالات دانش عمر بھر پیدا ہوئے

عجروتِ شکر

میں کسی قابل نہ تھا۔ مجھے کسی قابل بنایا۔ سجدے پر سجدے کروں تو بھی حتیٰ ادا نہ ہوگا۔

کسی طرح اور کسی کے فیض سے، سیرت کے موضوع پر دس جلدیں مکمل ہو گئیں۔ یہ وہ خواب تھا جو میں نے زندگی بھر دیکھا تھا۔

خواب سب دیکھتے ہیں۔ تعبیر کوئی کوئی دیکھتا ہے۔ ایک عاصی کو مقبرہ بنا دیا۔ میرے مولا! تیرا کرم، تیرا کرم۔

میں ۱۹۵۰ء سے ادب و تحریر کی دنیا میں موجود ہوں۔ میری موجودگی برابر محسوس کی گئی۔ بڑے بڑے وقیع نمبر چھاپے، جنہیں ادب کے شادریاں رکھیں گے۔ بہ فضلِ ایزدی میں نے ادب کی تمام گھاٹیوں کو منور کیا۔ اب وہی مشعل زیادہ روشنی دے گی جس کی لوہاری نو سے بلند ہوگی۔ ایسا ممکن ہے۔ مگر اسے ممکن بنانے والے زیادہ نہ ہوں گے۔

غرض جس عبادت کی ابتدا میں نے آج سے ۳۲ برس پہلے کی تھی، وہ تو صرف ایک بڑے کام کے لیے بطور مشق کام آتی۔ اگر کسی طور میں اس موضوع کا حتیٰ ادا کر سکا ہوں تو میں دنیا کا خوش قسمت ترین انسان ہوں۔ کیونکہ یہ منصوبہ میری زندگی کی رونق ہے۔ میں کچھ نہ تھا۔ میری مدد کو اہل علم بڑھے۔ خلوص کی پونجی کام آگئی اور اس کی بڑی قیمت پڑی۔ ہر کسی نے ساتھ دیا۔ اب کرم فرماؤں کی فکری رہنمائی میں، جو آئندہ ایڈیشن چھپیں گے۔ اُن میں اُن کی سنجش ہوئی روشنی کی جگہ گاہٹ ہوگی۔ اگر آپ میرے ساتھ نہ ہوتے تو منزل بہت دور رہ جاتی۔ اب میں زندگی بھر آپ کے دیئے ہوئے حوصلے ہی کی بنیاد پر ان نمبروں کی مزید افادیت کے لیے کام کرتا رہوں گا۔ زندگی کی سمت متعین ہو گئی۔

ابھی اس سلسلے کے دو نمبر اور پیش کرنا ہوں گے۔ کیونکہ کچھ کام باقی رہ گیا ہے۔ مسودات میرے پاس موجود ہیں یا وہ مسودات ہیں جو احباب کے پاس تکمیل کے مراحل میں ہیں۔ باقی جو اللہ کو منظور، پہلے میں ادب کی چوکھٹ پر کھڑا تھا اب حضور کی بارگاہ میں ہوں۔

میں آخر میں آپ کو ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا ایک شعر سناتا ہوں:

وَبَعَثَ جَاهِلَكَ إِنِّي بِكَ مُغْرَمٌ

وَاللَّهُ يُغْلَمُ إِنِّي أَهْوَالُكَ

(ترجمہ: مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کی قسم! میں آپ سے بے پناہ محبت رکھتا ہوں اور

اللہ تعالیٰ میری اس والہانہ محبت کا گواہ ہے،)

دعویٰ کرنے والے دعویٰ کرتے ہیں۔ میرا کوئی دعویٰ نہیں! میں تو صرف عاشقانِ رسول کی صف میں کھڑا ہونا چاہتا ہوں۔

وہ بھی سب سے آخر میں!

رسولِ نمبر کے ۶۰۰ صفحات میں یہی استدعا تو کی گئی ہے۔